لطائف المعانی
شرح اردو
شرح ملا جامی
محمد عبد اللطیف خان چشتی مہروی
ناشر
قاسم پبلی کیشنز
فون: 021-35455353

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی طَبْعِ ھٰذَا الشَّرْحِ الْجَدِیْدِ فِیْ حَلِّ مُشْکِلَاتِ شرح مُلا جامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

الموسوم بہ

شرح اردو

لطائف المعانی

شرح ملا جامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

از تصنیفات خادم العلماء و الطلباء و الفقراء فقیر حقیر سلامت فقیر

محمد عبد اللطیف خان

چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی مہروی

ملیزوی خصوصًا ملا گوجروی

باہتمام

محمد قاسم جلالی

ناشر

قاسم پبلی کیشنز

021-5455353

ھدیۂ عقیدت

کمترین عباد فقیر حقیر تصنیف وتالیف خود بنام نامی جناب قبلہ وکعبۂ عالم اعلیٰ حضرت ہادی شریعت سالک طریقت عارف رموز معرفت واقف مسالکِ حقیقت مغیث فقراء ومساکین مؤید مذہب حنیفیہ کا سر روس مخالفین محلل شکوک علمائے راسخین ماحی بدعت مرشدنا ومربینا سیدنا پیر **مہر علی شاہ صاحب** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جیلانی گولڑوی مدظلہم العالی۔

معنون ومنسوب کردہ

درسرکار عالی بمعرض بندگان متعالی پیش نمودہ اظہار عقیدت مینماید مصرعہ

گر قبول افتد زہے عزو شرف

کمترین

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف **محمد عبداللطیف** خان چشتی، نظامی، صابری، قادری، نقشبندی، ملیزوی، مہری ملاگوجروی علاقہ ریاست دیر حالاً ساکن مدرسہ اسلامیہ **انوار العلوم** جامع مسجد قبرستان ہوتی، متصل درگاہ ڈانگ بابا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

محمد عبداللطیف خان

۱۳۵۴

التجائی مکرمت

کاشف اسرارِ وحدت خواجۂ مہر علیؒ — مظہر شان ولایت قرۃ العین نبی ﷺ

مقبولِ درگاہِ احد مرغوبِ محبوبِ صمد — تنویر شمع عارفان شمسِ سپہر قادری

تیرے عرفان کی ضیا تا رفعتِ چرخِ بریں — نجمِ بطحیٰ ماہ جیلان آفتاب گولڑی

اے گوہر بحر سخا اے مخزن کان عطا — مل جائے دل کا مدعا از راہ بندہ پروری

اے بادشاہ عارفان اے پیشوائے سالکان — مسند نشین قادری جانِ طریق صابری

لِلّٰہ کرم فرمایئے جلوہ نما ہو جایئے — تسکین دل فرمایئے ہو دور ساری بے کلی

اے عالم علم الیقین اے کامل عین الیقین — اے ہادیٔ دین متین نورِ جمال احمدی ﷺ

مہر علیؒ شد نام تو مشکل کشائی کام تو — خواہم شہا انعام تو بھر خدا بہر نبی ﷺ

طوفان بحر غم میں ہے کشتیِ عمر ناتوان — پہنچو مدد کو ناخدا ازراہِ غربا پروری

یہ بھی ہے اس در کا گدا کہتے ہیں جس کو سب فداؔ

حاصل ہو قرب بارگاہ اس میں ہے اس کی بہتری

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

حضرت علامہ محمد عبد اللطیف خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ الذی شرح صدورنا بوسیلۃ نبیہ و حبیبہ الّذی کرم خلقہ بکریم خطابہ **انک لعلی خلق عظیم** و عظّم شانہٗ بعزۃ حکمہ العظیم **طٰہٰ یٰسٓ** و القران الحکیم و زیّن اعمالنا بامتثال الاوامر و النواھی و نور زماننا بفیضان و تعلیق الولی المنقاد للّٰہ تعالٰی **و من علینا بخلافتہ** سید الاولیاء و الاقطاب الذین ھم ھداۃ الحق و الصراط المستقیم اعنی حضرت قبلۃ العالم شمس الشریعۃ بدر الطریقۃ برھان المعرفۃ عمدۃ المحققین زبدۃ العارفین اعنی الموسوم باسم السید المرشد **مھر علی شاہ صاحب** ابن السید پیر نذر دین بن السید پیر غلام شاہ بن السید پیر روشندین بن السید عبد الرحمٰن نوری بن السید عنایت اللّٰہ بن السید غیاث علی بن السید فتح اللّٰہ بن السید اسد اللّٰہ بن السید فخر الدین بن سید احسان بن السید درگاھی بن السید جمال علی بن السید محمد جلال بن السید ابی محمد بن میران سید محمد کلان بن میران شاہ قادر قمیص السند وروی فی نواحی السھار نفور و مشائخ کثیر بن السید ابی الحیات بن السید تاج الدین بن السید بھاء الدین بن السید جلال الدین بن السید داؤد بن السید علی بن السید ابی صالح نصر بن السید عبد الرزّاق بن السید **عبد القادر جیلانی** الحسنی الحسینی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ و عن اولادہ واصفادہ الی یوم القیامۃ الساکن فی ملک فنجاب خصوصًا المزین للکولرۃ الشریفۃ مدظلھم العالی و الصلوۃ علی من توتد منار الھدایتہ بتبلیغ الرسالۃ الی عباد ربہ الکریم و علی الہ و اصحابہ الذین نالوا درجات النصر و الجھاد الذی امرنا بہ فی تنزیل الحکیم بقولہ **جاھدوا فی اللّٰہ حق جھادہ** خصوصًا علی خلفاء الراشدین المبشرین بدخول الجنۃ النعیم اللّٰھم ابعثنا ناضرۃ الوجوہ من مرقدنا یوم القیامۃ و احفظنا من کید الشیطٰن الرّجیم عند و داعتہ ارواحنا من اجسادنا برحمتک العمیم (أمین ثم أمین).

امّا بعد لما التمس عنی بعض الطالبین المخلصین خصوصًا اخی الذکی الفاضل الموذعی یلمعی المولوی علیم الدین الصدیقی ابن اخ سیدنا و مولانا مولوی **محمد ضیاء الاسلام** صاحب امام الجامع المسجد الواقع فی بلدۃ اکرہ ان اکتب عدّۃ سطورٍ فی لسان الھندیۃ تکشف بھا مغلقات شرح ملا جامی لقصور فھمنا عن ادراک المقاصد من الشروح الماضیۃ فشرعت فی اسعاف مرامھم و رتبت السوال و الجواب ترتیبًا یسھل بہ مقاصد شرح ملا جامی بادنی اتفکر و ترکت الاسؤلۃ التی ما اشار الیھا الشارح و لانبّہ علیھا لکی لا یطول الشرح و لا یمل المحصلین توفیقًا من اللّٰہ الکریم و اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم.

کمترین

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف **محمد عبد اللطیف خان** چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی مُہری و ملیزوی خصوصًا ملا گوجروی **بانی و مہتمم** مدرسۂ اسلامیہ **انوار العُلوم** جامع مسجد قبرستان ہوتی، متصل ڈانگ بابا صاحب رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ۔

اللھم اغفر لکاتبہ و لقاریہ و لناظرہ و لمن سعی فیہ (أمین)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الحمد لولیه الف لام کی چار قسمیں ہیں (۱)......جنسی، (۲)......استغراقی، (۳)......عہد خارجی، (۴)......عہد ذہنی۔

جنسی میں نفس ماہیت شے کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے۔ **استغراقی** میں جملہ افراد کی طرف اشارہ ہوتا ہے۔ **عہد خارجی** میں ایک فرد معین کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو متکلم اور مخاطب دونوں کو معلوم ہو۔ **عہد ذہنی** سے ایک فرد کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو صرف متکلم کو معلوم ہو۔ یہاں ہر ایک کا مفہوم مراد لیا جاسکتا ہے۔ **ولی** کے پانچ معنٰی ہیں (۱) حری، (۲) محب، (۳) متصرف، (۴) صاحب، (۵) قریب۔ یہاں اول معنٰی مراد ہیں حری کے معنٰی لائق کے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جو حمد وثناء کا لائق ہو اسی کے لیے حمد وثناء ہے۔ **ولیه** میں "ہ" کی ضمیر حمد کی طرف ہے۔ **و الصّلٰوة علٰی نبیه** صلوٰۃ خداوند تعالٰی کی طرف سے رحمت کا نزول ہے اور ملائک کی طرف سے استغفار اور عباد کی طرف۔ سے دعا اور وحوش وحیوانات کی طرف سے تسبیح کے معنٰی میں استعمال ہوتا ہے۔ شریعت میں ارکان مخصوصہ کا نام ہے۔ **نبی** نبوت سے ماخوذ ہو تو اس کے معنٰی رفعت کے ہوں گے اور اگر **انبا** سے ماخوذ ہو تو خبر کے معنٰی میں استعمال ہوگا۔ چونکہ نبی خداوند تعالٰی کی طرف سے مخلوق کے تبلیغی احکام کے لئے ایک بڑا انسان برگزیدہ مقرر کیا جاتا ہے اس لیے اس کو نبی کہتے ہیں۔ جدید کتاب کا ہونا اس کے ساتھ شرط نہیں۔ رسول اس کے برخلاف ہے۔ **نبیه** کی ضمیر مجرور یا تو محمود کی طرف ہے جو حمد کے ضمن میں موجود ہے یا ولی کی طرف ہے جس کے معنٰی ظاہر ہیں اور یہ آخری احتمال صحیح ہے۔ **و اٰله و اصحابه** آل سے یہاں جملہ اولاد وازواج واصحاب وخدام پیغمبرؐ مراد ہیں۔ **اصحاب** جمع صاحب یا صحب کی ہے۔ جس کے لغوی معنٰی ہمراہ کے ہیں۔ شریعت میں اس کا نام ہے جس نے حالت اسلام میں حضور ﷺ کو دیکھا ہو اور اسلام پر مرا ہو۔ **المتادبین** یہ ادب سے ماخوذ ہے جس کے معنٰی قوتی نیک کے ہیں۔ یہاں طریقہ عمل زندگی حضور ﷺ مراد ہے۔ ترکیب میں یہ اصحاب کی صفت ہے یعنی حضور ﷺ کے جملہ اصحاب آپ کے طریقۂ عمل کے پورے پابند تھے۔ **اما بعد** اما اصل میں مہما تھا ھاء ہمزہ سے تبدیل کر دیا۔ پھر قلب مکانی کر کے میم کو میم میں مدغم کر دیا پس اما ہو گیا۔ یہ لفظ متضمن معنٰی شرط کو ہے۔ اس لئے اس کے جواب میں فاء لایا جاتا ہے۔ **بعد** کا لفظ مبنی بر ضمہ ہے اگر اس کا مضاف الیہ محذوف ہو ورنہ معرب مستعمل ہوگا۔ **فهٰذہٖ فوائد** اس میں اشارہ فوائد کی طرف ہے۔ اگر دیباچہ الحاقی ہو تو اس صورت میں کوئی شبہ نہیں اور اگر دیباچہ ابتدائی ہو تو اشارہ ماحضر فی الذہن کو ہوگا۔ فوائد جمع فائدہ کی ہے جس کے معنٰی بہرہ مندی کے ہیں۔ **وافیه** یہ لفظ یہ صیغہ اسم فاعل ترکیب میں فوائد کی صفت ہے جس کے معنٰی کثرت کے ہیں **بحل الکافیه** با یہاں فی کے معنٰی میں ہے۔ کافیہ کا لفظ مادل به کتاب ہے۔ تا اس میں مبالغہ کے لئے ہے یعنی یہ کتاب کافیہ کے حل کے لئے کافی ہے۔ **للعلامة المشتهر فی المشارق و المغارب** علامۃ میں تا مبالغہ کے لئے ہے۔ یہ لفظ عالم کا مبالغہ ہے۔ **المشتهر** اس کی صفت ہے یعنی یہ کافیہ اس بڑے عالم کی تصنیف ہے جو مشارق و مغارب میں مشہور ہیں۔ مشارق و مغارب سے مراد دنیا کی جملہ اطراف ہیں۔ جمعیت باعتبار مطالع ومغارب کی ہے۔ اس طرح تثنیہ کا حال ہے کیونکہ در حقیقت مشرق اور مغرب دنیا میں ایک ہے۔ کلام الٰہی ﷻ میں اس کا استعمال تینوں طرح آیا ہے۔ المشتهر کا لفظ صرف مبالغہ کے لئے اختیار کیا گیا ہے جو علامہ کے مترادف ہے۔ **الشیخ** یہ لفظ علامہ کا عطف بیان یا بدل ہے اس لئے مجرور ہے۔ اعنی کے مقدر کر لینے سے منصوب کیا جائے گا۔ مرفوع ہو تو مبتداء محذوف کی خبر ہوگی جس کی تقدیر هو الشیخ ہے۔ لغت میں شیخ پچاس (۵۰) سے اسی (۸۰) سال تک

کی عمر والے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح میں ماہر فن کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔ **ابن الحاجب** یہ ترکیب میں شیخ کی صفت یا بدل ہے اور مصنف رحمہ اللہ کی کنیت ہے۔ اسم محترم آپ رحمہ اللہ کا عثمان اور شیخ آپ کا لقب ہے۔ **تغمده الله لغفرانه و اسكنه بحبوحة جنانه** یہ لفظ تَغَمُّد سے ماخوذ ہے جس کے معنی ستر کے ہیں۔ اس میں استعارہ ترشیحیہ کی طرف اشارہ ہے۔ ضمیر منصوب میں استعارہ مکنیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ غفران میں مناسبات استعارہ کا بیان ہے۔ بحبوحہ کے معنی وسط کے ہیں۔ یہاں مختار کے معنی مراد ہیں۔ جنان کسرۂ جیم سے بمعنی جنت ہے۔ یہ جملہ دعائیہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مصنف رحمہ اللہ پر مغفرت کی چادر ڈالے اور آپ کو جنت کے برگزیدہ باغوں میں بسائے۔ **نظمتها في سلك التقرير** ھاء ضمیر منصوب فوائد کی طرف ہے۔ نظم کے معنی در دراشتہ منقش مراد یہاں مقام کے مناسب کلام کرنا ہے۔ غرض اس استعارہ سے صفائی اور موزونیت کلام ہے اور باعث اس استعادہ کا طلباء کو ترغیب دلانا ہے۔ **وسمط التحرير** یہ جملہ اوپر کے جملہ پر معطوف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کافیہ میں فوائد کا بیان نہایت عمدہ تقریر اور بہترین تحریر سے کیا ہے **للولد العزيز ضياء الدين يوسف** عزیز کے معنی ارجمند اور مبارک کے ہیں۔ اس میں تصنیف کے باعث و علت کا بیان ہے یعنی باعث تصنیف کافیہ مصنف رحمہ اللہ فرزند جگر بند جس کا لقب ضیاء الدین اور اسم محمد یوسف ہے **حفظه الله سبحانه عن موجبات و التلهف و التاسف** یہ جملہ دُعائیہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ولدِ عزیز ضیاء الدین یوسف کو جملہ۔۔۔حزن و حسرت سے محفوظ رکھے۔ تلہف اور تاسف کے الفاظ مترادف معنی واحد ہیں۔ ایک مطلوب کے فوت ہونے پر حزن و حسرت کو تلہف کہتے ہیں، اور فعل حرام و بد کے کرنے پر جو اضطراب اور پریشانی ہوتی ہے وہ تلہف ہے اور فرائض و واجبات کے ترک کرنے پر جو افسوس ہوتا ہے اس کا نام تاسف ہے۔ **و سميتها بالفوائد الضيائية** سمیتہا میں ضمیر منصوب فوائد کی طرف ہے فوائد ترکیب میں موصوف اور الضیائیہ اس کی صفت ہے۔ ''یا'' اس میں نسبتی ہے یعنی وہ فوائد جو ضیاء الدین کی طرف منسوب ہیں۔ **لانه لهٰذا لجمع و التاليف كالعلة الغائية** یہ اس نسبت کی دلیل ہے جو یائے نسبتی سے ظاہر ہے یعنی کافیہ کو فوائد ضیائیہ سے اس لیے موسوم کیا ہے کہ ضیاء الدین اس کی تالیف و تصنیف کے لئے مانند علت غائی کے ہیں۔

فائده:......

علت کی چار قسمیں ہیں (۱) علت غائی، (۲) علت فاعلی، (۳) علت مادی، (۴) علت صوری۔

علت غائی وہ ہے جو فاعل کے فعل کرنے کا باعث ہو۔ **علت فاعلی** وہ ہے جس سے صدور فعل ہوتا ہے۔ **علت مادی** وہ ہے کہ جس سے شے کی ترکیب ہو۔ **علت صوری** وہ ہے جو شے کے وجود کا بالفعل موجب ہو۔ یہاں علت غائی کے ساتھ کاف تشبیہ لانے میں اشارہ ہے کہ ضیاء الدین تالیف کے لئے عین علت غائی نہیں کیونکہ یہ تصور میں مقدم اور وجود میں مؤخر ہوتی ہے اور یہ معنی یہاں درست نہیں کیونکہ ضیاء الدین وجود میں بھی مقدم ہے۔ درحقیقت یہاں علت غائی ضیاء الدین کی تعلیم ہے۔ **نفعه الله تعالٰي بها و سائرين المبتدئين من اصحاب التحصيل** یہ جملہ دعائیہ ہے بہا میں ضمیر مجرور فوائد کی طرف ہے۔ اصحاب تحصیل مبتدئین کا بیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ ضیاء الدین اور جملہ طلباء کو اس تالیف کے فوائد سے فائدہ پہنچائے۔ سائر کے لغوی معنی باقی کے ہیں مگر یہاں جملہ اور تمام کے معنی میں ہے۔ **و ما توفيقي الا بالله و هو حسبي و نعم الوكيل** چونکہ تالیف کافیہ ایک مشکل کام تھا اس لئے مصنف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ سے استعانت مانگی ہے اور نعم نعیم الوکیل کے۔ جملہ میں مخصوص بالمدح محذوف ہو تو اس صورت میں عطف جملہ خبریہ علی الخمر یہ ہے اگر محذوف نہ ہو تو جملہ وھو حسبی اگرچہ صورت میں خبریہ ہے مگر یہ دعا کے محل میں واقع ہے اس لئے انشائیہ مانا جائے گا اور انشاء کا عطف انشاء پر جائز ہے یا یہ عطف قصہ علی القصہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

اعلم ان

المقدمة

الشيخ ﷺ لم يصدر رسالتهُ هذهٖ بحمد اللّٰه سبحانه بانّ جعل جزاءً منها هضما لنفسه. اعلم کے لفظ کو شارح رحمۃ اللہ علیہ تین غرضوں سے نقل کریں گے۔ اول یہ کہ کسی مقدر سوال کا جواب دینا، دوم کسی مقام پر سوال قائم کرنا، سوم تحقیق مقام ظاہر کرنا مقصود ہوگا۔ یہاں پر سوال مقدر کی طرف اشارہ کر کے جواب دینے کے لئے استعمال میں لائے ہیں۔ سوال مقدر کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے اپنے اس رسالہ کو حمد سے شروع کیوں نہیں کیا۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے حمد کو کسر نفسی کی بناء پر چھوڑ کر کتاب سے جزء نہیں بنایا۔

تبخيل ان كتابهٗ هذا من حيث انه كتابهٗ. ليس ككتب السلف رحمهم اللّٰه تعالٰى حتى يصدر به على سنتها تخیل سے سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ حمد کے چھوڑنے سے کسر نفسی نہیں ہوتی بلکہ حمد ایک عبادت ہے اس کے کرنے میں کسر نفسی پائی جاتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ حمد کا چھوڑنا دو طرح پر ہے اول یہ کہ عبادت سمجھ کر چھوڑی جائے یہ گناہ ہے۔ اس میں کسر نفسی نہیں ہے۔ دوسرے یہ کہ کتاب مصنف رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری کتابوں کی طرح نہیں۔ یہ خیال کر کے چھوڑ دینا کسر نفسی ہے اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کو علمائے سلف کے طریقہ پیروی کے خلاف کر کے حمد سے شروع نہیں کیا۔ **و لا يلزم من ذالك عدم الابتداء به مطلقًا حتٰى يكون بتركه اقطع لجواز ايتانه بالحمد من غير ان يجعله جزء ا من كتابه.** اس کتاب میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے حمد کو چھوڑ کر ایک حدیث مشہور کی مخالفت کی جو حسب ذیل ہے۔
كل امر ذى بالٍ لم يبدأ فيه بحمد اللّٰه فهو اقطع ...... الخ یعنی جس امر میں حمد سے شروع نہ کی جائے وہ خراب اور ناقص ہوتا ہے لہٰذا اس حدیث کی بناء پر مصنف کی کتاب ناقص ہوگئی۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ہے کہ حمد کی دو قسمیں ہیں تحریری، تقریری۔ تحریری خاص ہے اور تقریری عام ہے۔ خاص کی نفی سے عام کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ جائز ہے کہ تقریری حمد کی ہو اگرچہ کتاب کے اندر لکھ کر جزء نہیں بنایا۔ لہٰذا مصنف کی کتاب میں حمد کے چھوڑنے سے نقص لازم نہیں آیا۔ **و بدأ بتعريف الكلمة و الكلام لانه يبحث فى هذا الكتاب عن احوالها فمتى لم يعرفا كيف يبحث عن احوالهما** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال مقدر کی تفصیل یہ ہے کہ مقصود بالذات نحوی کا کلمہ اور کلام کے احوال سے بحث کرنا ہے اور مصنف نے کلمہ اور کلام کی تعریف میں شروع کی اور یہ اشتغال بما لا یعنی غیر مقصود میں شروع کرنا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ اور کلام کی تعریف کئے بغیر احوال سے بحث کرنا ناممکن ہے اس لئے تعریف کو موقوف علیہ سمجھ کر پہلے کلمہ اور کلام کی تعریف کی تاکہ احوال سے بحث کرنے میں آسانی ہو۔ **و قدم الكلمة على الكلام لكون افرادها جزأ من افراد الكلام و مفهومها جزاء من مفهومه** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ کلام عربی میں عمدہ کلام مانا جاتا ہے کیونکہ اس سے مخاطب کو فائدہ تام ملتا ہے بخلاف کلمہ کے کہ اس سے فائدہ تام نہیں ملتا۔ پس کلام کو کلمہ پر مقدمہ ذکر کرنا زیادہ موزوں تھا اور مصنف ﷫ نے کلمہ کا ذکر مقدم کیا ہے حالانکہ یہ موزوں نہیں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ باعتبار اپنے افراد اور معنٰی کے

کلام کا جزء ہے اور قاعدہ ہے کہ جزء مرکب پر مقدم ہو کر آتا ہے۔ یہ لحاظ کر کے کلمہ کو کلام پر مقدم کر کے کہا ہے کہ **فقال الکلمة قیل هی و الکلام مشتقان من الکلم بتسکین اللام و هو الجرح** کہا گیا ہے کہ کلمہ اور کلام دونوں **کلم تبسکین اللام** سے مشتق ہیں جس کے معنی زخم کے ہیں **لتاثیر معانیهما فی النفوس کالجرح**۔ اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اشتقاق میں درمیان مشتق اور مشتق منہ کی مناسبت معنوی اور لفظی ضروری ہے اور وہ یہاں نہیں پائی جاتی۔ اس لئے کہ کلمہ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک لفظ ہے جو ایک معنی مفرد پر دلالت کرے اور کلام کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک لفظ ہے مرکب دو لفظوں سے جو کہ اپنے اسنادی معنی پر دلالت کرے اور کلیم کے معنی زخم کے ہیں جو مشتق منہ کلمہ اور کلام کا ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ مناسبت درمیان مشتق اور مشتق منہ کے تین قسموں پر منقسم ہے۔ مناسبت معنی مطابقی میں دوسرے تضمنی تیسرے التزامی میں یہاں پر اگرچہ مناسبت تضمنی اور مطابقی نہیں پائی جاتی ہے مگر مناسبت التزامی موجود ہے۔ وہ تاثیر ہے یعنی جس طرح کلمہ اور کلام کے معنی میں اثر ہوتا ہے اسی طریقہ سے زخم کا بھی اثر ہوتا ہے۔

فائدہ:......

دلالت مطابقی لفظ کے کل معنی موضوع لہ پر دلالت کرنے کو کہتے ہیں اور تضمنی لفظ کے جزمی معنی پر دلالت کرنے کو اور التزامی خارج معنی موضوع لہ پر دلالت کرنے کو بولتے ہیں۔ **و قد عبر بعض الشعراء عن بعض التاثیر اتهما بالجرح حیث قال شعر ء جراحات السنان لها التیام و لا یلتام ما جرح اللسان** اس میں ایک اعتراض کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ علیہ پر وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ سے معنی تاثیر لینے کی کیا دلیل ہے؟ شارح نے جواب دیا کہ دلیل اس کی ایک فصیح بلیغ شاعر کا قول ہے جو غالبًا حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ نیزے کا زخم دوا سے اچھا ہو جاتا ہے لیکن زبان کا زخم کسی صورت سے اچھا نہیں ہوتا۔ دیکھئے یہاں شاعر نے کلمہ کے معنی تاثیر کے لئے ہیں۔ **و الکلم بکسر اللام جنس لاجمع کتمر و ثمرة بدلیل قوله تعالیٰ الیه یصعد الکلم الطیب.** کلم بکسر لام جنس ہے جمع نہیں جیسے تمر و تمرہ یعنی بغیر تا کے جنس اور تا کے ساتھ واحد ہے بدلیل اس قول اللہ تعالیٰ جو کہ اوپر مذکور ہے۔ مطلب شارح رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ کلمہ تا کے ساتھ مفرد اور بغیر تا کے کسرہ لام کے ساتھ اسم جنس ہے۔ **و قیل جمع حیث لا یقع الاعلی الثلاث فصاعدًا** یعنی بعض کے نزدیک یہ کلم بکسر لام جمع ہے اس لیئے کہ تین پر اور اس سے زائد پر اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جمع ہے۔ **و الکلم الطیب مؤوّل ببعض الکلم** اس میں اوپر کی عبارت پر ایک سوال تھا جس کا یہ جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ جب یہ کلم بکسرہ لام جمع ہے تو اللہ تعالیٰ کے قول **یصعد الکلم الطیب** میں مطابقت درمیان موصوف اور صفت کے نہیں ہوئی کیونکہ کلم موصوف جمع اور الطیب مفرد صفت ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مؤول بہ بعض کلم ہے یعنی کلم سے پہلے مضاف بعض کا لفظ مقدر ہے جو مفرد مطابق موصوف کے ہے۔ اب اس تاویل کی بنا پر طیب کی صفت بعض کا لفظ ٹھہرا **و اللام فیها للجنس و التاء للوحدة و لا منافاة بینهما لجواز التصاف الجنس بالوحدة و الواحد بالجنس یقال هذا لجنس واحد ذلک الواحد جنس** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ میں الف لام اگر حرفی ہے تو زائد ہے یا غیر زائد، اگر زائد ہے تو مبتداء کا نکرہ ہونا لازم آئے گا اور اگر زائد نہیں ہے تو استغراقی ہے یا جنسی۔ استغراقی وہ ہے جس سے شے کی تمام ماہیت کی طرف اشارہ ہو یہاں پر وہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں پر تمام کلمے مراد نہیں ہیں ورنہ شرعی کلمہ بھی اس تعریف میں داخل ہو جائے گا جو کہ حقیقت میں وہ کلام ہے کلمہ نہیں، اور اگر جنسی ہو تو اس میں تا وحدت کے لئے ہے اور درمیان وحدت اور جنس کے منافات ہے اور جنسی وہ ہے جس سے نفس ماہیت شے کی طرف اشارہ ہو اور اگر یہ الف لام اسمی ہے تو وہ اسم فاعل اور اسم مفعول پر داخل ہوتا ہے اور کلمہ فاعل ہے نہ مفعول ہے۔

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ الف لام اس میں جنسی ہے اور تا وحدت کے لئے ہے اور وحدت اور جنس کے درمیان منافات نہیں ہے کیونکہ وحدت کی چار قسمیں ہیں (۱) وحدت جنسی، (۲) وحدت صنفی، (۳) وحدت نوعی، (۴) وحدت فردی۔
منافات جنس کی وحدت فردی کے ساتھ میں ہے نہ دوسری وحدتوں کے ساتھ۔ اسی وجہ سے جنس کی صفت محاورہ میں وحدت آتی ہے اور وحدت کی جنس دیکھئے محاورات میں بولا جاتا ہے۔ هذا الجنس واحد و ذالك الواحد جنس و يمكن حملها على العهد الخارجي بارادة الكلمة المذكورة على السنة النحاة اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے ایک دوسرے سوال مقدر کا جواب دوسرے پیرایہ پر دیا ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ اگر الف لام عہدی ہو تو عہدی کی دو قسمیں ہیں (۱) خارجی، (۲) ذہنی۔ خارجی وہ ہے جس سے اشارہ ایک فرد معلوم کی طرف ہو جو کہ متکلم اور سامع دونوں کو معلوم ہو اور ذہنی وہ ہے جس سے اشارہ کیا ایسے فرد کی طرف ہو جو صرف متکلم ہی کو معلوم ہو اگر خارجی مراد ہو تو فرد معلوم خارج میں کونسا ہے اور اگر ذہنی ہو تو ذہنی نکرہ کی قوت میں ہوتا ہے تو اس صورت میں بھی مبتداء کا نکرہ ہونا لازم آئے گا۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اوپر مذکورہ عربی عبارت میں جوابدیا ہے کہ اس صورت میں عہد خارجی مراد لینا ممکن ہے اور کلمہ سے وہ کلمہ مراد ہے جو نحویوں کی زبان پر جاری ہے یعنی وہ کلمہ جس سے نحوی بحث کرتے ہیں۔ اب فرد معہود درمیان متکلم اور سامع کے وہ کلمہ ہوا جس کو نحوی استعمال کرتے ہیں۔

لفظ:......

اللفظ في اللغةِ الرّمي يقال اكلت التمرة و لفظت النواة اى رميتها لفظ کے معنٰی لغت میں پھینکنے کے ہیں۔ اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ اول پھینکنا لفظ کے ساتھ منہ سے جیسے زيدٌ قائمٌ دوم پھینکنا بغیر لفظ و منہ کے جیسے لفظت الرمیٰ الدقيق یعنی چکی نے آٹا پھینکا، سوم منہ سے بغیر لفظ کے جیسے اكلت التمرة و لفظت النواة یعنی میں نے کھجور کھائی اور گٹھلی اس کی پھینکی۔ دیکھئے اس میں منہ سے پھینکا جاتا ہے مگر بغیر لفظ کے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان تین صورتوں میں سے اس ایک آخری صورت کا ذکر کیا ہے۔ ثم نقل فی عرف النحاة ابتدأ و بعد جعله بمعنٰى اللفوظ كالخلق بمعنٰى المخلوق الٰى ما يتلفظ به الانسان اس میں بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ الکلمۃ ترکیب میں مبتداء ہے اور لفظ اس کی خبر ہے اور خبر مبتداء پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں پر حمل صحیح نہیں اس لئے کہ یہ مصدر صرف وصف ہے اور وہ مبتداء ذات ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب دیا کہ لفظ کی خبریت باعتبار معنٰی اصطلاحی کے ہے اور وہ اصطلاحی معنٰی یہ ہیں کہ لفظ کو عرف نحاۃ میں ابتداء یا اس کو بمعنٰی ملفوظ کر کے جیسے خالق بمعنٰی مخلوق ہے ما يتلفظ به الانسان کی طرف منقول کیا گیا ہے جب خبر الکلمۃ کی ٹھہری ہے اب اس معنٰی کے لحاظ سے حمل صحیح ہو گیا اور اس کا حمل یہاں باعتبار معنٰی لغوی کے نہیں ہے۔ حقيقتا او حكمًا مهملًا كان او موضوعًا مفرد كان او مركبًا اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ وہ سوال مقدر یہ ہے کہ تعریف لفظ کی جو ما يتلفظ به الانسان ہے جامع نہیں ہے اس سے لفظ حکمی خارج ہوتا ہے نہ اس لئے کہ وہ انسان کے تلفظ میں نہیں آتا اور لفظ مہمل بھی خارج ہوتا ہے اس لئے کہ متبادر لفظ سے لفظ موضوع ہے نہ مہمل اور مرکب بھی نکل جاتا ہے کیونکہ لفظ متبادر لفظ مفرد مراد ہے نہ مرکب۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ما يتلفظ به الانسان عام ہے خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً خواہ مہمل ہو یا موضوع، خواہ مفرد ہو یا مرکب و اللفظ الحقيقي كزيد و ضرب و الحكمي كالمنوى فی زيدٌ ضرب و اضرب. اذ ليس من مقولة الحرف و الصوت اصلا. اس میں لفظ حقیقی اور حکمی کی مثالیں ہیں۔ لفظ حقیقی جیسے زیدٌ و ضربَ اور حکمی جیسے ضمیر مستتر زید ضرب واضرب میں کیونکہ یہ لفظ حکمی صورت اور صرف کے مقولہ سے نہیں ہے۔ و لم يوضع له لفظ اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے جو شارح علیہ الرحمہ پر وارد ہوتا ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جب لفظ حکمی حرف اور صورت کے مقولہ سے نہیں ہے تو معنٰی ہونا چاہیئے۔ اس کا شارح علیہ

الرحمۃ نے جواب دیا کہ معنی وہ ہے جو مقصود بالذات ہو اور لفظ حکمی کے لئے کوئی لفظ عربی محاورہ میں موضوع نہیں ہے۔ اس لئے حکمی لفظ ٹھہرا۔ **و انما عبروا عنه باستعارة لفظ المنفصل له من نحو هو و انت.** اس میں بھی اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ جب لفظ حکمی حرف صوت کے مقولہ سے نہیں ہے اور اس کے لئے کوئی لفظ بھی وضع نہیں کیا ہے تو یہ بات ماننے کے قابل نہیں ہے اس لئے کہ اس کے واسطے عربی محاورہ میں ضمیریں جیسے **هو** و **انت** وغیرہما موضوع ہیں پھر یہ کہنا کہ اس کے واسطے کوئی لفظ موضوع نہیں۔ غلط ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب یوں دیا کہ ضمائر اس کے لئے موضوع نہیں بلکہ اہل لسان استعارہ کر کے ان سے تعبیر کر دیتے ہیں **و اجروا عليه احكام اللفظ فكان لفظًا حكمًا لا حقيقتًا** اس میں بھی ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے وہ اعتراض یہ ہے کہ جب لفظ حکمی مقولہ حرف وصوت سے نہیں تو پھر اس کے لفظ حکمی ہونے کی کیا دلیل ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے جواب دیا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ اہل لسان اس پر حکما لفظ کے احکام جاری کر دیتے ہیں۔ **و المحذوف لفظ حقيقة لانه قد يتلفظ به الانسان في بعض الاحيان** اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظ کی تعریف جو اوپر کی ہے جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے لفظ محذوف خارج ہو جاتا ہے۔ اس واسطے کہ یہ **ما يتلفظ به الانسان** نہیں ہے۔ شارح علیہ الرحمۃ نے اس کا جواب دیا کہ لفظ محذوف واقع میں لفظ ہے۔ اس لئے کہ کبھی کبھی بعض اوقات میں اس پر انسان تلفظ کر لیتا ہے جیسے کہ یوسف میں یا حرف ندا جو محذوف ہے۔ یا یوسف کہہ کر محذوف پر تلفظ کر لیا جاتا ہے۔ **و كلمات الله تعالى داخلته فيه اذ هي مما يتلفظ به الانسان** اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ لفظ کی تعریف سے اللہ کے کلمات نکلتے ہیں تعریف جامع نہیں ہوئی کیونکہ **كلمات الله ما يتلفظ به الانسان** نہیں بلکہ **ما يتلفظ به الله** ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمات اللہ اس تعریف میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی بعض بعض اوقات انسان کے تلفظ میں آجاتے ہیں جیسے قرآن شریف جو اللہ کا کلام ہے اور انسان کے تلفظ میں روز مرہ آتا ہے لہٰذا تعریف جامع ہوئی۔ **و على هذا القياس كلمات الملائكة و الجن.** اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب دیا گیا ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ لفظ کی تعریف سے ملائکہ کے کلمات خارج ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ **ما يتلفظ به الانسان** نہیں بلکہ **ما يتلفظ به الملائكة** ہیں۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام کا قول ہے۔ حضرت شیر خدا اور حسن حسین رضی اللہ عنہم کی مدح میں۔

ان في الجنة لنهرا من لبن — لعلي و حسين و حسن رضی اللہ عنہم

اس طرح اجنہ کے کلمات بھی اس تعریف سے خارج ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ **ما يتلفظ به الجن** ہیں نہ **ما يتلفظ به الانسان** جیسے:......

قبر حرب بمكان قفر — ليس قرب قبر حرب قبر

کسی جن کا حرب ابن امیہ کے متعلق قول ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمات ملائکہ اور کلمات جن بھی لفظ کی تعریف میں داخل ہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی انسان کے تلفظ میں آجاتے ہیں۔ **هو الدوال الاربع و هي الخطوط و العقود و النصب و الاشارات غير داخلة فيه فلا حاجة الى قيد يخرجها.** یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ وہ سوال یہ ہے کہ لفظ کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں۔ اس لئے کہ تعریف میں باعتبار دلالتی معنی لفظ کے دوال اربع بھی داخل ہوتے ہیں اس لئے کہ جس طرح لفظ اپنے معنی پر دلالت کرتا ہے اسی طرح یہ دوال اربع بھی اپنے معنوں پر دلالت کرتے ہیں جیسے خطوط، عقود، نصب اشارات جو اپنے معنی پر دلالت کرتے ہیں لہٰذا ایک ایسی قید لگانے کی ضرورت ہے جس سے یہ نکل جائیں۔ شارح رحمہ اللہ نے اس کا جواب دیا کہ دوال اربع اس تعریف میں داخل نہیں ہیں۔ قید بڑھانے کی

ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ خروج سبق دخول چاہتا ہے۔ جب یہ پہلے سے داخل نہیں ہیں تو پھر قید بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ **و انما قال لفظ و لم یقل لفظة لانه لم یقصد الوحدة.** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے وہ سوال یہ ہے کہ کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے اور مفصل میں کلمہ کی تعریف میں لفظ کو لفظۃ لکھا ہے اور کافیہ میں لفظ بغیر تا کے لکھا ہوا ہے۔ اس سے فرع کی اصل سے مخالفت لازم آتی ہے لہٰذا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کو لازم تھا کہ وہ اصل کی مطابقت کر کے لفظۃ تا کے ساتھ لکھتے۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ کافیہ کے مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے لفظ لکھا اور لفظۃ نہیں لکھا۔ اس لئے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس سے مقصد وحدۃ نہیں ہے اور صاحب مفصل نے وحدت کا لحاظ کر کے تا بڑھادی ہے۔ اس غرض سے مخالفت ہوگئی ہے جو بلاضرر ہے۔ **و المطابقة غیر لازمة لعدم الاشتقاق** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ کو لازم تھا کہ لفظۃ تا کے ساتھ ضرور لکھتے، کیونکہ اس میں مبتداء کی خبر کی مطابقت مبداء کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ مبتداء میں تا حال جس نے لفظ مبتداء کو مؤنث بنادیا ہے، اسی طرح لفظ کے اندر تا بڑھانے سے یہ لفظ بھی مؤنث ہو جاتا جس سے درمیان مبتداء اور خبر کے تانیث میں مطابقت ہو جاتی۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ علیہ نے یوں جواب دیا کہ مطابقت درمیان مبتداء اور خبر کے چار شرطوں سے مشروط ہے۔ اول مبتداء وخبر کا اس میں ظاہر ین ہونا، دوم خبر کا ایسی صفت نہ ہونا جس میں تذکیر و تانیث یکساں ہو، سوم خبر کے اندر ضمیر مبتداء کی طرف راجع ہونا، چہارم خبر کا مشتق ہونا۔ ان شرطوں کے نہ پائے جانے کی بناء پر مطابقت درمیان مبتداء وخبر کے لازم نہیں ہے۔ **مع کون اللفظ اخصر** اس میں بھی ایک اعتراض کا جواب ہے۔ وہ اعتراض یہ ہے کہ یہ شرطیں مطابقت مبتداء وخبر کے وجوب کی شرطیں ہیں۔ یہاں پر ان کے نہ پائے جانے کی بناء پر یہ لازم نہیں آتا کہ مطابقت منع ہو بلکہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مطابقت جس طریقہ سے لازم نہیں ہے اسی طریقہ سے منع بھی نہیں ہے، لہٰذا دونوں طرف مساوی ہو گئے۔ پھر لفظۃ تا کے ساتھ نہ لکھنا اور بغیر تا کے لکھ دینے کی کیا ترجیح ہے۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب فرمایا کہ ترجیح لفظ کی لفظۃ سے مختصر ہونے کی وجہ سے ہے۔ **وضع الوضع تخصیص شیء بشیء بحیث متی اطلق او احس الشیء الاول فهم منه الشیء الثانی** وضع لغت میں نہادن اور اصطلاح میں تخصیص شیء بشیء کو کہتے ہیں۔ اس طریقہ سے کہ جس وقت شے اول پر اطلاق کیا جائے تو اس سے شے ثانی معلوم ہو سکے۔ شے اول سے مراد لفظ اور ثانی سے معنی ہے یعنی جب لفظ بولا جائے تو اس سے معنی سمجھ میں آجائیں۔

قیل یخرج منه وضع الحرف حیث لا یفهم منه معناه متی اطلق بل اذا اطلق مع ضمیمته اس میں وضع کی تعریف پر جو اوپر تخصیص شیء بشیء سے کی ایک اعتراض وارد ہوتا ہے۔ اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ وضع کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے حرف کی وضع نکلتی ہے۔ اس لئے کہ حرف بولا جاتا ہے اور اس سے معنی سمجھ میں نہیں آتے بلکہ جب معنی سمجھ میں آتے ہیں جب اس کے ساتھ دوسرا کوئی لفظ ملا دیا جائے لہٰذا وضع کے ساتھ **مع ضمیمة** یا **اطلاقًا صحیحًا** کی قید بڑھانے کی ضرورت ہے **و اجیب بان المراد متی اطلق اطلاقا صحیحًا و اطلاق الحرف بلا ضم ضمیمة غیر صحیح** اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے کہ اطلاق سے مراد اطلاق صحیح ہے اور اطلاق حرف کا بغیر کسی دوسرے لفظ کے ملائے اطلاق صحیح نہیں ہوتا۔ لہٰذا حرف کی وضع تعریف میں داخل ہوئی یعنی حرف کا اطلاق صحیح جب ہوگا جب اس کے ساتھ کوئی دوسرا لفظ ملا دیا جائے تو اس لحاظ سے حرف کی وضع کی تعریف صحیح ہے اور جب حرف دوسرے کسی لفظ سے ملا کر بولا جائے گا تو ضرور اس سے حرف کے معنی سمجھ میں آجائیں گے اور اطلاق صحیح ہو جائے گا۔ **و لا یبعد ان یقال المراد باطلاق الالفاظ ان یستعملها اهل اللسان فی محاوراتهم و بیان مقاصدهم فلا حاجة الی اعتبار قید زائد.** اس میں اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ مراد اطلاق لفظ کے اطلاق سے یہ ہے کہ اہل لسان اپنے مقاصد کو جب اپنے محاورہ میں ادا کرتے ہیں تو وہ ضم ضمیمہ کے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ پس اس ضم ضمیمہ یا اطلاق صحیح کی قید بڑھانے کی ضرورت نہیں رہی۔ **لمعنی المعنی ما یقصد بشیء** معنی کے معنی لغت میں مطلق قصد کے ہیں اور اصطلاح میں **ما یقصد بشیء** یعنی لفظ کے مقصود یا

مطلب کو کہتے ہیں **فهو اما مفعل اسم مکان لمعنى المقصد او مصدر میمی بمعنى المفعول مخفف معنى اسم مفعول کمرمیّ** اس میں ایک اعتراض مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ معنی کا دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا صیغہ ظرف ہوگا جس کی بنا پر معنی یہ ہوں گے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو مقصد کے مکان کے لئے وضع کیا گیا ہے، یا مصدر میمی ہوگا جس کی بنا پر یہ معنی ہوں گے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو قصد کے لئے وضع کیا گیا ہے حال یہ کہ ایسا نہیں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو متکلم کے مقصود پر دلالت کرنے لئے وضع کیا گیا ہے۔ شارح رحمہ اللہ نے اس کے دو جواب دیے ہیں ایک یہ کہ یہ صیغہ ظرف بمعنی مفعول یا مصدر میمی بمعنی مفعول ہے بطریقہ مجاز اور علاقہ مجاز درمیان ظرف اور مفعول کے یہ ہے کہ یہ دونوں فعل کے متعلقات میں سے ہیں اور علاقہ مجاز درمیان مصدر اور مفعول کے کلیت اور جزئیت ہے دوسرا جواب یہ دیا کہ یہ لفظ معنی اصل میں مَعْنَوِیٌ بصیغہ اسم مفعول تھا۔ اس میں مَرْمُوْیٌ کا اعلال اس طرح ہوا ہے کہ دو حرف علت اس لفظ معنی کے اخیر میں جمع ہوئے۔ اول ساکن دوسرا متحرک اول کو اس کی جنس سے بدل کر ادغام کیا پھر خلاف قیاس یا کی تخفیف کر کے معنی بنا دیا ہے **و لما كان المعنى ماخوذا في الوضع فذكر المعنى بعده مبنيٌ على تجريده منه** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ جب مصنف رحمہ اللہ نے وضع کا ذکر مقدم کیا تو اس کے بعد میں معنی کا ذکر کرنا بے کار ہے اس لئے کہ وضع کے مفہوم میں معنی داخل تھا کیونکہ لفظ کے بغیر معنی نہیں ہوا کرتی۔ اس کا شارح رحمہ اللہ نے یوں جواب دیا ہے کہ معنی کا ذکر کرنا بعد وضع کے بے کار نہیں بلکہ یہ مبنی ہے تجرید پر یعنی وضع میں معنی کا لحاظ نہیں کیا ہے۔ اس وجہ سے وضع کے بعد میں معنی کا ذکر کرنا ضروری سمجھا۔

فخرج المهملات و الالفاظ الدالة بالطبع اذ لم يتعلق بها وضع و تخصيص اصلًا و بقيت حروف الهجاء الموضوعة بغرض التركيب لا بازاء المعنى و خرجت بقوله لمعنى اذ وضعها لغرض التركيب لا بازاء المعنى. اس میں نہ کسی اعتراض کا جواب دینا مراد ہے نہ سوال کرنا ہے بلکہ اس سے شارح کو یہ بتانا منظور ہے کہ کلمہ کی تعریف میں **لفظ** اور **وضع** اور **معنیٌ و مفردًا** یہ سب قیودات احترازیہ ہیں یعنی جب وُضِعَ کہا تو اس قید سے سب مہمل الفاظ اور الفاظ دالہ بالطبع نکل گئے کیونکہ وضع کا ان سے کوئی تعلق نہیں اور کلمہ کی تعریف میں حروف تہجیہ جو صرف کلمات مرکب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں باقی رہ گئے تھے وہ معنی کی قید بڑھانے سے نکل گئے اس لیئے کہ وہ خالی کلمات مرکب کرنے کے لئے وضع کئے گئے ہیں نہ معنی کے لئے۔

فان قلت قد وضع بعض الالفاظ بازاء بعض اٰخر فكيف يصدق عليه انه وضع لمعنى. اس میں کلمہ کی تعریف پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ علیہ یوں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ کلمہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ الفاظ نکلتے ہیں جو بعض الفاظ کے مقابلہ میں وضع کئے گئے ہیں جیسے لفظ اسم کا جو زید عمر بکر خالد وغیرہم کے لئے موضوع ہے یا جیسے لفظ فعل جو **ضرب یضرب اضرب** کے مقابلہ میں وضع کیا گیا ہے یا لفظ حرف کا جو **من، الی، حتی** وغیرہا کے مقابلہ میں موضوع ہے۔ دیکھئے یہاں الفاظ کے لئے الفاظ وضع کئے گئے ہیں نہ معنی کے لئے اور مصنف کا مدعا یہ ہے کہ لفظ معنی کے لئے وضع ہوتا ہے۔ لہٰذا تعریف جامع نہیں ہوئی تو پھر کیونکر وُضِعَ لِمعنی ٹھیک ہو سکتا ہے۔ **قلنا المعنى ما يتعلق به القصد و هو اعم من ان يكون لفظًا او غيره** اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے سوال مذکورہ بالا کا جواب دیا ہے کہ معنی اس کو کہتے ہیں جس سے متکلم کے قصد کا تعلق ہو وہ عام ہے خواہ لفظ ہو یا غیر لفظ لہٰذا کلمہ کی تعریف میں یہ مذکورہ الفاظ بھی داخل ہوئے **فان قلت قد وضع بعض الكلمات المفردة بازاء الالفاظ المركبة كلفظ الجملة و الجزء فكيف يكون موضوعًا لمعنى مفرد** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد ایک اعتراض پر تنبیہ کر کے ظاہر کرنا ہے وہ یہ ہے کہ تعریف کلمہ کی ان مفرد الفاظوں پر صادق نہیں آتی جو مرکب الفاظ کے مقابلہ میں وضع ہوئے ہیں جیسے لفظ جملہ و خبر کا جو **زیدٌ قائمٌ** کے مقابلہ میں موضوع ہے اور مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا یہ ہے کہ کلمہ ایک لفظ ہے جو مفرد معنی کے مقابلہ میں وضع ہوتا ہے پھر کیونکر **وضع لمعنى**

مفرد درست ہوسکتا ہے قلنا هذه الالفاظ و ان كانت بالقياس الى معانيها مركبة لكنها بالقياس الى الفاظها المصنوعة بازائها مفردة اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اوپر کے سوال کا جواب دیا ہے کہ زیدٌ قائمٌ اگر چہ بہ نسبت اپنے معنیٰ کے مرکب ہے لیکن بہ نسبت لفظ جملہ کے مفرد ہے لہٰذا تعریف کلمہ کی جامع ہوئی و قد اجيب عن الاشكالين بانه ليس ههنا لفظ بازاء لفظ اخر مفرد لان او مركبا بل بازاء مفهوم كلي افرادة الفاظ كلفظ الاسم و الفعل و الحرف و الجزء و الجملة و غيرها اس میں اوپر مذکورہ سوالوں کا جواب بطریقہ منع دیا گیا ہے کہ بعض الفاظ بعض کے مقابلے میں خواہ مفرد ہوں خواہ مرکب موضوع نہیں ہوئے بلکہ لفظ ایک مفہوم کلی کے لئے وضع ہوتا ہے۔ جس کے افراد الفاظ ہوتے ہیں جیسے زید، عمر، بکر، خالد و ضرب يضرب اضرب و من و الى و حتىٰ و ضرب زيدٌ و زيدٌ قائمٌ وغيرها و لا يخفى عليك ان هذا الحكم منقوض بامثال الضمائر الراجعة الى الفاظ مخصوصةٍ مفرد او مركبة فان الوضع فيها و ان كان عامًا لكن الموضوع له خاص فليس ... مفهوم كلي هو الموضوع لهٗ في الحقيقة اس میں شارح ﷫ نے اوپر کے سوال کے جواب کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حکم ضمیروں پر صادق نہیں آتا۔ اس لئے کہ ضمیریں ہمیشہ مخصوص چیزوں کے مقابلہ میں موضوع ہوتی ہیں خواہ الفاظ مفرد ہوں یا مرکب کیونکہ وضع ان میں اگر چہ عام بھی ہو لیکن ان کا موضوع لہ خاص ہوتا ہے یہاں کوئی مفہوم کی حقیقت میں موضوع لہ نہیں ہوتا پھر کیسے یہ ٹھیک ہوسکتا ہے کہ مفہوم کلی کے مقابلہ میں الفاظ موضوع ہوتے ہیں۔ اس کا جواب شارح ملا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں دیا۔ یہ حقیر تقریر دیتا ہے کہ ضمیروں کے متعلق دو مذہب ہیں ایک مذہب متقدمین علماء کا دوسرا متاخرین کا۔ مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضمیریں مفہوم کلی کے لئے موضوع ہوتی ہیں لیکن استعمال ان کا جزیات میں ہوتا ہے اور مذہب متاخرین کا یہ ہے کہ ضمیریں بہت سے جزئیات کے لئے موضوع ہوتی ہیں لیکن اس میں لحاظ مفہوم کلی کا بھی ہوتا ہے لہٰذا ثانی جواب مُلا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا متقدمین کے مذہب پر مبنی ہے۔

مُفْرَدٌ:......

و هو اما مجرورٌ على انه صفة لمعنًى و معناه ح ما لا يدل جزئ لفظه على جزئهٖ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردٌ کا اعراب ترکیبی لحاظ سے تین طریقوں سے بتلانا چاہتے ہیں اول یہ کہ یہ لفظ مجرور ہے اس بنا پر کہ معنیٰ کی صفت ہے اور معنیٰ مجرور باللام ہے۔ یہ لفظ بھی اسی لام ماتحت آ کر مجرور ٹھہرایا جاوے گا اس لئے کہ درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت ضروری ہے اور مجرور ہونے کی صورت میں معنیٰ کے مفرد ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ جس کے جزء پر جزلفظ دلالت نہ کرے و فيه انه يوهم ان اللفظ موضوع للمعنىٰ المتصف بالافراد و التركيب قبل الوضع و ليس الامر كذلك فان اتصاف المعنىٰ بالافراد و التركيب انما هو بعد الوضع اس میں ایک سوال کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کا معنیٰ کے لئے صفت ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ معنیٰ افراد اور ترکیب کے ساتھ پہلی وضع سے موصوف ہے حال یہ کہ ایسا نہیں ہے کیونکہ معنیٰ کا افراد اور ترکیب سے موصوف ہونا بعد وضع کے ہوتا ہے فينبغي أن يرتكب فيه تجوزًا كما يرتكب في مثل من قتل قتيلا فلهٗ سلبهٗ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر کے سوال کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنیٰ افراد اور ترکیب سے قبل الوضع موصوف ہونا مجازًا ہے باعتبار ما ليؤل اليه کے جیسے کہ اس قول میں رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آیا ہے کہ من قتل قتيلاً فله سلبهٗ دیکھئے اس میں مقتول کو پہلے قتل ہونے سے مقتول فرمایا جیسے کہ فقہا کے قول میں ہے کہ اذا جاء المصلي فليتوضأ دیکھئے اس قول میں بھی وضو کرنے اور نماز پڑھنے سے پیشتر نمازی کو نمازی کہا گیا ہے اسی طرح یہاں بھی کیا گیا۔ او مرفوع على انه صفة اللفظ و معناه ح ما لا يدل

جزء و علی جزء معناہ اس میں اعراب مفرد کی دوسری صورت کا بیان ہے کہ یا یہ مفرد کا لفظ مرفوع ہے اس بناء پر کہ یہ لفظ کی صفت ہے اور لفظ ترکیب میں الکلمۃ کی خبر ٹھہری تھی اور وہ مرفوع تھا لہٰذا یہ بھی مرفوع ہوگا۔ اس صورت میں لفظ مفرد کے معنی یہ ہو نگے کہ جس کا جزء، جزء معنی پر دلالت نہ کرے **و لا بد ح من بیان نکتۃ فی ایراد احد الوصفین جملۃً فعلیۃً و الاخر مفرد** اس میں ایک سوال ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یوں ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ جب مفردٌ کو باعتبار صفت لفظٌ کے مرفوع ٹھہرایا تو لفظ کی اول صفت وضع ہے جو جملہ فعلیہ ہے اور دوسری صفت مفرد ہے جو جملہ نہیں ہے۔ پس ایک صفت جملہ فعلیہ اور دوسری صفت مفرد لانے میں کیا نکتہ ہے اس نکتہ کا ظاہر کرنا ضروری ہے۔ **و کان النکتۃ فیہ التنبیہ علی تقدم الوضع علی الافراد حیث اتی بہ بصیغۃ الماضی بخلاف الافراد** اس میں اوپر کے سوال کا جواب ہے جس میں یہ ظاہر کیا تھا کہ ایک صفت مفردٌ کی جملہ فعلیہ دوسری صفت مفردٌ لانے میں کیا نکتہ ہے۔ یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا کہ وہ نکتہ اس میں یہ ہے کہ وضع افراد پر مقدم ہوتی ہے اور اسی وجہ سے وضع کو ماضی کے صیغہ سے ذکر کیا بخلاف مفرد کے **اما نصبہ و ان لم یساعدہ وسم الخط فعلی انہ حال من المتمکن فی وضع او من المعنیٰ** اس میں مفرد کے اعراب کی تیسری صورت کا بیان ہے کہ۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یا مفردٌ کا لفظ منصوب ہے اس وجہ سے کہ یہ وضع کی ضمیر مستتر یا معنی سے حال واقع ہوا ہے جو منصوب ہو...... اگر چہ نصب بنا بر حال رسم الخط کے قاعدہ سے خلاف ہے کیونکہ مفرد منصوب کے آخر میں الف لکھا جاتا ہے اور اس کے آخر میں الف نہیں ہے لیکن یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں نصب متعین ہو اور یہاں پر جر اور رفع کا بھی احتمال ہے۔ اس لئے الف نہیں لکھا گیا اور قاعدہ کے خلاف ہوا **فانہ مفعول بہ بواسطۃ اللام** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کا نصب بنا بر حال معنیٰ سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ حال یا فاعل سے آتا ہے یا مفعول سے اور معنیٰ نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بلکہ مجرور باللام ہے۔ شارح رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ معنیٰ بالواسطہ لام مفعول بہ ہے اس لئے اس سے حال کا آنا صحیح ہے۔ **و وجہ صحتہ ان الوضع و ان کان مقدم اعلیٰ افراد بحسب الذات لکنہ مقارن لہ یحسب الزمان و ھذا القدر کاف الصحۃ الحالیۃ** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کا نصب بنا بر حال بوضع کی ضمیر یا معنیٰ سے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ درمیان حال اور ذوالحال کے مقارنت ضروری ہے اور درمیان وضع اور افراد کے مقارنت نہیں ہے بلکہ وضع افراد پر مقدم ہے بحسب ذات۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع اگر چہ بحسب ذات افراد پر مقدم ہے لیکن درمیان ان دونوں کے بحسب زماں مقارنت ہے اور حال کی صحت کے لئے یہ مقارنت زمانی کافی ہے **وقید الافراد لاخراج المرکبات مطلقا سواءً کانت کلامیۃ وغیر کلامیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک فائدہ ظاہر کیا ہے وہ یہ کہ لفظ کلمہ کی تعریف میں جنس ہے جو مہملات و موضوعات و مفردات و مرکبات کلامی اور غیر کلامی سب کو شامل تھا وضع کی قید سے مہملات اور الفاظ دالہ بالطبع نکلے اور معنیٰ کی قید سے حرف ہجا نکلے اور مفرد کی قید سے مطلق مرکبات نکلے خواہ کلامی ہوں یا غیر کلامی **فیخرج بہ عن حد کلمۃ مثل الرجل و قائمۃ و بصری و امثالھا مما یدل جزء اللفظ منہ علیٰ جزء المعنیٰ لکنہ یعد بشدۃ الامتزاج لفظۃ واحدۃ و اعراب باعراب واحد** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے الرجل و قائمۃ و بصری اور اس کی مثل جن کے جز لفظ جز معنیٰ پر دلالت کرے جیسے رجل کا الف لام اپنے معنیٰ پر اور رجل اپنے معنیٰ پر اور قائمۃ میں قائم اپنے پر اور تائے تانیث اپنے معنیٰ پر اور بصریٌ میں بصرہ اپنے معنیٰ پر اور یا معنیٰ نسبتی اپنے معنیٰ پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مرکبات ہیں حال یہ کہ واقع میں یہ مفردات ہیں اس لئے کہ یہ ایک اعراب سے معرب ہیں اور اعراب کی وحدۃ لفظ کی وحدت پر اور اعراب کا تعداد لفظ کے تعدد پر دلالت کرتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر یہ الفاظ کلمہ کی تعریف سے خارج ہو جائیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں مرکبات ہیں اور ان کا ایک اعراب سے

معرب ہونا شدت امتزاج کی بناء پر ہے **و بقی مثل عبد اللّٰہ علماء داخلا فیہ مع انہ معرب باعرابین** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں عبداللہ علمیت کی حالت میں داخل ہوتا ہے کیونکہ حالت علمیت میں جز اس کا جو معنی پر دلالت نہیں کرتا یعنی اس کی علمیت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ عبد عبدیت پر اور اللہ الوہیت پر دلالت کرے باوجود اس کے یہ مرکب ہیں کیونکہ یہ لفظ دو اعرابوں سے معرب ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر عبداللہ حالت علمیت میں کلمہ کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ یہ علمیت کی حالت میں ایک کلمہ ہے اور اس کا دو (۲) اعرابوں سے معرب ہونا اس لئے ہے کہ علموں میں حال سابق کا لحاظ کیا جاتا ہے یعنی ترکیب کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے **و لا یخفی علی الفطن العارف بالفرض من النحو انہ لو کان الامر بالعکس لکان انسب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سوال پر تنبیہ کرنی مقصود ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ نحوی لفظ کے احوال یعنی اعراب، بناء اور کیفیت ترکیب و افراد سے بحث کرتے ہیں اور الرجل، قائمۃٌ، بصریٌ باعتبار لفظ کے مفرد اور باعتبار معنی کے مرکب ہیں اور عبداللہ باعتبار لفظ کے مرکب اور باعتبار معنی کے مفرد ہے اگر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا عکس کرتے یعنی عبداللہ کلمہ کی تعریف سے خارج کرتے اور الرجل و قائمۃٌ و بصریٌ کو کلمہ کی تعریف میں داخل کرتے تو زیادہ مناسب ہوتا کیونکہ نحوی کی غرض لفظ کے احوال بیان کرنا ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لا یخفی سے اس سوال پر تنبیہ کر کے جواب چھوڑ دیا ہے۔ اس کا جواب یہ حقیر دیتا ہے کہ نحوی مطلق لفظ سے بحث نہیں کرتے بلکہ لفظ کے ساتھ معنی کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے الرجل و قائمۃ و بصریٌ مرکب ہیں۔ اس لئے کلمہ کی تعریف سے ہو گئے اور عبداللہ مفرد ہے وہ داخل ہوا **و ما اورادہ صاحب المفصل فی تعریف الکلمۃ حیث قال ھی اللفظۃ الدلالۃ علی معنی مفرد بالوضع فمثل عبد اللّٰہ علمًا خرج عنہ فانہ لا یقال لہ لفظۃ واحدۃ و بقی مثل الرجل و قائمہ و بصریٌ مما یعد لشدۃ الامتزاج لفظۃ واحدۃ داخلا فیہ فاخرجہ بقید الافراد و لو لم یخرجہ بترکہ لکان النسب لما عرفت.** اس میں شارح صاحب ملا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مفصل پر ایک اعتراض ظاہر کرنا چاہتے ہیں اس طرح پر کہ انہوں نے کلمہ کی تعریف اس طرح کی ہے ھی اللفظۃ الدالۃ علی معنی مفرد بالوضع اس تعریف میں عبد اللّٰہ علمیۃ کی حالت میں کلمہ کی تعریف سے خارج ہوتا ہے کیونکہ اس کو لفظ واحد نہیں کہا جاتا بلکہ اس کو لفظ مرکب کہا جاتا ہے۔ الرجل قائمۃٌ و بصریٌ کو باوجود مرکب ہونے کے بوجہ شدۃ امتزاج ایک کلمہ سمجھ کر کلمہ کی تعریف میں داخل کیا ہے۔ پھر افراد کی قید سے نکال دیا۔ اگر مفرد کی قید کو چھوڑ دیتے اور کلمہ کی تعریف سے نہ نکالتے تو بہتر ہوتا جیسا تم نے سمجھ لیا کہ ہے کہ نحوی لفظ کا لحاظ کرتے ہوئے بحث کرتے ہیں۔ اس کا جواب وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ نحوی خالی لفظ سے بحث نہیں کرتے بلکہ معنی کا بھی لحاظ کر کے بحث کرتے ہیں۔ **و اعلم ان الوضع یستلزم الدلالۃ لان الدالۃ کون الشیء بحیث یفھم منہ شیء اخر فمتی تحقیق الوضع تحققت الدلالۃ فبعد ذکر و الوضع لا حاجۃ الی ذکر الدلالۃ کما وقع فی ھذا الکتاب** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ دلالت دو حالتوں سے خالی نہیں ہے کہ کلمہ کے مفہوم میں داخل ہو گی یا خارج، اگر داخل ہے تو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں ذکر نہ کرنے سے قصور لازم ہوا اور اگر خارج ہو تو مفصل کی عبارت میں دلالت کا ذکر کرنا بیکار ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع کے ذکر کرنے سے دلالت خود معلوم ہو جاتی ہے کیونکہ دلالت کے معنی یہ ہیں کہ لفظ بولا جائے اور اس سے معنی سمجھ میں آ جائیں پس جس وقت وضع ثابت ہو گئی تو اس کے ضمن میں ساتھ ساتھ دلالت بھی ثابت ہو گئی پس وضع کے ذکر کرنے کے بعد دلالت ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی جیسے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب میں واقع ہے لہٰذا اس بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں قصور لازم نہیں ہوا۔ **لکن الدلالۃ لا تستلزم الوضع لامکان ان تکون بالعقل کدالۃ لفظ دیز المسموع**

من وراء الجدار علی وجود اللافظه و ان تکون بالطبع کدلالة اح اح علی وجع الصدر فبعد ذکر الدلالة لابد من ذکر الوضع کما فی المفصل اس میں صاحب مفصل پر جو استدراک کا سوال وارد ہوتا تھا۔اس کا جواب ہے جس کی تشریح یہ کہ جس طرح وضع کے ذکر کرنے سے دلالت لازم آتی ہے۔اس طریقہ سے دلالت سے وضع بھی سمجھ میں آجاتی ہے۔پس صاحب مفصل کی تعریف میں دلالت ذکر کرنے کے بعد وضع کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وضع سے دلالت سمجھ میں آتی ہے اور دلالت سے وضع سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ دلالت بغیر وضع بھی پائی جاتی ہے۔اس لئے کہ ممکن ہے کہ وہ دلالت عقلی ہو جیسے لفظ دیز جو دیوار کے پیچھے سے سنا جاتا ہے اور وجود لافظ پر دلالت کرتا ہے۔یہ دلالت عقلی ہے یا ممکن ہے کہ وہ دلالت طبعی ہو جیسے دلالت اح، اح کی درد سینہ پر۔پس دلالت ذکر کرنے کے بعد وضع کا ذکر کرنا ضروری ہے جیسے صاحب مفصل نے کیا۔

و ھی ای الکلمة اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ھی کا مرجع کلمہ ہے اور یہ ضمیر اس کی طرف لوٹی ہے۔

اسمٌ و فعلٌ و حرفٌ:......

اس میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلمہ کی تین قسمیں کی ہیں۔ایک اسم دوسرا فعل تیسرا حرف اور اسم کو فعل حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ یہ کلام عرب میں عمدہ مسند الیہ مسند واقع ہوتا ہے۔بخلاف فعل حرف کے لہٰذا اس کو اس شرافت کی وجہ سے مقدم کیا اور فعل کو حرف پر اس لئے مقدم کیا کہ کلام عرب میں یہ کلام کا ایک جزء ہوتا ہے یعنی مسند بخلاف حرف کے کہ وہ کلام کی جزئیت سے باہر ہے اور وجہ حصر میں جو حرف کو مقدم کیا ہے وہ مختصر ہونے کی وجہ سے یا بساطت کی وجہ سے **ای منقسمة الی ھذہ الاقسام الثلثة** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر جب مرجع اور خبر کے درمیان دائر ہو جائے تو رعایت خبر کی اولیٰ ہوتی ہے۔پس مناسب تھا کہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ **ھو اسمٌ و فعلٌ** لکھتے تو نہ ہی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے مگر اس کی خبر محذوف ہے وہ منقسمۃ ہے۔یعنی کلمہ منقسم ہے تین قسموں میں یعنی اسم و فعل حرف اور اسم فعل حرف میں ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے۔یعنی **احدھا اسمٌ و ثانیھا فعل و ثالثھا حرف و منحصرة فیھا** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لانھا کی عبارت پر وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ لانھا کلمہ کی تین قسموں پر منحصر ہونے کی دلیل ہے اور دلیل بغیر مدعا کے نہیں ہوا کرتی اور یہاں پر دلیل موجود ہے اور مدعا نہیں ہے۔لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل بغیر مدعاء کے ٹھہری۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل مدعاء مقدر کی ہے یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام میں مدعا مقدر ہے اور وہ منحصرۃ ہے۔

لانھا ای الکلمة لما کانت موضوعة لمعنیٰ و الوضع یستلزم الدلالة فھی. اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لانھا کی عبارت میں کلمہ تین قسموں پر منحصر کردینے کی دلیل ہے اور دلیل میں دلالت کو ذکر کیا ہے حالانکہ یہ کہ کلمہ کی تعریف میں اس کا کوئی ذکر نہ تھا اس سے دلیل اور مدعا کے درمیان مخالفت لازم ہوئی۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ کی تعریف میں وضع کا ذکر تھا اور وضع سے دلالت خود لازم آجاتی ہے کیونکہ کلمہ معنیٰ کے لئے موضوع مانا گیا ہے اور وضع سے دلالت لازم سمجھی گئی ہے۔پس کلمہ کی تعریف میں حکماً دلالت مذکور ہوئی۔لہٰذا اب مخالفت درمیان دلیل اور مدعا کے لازم نہیں ہوئی **اِنَّما من صفتھا.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک مشہور مقدر سوال کا جواب دیا ہے۔جس کی تشریح یہ ہے کہ خبر ہمیشہ اسم پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں پر یہ حمل صحیح نہیں اس لئے کہ لانھا میں انّ کا اسم ھا ضمیر کلمہ کی طرف ہے اور وہ کلمہ ایک ذات ہے اور خبر اس کی ان تدل کا جملہ واقع ہوا ہے اور یہ ان مصدریہ کے داخل ہونے کی وجہ سے بتاویل مفرد ہو کر ایک مصدر ہو گیا ہے یعنی دلالت اور یہ صرف وصف ہے لہٰذا اس کا حمل اسم پر صحیح

نہیں ہوا کیونکہ اس سے حمل وصف کا ذات پر لازم آتا ہے اور یہ صحیح نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں **من صفتها** خبر کی جانب مقدر ہے جس کی تقدیر یہ ہوئی کہ **لانها من صفتها الخ** اب دلالت ترکیب میں یا تو ظرف کا فاعل ہے یا مبتداء ہے اور **من صفتها** اس کی خبر مقدم ہے۔ پس یہ ان تدل کے رفع کے محل میں ہے جو کہ ان کی خبر واقع ہوئی ہے **ان تدل علیٰ معنیٰ کائن** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ جار مجرور کا متعلق محذوف کائن ہے۔

فی نفسها ای فی نفس الکلمة اس میں کسی اعتراض کا رفع کرنا یا سوال کرنا مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا نہیں ہے بلکہ صرف مقصود یہ ہے کہ نفسہا میں ہا ضمیر واحد مؤنث کا مرجع کلمہ ہے۔ **و المراد بکون المعنیٰ فِیْ نفسها ان تدل علیه بنفسها من غیر حاجة الیٰ انضمام کلمة اخریٰ الیها لاستقلاله بالمفهومیة** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ کلمہ کے نفس میں معنیٰ کلمے کا ئن ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ معنیٰ کلمہ کا مدلول علیہ ہے اور یہ بعینہ ان تدل کے معنیٰ ہیں پس اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تکرار لازم ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ کے نفس میں معنیٰ ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ معنیٰ مدلول علیہ کلمہ کا ہے۔ کسی دوسرے کلمہ کے ملانے کی حاجت نہیں۔ کیونکہ وہ مستقل بالمفہوم ہے اور ان تدل کا مفہوم یہ ہے کہ معنیٰ مدلول علیہ مطلق کلمہ کا ہے۔ خواہ مستقل بالمفہوم ہو یا نہ ہو۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تکرار لازم نہیں ہوئی۔ **او من صفتها** اس میں بھی مذکورہ بالا **من صفتها و** الی تقریر ہے ملاحظہ فرمایئے۔

ان لا تدل علیٰ معنیٰ فی نفسها بل علیٰ معنیٰ محتاج فی الدلالة علیٰ الیٰ انضمام کلمة اخریٰ الیها لعدم استقلاله بالمفهومیة اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اولاً کے قول سے کلمہ کی دو قسمیں معلوم ہوتی ہیں ایک وہ کلمہ ہے جو معنیٰ پر بالکل دلالت نہ کرے جیسے مہمل، دوسرا وہ کلمہ ہے جو اس معنیٰ پر دلالت نہ کرے جو اس کے نفس میں ہو، بلکہ اس معنیٰ پر دلالت کرے جو غیر میں ہو بوجہ عدم استقلال کے جیسے حرف تو اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول الثانی الحروف مہمل پر بھی صادق آتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اولاً کے اندر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نفس دلالت کی نفی کی ہے نہ مطلق دلالت کی اما **ان تدل علیٰ معنیٰ فی نفسها** کا قرینہ اس پر دلالت کرتا ہے۔ غور کیا جائے۔ **و سیجیٔ تحقیق ذالک فی بیان حد الاسم انشاء اللّٰه تعالیٰ سبحانه** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استقلال بالمفہوم کی تحقیق کے بیان کرنے کا وعدہ اسم کی تعریف میں بیان کرنے کو فرمایا ہے انشاء اللہ تعالیٰ وہاں تحقیق کرکے بیان کریں گے۔

القسم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ ثانی کی صفت ہے اور کلمہ مؤنث ہے اور ثانی مذکر ہے۔ اس لئے درمیان صفت موصوف کے مطابقت نہیں ہوئی۔ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لازم تھا کہ بجائے الثانی کے الثانیۃ لکھتے تاکہ درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت ہو جاتی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمہ مؤل بقسم ہے اور وہ مذکر ہے لہٰذا درمیان موصوف اور صفت کے مطابقت حاصل ہوئی **الثانی هو ما یدل علی معنًی فی نفسها** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثانی قسم حرف کی ہے جو اپنے معنیٰ پر بغیر ملائے کسی دوسرے کلمہ کی دلالت نہ کر سکے۔

الحرف کمن و الی فانهما یحتاجان فِی الدلالة علی معنیهما اعنی لابتداء و الانتهاء الی کلمة اخریٰ کالبصرة و الکوفة فی قولک سرت من البصرة الی الکوفة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف کی مثال اور حرف کی معنوی تحقیق کی ہے یعنی حرف کی مثال جیسے **من** و **الی** کہ یہ دونوں اپنے معنوں پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے محتاج ہیں اور حرف کی تحقیق معنوی یہ ہے کہ **من** کے معنیٰ ابتداء کے ہیں اور **الی** کے معنیٰ انتہا کے ہیں دیکھئے کہ **سرت من البصرة الی الکوفته** کے قول میں

اگر سوت اور کوفہ کے الفاظ نہ بڑھائے جائیں تو من و الی اپنے معنوں پر دلالت نہیں کر سکتے۔ پس یہ اپنے معنوں پر دلالت کرتے ہیں دوسرے کلمہ کے محتاج ہو گئے۔ اس لئے یہ مستقل بالمفہوم نہیں ہیں **و انما سمی ھذا القسم حرفا لان الحرف فی اللغة الطرف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو صرف حرف کی وجہ تسمیہ بتانی مقصود ہے یعنی حرف کو اس لئے حرف کہتے ہیں کہ حرف کے معنیٰ لغت میں طرف کے ہیں۔ عربی محاورہ میں بولا جاتا ہے۔ **فلان فی الحرف الوادی** یعنی فلاں جنگل کے کنارہ ہے۔ دیکھئے یہاں حرف کے معنیٰ طرف کے لئے گئے **و ھو فی الطرف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ معلوم کرانا چاہتے ہیں کہ حرف طرف کلام میں واقع ہوتا ہے یعنی جانب **مقابل الاسم و الفعل** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف کبھی کلام کے درمیان میں بھی واقع ہوتا ہے جیسے ارید ان تحسن الیّ۔ دیکھئے یہاں پر ارید اور تحسن کے درمیان ان حرف واقع ہوا ہے۔ پس یہ کہنا کہ حرف کے معنیٰ طرف کے ہیں غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں طرف سے مقابل مراد ہے۔ یعنی حرف اسم وفعل کی جانب مقابل میں واقع ہوتا ہے یعنی نہ اسم ہوتا ہے اور نہ فعل ہوتا ہے۔ یہ معنیٰ ہیں طرف میں واقع ہونے کے **حیث یقعان عمدة فی الکلام و ھو لا یقع عمدة فیه کما ستعرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف مستقل بالمفہوم نہیں ہوتا اور اسم وفعل مستقل بالمفہوم ہوتے ہیں۔ پس غیر مستقل مستقل کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے لہٰذا یہ کہنا کہ حرف فعل و اسم کا مقابل ہے غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقابلہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ اسم وفعل کلام عربی میں عمدہ یعنی مسند اور مسند الیہ واقع ہوتے ہیں اور حرف عمدہ واقع نہیں ہوتا اس لئے کہ یہ نہ مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ۔ یہ معنیٰ مقابلہ کے ہوتے ہیں اور اسم وفعل کا عمدہ واقع ہونا اور حرف کا کلام عربی میں عمدہ نہ واقع ہونے کو قریب ہے کہ اپنے مقام پر تم جان لوگے۔ **و القسم** اس کی اوپر تقریر گزر چکی ملاحظہ ہو۔ **الاول و ھو ما یدل علی معنیٰ فی نفسھا** یعنی قسم اول وہ کلمہ ہے جو معنیٰ پر بالاستقلال دلالت کرے **اِمَّا من صفتھا من صفتھا** کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **ان یقترن ذالک المعنیٰ المدلول علیه بنفسھا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے سوال یہ ہے کہ یقترن کی ضمیر مستتر فاعل کی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا اول کے لفظ کی طرف لوٹے گی یا معنیٰ کی طرف۔ یہ دونوں صحیح نہیں ہیں۔

لفظ اول کی طرف لوٹانا اس وجہ سے صحیح نہیں ہے کہ اقتران معنیٰ کی صفت ہے نہ کلمہ اور اول سے مراد کلمہ ہے اور معنیٰ کی طرف لوٹانا اس لئے صحیح نہیں ہے کہ معنیٰ کا اوپر عبارت میں کہیں ذکر نہیں ہے اس سے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یقترن کی ضمیر معنیٰ کی طرف لوٹتی ہے اور وہ معنیٰ اگرچہ عبارت میں مذکور نہیں لیکن اس حیثیت سے کہ وہ مدلول کلمہ کا ہے واقع میں مذکور مانا جائے گا جیسے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **اعدلوا ھو اقرب للتقوی** دیکھئے یہاں پر ھُوَ کی ضمیر عدل مصدر کی طرف لوٹتی ہے اور وہ لفظ میں مذکور نہیں ہے لیکن اعدلوا کے جملہ میں وہ حکماً مذکور مانا گیا ہے۔ اس لئے ضمیر لوٹائی گئی۔ لہٰذا معنیٰ کی طرف یقترن کی ضمیر لوٹانے سے اضمار قبل الذکر لازم نہیں آئے گا۔ **فی الفھم عنھا۔** اس میں بھی ایک سوال کا جواب ہے وہ یہ کہ مصدروں کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی بھی زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں یعنی جب مصدر اپنے معنیٰ پر دلالت کرے گا تو ان زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں ضرور پایا جائے گا۔ پس مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی فعل کی تعریف میں داخل ہوں حالانکہ یہ فعل نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اقتران سے اقتران فی الفھم مراد ہے نہ فی الوجود یعنی فعل اپنے معنیٰ پر دلالت کرے اور اس میں کوئی زمانہ سمجھا جائے تب یہ فعل ہوگا اور مصدروں کے معنوں کا وجود ان زمانوں میں سے کسی زمانے میں ہوتا ہے لیکن سمجھا نہیں جاتا۔ **باحد الازمنة الثلثة اعنی الماضی و الحال و الاستقبال** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یوں ہے کہ صبوح اور غبوق کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی زمانے سے

مقترن ہوتے ہیں لہذا چاہیے کہ یہ بھی فعل ہوں حالانکہ یہ فعل نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ تین زمانوں سے مراد مخصوص زمانے ہیں یعنی ماضی، حال، استقبال نہ مطلق زمانے۔ای **حین یفهم ذالک المعنیٰ عنها یفهم الاحد الازمنة الثلثه ایضًا مقارنًا لهٗ** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ماضی وحال و مستقبل کے الفاظ کے معنٰی بھی تین مخصوص زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے ضرور مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ بھی افعال ہو کر فعل کی تعریف میں داخل ہو جائیں حالانکہ یہ افعال نہیں ہیں بلکہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اقتران کے معنٰی یہ ہیں کہ جب فعل اپنے لغوی حدثی معنٰی پر دلالت کرے تو اس کے ساتھ ساتھ تین زمانوں میں سے ایک زمانہ بھی سمجھا جائے اور ان الفاظ کے معنٰی عین زمانے کے ہوتے ہیں نہ لغوی حدث کے معنٰی جو فعل کے معنٰی ہیں۔ **او من صفتها** کی تقریر اوپر مذکور ہو چکی۔

لا یقترن ذالک المعنٰی فی الفهم عنها مع احد الازمنة الثلثة اس کی تقریر بھی مقترن کے بیان میں مفصل مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو **القسم الثانی** القسم کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **و هو ما یدلّ علی معنًی فی نفسها غیر مقترن باحد الازمنة الثلثة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ثانی قسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس میں نہ پایا جائے وہ اسم ہے۔

الاسم:......

و هو ما خوذ من السمو و هو العلو لاستعلائه علی اخویه حیث یترکب منه وحده الکلام دون اخویه. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجہ تسمیہ اور مأخذ اشتقاق اسم کا بتانا چاہتے ہیں کہ اسم ماخوذ ہے سموّ سے جس کے معنٰی علو کے ہیں یعنی اسم کو اسم اس لئے کہتے ہیں کہ یہ اپنے اخوات فعل حرف پر عالی ہوتا ہے کیونکہ اس سے اکیلا کلام مرکب ہوتا ہے بخلاف فعل حرف کے کہ ان سے بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے کلام مرکب نہیں ہوسکتا۔ **و قیل من الوسم و هو العلامة لانه علامته علی مسماه** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کا دوسرا ماخذ اشتقاق بتانا چاہتے ہیں یعنی کسی نے کہا ہے کہ اسم وسم سے مشتق ہے جس کے معنٰی علامت کے ہیں۔ اس لحاظ سے اسم کو اسم کہتے ہیں کہ یہ اپنے مسما معنٰی پر علامت ہوتا ہے لیکن یہ مذہب ضعیف ہے کیونکہ فعل حرف بھی اپنے معنوں پر علامت ہوتے ہیں۔

پس اسی وجہ سے اس مذہب کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیل سے ذکر کر کے ضعف کی طرف اشارہ کر دیا۔ **و القسم** اس کے بڑھانے کی وجہ معلوم ہو چکی۔ **الاول و هو ما یدل علی معنیًا فی نفسها مقترن باحد الازمنة الثلثة** اس میں مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ دوسری قسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں پایا جائے وہ فعل ہے۔

الفعل:......

یسمی به لتضمنه الفعل اللغوی و هو المصدر. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فعل کی وجہ تسمیہ بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ تقدیر سوال یہ ہے کہ فعل کے معنوں کا تین زمانوں سے اقتران صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس سے اقتران زمانہ کا زمانہ سے لازم آتا ہے۔ کیونکہ زمانہ فعل کے مفہوم کا جزء ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں فعل کے معنٰی سے مراد تضمنی معنٰی حدث کے ہیں یعنی فعل کو اس لئے فعل کہتے ہیں کہ یہ لغوی فعل کو شامل ہے جس کو مصدر کہتے ہیں۔

فائدہ:......

فعل اصطلاح نحاۃ میں عبارت ہے نسبت فاعلی اور نسبت زمانی اور مصدر سے یعنی اصطلاحی فعل ان تینوں سے مرکب ہے اور لغت میں فعل خالی مصدر ہی کو کہتے ہیں۔ پس اس لحاظ سے اصطلاحی فعل میں تسمیہ کل باسم جز ہے یعنی حقیقت میں فعل مصدر ہی کا نام ہے لیکن وہ اصطلاحی فعل کا ایک جز ہے اس جز کا نام کل دے دیا گیا ہے اسی کو تسمیہ کل باسم جزء کہتے ہیں **و قد علم بذالك ای بوجه حصر الكلمة فی الاقسام الثلثة** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ذالک اسم اشارہ مذکر واحد کا ہے۔ اگر اس سے اشارہ لانہا کی طرف ہو تو وہ جملہ ہے پس درمیان اسم اشارہ و مشار الیہ کے مطابقت نہیں ہوگی۔ اگر اس سے اشارہ وجہ حصر کی طرف ہو تو اس کا اوپر کہیں ذکر نہیں ہے۔ اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کا مشار الیہ وجہ حصر ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ لانہا میں حکماً اس کا ذکر ہو چکا ہے اور کلمہ کو تین قسموں میں منحصر کر دینے سے تعریف اسم، فعل، حرف ہر ایک کی معلوم ہوگی۔ **حدّ كل واحدٍ منها ای من تلک الاقسام و ذالک لانهٔ قد علم به ای بوجه الحصر ان الحرف كلمة لا تدل علٰی معنًی فی نفسها بل تحتاج الی انضمام كلمة اخرٰی و الفعل كلمة تدل علٰی معنًی فی نفسها لكنهٗ مقترنٌ باحد الازمنة الثلثة و الاسم كلمة تدل علٰی معنًی فی نفسها غیر مقترن باحد ازمنة الثلثة فالكلمة مشتركةٌ بین الاقسام الثلثه** یعنی اسم فعل حرف ہر ایک کی تعریف وجہ حصر سے اس طرح معلوم ہوگی کہ حرف ایک کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت نہ کر سکے بلکہ دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ کے ملانے کا محتاج ہو اور فعل وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر بالاستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی ایک زمانہ بھی اس میں پایا جائے اور اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے معنٰی پر باستقلال دلالت کرے اور تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ نہ پایا جائے۔ پس اس تقدیر سے کلمہ درمیان ان تین قسموں کے مشترک ہوا۔ **و الحرف ممتاز عن اخويه بعدم الاستقلال فی الدلالة و الفعل ممتازٌ عن الحرف بالاستقلال و عن الاسم بالاقتران و الاسم ممتاز عن الحرف بالاستقلال و عن الفعل بعدم الاقتران فعلم لكل واحد منهما معروفٌ جامعٌ لافراده و مانعٌ عن دخول غيرها فيه** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلمہ اسم، فعل، حرف میں مشترک ہوا تو پھر امتیاز کی کیا صورت ہوگی اور ہر ایک کی تعریف دوسرے سے جدا کیسے ہوگی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف اسم فعل سے بوجہ عدم استقلال ممتاز ہے اور فعل حرف سے بوجہ استقلال ممتاز ہے اور اسم سے بوجہ اقتران ممتاز ہے اور اسم حرف سے بوجہ استقلال اور فعل سے بوجہ عدم اقتران ممتاز ہے۔ پس اس سے ہر ایک کی تعریف جامع مانع حاصل ہوگی۔ **و ليس المراد بالحد ههنا الا المعرف الجامع المانع.** اس میں بھی ایک مقدر سوال کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حد کے معنٰی یہ ہیں کہ کسی چیز کی تعریف جمیع ذاتیات سے کی جائے اور حصر کی وجہ بیان کرنے سے سوائے مفہوم جامع اور مانع کے اور کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ ذاتیات کا کوئی ذکر نہیں معلوم ہوتا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حد سے یہاں مراد تعریف جامع مانع ہوا ہے۔ یعنی حد منطقی جو تعریف شے بذاتیات ہوتی ہے۔ یہاں مراد نہیں بلکہ حد سے یہاں تعریف نحوی مراد ہے۔ **و الله رد المصنف حيث اشهار ای حدودها فی ضمن دليل الحصر ثم نبه عليها بقوله و قد علم بذالک ثم صرح بها فی ما بعد بناء علی تفاوت مراتب الطبائع** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یوں ہے کہ جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حصر کی دلیل کی ضمن میں اسم، فعل، حرف ہر ایک کی تعریف جدا جدا کر دی تو پھر قد علم سے تنبیہ دینے اور مابعد میں تصریح کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا

کہ اللہ تعالیٰ مصنف کا بھلا کرے کہ انہوں نے اس میں طبیعتوں کا لحاظ کر کے عبارت لکھی ہے یعنی طبیعتوں کے تفاوت کا خیال کر کے وجہ حصر میں ذکیوں کو آگاہ کیا پھر متوسط طبیعت والوں کو قد علم سے متنبہ کیا اور مابعد میں غبیوں کے آگاہ کرنے کے لئے تصریح کر کے مشکور فرمایا۔

الکلام:......

جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کلمہ کی تعریف اور اقسام بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب کلام کی تعریف شروع کی **فی اللغۃ ما یتکلم بہ قلیلًا کان او کثیرًا و فی اصطلاح النحاۃ** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد کلام کی لغوی تعریف بیان کرنا اور عموم کی طرف اشارہ کر دینا ہے یعنی کلام لغت میں اس کو کہتے ہیں جس پر متکلم تکلم کرے خواہ قلیل ہو یا کثیر یعنی کلام لغوی اصطلاحی کلام سے تین وجوہ سے عام ہے ایک یہ کہ لغوی کلام مہمل پر بھی صادق آتا ہے بخلاف اصطلاحی کے دوسرے یہ کہ کلام لغوی اس پر بھی صادق آتا ہے جس میں نسبت بالکل نہ پائی جائے بخلاف اصطلاحی کے۔ تیسرے یہ کہ کلام لغوی اس پر بھی صادق آتا ہے جس میں نسبت اضافی وتوصیفی پائی جائے بخلاف اصطلاحی کے اور اصطلاح میں کلام کی تعریف ما تضمن کلمتین ہے جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کی ہے۔ **ما تضمن ای لفظ تضمن** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف میں ما کا لفظ چار حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یا اس سے لفظ مراد ہوگا یا شے یا کلمہ یا کلام اور یہ سب صحیح نہیں۔ اول اس لئے کہ کلام کی تعریف نعم پر بھی صادق آئے گی جو اقام زید کے جواب میں واقع ہو کیونکہ یہ بھی ایک لفظ ہے جو دو کلموں کو شامل ہے حال یہ کہ کلام نہیں اور دوسرے اس لئے کہ کلام کی تعریف اس کاغذ پر صادق آئے گی جس پر کہ زیدٌ قائمٌ لکھا ہوا ہو کیونکہ وہ بھی ایک شے ہے جو دو کلموں کو شامل ہے حال یہ کہ کلام نہیں ہے۔ تیسرے اس لئے کہ اس سے حمل جزء کا کل پر لازم آئے گا اور کلمہ کا کلمتین کو شامل ہونا ثابت ہو جائے گا اور چوتھے اس لئے کہ اس سے اخذ محدود کا حد میں لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں پر ما عبارت لفظ سے ہے اور تضمن سے مراد تضمن کل اجزاء کا ہے اور نعم کا لفظ مؤول بکلمتین ہے۔ **کلمتین حقیقۃ او حکما ای یکون کل واحدۃ منھما فی ضمہ حقیقتًا او حکمًا** کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس سے زیدٌ قائمٌ ابوہ اور زیدٌ ابوہ قائم اور زیدٌ قام ابوہ کے جملے نکلتے ہیں کیونکہ ان تین جملوں میں سے ہر ایک جملہ چار کلموں کو شامل ہے نہ کلمتین کو اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعریف میں تضمن کلمتین ہے حالانکہ ان جملوں پر بھی کلام کی تعریف صادق آتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ کلمتین عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہ جملے مذکورہ مؤول بتاویل مفرد ہیں۔ یعنی زیدٌ قائمٌ الاب **فالمتضمن اسم فاعل ھو المجموع و المتضمن اسم مفعول کل واحدۃ من کلمتین فلا یلزم اتحادھما** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الکلام ما تضمن کلمتین اور جو لفظ کہ دو کلموں کو شامل ہو وہ عین کلام ہوتا ہے اور کلمتین بھی کلام ہے لہٰذا اس سے درمیان متضمن اور متضمن کے اتحاد لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ متضمن بصیغہ اسم فاعل سے مراد مجموع من حیث مجموع کلام ہے اور متضمن بصیغہ اسم مفعول سے مراد کلام کا ہر ایک کلمہ ہے پس اتحاد لازم نہیں آیا۔ **بالاسناد ای تضمنًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ عربی کلام میں جب جار مجرور واقع ہو تو اس میں محلی اعراب ہوتا ہے۔ یہاں پر بالاسناد میں محلی اعراب کیا ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا اعراب محلی نصب ہے اس لئے کہ یہ مفعول مطلق باعتبار موصوف محذوف تضمن کے واقع ہوا ہے۔ یعنی بالاسناد جار مجرور صفت اور تضمنا جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے۔ اس کا موصوف ہے موصوف صفت

دونوں مل کر ترکیب میں تضمن کا مفعول مطلق واقع ہوا **حاصلا بسبب اسناد احدی الکلمتین الی الاخری** اس میں صرف **حاصلا** کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جار مجرور کی وصفیت باعتبار متعلق کے ہوتی ہے اور یہاں پر بالاسناد کا متعلق اگر فعل مذکورہ تضمن ہو تو اس سے صفت کی تقدیم موصوف پر لازم آئے گی اور اگر اس کا متعلق مصدر محذوف تضمنا ہو جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بڑھایا ہے تو اس سے درمیان موصوف اور صفت کے اتحاد لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ اس کا متعلق نہ فعل مذکورہ اور نہ مصدر محذوف ہے بلکہ اس کا متعلق حالا مقدر ہے اور بالاسناد میں باسببیت کی ہے یعنی وہ تضمن جو دو کلموں میں سے ایک کلمہ کے دوسرے کلمہ کی طرف نسبت کرنے سے حاصل ہو۔ **و الاسناد نسبته احدی الکلمتین حقیقته او حکما الی الاخری بحیث تفید المخاطب فائدة تامة.** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اسناد کے معنٰی بتانا چاہتے ہیں کہ نسبت کے معنٰی یہ ہیں کہ جس سے مخاطب کو فائدہ تام حاصل ہو اور اس عبارت میں حقیقتا اور حکما بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **فقوله ما يتاول المحصلات و المفردات و المركبات الكلامية وغير كلامية و بقيد تضمن كليتين خرجت المهملات و المفردات و بقيد الالسان و خرجت المركبات الغير الكلامية مثل غلام زيد و رجل فاضل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ چند فوائد بتانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ ما کا لفظ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کلام کی تعریف میں ایک جنس ہے جو مہملات اور موضوعات اور مفردات و مرکبات کلامیہ اور غیر کلامیہ ان سب کو شامل تھا۔ پس تضمن کلمتین کی قید سے مہملات اور مفردات نکلتے اور بالاسناد کی قید سے مرکبات غیر کلامیہ نکلے جیسے غلام زیدٌ و رجلٌ فاضلٌ۔ **و بقيت المركبات الكلامية سواء كانت خبرية مثل ضرب زيد ضربت هندٌ و زيدٌ قائم** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بالاسناد کی قید سے صرف مرکبات غیر کلامیہ نکلے ہیں کلام کی تعریف میں مرکبات کلامیہ باقی رہ گئے ہیں برابر ہے کہ وہ جزی ہوں جیسے ضرب زیدٌ اور ضربت هندٌ و زیدٌ قائمٌ۔ **او انشائة مثل اضرب و لا تضرب فان كل واحد منهما تضمن كلمتين احدهما ملفوظة و الاخرى منوية و بينهما اسناد يفيد المخاطب فادة تامة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دے کر مرکبات کلامیہ کو جزء اور انشائی کلام کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ کلام خبری کا کلمتین کو شامل ہونا مسلم ہے لیکن کلام انشائی کا کلمتین کو شامل ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ اضرب لا تضرب میں بظاہر دو کلمے معلوم نہیں ہوتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ وہ دو کلمے عام ہیں حکما ہوں یا حقیقۃ پس ان جملوں میں یعنی اضرب ولا تضرب میں ہر ایک جملہ کلمتین کو شامل ہے اگرچہ ایک ملفوظ اور دوسرا حکمی ہے کیونکہ ان جملوں میں نسبت پائی جاتی ہے جس سے مخاطب کو فائدہ تام مل سکتا ہے۔ **و حيث كانت الكلمتان اعم من ان تكونا كلمتين حقيقة او حكما دخل في التعريف مثل زيدٌ ابوه قائم او قام ابوه او قائمٌ ابوه فان الاخبار فيها مع انها مركبات لكنها في حكم الكلمة المفرد اعني قائم الاب.** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ وہی اوپر حقیقۃ اور حکما بڑھانے کی وجہ کا فائدہ بتانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ جب کلمتین حقیقی اور حکمی ہو کر عام ہو گئے پس اس سے کلام کی تعریف میں زیدٌ ابوه قائم او قام ابوه اور قائمٌ ابوه یہ سب داخل ہو گئے۔ اس لئے کہ یہ اگرچہ مرکبات ہیں لیکن ان کے اندر خبر مفرد کے حکم میں ہیں یعنی قائم الاب۔ **و دخل فيه ايضا مثل جسق مهمل و ديز مقلوب زيد مع ان المسند اليه فيها مهمل ليس بكلمة فانه في حكم هذا اللفظ** اس میں شارح صاحب رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک مقدر سوال کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے اس لئے کہ اس سے جسق مہمل اور دیز مقلوب اور نکلتے ہیں کیونکہ ان جملوں میں مسند الیہ مہمل ہے کلمہ نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ جسق مہمل اور دیز مقلوب زید کلام کی تعریف میں داخل ہے۔ اگرچہ مسند الیہ ان میں مہمل ہے کلمہ نہیں اس لئے کہ یہ **هذا اللفظ** کے حکم میں ہے یعنی **هذا لفظ** بڑھانے سے

ان جملوں میں دونوں کلمے کلام کے ہو جائیں گے کلام کی تعریف صحیح ہو جائے گی۔

اعلم کلام المصنف رحمة الله تعالىٰ علیه ظاهر فی ان نحو ضربت زیدًا قائما مجموعه کلام بخلاف کلام صاحب المفصل حیث قال الکلام هو المرکب من کلمتین اسندت احدهما الی الاخری بانه صریح فی ان الکلام هو ضربت و المتعلقات خارجت فیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صاحب مفصل اور ابن حاجب صاحب کے آپس کے اختلاف کو ظاہر فرما کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے ضربت زیدا قائما نکلتا ہے کیونکہ وہ دو کلموں کو متضمن نہیں ہے نہ حقیقۃً نہ حکما بلکہ وہ چار کلموں کو شامل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ضربت زیدا قائما مجموعہ کلام ہے کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف میں کوئی قید نہیں بڑھائی ہے بخلاف کلام صاحب مفصل کے کہ اس سے صریح یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلام صرف ضربت ہے اور متعلقات اس سے خارج ہیں کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف اس طرح کی ہے کہ الکلام هو المرکب من کلمتین اسندت احدهما الی الاخری یعنی کلام وہ ہے جو دو کلموں سے مرکب ہو اور اس میں ایک کلمہ کی نسبت دوسرے کلمہ کی طرف کی جائے یعنی ایک کلمہ مسند ہو اور دوسرا مسند الیہ تو اس سے صاف معلوم ہوا کہ کلام خالی ضربت ہے کیونکہ اس میں مسند، مسند الیہ پایا جاتا ہے **ثم اعلم ان صاحب المفصل و صاحب اللباب ذهبا الی ترادف الکلام و الجملة و کلام المصنف ایضا ینظر الی ذالک فانه قد اکتفی فی تعریف الکلام بذکراه الاسناد و مطلقا و لم یقیده بکونه مقصود الذات و من جعله اخص من الجملة قیده به فحینئذ یصدق الجملة علی الجمل الخبریة الواقعة اخبارا و اوصافا بخلاف الکلام** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کی تعریف مانع نہیں ہے اس میں جملہ داخل ہوا کیونکہ وہ بھی دو کلموں کو بالا سناد شامل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صاحب مفصل اور صاحب لباب اس طرف گئے ہیں کہ جملہ اور کلام مترادف ہیں اور مصنف کے کلام سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ کیونکہ انہوں نے کلام کی تعریف میں اسناد کے ذکر پر اکتفا کیا ہے اور اس کو مقصود لذاتہ کی قید سے مقید نہیں کیا تو اس لحاظ سے اگر دو مترادفوں میں سے ایک دوسرے کی تعریف میں داخل ہو جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اور یہی مذہب مختار ہے اور صاحب تسہیل کلام کو جملہ سے اخص مانتے ہیں اور اسناد کو مقصود الذاتہ کی قید سے مقید کر دیتے ہیں۔ پس اس بناء پر جملہ ان جملوں خبریوں پر بھی صادق آئے گا جو کسی کی خبر یا صفت واقع ہوں بخلاف کلام کے **و فی بعض الحواشی ان المراد بالاسناد هو الاسناد المقصود لذاته و فحینئذ یکون الکلام عند المصنف ایضا اخص من الجملة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان لوگوں کی طرف سے جواب دیا ہے جو کلام اور جملوں کے درمیان فرق کے قائل ہیں۔ اس طرح کہ بعض حاشیوں میں لکھا ہے کہ اسناد سے مراد وہی اسناد مقصود لذاتہ ہے تو اس لحاظ سے کلام مصنف کے نزدیک بھی جملہ سے اخص ہوا یعنی جملہ میں اسناد مقصود لذاتہ ہوتا ہے بخلاف کلام کے کہ اس میں نہیں ہوتا۔ پس کلام اور جملہ میں صرف یہی فرق ہے **و لا یتاتی ای لا یحصل** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اتیان ذی روح کی صفت ہے۔ اس کی نسبت کلام کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ ذی روح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول لا یتاتی یہاں پر بمعنی لا یحصل کے ہے۔ **بحکم ذکر ملزوم مراد لازم** یعنی اتیان سے حصول لازم آتا ہے **ذلک ای الکلام** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ذلک کا اشارہ تضمن اور اسناد کی طرف ہونا چاہئے کیونکہ وہ قریب ہیں اور قریب کی طرف اشارہ اولیٰ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذلک کا اشارہ کلام کی طرف ہے تضمن اسناد کی

طرف نہیں دو وجہ سے ایک یہ کہ مصنف کے قول لاینأتی میں کلام کی تقسیم ہے۔ پس اسی کی طرف اشارہ زیادہ مناسب ہے دوسرے کے کہ وہ قریب ہیں الا فی ضمن اس لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے جب ذلک کا اشارہ کلام کی طرف ٹھہرا تو اس سے مصنف کے اس قول میں اور اسم دفعل میں ظرفیت جزی کلی کے لئے ہے اور عبارت بتقدیر مضاف ہے اسمین احدھما مسند و الاخر مسند الیہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ غلام زید دو اسموں سے مرکب ہے حالانکہ یہ کلام نہیں ہے۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے غلط ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں اس میں سے مطلق اسم مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ایک مسند ہو اور دوسرا مسند الیہ اور غلام زید میں ایسا نہیں ہے اس میں ایک مضاف ہے اور دوسرا مضاف الیہ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ کلام دو اسموں سے مرکب ہوتا ہے صحیح ہے۔ او فی ضمن اس کی بڑھانے کی وجہ مذکور ہوگی۔ اسم مسند الیہ و فعلٌ مسند اس عبارت میں اسم کے ساتھ مسند الیہ بڑھانا اور فعل کے ساتھ مسند بڑھانا بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ضربک فعل اسم سے مرکب ہے حالانکہ یہ کلام نہیں ہے۔ پس مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ کلام فعل اسم سے مرکب ہوتا ہے۔ غلط ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اسم فعل سے مراد یہ ہے کہ فعل مسند ہو اور اسم مسند الیہ ہو اور ضربک میں فعل ضرب ہے اور ک ضمیر مخاطب مفعول بہ ہے۔ اسم نہیں ہے اور مصنف علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ اسم مسند الیہ ہو اور فعل مسند ہو جب کلام مرکب ہوگا۔

پس اس لحاظ سے مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ کلام فعل اور اسم سے مرکب ہوتا ہے، صحیح ہے۔ و فی بعض النسخ او فی فعل و اسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ کافیہ کے دوسرے نسخہ میں فعل کو اسم پر مقدم...... ذکر کیا ہے بخلاف موجودہ نسخہ کے کہ اس میں فعل پر اسم کو مقدم ذکر کیا ہے۔ فان الترکیب الثنائی العقلی بین الاقسام الثلثة یرتقی الی ستة اقسام ثلثة منها من جنس واحدٍ اسم و اسم فعل و فعلٍ حرف و حرف و ثلثة منها من جنسین اسم و فعلٍ اسم و حرفٍ فعل و حرف و من البین ان الکلام لا یحصل بدون الاسناد و الاسناد لا بد له من مسند و مسند الیه و هما لا یتحققان الا فی اسمین او اسم فعل اما الاقسام الاربعة الباقیة ففی الحرف و الحرف کلاهما مفقود ان و فی الفعل و الفعل و فی الفعل و الحرف المسند الیه مفقودٌ و فی الاسم و الحرف احدهما مفقودٌ فان الاسم ان کان مسندًا فالمسند الیه مفقودٌ و ان کان مسندًا الیه فالمسند مفقودٌ. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف کافیہ علیہ الرحمۃ نے کلام کی تقسیم میں حروف حصر یعنی إلّا وغیرہ کو ذکر کیا بخلاف کلمۃ کی تقسیم کے کہ اس کو جب اسم فعل حرف کی طرف منقسم کیا تو کوئی حرف قصر کا ذکر نہیں کیا شارح علیہ الرحمۃ اس کا جواب دیتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ترکیب ثنائی عقلی اگر کلمہ کے تین قسموں کے درمیان جاری کی جائے تو اس سے چھ قسمیں بنیں گی۔ تین ایک جنس کی یعنی اسم اسم، فعل فعل، حرف حرف۔ تین قسمیں یہ ہو گئیں اور تین قسمیں دو جنسوں کی یعنی اسم فعل، اسم حرف، فعل حرف۔ تین قسمیں یہ ہوئیں جن کا مجموعہ چھ ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ کلام بغیر اسناد کے حاصل نہیں ہوتا اور اسناد مسند مسند الیہ کو چاہتا ہے اور مسند مسند الیہ یا تو دو اسموں میں پایا جاتا ہے یا اسم فعل میں بخلاف باقی چار قسموں کے یعنی حرف حرف میں مسند مسند الیہ دونوں مفقود ہیں اور فعل فعل اور فعل حرف میں مسند الیہ مفقود ہے اور اسم حرف میں یا مسند مفقود ہے یا مسند الیہ مفقود ہے۔ کیونکہ اس میں اگر اسم مسند ہو تو مسند الیہ مفقود ہوتا ہے اور اگر مسند الیہ ہو تو مفقود ہوتا ہے۔ چونکہ اس ترکیب ثنائی عقلی کی بناء پر کلام کی تین قسمیں ہوتیں اگر حروف حصر نہ ذکر کرتے تو تین قسموں سے چھ قسمیں بن جاتیں۔ پس کلام دو قسموں کے اندر منحصر کردینے کی غرض سے یہاں پر کلام کی تقسیم میں حروف حصر ذکر کیا بخلاف کلمہ کی تقسیم کے کہ کلمہ تین قسموں سے زائد نہیں ہے اس لئے اس میں

حروف حصر ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ **و نحو یا زید بتقدیر ادعوا زیدًا فلم یکن من ترکیب الحروف الاسم بل من ترکیب الفعل و الاسم.** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام کا دو قسموں میں منحصر کر دینا باطل ہے کیونکہ اس کی ایک تیسری قسم اور بھی پائی جاتی ہے یعنی جو اسم و حرف سے مرکب ہو جیسے یا زید شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یا زید بتقدیر ادعوا زیدًا ہے۔ پس اس میں ترکیب اسم و فعل حرف کی نہیں ہے بلکہ فعل اور اسم سے ترکیب ہے **الذی ہو المنوی فی ادعوا و ہو انا** یہ بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ کلام جب فعل اور اسم سے مرکب ہو تو اس میں شرط یہ ہے کہ اسم مسند الیہ ہو اور ادعوا زیدًا میں زید مسند الیہ نہیں ہے بلکہ ادعوا کا مفعول ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسند الیہ عام ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا منوی پس یہاں اگرچہ اسم ظاہر نہیں لیکن ادعوا میں منوی ہے یعنی انا پس یہاں پر کلام اسم و فعل سے مرکب ہوا جو کہ ادعوا اور انا ضمیر مستتر ہے۔ لہٰذا کلام دو ہی قسموں میں منحصر ہوا یعنی اسم اسم یا فعل اسم تیسری کوئی قسم نہیں ہے۔ صرف کلام ان دو ہی قسموں سے مرکب ہوتا ہے۔ **الاسم ماول** جب مصنف علیہ الرحمۃ کلمہ اور کلام کی تقسیم اور تعریف سے فارغ ہوئے تو اب کلمہ کے ہر ایک قسم کی تعریف علیحدہ علیحدہ شروع کی حصر کے ضمن میں اسم فعل حرف تینوں کے اجمالا ہر ایک کی تعریف کی طرف اشارہ فرمایا تھا۔ اب یہاں سے تفصیلاً ہر ایک کی تعریف کرنا چاہتے ہیں اور اسم کو تعریف میں فعل حرف پر دو وجہ سے مقدم کیا ایک یہ کہ اجمال میں تقسیم کلمہ کے اندر اسم مقدم تھا اس وجہ سے تفصیل میں بھی مقدم کیا تا کہ اجمال اور تفصیل دونوں میں مطابقت ہو دوسرے یہ کہ اسم کلام عربی میں عمدہ اور فعل حرف پر استقلال میں بڑھا ہوا ہے۔ اس شرافت کو مدنظر رکھتے ہوئے مقدم کیا۔ **ای کلمۃ دلت** (چونکہ مطلق کلمہ منقسم ہے اقسام ثلثہ کو اس لئے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما سے کلمہ خاص کرلیا ہے ۱۲۔) اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف میں ما کلمہ چار حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ ایک یہ کہ شے سے عبارت ہو دوسرے یہ کہ لفظ سے عبارت ہو۔ تیسرے یہ کہ کلمہ سے عبارت ہو اور یہ سب صورتیں درست نہیں ہیں۔ اول اس لئے کہ اسم کی تعریف دوال اربعہ پر صادق آئے گی کیونکہ وہ بھی شے ہے اور دوسرے اس لئے کہ اسم کی تعریف مرکب پر صادق آئے گی کیوں لفظ مرکب کو بھی شامل ہے۔ تیسرے اس لئے کہ درمیان راجع کے یعنی ضمیر مستتر فاعل دل اور مرجع کے یعنی ضمیر مجرورہ فی نفسہ کے مطابقت نہ ہوگی کیونکہ ما جب کلمہ سے عبارت ہوگی تو فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ فی نفسہا ہونی چاہئے۔ چوتھے اس لئے کہ اخذ محدود کا حد میں لازم آئے گا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما عبارت کلمہ سے ہے **علی معنی کائن** کائنٌ کے بڑھانے کی وجہ گزر چکی ہے **فی نفسہ ای فی نفس ما دل یعنی الکلمۃ** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ ما موصولہ کی طرف جو دل میں ہے لوٹتی ہے **فتذکر الضمیر بناءً علی لفظ الموصول** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر وارد ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ جب فی نفسہ کی ضمیر ما دل کی طرف ٹھہری اور ما سے مراد کلمہ لیا گیا ہے تو اس صورت میں درمیان راجع مرجع کے مطابقت نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ مذکر کی ہے اور اس کا مرجع کلمہ مؤنث ہے پس فی نفسہا ہونا چاہئے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ جواب دیا کہ فی نفسہ کی ضمیر کی تذکیر ما لفظ موصول کی بناء پر ہے **قال المصنف فی الایضاح شرح المفصل الضمیر فی ما دل علی معنًی فی نفسہ یرجع الی معنی ای ما دل علی معنًی** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفصل کی ایک شرح لکھی ہے جس کا نام ایضاح رکھا ہے وہاں پر فی نفسہ کی ضمیر مجرورہ کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ ضمیر معنٰی کی طرف لوٹتی ہے نہ کلمہ کی طرف بخلاف یہاں کے کہ یہاں کلمہ کی طرف لوٹائی ہے یہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ایک تحقیق تھی جو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے ثابت کی۔

باعتبارہ فی نفسہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر مجرورہ کا معنٰی کی طرف لوٹانا صحیح نہیں ہے

کیونکہ اس سے ظرفیت شے لنفسہ لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس کے معنٰی اس تقدیر پر یہ ہوں گے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اس معنٰی پر دلالت کرے جو معنٰی کے نفس میں ہوں اور یہ غلط ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ ظرفیت شے لنفسہ لازم نہیں آتی ہے کیونکہ فی کے معنٰی اعتبار کے ہیں اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوئے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو دلالت کرے اس معنٰی پر جو معتبر فی نفسہ ہو **و بالنظر الیہ فی نفسہ لا و باعتبار امر خارج عنہ** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح معنٰی اسم کے معتبر فی نفسہ ہیں اسی طرح حرف کے معنٰی بھی معتبر فی نفسہ ہیں کیونکہ اعتبار معتعات میں بھی جاری ہوتا ہے پس اس لحاظ سے درمیان اسمی اور حرفی معنٰی کے کوئی فرق نہیں ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ معنٰی کے معتبر فی نفسہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ معنٰی اسم کے منظورٌ الیہ فی نفسہ ہو اس میں کسی امر خارج کا اعتبار نہ ہو اور اس میں شک نہیں ہے کہ معنٰی اس کے منظورٌ الیہ فی نفسہ ہوتے ہیں کسی خارج امر کے اعتبار کا محتاج نہیں بخلاف حرف کے کہ وہ اپنے معنٰی پر دلالت کرنے میں امر خارج کے اعتبار کا محتاج ہے **کقولک الدار فی نفسہا حکمہا کذا ای لا باعتبار امر خارج عنہا و لذالک قیل الحرف ما دل علی معنی فی غیرہ** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ فی کے معنٰی اعتبار کے لینے کا صرف دعوی بلا دلیل ہے۔ عربی محاورہ میں فی کے معنٰی اعتبار کے نہیں آئے ہیں پھر یہاں اس کے معنٰی اعتبار کے لینے کی کیا دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ اس کی دلیل عرب کا یہ مقولہ ہے کہ الدار فی نفسہا حکمہا کذا یعنی اس مکان کی قیمت باعتبار اپنی ذات کے اتنی ہے نہ باعتبار امر خارج کے یعنی قطع نظر اس کے کہ یہ کسی محلّہ میں ہے اور کہاں ہے دیکھئے یہاں پر فی کے معنٰی اعتبار ہی کے بن سکتے ہیں اس لئے یہاں اس کے معنٰی اعتبار کے ہوئے اور اسی وجہ سے نحویوں نے حرف کی تعریف اس طرح کی ہے کہ وہ ایک کلمہ ہے جو اس معنٰی پر دلالت کرے جو غیر میں پائے جاتے ہوں **ای حاصل فی غیرہ ای باعتبار متعلقہ لا باعتبارہ فی نفسہ انتہٰی کلام** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جو حرف کی تعریفی معنٰی پر وارد ہوتا ہے تشریح اس کی یہ ہے کہ جب صرف اس معنٰی کو بتائے جو غیر میں پایا جائے تو اس لحاظ سے حرف اور مستقل بالمفہوم ہوا کیونکہ وہ اب اپنے معنٰی کے سوا دوسرے کے معنٰی کو بھی بتا سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مطلب نہیں ہے کہ غیر کا معنٰی بتائے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اپنے معنٰی کو بتائے مگر اس کا حصول دوسرے کے اعتبار سے ہو یعنی باعتبار اپنے متعلق کے اپنے معنٰی بتائے نہ باعتبار اپنے نفس کے یعنی اس کے معنٰی پر دلالت کرنے میں ضم ضمیمہ کے اعتبار کی ضرورت ہے بخلاف اسم کے کہ اس کو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ یہاں تک مصنف علیہ الرحمۃ کے ایضاح کے کلام کا مضمون ختم ہوا۔

و محصولہ ما ذکرہ بعض المحققین حیث قال کما ان فی الخارج موجودًا قائمًا بذاتہ و موجودًا قائمًا بغیرہ کذالک فی الذہن معقولٌ ہُو مدرک قصدًا ملحوظًا فی ذاتہ یصلح ان یحکم علیہ و بہ و معقول ہو مدرک تبعا دالۃ لملاحظۃ غیرہ فلایصلح لشیٔ منہما فالابتداء مثلا اذا لاحظہ العقل قصدًا و بالذات کان معنی مستقلًا بالمفہومیۃ فی ذاتہ و لنومہٗ تعقد متعلقہ اجمالا و تبعا من غیر حاجۃ الی ذکرہ، ہو بہذ الاعتبار مدلول لفظ الابتداء فقط فلاحاجۃ فی الدلالۃ علیہ الی ضم کلمۃ اخری الیہ لتدل علی متعلقہ و ہذا ہُو المراد بقولہم ان للاسم و الفعل معنًی کائنًا فی نفس الکلمۃ الدلالۃ علیہ و اذا لاحظہ العقل من حیث ہو حالۃ بین السیر والبصرۃ مثلا و جعلہ الۃ لتعرف حالہما کان معنًی غیر مستقل بالمفہومیۃ و لا یمکن ان یتعقد الا بذکر متعلقہ لخصوصہٖ و لا ان یدل علیہ الا بضم کلمۃ اخری و الۃ علی متعلقہ.

اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ حرف کے ایک وجہ سے مستقل ہونا اور دوسری وجہ سے غیر مستقل ہونا بتا کر ایک معقول ․ ․ ․ رکی محسوس امر

سے تشبیہ دینا چاہتے ہیں جس سے استقلال اور عدم استقلال کی خوب تشریح ہو جائے بعض محققین نے ذکر کیا ہے اور بعض محققین سے مراد یہاں میر سید شریف ہیں یعنی انہوں نے شرح مطالع کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ جس طرح خارج میں ایک امر ممکن موجود قائم بذاتہ ہوتا ہے جس کو جوہر کہتے ہیں اور دوسرا ممکن قائم بالغیر ہوتا ہے جس کا نام عرض ہے۔ اسی طرح ذہن میں بھی ایک امر معقول ہوتا ہے جو قصداً معلوم کیا جاتا ہے اور محکوم بہ اور محکوم علیہ ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے دوسرے وہ معقول جو بالطبع معلوم کیا جاتا ہو اور کسی امر معلوم کرنے کے لئے آلہ ہو اور وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو۔

پس یہ چار قسمیں ہوئیں یعنی موجود کی دو قسمیں ہیں موجود خارجی اور موجود ذہنی اور موجود خارجی کی پھر دو قسمیں ہوئیں ایک قائم بذاتہ جیسے جوہر دوسرے قائم بغیرہ جیسے عرض۔ اس طرح موجود ذہنی کی بھی دو قسمیں ہیں۔ مستقل فی الفہم جیسے معنی اسمی، دوسرے غیر مستقل فی الفہم جیسے معنی حرفی پس اسمی معنی جوہر کے مشابہ ہیں اور حرفی معنی عرض کے مشابہ ہیں۔ پس ابتداء مثلاً جو صرف کے معنی ہیں جب اس کا عقل قصداً و بالذات لحاظ کرے تو یہ معنی مستقل بالمفہوم ہیں محکوم علیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت اس میں پائی جاتی ہے اور یہ معنی اس اعتبار سے ابتداء کے لفظ کے معنی ہوں گے۔ اور ابتداء کا لفظ اس معنی پر دلالت کرنے میں دوسرے کلمہ مثلاً سیر و بصرہ وغیرہ کلموں کے ملانے کا محتاج نہیں ہے اور اس کے سمجھنے سے متعلق بالتبع سمجھنے میں آتا ہے کسی دوسرے کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہی مطلب ہے نحات عرب کے اس قول کا کہ اسم و فعل کے معنی کلمہ کے نفس میں کائن ہوتے ہیں اور یہی ابتداء کا لفظ جب عقل اس کا لحاظ اس طرح کرے کہ یہ ایک حالت ہے درمیان سیر اور بصرہ کے اور اس کو سیر اور بصرہ کے حالات معلوم کرنے کے لئے ایک آلہ بنایا جائے تو یہ معنی غیر مستقل بالمفہوم ہو جائیں گے اور سمجھ میں نہیں آئیں گے جب تک کہ ان کے خاص متعلقات کا ذکر نہ ہو اور اس معنی پر یہ ابتداء کا لفظ دلالت کرسکے گا جب تک کہ اس کے ساتھ متعلق کا ذکر نہ کیا جائے۔

و الحاصل ان لفظ الابتداء موضوع لمعنٰی کلی و لفظة من موضوعة لکل واحد من جزئیاته المخصوصة المتعلقه من حیث انها حالات لمتعلقاتها او الاٰت لیعرف باحوالها و ذالک المعنٰی الکلی یمکن ان یعقد قصداً و یلاحظ فی حد ذاته فیستقل بالمفهومیة و یصلح ان یکون محکومًا علیه وبه و اما تلک الجزئیات فلا تستقل با لمفهومیة و لا تصلح ان یکون محکوما علیها و بها اذ لا بد فی کل واحد منها ان یکون ملحوظًا قصدًا لیمکن ان تعتبر النسبة بینه و بین غیره بل تلک الجزئیات لا یعقد الا بذکر متعلقاتها لتکون الاٰت لملاحظة احوالها و هذا هو المراد بقولهم ان الحرف کلمة تدل علی معنٰی فی غیرها.

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ ابتداء کا لفظ ایک معنی کلی یعنی مطلق شروع کیلئے وضع کیا گیا ہے اور من کا لفظ مخصوص جزؤں کے لئے وضع کیا گیا ہے یعنی من کی وضع کتاب کے شروع کھانے کے شروع پینے کے شروع وغیرہ وغیرہ کل جزئی جزئی شروع کے لئے ہے اس حیثیت سے کہ یہ مخصوص جزئیں متعلقوں کے احوال معلوم کرنے کے لئے آلات ہیں اور وہ کلی معنی جو مطلق شروع ہے ممکن ہے کہ عقل اس کو قصداً لحاظ کرکے ادراک کرے تو اس لحاظ سے اس میں استقلال بالمفہوم پایا گیا وہ معنی کلی اب محکوم علیہ اور محکوم بہ واقع ہو سکتے ہیں یہ ابتداء کے لفظ کے معنی ہوئے اور وہ جزئیات جو مخصوص مخصوص شروع ہیں مستقل بالمفہوم نہیں۔ اس لئے وہ محکوم علیہ اور محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ محکوم علیہ محکوم بہ کے درمیان نسبت کا لحاظ مقصود بالذات ہوتا ہے اور وہ جزئیات بغیر اپنے متعلقات کے ذکر کئے سمجھ میں نہیں آتے کہ متعلقات کے حالات کے لئے آلات بن سکے، یہی مطلب ہے کہ نحویوں کے اس قول کا حرف ایک کلمہ ہے جو اس معنی پر دلالت کرے کہ جو دوسرے کلمہ کے ملانے سے حاصل ہوں یہ من کے لفظ کے معنی ہوئے تو گویا من کے دو معنی ہوئے ایک کلی جو ابتداء کے لفظ کے معنی ہیں دوسرے جزئی جو من کے لفظ کے معنی ہیں شارح علیہ الرحمۃ نے اس حاصل میں اول معنی کو مستقل بالمفہوم اور ثانی معنی کو غیر مستقل بالمفہوم ثابت کیا ہے۔

اذا عرفت هذا علمت ان المراد بکینونة المعنٰی فی نفسه استقلالہ بالمفهومیة و بکینونته المعنٰی فی نفس الکلمة دلالتها علیه من غیر حاجة الیٰ ضم کلمة اخریٰ الیها لاستقلاله بالمفهومیة فمرجع کینونة المعنٰی فی نفسه و کینونته فی نفس الکلمة الدلالة علیه الی امر واحد و هو استقلاله بالمفهومیة ففی هذا الکتٰب الضمیر المجرور فی نفسه یحتمل ان یرجع الی ما الموصولة التی هی عبارة عن الکلمة و هذا هو الظاهر لیکون علی طبق ما سبق فی وجه الحصر من کینونة المعنٰی فی نفس الکلمة و یحتمل ان یرجع الی المعنٰی و لذا ذکر الضمیر تنبیهًا علیٰ صحة ارادة کلا المعنیین.

اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ضمیر مجرورہ مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت فی نفسہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ کلمہ کی طرف راجع ہو دوسرے یہ کہ معنٰی کی طرف۔ اول ٹھیک ہے لیکن دوسرے درست نہیں کیونکہ اس سے درمیان تفصیل اور اجمال کے مخالفت لازم آتی ہے اور یہ صحیح نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مخالفت لازم نہیں آتی کیونکہ معنٰی کا اپنے نفس میں ہونے سے مراد استقلال بالمفہوم ہے۔ اسی طرح معنٰی کے کلمہ کے نفس کے اندر ہونے سے مراد کلمہ کا دلالت کرنا ہے۔ اوس پر بغیر کسی دوسرے کلمہ کے ملائے پس مرجع اور مقصد معنٰی کے اپنے نفس میں ہونے اور اسی طرح کلمہ کے نفس میں معنٰی ہونے سے ایک ہے اور وہ استقلال بالمفہوم ہے۔ پس اس کتاب کافیہ میں جو ضمیر مجرورہ فی نفسہ میں ہے۔ اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ ما موصولہ کی طرف راجع ہو جس سے عبارت کلمہ اور ظاہر یہی ہے کہ یہ ضمیر کلمہ کی طرف لوٹتی ہے کہ اس میں سابق وجہ حصر میں جو معنٰی کا نفس کلمہ میں ہونے کو بتایا تھا اس سے مطابقت ہو جاتی ہے دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ ضمیر مجرورہ معنٰی کی طرف لوٹے اور اسی وجہ سے ضمیر کو مذکر بھی کر دیا ہے تاکہ اس سے اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اس ضمیر مجرورہ کا کلمہ اور معنٰی دونوں کی طرف راجع کر دینا صحیح ہے۔ و لکن عبارة المفصل ظاهرة فی المعنٰی الاخیر و هو ارجاع الضمیر الی المعنٰی لعدم مسبوقیتها بما یدل علیٰ اعتبار کینونته المعنٰی فی نفس الکلمة لهذا جزم المصنف رحمة الله هناک برجوعه الی المعنٰی. اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ضمیر مجرورہ کافیہ کی عبارت میں محتمل دو معنٰی کے ہے یعنی اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ کلمہ کی طرف راجع ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ معنٰی کی طرف راجع ہو جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اوپر تشریح سے بیان کیا ہے پس ظاہر یہ ہے کہ مفصل کی عبارت میں جو ضمیر مجرورہ ہے وہ بھی ان دو معنوں کا محتمل ہو کیونکہ کافیہ اس سے ماخوذ ہے حالانکہ مفصل کی عبارت میں معنٰی کی طرف ضمیر مجرورہ کو راجع کیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ مفصل کی عبارت سے ظاہر یہ ہے کہ معنٰی کی طرف ضمیر مجرورہ لوٹتی ہے نہ کلمے کی طرف کیونکہ مفصل کی عبارت میں کوئی لفظ ایسا سابق میں ذکر نہیں کیا جس سے معنٰی کا نفس کلمہ میں ہونا ثابت ہو اور اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح ایضاح شرح مفصل میں ضمیر مجرورہ کو معنٰی کی طرف راجع کر دیا ہے۔ و بما سبق من التحقیق ظهر انه لا یختل حد الاسم جمعاو لا حد الحرف منعًا بالاسماء اللازمة الاضافة مثل زو، فوق و تحتٍ، و قدّام. و خلف و الیٰ غیر ذالک لان معانیها مفهومات کلیة مستقلة بالمفهومیة ملحوظة فی حد ذاتها لزمها تعقد متعلقاتها اجمالًا و تبعًا من غیر حاجة الی ذکرها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف جامع نہیں ہے اور حرف کی تعریف مانع نہیں اس لئے کہ اسم کی تعریف سے اسماء لازم الاضافت نکلتے ہیں اور حرف کی تعریف میں داخل ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے معنوں پر دلالت کرنے میں مضاف الیہ کے ذکر کے محتاج ہیں۔ یعنی ان اسماء کے ساتھ ان کے مضاف الیہ کا ذکر کرنا ضروری ہے جب تک ان کے ساتھ میں مضاف الیہ مذکور نہ ہو تو یہ اسماء اپنے معنوں کو نہیں بتا سکتے۔ لہٰذا یہ حرف کی تعریف میں داخل ہو کر اسم کی تعریف سے خارج ہو گئے حالانکہ یہ اسم کی تعریف میں داخل ہیں۔

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ سابق جب ہم نے استقلال اور عدم استقلال کی تحقیق کی تو اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اسم کی تعریف جامع ہے اور حرف کی تعریف مانع ہے اور اسمائے لازم الاضافت اسم کی تعریف سے نہیں نکلتے اور حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوتے اور وہ اسماء جن کے ساتھ اضافت لازم ہے حسب ذیل ہیں:

جیسے ذو۔ فوق۔ تحت قدام۔ حلف وغیرہ یہ اسماء مذکورہ حرف کی تعریف میں اس لئے داخل نہیں ہوتے کہ ان کے معنیٰ مفہومات کلیہ مستقل بالمفہوم ملحوظ فی ذاتہا ہیں۔ ان کے متعلقات اجمالا اور بالطبع بغیر ذکر کے سمجھ میں آجاتے ہیں۔ لہٰذا یہ اسماء بلحاظ اپنے مفہومات کلیہ مستقلہ کے اسم کی تعریف میں داخل ہوئے اور اسم کی تعریف جامع مانع ہوئی۔ **لکن لما جرت العادة با استعمالها فی مفهو ماتها مضافة الی متعلقات مخصوصة لا نها الفر ض من وضعها الزم ذکرها لفهم هذه المخصوصیات لا لاجل منهم اصل المعنیٰ فهی دالة علی معینها معتبرة فی حد لانما لا فی غیر ها فهی داخلة فی حدالاسم لا فی الحروف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اسمائے لازم الاضافت کے معانی مفہومات کلیہ ہیں۔ پس ان کو مخصوص مخصوص متعلقات میں کیوں استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ ان کے مفہوم کلی کا لحاظ کرتے ہوئے عام متعلقات میں استعمال کرنا چاہئے۔ یعنی ان کے مضاف الیہ کو بھی عام کر دینا چاہئے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن عرب کی عادت اس طرح جاری ہے کہ ان اسماء کو مخصوص مخصوص متعلقات کی طرف مضاف کر کے مفہومات کلیہ میں استعمال کرتے ہیں۔ کیونکہ ان اسماء کے وضع کا یہی مقصد ہے کہ یہ متعلقات مخصوصہ کے معلوم کرنے کے لئے مضاف ہو کر استعمال میں آتے ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ ان کے اصلی معنیٰ کلیہ ان کے مخصوص متعلقات کے ذکر کرنے کے محتاج ہیں جس سے یہ غیر مستقل ثابت ہوں۔ پس یہ اسماء اپنے کلی معنوں پر باستقلال دلالت کرتے اور اپنے معنوں کے لحاظ سے مستقل بالمفہوم ہو کر اسم کی تعریف میں داخل ہو گئے۔ حرف کی تعریف میں داخل نہیں ہوئے۔ **لما کان الفعل و الا علی معنیٰ فی نفسه باعتبار معناه التضمنی** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف مانع نہیں ہے اس میں فعل داخل ہوتا ہے کیونکہ کلمہ کے نفس میں معنیٰ کے کائن ہونے کی چار صورتیں ہیں ایک یہ کہ کینونت باعتبار معنیٰ مطابقی فعل کے ہو۔ دوسرے یہ کہ باعتبار معنیٰ تضمنی کے ہو۔ تیسرے یہ کہ باعتبار معنیٰ التزامی کے ہو۔ چوتھے یہ کہ باعتبار مطلق معنیٰ کے ہو اور یہ سب صورتیں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ اسم کی تعریف سے فعل کائنٌ قید سے نکل چکا ہے۔ کیونکہ معنیٰ مطابقی اس کے کائن فی نفسہ ہیں۔ پس غیر مقترن کی قید سے فعل کو اسم کی تعریف سے نکالنا درست نہیں۔ کیونکہ تخریج مخرج ہے یعنی نکالے ہوئے کو پھر نکالنا۔ دوسرے اس لئے کہ اسم کی تعریف سے اسماء بسیط المعنیٰ جیسے الفاظ تقطے اور مصدر کے نکلتے ہیں کیونکہ ان کے معنیٰ تضمنی نہیں ہیں۔ تیسرے اس لئے کہ معنیٰ التزامی کی صورت میں التزام کا اخذ تعریف میں لازم آتا ہے اور تعریف میں التزام کا اخذ درست نہیں کیونکہ یہ فہم سے بعید ہوتا ہے چوتھے اس لئے درست نہیں کہ مطلق معنیٰ کی صورت میں وہی اعتراض وارد ہو گا جو مقید کی صورت میں واقع ہوتا ہے کیونکہ مطلق کا وجود مقید کی ضمن میں پایا جاتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعل کے مطلق معنیٰ مراد ہیں۔ لیکن وہ جو فعل اصطلاحی کے ضمن میں متحقق ہو یعنی معنیٰ تضمنی **اعنی الحدث و کان ذٰلک المعنیٰ مقترنًا مع احدا لازمنة الثلثة فی الفهم عن لفظ الفعل اجزجه بقو له** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنیٰ تضمنی فعل کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ نسبت زمانی ہو، دوسرے یہ کہ زمانہ ہو تیسرے یہ کہ معنیٰ مصدری ہو اور یہ تینوں درست ہیں نہیں کیونکہ نسبت میں کینونت نہیں پائی جاتی اور دوسری صورت میں اقتران زمان بالزمان لازم آئے گا اور تیسری صورت میں ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تضمنی معنیٰ سے مراد یہاں معنیٰ مصدری یعنی حدث فعل کے ہیں یعنی چونکہ وہ معنیٰ مصدری فعل کے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ کے ساتھ فعل کے لفظ سے سمجھ میں آ کر

مقترن ضرور ہوتے ہیں اس لحاظ سے کہ فعل کے معنیٰ اگرچہ مثل اسم کے معنیٰ کے کائن فی نفسہ ہیں لیکن عدم اقتران کی شرط سے فعل کو اسم کی تعریف سے خارج کردیا۔ لہٰذا اب اسم کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔

غیر مقترن باحد الازمنة الثلثة ای غیر مقترن مع احد الازمنة الثلثة فی الفهم عن لفظه الدال علیه فهو منقه بعد صفة للمعنیٰ فبا الصفة الاولیٰ خرج الحرف عن حد الاسم و بالثانیة الفعل اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باحد الازمنہ کا با بمعنیٰ مع کے ہے یعنی اسم کا لفظ جب اپنے معنیٰ پر دلالت کرے تو تین زمانوں میں سے کوئی زمانہ اس کے ساتھ نہیں پایا جائے گا اور نہ لفظ اسم سے سمجھ میں آئے گا۔ پس مقترن کا قول اسم کی تعریف میں جو معنیٰ کا لفظ آیا ہے یہ اس کی صفت بعد صفت ہے یعنی اول صفت اس کی کائنٌ فی نفسه اور دوسری صفت غیر مقترنٌ ہے اس تقدیر پر خلاصہ عبارت کا یہ ہے کہ اسم وہ کلمہ ہے جو اپنے اُس معنیٰ پر دلالت کرے جو کائن فی نفسہ ہو اور تین زمانوں میں سے کسی زمانے سے مقترن نہ ہو۔ صفت دل کی قید سے اسم کی تعریف سے حرف نکلا کیونکہ اس کے معنیٰ کائن فی نفسه نہیں ہوتے اور صفت ثانی کی قید سے اسم کی تعریف سے فعل نکلا۔ پس اسم کی تعریف خوب جامع مانع ہوئی۔

و المراد لعدم الاقتران ان یکون بحسب الوضع الاول فدخل فیه اسماء الافعال لان جمیعها امّا منقولة عن المصادر الاصلیة سواء کان النقل فیها صریحًا نحو روید فانه قد یستعمل مصدرًا ایضا او غیر صریح نحو هیهات فانه و ان لم یستعمل مصدرا لانه علی وزن قوقاة مصدر قوقی او من المصادر التی کانت فی الاصل اصواتا نحو صه او عن الظرف او الجار و المجرور نحو امامک زیدًا و علیک زیدًا فلیس بشیئ منها الدلالته علی حد الازمنة الثلثة بحسب الوضع الاول.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس سے اسمائے افعال نکلتے ہیں کیونکہ ان کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ اسماء اسماء نہ ہوں حالانکہ یہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عدم اقتران سے مراد یہ ہے کہ بحسب وضع اول ہو اور اس میں شک نہیں ہے کہ اسماء افعال کے معنیٰ بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن نہیں اگرچہ عارضی طور سے ان کے معنوں کا اقتران تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے استعمال میں پایا جاتا ہے۔ پس اس تقدیر سے اسم کی تعریف میں اسمائے افعال داخل ہوگئے اور اسم کی تعریف جامع ہوئی کیونکہ یہ اسماء افعال سب کے سب یا تو مصادر اصلیہ سے منقول ہیں۔ خواہ نقل ان میں صریحی ہو جیسے روید کہ یہ مصدریت میں بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے کلام مجید میں آیا ہے فمهل الکفرین امهلهم رویدًاO دیکھئے یہاں روید اسم فعل مصدری معنیٰ میں مستعمل ہوا ہے خواہ نقل ان میں غیر صریحی ہو جیسے هیهات کہ یہ مصدری معنیٰ میں مستعمل تو نہیں ہے لیکن یہ قوقات کے وزن پر ہے جو قوقی کا مصدر ہے یا یہ اسماء افعال ان مصدروں سے منقول ہیں جو اصل میں اصوات تھے جیسے کہ صہ یا اسماء ظرف اور جار مجرور سے منقول ہیں جیسے امامك زیدًا و علیك زیدًا پس یہ مصدر اور اصوات اور جار مجرور اور ظرف وغیرہ بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن نہیں اور نہ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ پر دلالت کرتے ہیں۔ **و خرج عنه الافعال المسلخة عن الزمان نحو عسی و کاد لاقتران معینها بحسب اصل الوضع.** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں افعال منسلخہ داخل ہوگئے اس لئے کہ افعال منسلخہ کے معنیٰ بھی تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن ہوتے ہیں تو چاہئے کہ یہ افعال اسماء ہوں حالانکہ یہ اسماء نہیں بلکہ افعال ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کی تعریف سے افعال منسلخہ جیسے عسیٰ و کاد خارج ہیں اور مراد اقتران سے وہ ہے جو بحسب وضع اول ہو اور اس میں شک نہیں کہ ان

افعال کے معنیٰ بحسب وضع اول زمانہ سے مقترن ہیں۔ اگر چہ استعمال کے عارض سے عدم اقتران ان کے استعمال میں پایا جاتا ہے۔ لہٰذا اسم کی تعریف مانع ہوئی **و خرج عنه المضارع ايضًا فانه على تقدير اشتراكه بين الحال و الاستقبال يدل زمانين معينين من الازمنة الثلثة فيدل على واحدٍ معين ايضا فى ضمنهما.** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس میں فعل مضارع داخل ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے معنیٰ تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ سے مقترن نہیں ہوتے بلکہ دو زمانے یعنی حال واستقبال سے مقترن ہوتے ہیں۔ لہٰذا چاہئے کہ مضارع بھی اسم ہو۔ حالانکہ یہ فعل ہے اسم نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کی تعریف سے جس طرح افعال منسلخہ نکل چکے ہیں اسی طرح فعل مضارع بھی نکلا کیونکہ یہ اس تقدیر پر کہ درمیان حال واستقبال کے مشترک ہے تین زمانوں میں سے دو معین زمانوں پر دلالت کرتا ہے۔ پس یہ ایک معین زمانہ پر بھی دلالت کرے گا جو کہ تین زمانوں کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ دو معین زمانوں پر دلالت کرنے سے ایک زمانہ پر بھی دلالت لازم آجاتی ہے۔ اس لئے کہ ایک دو کے ضمن میں پایا جاتا ہے لہٰذا فعل مضارع فعل کی تعریف میں داخل ہو کر اسم کی تعریف سے نکلا اور اسم کی تعریف میں مانع ہوئی **اذ لا يقدح فى الدلالته على احد معين الدلالته على ما سواه نعم يقدح فى ارادة المعين ارادة ما سواه و اين الدلالته من الارادة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مضارع درمیان حال و استقبال کے مشترک ہوا اور تین زمانوں میں سے دو معین زمانوں پر دلالت ثابت ہوئی تو اس سے لفظ مشترک عموم لازم ہوا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عموم مشترک ارادہ میں درست نہیں دلالت میں درست ہے اور یہاں پر یہ عموم دلالت میں ہے اور یہ درست ہے اس لئے کہ کسی معین زمانے پر دلالت کرنے میں برائی نہیں ہے کہ اس کے سواء پر بھی دلالت ہو جائے یعنی مضارع دو معین زمانوں پر دلالت کرے اور اس کے ساتھ ایک معین زمانہ پر بھی دلالت لازم آجائے تو یہ درست ہے ہاں بُرائی اس میں ہے کہ ایک معین زمانہ کا ارادہ ہو اور اس کے ساتھ ماسوا کا بھی ارادہ ہو۔ یہ البتہ درست نہیں۔ اس قسم کا عموم مشترک باطل ہے اور یہاں پر دلالت ایک معین زمانہ پر مقصود ہے ماسواء پر نہیں ہے۔ پس مضارع کے عموم کی یہی صورت جائز ہے جو بتلائی گئی۔

و لما فرغ من بيان حد الاسم اراده ان يذكر بعض خواصه ليفيد زيادة معرفته به فقال اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ نحوی کا مقصد کلمہ اور کلام کے حال کا بیان کرنا ہے اور کلمہ اور کلام کی تعریف جو مقدم ذکر کی تھی وہ اس لئے کہ وہ مقصود کا موقوف علیہ تھا۔ لیکن اسم کے خواص کے بیان کرنے میں اشتغال رکھنا جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اشتغال بما لا یعنی یعنی یہ نہ نحوی کا مقصد ہے اور نہ نحوی کے مقصد کا موقوف علیہ ہے۔

پس خواص بیان کرنے میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا شروع کرنا اور کلمہ اور کلام کے احوال کو چھوڑ دینا ایک بیکار سی بات ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کے دو وجود ہیں، ایک وجود ذہنی دوسرے وجود خارجی۔ اول وجود کلمہ اور کلام کی تعریف سے معلوم ہوا، دوسرے بیان خواص سے معلوم ہوگا۔ اس لئے جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی تعریف سے فارغ ہو گئے تو اب اسم کے بعض خواص کو بھی بیان کرنا چاہتے ہیں تا کہ اس سے ثانی وجود کی معلومیت حاصل ہو جائے۔ اس لئے من خواصہ کہہ دیا **و من خواصه منها بصيغة جمع الكثرة على كثرتها** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کے خواص یہاں پر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف پانچ ذکر کئے ہیں اور خواص کا صیغہ جمع کثرت کا صیغہ ہے جس کا اطلاق دس سے زیادہ پر ہوتا ہے لہٰذا مصنف کا یہ صیغہ یہاں ذکر کرنا درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو صیغہ جمع کثرت کا ذکر کیا ہے اس سے اس بات پر تنبیہ کرنی مقصود ہے کہ خواص اسم کے واقع میں بہت ہیں۔ مگر یہاں پر بعض مشہور مشہور خواص کو ذکر کیا ہے۔ **و بمن التبعيضية على ان ما**

ذکرہ بعض منها. اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ماتن ہیں اور ماتن کا طریقہ ہے کہ متن لکھنے میں اختصار مد نظر رکھتے ہیں۔ پس مناسب یہ تھا کہ من کو چھوڑ کر خالی وخواصہ دخول اللام لکھتے تا کہ اختصار حاصل ہوتا۔ اس کا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ من تبعیضیہ اس لئے بڑھا کر لکھا ہے کہ اس سے اس بات پر تنبیہ ہو جائے کہ اسم کے خواص واقع میں بہت ہیں۔ مگر یہاں بعض ذکر کئے ہیں و هي جمع خاصته و خاصة الشيء ما يختص به و لا يوجد في غيره اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد خاصہ کی تحقیق ہے یعنی خواص جمع خاصہ کی ہے اور خاصہ کے معنی یہ ہیں کہ شے کے ساتھ کسی چیز کی خصوصیت ہو جو اس شے کے سوا میں نہ پائی جاتی ہو۔ و هي اما شاملة لجميع الافراد ما هي خاصة له كالكاتب بالقوة للانسان او غير شاملة كالكاتب بالفعل له. اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح اس طرح ہے کہ اس کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ لام کا دخول بھی اسم کے خواص میں سے ہے کیونکہ اسم کے بہت سے افراد پر لام کا داخل ہونا منع ہے جیسے اسمائے اشارات اور موصولات اور مضمرات وغیرہ ان سب پر لام کا داخل ہونا منع ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خاصہ کی دو قسمیں ہیں ایک شاملہ دوسرے غیر شاملہ، شاملہ یہ ہے کہ بہ نسبت تمام افراد شے کے ہو جیسے انسان کے کاتب بالقوہ ہونا یعنی انسان کی کتابت کی قوت سب افراد کو شامل ہے۔ یعنی انسان کے ہر فرد میں لکھنے کی قوت موجود ہے یہ خاصہ شاملہ ہوا، اور غیر شاملہ یہ ہے کہ بہ نسبت بعض افراد کے ہو جیسے انسان کا کاتب بالفعل ہونا کہ انسان کے عام افراد کو شامل نہیں بلکہ بعض افراد کو یہ خاصہ غیر شاملہ ہے اور یہاں پر خاصہ سے مراد مطلق خاصہ ہے خواہ وہ شاملہ ہو یا غیر شاملہ فمن خواص الاسم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا صرف یہ مقصد ہے کہ دخول اللام مبتداء مؤخر اور من خواصہ اس کی خبر مقدم ہے یعنی اسم کے خواصوں میں سے ایک خاصہ دخول لام ہے اور اسم کے خاصہ کی دو قسمیں ہیں، ایک لفظی دوسری معنوی۔ لفظی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا محل ورود اس کا اسم کا اول ہوگا یا آخر، اگر اول ہو تو یہ لام ہے کہ لام اسم کے اول میں داخل ہوتا ہے اور اگر محل ورود اس کا اسم کا آخر ہو تو یہ نفس حرکت ہوگی یا حرکت کا تابع ہوگا۔ اول جر ہے اور ثانی تنوین کہ یہ دونوں اسم کے آخر میں آتے ہیں اور خاصہ معنوی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں۔ ایک یہ کہ مرکب تام کے ضمن میں پایا جاوے۔ دوسرے یہ کہ مرکب غیر تام کے ضمن میں موجود ہو۔ اول اسناد ہے اور ثانی اضافت ہے یعنی اسم کے مجموع خواص یہ ہوئے:......

دُخُولُ اللّامِ

ای لام التعریف. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کے خواص میں سے دخول لام کا ہونا مسلم نہیں۔ اس لئے کہ لام جس طرح اسم میں پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے لیضرب میں لام امر اور لاضربن میں لام تاکید دیکھئے یہاں لام فعل میں پایا گیا۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ لام کا داخل ہونا اسم کے خواص میں سے ہے غلط ثابت ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام سے مراد لام تعریف ہے نہ لام امر و ابتداء اور لام تعریف کا داخل ہونا اسم کا خاصہ ہے۔ پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ دخول لام اسم کا خاصہ ہے صحیح ہوا۔ و لو قال دخول حرف التعريف لكان شاملا للميم في المثل قوله عليه السلام من امبرا مصيام في امسفر یہ ایک سوال ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح لام تعریف کے لئے آتا ہے اسی طرح میم بھی تعریف کے لئے مستعمل ہوتا ہے لہٰذا حرف التعریف لکھنا چاہئے تھا تا کہ میم کو بھی شامل ہو جاتا جیسے کہ اوپر حدیث میں میم تعریف کے لئے آیا ہے لكنه لم يتعرض له لعدم شهرته اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح ہو چکی ہے جواب کی تشریح یہ ہے کہ حرف التعریف نہیں لکھا اور میم کو تعریف میں شامل نہیں کیا۔ اس لئے کہ میم کا تعریف کے لئے مستعمل ہونا مشہور نہیں ہے

بخلاف لام کے **وفی اختیاره اللام اشارة الی ان المختار عنده ما ذهب الیه سیبویه من أن اداة التعریف هی اللام وحدها زیدت علیها همزة الوصل التعذر الابتداء بالساکن اما الخلیل فقد ذهب الی انها اَلْ کهل و المبرّد الی انها الهمزة المفتوحة وحدها زیدت اللام للفرق بینها و بین همزة الاستفهام.** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مقصود جس طرح مصنف کے قول دخول اللام سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح دخول حرف التعریف سے بھی حاصل ہوتا ہے۔ پس مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دخول حرف التعریف کو چھوڑ کر دخول اللام کو کیوں اختیار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس مقام پر نحات کے تین مذہب ہیں۔ ایک مذہب سیبویہ کا دوسرا خلیل کا تیسرا مبرد کا۔ پس لام کے اختیار کرنے میں اور حرف التعریف چھوڑنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مختار وہ ہی ہے جو سیبویہ کا مذہب ہے وہ یہ کہ حرف تعریف تنہا لام ہی ہے ہمزہ وصل اس کے اوپر اس لئے بڑھایا جاتا ہے کہ ابتداء بساکن عربی محاورہ میں متعذر ہے اور خلیل کے مذہب میں حروف تعریف لام اور ہمزہ وصل دونوں ہیں یعنی ال جیسے ہل اور مبرد کے مذہب میں حرف تعریف صرف ہمزہ وصل مفتوحہ ہی ہے اور لام اس کے ساتھ اس لئے بڑھایا جاتا ہے کہ درمیان ہمزہ تعریف اور ہمزہ استفہام کے فرق حاصل ہو **و انما اختص دخول حرف التعریف بالاسم لانه لتعین معنیً مستقل بالمفهومیة یدل علیه اللفظ مطابقة و الحرف لا یدل علی المعنیٰ المستقبل و الفعل علیه تضمنًا لا مطابقة و هذه الخاصة لیست شاملة بجمیع افراد الاسم فان حرف التعریف لا یدخل الضمائر و اسماء الاشارة وغیرها کالموصولات و کذالک سائر الخواص الخمس المذکورة ههنا.** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلمہ اسم فعل حرف تینوں کو شامل ہے اور یہ تینوں کلمے کے اقسام ہیں۔ پس ایک قسم اسم کو دخول حرف تعریف کے لئے کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کو دخول حرف تعریف کے لئے اس لئے خاص کیا کہ حرف تعریف کے داخل ہونے سے معنیٰ مستقل بالمفہوم معلوم ہوتے ہیں جس پر لفظ مطابقتًا دلالت کرے اور حرف معنیٰ مستقل پر دلالت نہیں کرتا اور فعل معنیٰ مستقل پر دلالت تو کرتا ہے مگر تضمنًا مطابقتًا نہیں کرتا اور حرف تعریف کے داخل ہونے سے مقصد یہ ہے کہ معنیٰ پر مطابقتًا دلالت حاصل ہو۔ اس لئے اسم کو حرف تعریف کے داخل ہونے کے لئے خاص کیا بخلاف فعل حرف کے اور یہ خاصے جو یہاں پر مذکور ہیں۔ اسم کے تمام افراد کے لئے شامل نہیں۔ یعنی یہ خاصے غیر شاملہ ہیں کیونکہ حرف تعریف ضمائر اور اسمائے اشارات وغیرہ پر جیسے موصولات ہیں داخل نہیں ہوتا اور اسی طرح باقی خواص خمسہ مذکور ہیں۔ **و منها دخول الجر** اس عبارت میں منہا دخول بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد وہی ہے جو مذکور ہو چکا ہے یعنی یہ دخول اللام پر عطف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اسم کے خواصوں میں سے ایک خاصہ دخول جر ہے۔ **و انما اختص دخول الجر بالاسم لانه اثر حرف الجر فی المجرور به لفظًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جر کا دخول اسم پر اس لئے ہے کہ جر حرف جر کا اثر مجرور بہ میں ہوتا ہے خواہ وہ لفظی ہو جیسے بزید میں جر با کا اثر ہے۔ اگر یہ جر مجرور کے ساتھ خاص نہ کیا جائے تو اس سے اثر کا وجود بغیر مؤثر کے وجود کے لازم آئے گا اور یہ درست نہیں ہے کیونکہ اثر کا وجود بغیر مؤثر کے نہیں ہوتا۔

وفی المجرور به تقدیرًا کما فی الاضافة المعنویة و دخول حرف الجر لفظًا او تقدیرًا یختص بالاسم لانه موضوع لا فضاء معنیٰ الفعل الی الاسم فینبغی ان یدخل الاسم لیفضی معنیٰ الفعل الیه. اس عبارت میں تقدیرًا بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ دلیل مدعا کے مطابق نہیں ہے کیونکہ مدعا تو یہ ہے کہ مطلق جر اسم کے خواص میں سے ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دلیل اس پر قائم کی ہے کہ وہ جر اسم کا خاصہ ہے جو حرف جر کا اثر ہوتا ہے تو اس سے وہ جر نکلا جو حرف کا اثر نہیں ہوتا۔ جیسے اضافت لفظی میں مضاف الیہ کا جر۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا

جواب دیا کہ حرف جر عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے بزید میں یا خواہ تقدیری ہو جیسے غلام زید میں لام مقدر اور اسمیں اضافت معنوی ہے اور حرف جر لفظی یا تقدیری کا داخل ہونا اسم کے ساتھ خاص ہے کیونکہ حرف جر فعل کے معنٰی اسم کی طرف پہنچانے کے لئے موضوع ہے۔ پس مناسب ہے کہ اسم ہی پر داخل ہوتا کہ فعل کے معنٰی اسم کی طرف پہنچائے۔ **و اما الاضافة اللفظية فرع للمعنوية ينبغى ان لا يخالف الاصل بان يختص بما يخالف ما يختص به الاصل اعنى الفعل او يزيد عليه بان يعم الاسم و الفعل.** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اضافت معنوی اسم کا خاصہ ہے اسی طرح اضافت لفظی بھی اسم کا خاصہ ہے اس لئے کہ اضافت لفظی اضافت معنوی کی فرع ہے۔ پس یہ مناسب ہے کہ یہ فرع اپنے اصل کے مخالف نہ ہو یعنی ایسا نہ ہونا چاہئے کہ اضافت معنوی جو اضافت لفظی کا اصل ہے۔ اسم کے ساتھ خاص ہو اور اضافت لفظی جو اضافت معنوی کی فرع ہے یہ فعل کے ساتھ خاص ہو جائے یا یہ فرع اپنی اصل پر بڑھ جائے۔ اس طرح کہ اضافت معنوی صرف اسم کے ساتھ خاص ہو اور یہ اضافت لفظی اسم و فعل دونوں کے ساتھ خاص ہو جائے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اضافت معنوی اور اضافت لفظی دونوں اسم کے خواص میں سے ہیں۔ **و منها دخول التنوينُ** اس عبارت میں بھی منہا دخول کے بڑھانے کی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **باقسامه الاتنوين الترنم و سيجئ فى اخر الكتاب ان شاء الله تعالٰى تعريفه و بيان اقسامه على وجه يظهر جهته اختصاص ما عد التنوين الترنم به و جهة عدم اختصاص تنوين الترنم به.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اسم کے خواص میں سے تیسرا خاصہ تنوین ہے سوائے تنوین ترنم کے سب تنوین اسم کے خواص ہیں۔ اس لئے کہ سوائے تنوین ترنم کے باقی سب تنوینوں کے معانی اسم کے ساتھ خاص ہیں اور اس کتاب کے آخیر میں سب تنوینوں کی تعریف اور اقسام ایسے طریقہ سے بیان کی جائیں گی کہ جس سے سوائے تنوین ترنم کے ہر ایک تنوین کی اسم کے ساتھ خصوصیت کی وجہ اور تنوین ترنم کے عدم خصوصیت کی وجہ بھی معلوم ہو جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ **و منها الاسنادُ الَيهِ** اس عبارت میں بھی منہا بڑھانے کی وجہ وہی ہے جو اوپر مذکور ہو چکی ہے یعنی اسم کے خاصوں میں سے چوتھا خاصہ اسم کی طرف اسناد کا ہوتا ہے **هُوَ بالرفع عطف على الدخول لا على مدخوله لان المتبادر من الدخول الذكر فى الاول او اللحوق بالأخر و كلاهما منتفيان فى الاسناد و كذا فى الاضافت** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد فرمایا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول والاسناد دخول کے مدخول پر یعنی لام پر عطف ہو کر مجرور ہے ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگر دخول پر یہ عطف کیا جائے تو اس سے درمیان معطوف علیہ کے فصل لازم آئے گی اور یہ درست نہیں اس لئے کہ اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے کہ اسم کے خاصوں میں سے ایک خاصہ دخول اسناد ہے اور یہ معنٰی درست نہیں۔ اس لئے کہ دخول ذکر شے کا ہے شے کے اول میں یا لحوق شے کا ہے شے کے آخر میں یہ دخول کے معنٰی ہوئے اور اسناد درمیان مسند اور مسند الیہ کے ایک نسبت کا نام ہے جو نہ شے کے اول میں ذکر کے قابل اور نہ شے کے آخر میں لحوق کے قابل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ والاسناد کا قول مرفوع ہے اور دخول پر عطف ہے اور اس کے مدخول یعنی لام پر عطف نہیں ہے اور درمیان معطوف اور معطوف الیہ کے فصل اجنبی سے ممتنع ہوتی ہے اور مضاف مضاف الیہ مضاف سے اجنبی نہیں ہے۔ بلکہ اس کے اتمام کے لئے ہے یعنی مضاف کا مقصد جب ہی تمام ہوگا جب اس کے ساتھ مضاف الیہ مذکور ہوگا اور لام پر اس لئے معطوف نہیں ہے کہ دخول کے معنٰی یہ ہیں کہ شے کو کسی شے کے اول میں ذکر کیا جائے جیسے الف لام تعریف کا یا شے کے اخیر میں ملحق کر دیا جائے جیسے مررت بزید میں جر اور یہ دونوں باتیں اسناد میں نہیں پائی جاتیں اور اسی طرح اضافت بھی ایک نسبت کا نام ہے جو قابل ذکر اور لحوق کے نہیں ہے۔ **و المراد به كون الشئ مسند اليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مقدر سوالوں کا جواب دیا ہے اول سوال کی تشریح یہ ہے کہ اسناد درمیان مسند مسند الیہ کے ایک نسبت کا نام ہے جب اسناد اسم کا خاصہ ٹھہرا تو چاہئے کہ مسند مسند الیہ بھی اسم کے خواص میں سے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مسند کبھی فعل بھی ہوتا ہے اور دوسرے سوال کی تشریح یہ

ہے کہ مسند الیہ ذات ہوتا ہے اور خواص اسم کے اعراض ہیں پس حمل صحیح نہ ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد اسناد سے مسند الیہ ہے اور مسند الیہ سے مراد شے کا مسند الیہ ہونا ہے اور شے کا مسند الیہ ہونا اسم کے خواص میں سے ہے۔ **و انما اختص ھذا المعنی بالاسم لان الفعل قد وضع لان یکون ابدا مسندا فقط فلو فعل مسند فقط فلو فعل مسند الیہ یلزم خلاف وضعہ** اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے کیونکہ یہ استقلال پر دلالت کرتا ہے اور اسم مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اور فعل مستقل ہے لیکن اس کی وضع ہمیشہ مسند ہونے کے لئے ہے اگر فعل کو بھی مسند الیہ بنایا جائے تو یہ اس کی وضع کے خلاف ہوگا۔ پس اس سے ثابت ہوا کہ مسند الیہ ہونا اسم کا خاصہ ہے۔

و منها الاضافة اس عبارت میں منہا بڑھانے کی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔ **ای کون الشیء مضافا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مقدر سوالوں کا جواب دیا ہے اول سوال یہ ہے کہ اضافت درمیان مضاف مضاف الیہ کے ایک نسبت غیر تامہ کا نام ہے۔ جب اضافت اسم کا خاصہ ٹھہرا تو چاہئے کہ مضاف مضاف الیہ بھی اسم کے خواص میں سے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ مضاف الیہ کبھی فعل بھی ہوتا ہے جیسے یوم ینفع الصادقین میں دیکھئے یہاں یوم مضاف اور ینفع مضاف الیہ واقع ہوا ہے حالانکہ یہ فعل ہے دوسرے سوال کی تشریح یہ ہے کہ مضاف ذات ہوتا ہے اور خواص اعراض ہیں۔ لہٰذا حمل صحیح نہ ہوگا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں سوالوں کا جواب دیا کہ اضافت سے مراد مضاف ہے اور مضاف سے مراد شے کا مضاف ہونا ہے **بتقدیر حرف الجر لا یذکرہ لفظا** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ شے مضاف ہونا جو اسم کے خواص میں سے ٹھہرا گیا ہے وہ مسلم نہیں ہے کیونکہ خواص کے معنٰی یہ ہیں کہ کسی شے میں پایا جائے اور اسم کا مضاف ہونا جیسا اسم میں پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مررت بزید میں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ مضاف اسم کے خاصوں میں سے ہے۔ جس میں حرف جر ہو نہ مذکور اور اوپر کی مثال میں حرف جر مذکور ہے **و وجہ اختصاصها بالاسم اختصاص لوازمها من التعريف و التخصيص و التخفيف به.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ اضافت اسم کا خاصہ اس لئے ہے کہ اضافت کے لوازم اسم کے ساتھ مختص ہیں اور وہ لوازم تعریف وتخصیص وتخفیف ہیں یعنی اضافت سے اسم کا معرفہ ہونا اسم کے اندر یا تخصیص ہونا لازم آتا ہے اور یہ اسم کا خاصہ ہے تو جس طرح لوازم خاصہ ہیں۔ اسی طرح ملزوم بھی **و انما فسرنا الاضافة بكون الشيء مضافا لان الفعل او الجملة قد يقع مضافا اليه كما في يوم ينفع الصادقين صدقهم** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اضافت سے مضاف اس لئے مراد لیا ہے کہ فعل اور جملہ بھی کبھی مضاف الیہ واقع ہوتے ہیں جیسے یوم ینفع الصادقین صدقهم میں **و قد يقال هذا بتاويل المصدر اى يوم ينفع الصادقين** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دینا چاہتے ہیں کہ یہ بھی جواب میں کہا جا سکتا ہے کہ یوم ینفع الصادقین میں ینفع بتاویل مصدر ہے یعنی یوم ینفع الصادقین **فالاضافة بتقدير حرف الجر مطلقا يختص بالاسم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ تصریح کی ہے کہ وہ اضافت جس میں حرف جر تقدیری ہو وہ مطلقاً اسم کا خاصہ ہے۔ **و انما قيدناه بقولنا بتقدير حرف الجر لئلا ينتقض لقولنا مررت بزيد فان مررت مضاف الى زيد بواسطة حرف الجر لفظًا** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتقدیر حرف الجر بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا۔ اب اس عبارت میں اس کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ ہم نے بتقدیر حرف جر اس لئے بڑھایا ہے تا کہ مررت بزید سے اعتراض پیدا نہ ہے کیونکہ اس ترکیب میں مررت زید کی طرف مضاف ہے لیکن وہ حرف جر لفظی کے واسطے سے ہے نہ حرف جر تقدیری سے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کے خواص بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب اسم کی تقسیم شروع کی۔

و ھو ای الاسم قسمان اس میں قسمان کے لفظ بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا

چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ترکیب میں ہو کا لفظ مبتداء ہے اور معرب ومبنی اس کی خبر ہے اس میں مبتداء اور خبر کے درمیان مطابقت نہیں ہوتی کیونکہ مبتداء مفرد ہے اور خبر تثنیہ۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مبتداء کی خبر قسمان کا لفظ مقدر ہے اور معرب ومبنی ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی احدہما معرب **و ثانیهما مبنی و معرب لانه لا یخلو اما ان یکون مرکبا مع غیره اولا و الاول اما ان یشبه مبنی الاصل اولا و هذا اعنی المرکب الذی لم یشبه مبنی الاصل هو المعرب و ماعداه اعنی غیر المرکب و المرکب الذی یشبه مبنی الاصل مبنی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی دو قسموں میں منحصر کر دینے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ اسم ان دو قسموں سے باہر نہیں ہے یعنی یا مبنی ہوگا یا معرب اس لئے کہ یہ غیر کے ساتھ مرکب ہوگا یا نہیں اگر مرکب ہو تو دو حالتوں سے خالی نہیں یا مبنی اصل کے ساتھ مشابہ ہوگا یا نہیں، اگر مرکب غیر کے ساتھ ہو اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہ ہو تو یہ قسم معرب کی ہے اور اس کے سوا یعنی غیر مرکب اور وہ مرکب جو مشابہ مبنی اصل کے ساتھ ہو تو یہ قسم مبنی کی ہے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اب معرب کی تعریف شروع کی اور کہا:

فالمعرب:......

الذی هو قسم من الاسم.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کی تقسیم معرب اور مبنی کی طرف صحیح نہیں کیونکہ شے کی قسم اخص ہوتی ہے مقسم اور یہاں معرب ومبنی جو اقسام ہیں اسم کے عام ہو گئے اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ المعرب میں الف لام عہدی ہے اس سے اشارہ اسم معرب کی طرف ہے اور اسم معرب مطلق اسم سے خاص ہے تو اب اس تقدیر پر مقسم مطلق اسم عام ٹھہرا اور اسم معرب اور اسم مبنی اس کے اقسام خاص ہو گئے۔ **المرکب ای الاسم** اس لفظ کے بڑھانے سے مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس سے ضرب زید کا فعل ---ہوں کیونکہ وہ بھی غیر کے ساتھ مرکب ہے اور مبنی اصل کے ساتھ مشابہ نہیں بلکہ عین مبنی اصل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مرکب سے مراد اسم مرکب ہے اور اس ترکیب میں فعل مرکب مع الغیر ہے لہٰذا یہ اسم کی تعریف میں داخل نہیں ہوا اور اسم کی تعریف مانع ثابت ہوئی **الذی مرکب مع غیره** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح اس طرح ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں ہے۔ اس سے مبتداء وخبر نکلے۔ کیونکہ ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جو عامل کے ساتھ ہو اور مبتداء وخبر عامل کے ساتھ مرکب نہیں ان کا عامل معنوی ہوتا ہے اور لفظی کی ترکیب معنوی کے ساتھ محال ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جو غیر کے ساتھ ہو خواہ اس کے ساتھ عامل ہو یا نہ ہو اور مبتداء وخبر ہر ایک غیر کے ساتھ مرکب ہے، یعنی مبتداء خبر کے ساتھ اور خبر مبتداء کے ساتھ مرکب ہے۔ لہٰذا تعریف جامع ہوئی۔

فائدہ:......

جاننا چاہئے کہ مرکب کے دو معنی ہیں۔ ایک مرکب بمعنی مضموم مع غیر دوسرے مرکب بمعنی مجموع مضموین یہاں مرکب سے مراد مرکب بمعنی اول ہے نہ ثانی۔ **ترکیبا یتحقق معه عامله فیدخل فیه زید و قائم و هؤلاء فی قولک زید قائم هؤلاء بخلاف ما لیس بمرکب اصلا من الاسماء المعدودة نحو الف با، تا زید عمر بکر و بخلاف ما هو مرکب مع غیر لکن لا ترکیبا یتحقق معه عامله کغلام فی غلام زید فان جمیع ذلک من قبیل لامبینات عند المصنف.** اس

میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں اس میں غلام زید کی ترکیب کا غلام داخل ہوگیا کیونکہ یہ بھی معہ غیر مرکب ہے اور مبنی اصل شے سے مشابہ نہیں ہے حالانکہ یہ مبنی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ترکیب سے مرادوہ ترکیب ہے جس میں عامل کا بھی تحقق ہو اور ترکیب مذکورہ میں عامل کا تحقق نہیں لہٰذا تعریف معرب کی مانع ہوئی اور اس میں زید قائم و ہؤلاء جوزید قائم و قال ہؤلاء میں ہے داخل ہو گئے بخلاف ان اسمائے معدودہ کے جو مرکب بالکل نہ ہوں جیسے الف، با، تا زید عمر بکر اور بخلاف ان کے جو مرکب مع غیر ہو لیکن اس کی ترکیب میں تحقق عامل کا نہ ہو جیسے غلام زید میں غلام کہ یہ سب کے سب مشابہت سے عدم مناسبت اس لئے مراد لی ہے کہ اس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں اس لئے کہ اس میں ہذا زیدٌ کا زید داخل ہوا کیونکہ یہ بھی مرکب مع غیر ہے اور مشابہ مبنی اصل سے نہیں بلکہ یہ اس کا مناسب ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عدم مشابہت سے مراد عدم مناسبت ہے لہٰذا ہذا زید کا زید معرب کی تعریف میں داخل نہیں ہوا اور معرب کی تعریف مانع ثابت ہوئی **مناسبة مؤثرة فی منع الاعراب** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے غیر منصرف نکلتا ہے کیونکہ وہ فعل سے مشابہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مناسبت سے مراد وہ مناسبت ہے جو اعراب کے منع کرنے کا اثر کرے لہٰذا تعریف معرب کی جامع ہوئی اور غیر منصرف اس میں داخل ہوا۔

مبنی الاصل:......

ای المبنی الذی هو الاصل فی البناء

اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اسم فاعل نکلتا ہے اس لئے کہ وہ مبنی اصل یعنی مضارع سے مشابہ ہے اور اسم فاعل کا مضارع سے مشابہ ہونا یہ ہے کہ جتنے حروف مضارع کے ہیں اتنے ہی اس کے ہیں اور یہ اسم فاعل مضارع کے مقام میں استعمال بھی ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبنی اصل سے مراد وہ ہے جو بنا میں اصل ہو نہ وہ جس کی بناء اصل ہو اور مضارع مبنی الاصل بمعنی ثانی ہے نہ بمعنی اول **فالاضافة بیانیة** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب ارشاد کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مبنی اصل سے مراد یہ ہے جو بناء میں اصل ہو تو اس صورت میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت حاصل نہیں اور حالانکہ ان کے درمیان میں مغائرت ضروری ہوتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبنی کی اضافت اصل کی طرف بیانیہ ہے اور اضافت بیانی میں درمیان مضاف مضاف الیہ کے مغائرت نہیں ہوتی **هو الماضی و الامر بغیر اللام و الحروف** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مبنی اصل تین چیزوں سے مشابہ نہ ہوگا وہ معرب ہوگا اور جو ان سے مشابہ ہوگا وہ مبنی ہوگا۔ **و بهذا القید خرج مثل هؤلاء فی مثل قام هؤلاء لکونه مشابها لمبنی الاصل کما سیجئ فی بابه ان شاء اللّٰه تعالٰی.** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ متن کافیہ میں لم یشبہ مبنی اصل کی قید احترازی ہے یعنی اس قید سے قام ہؤلاء معرب کی تعریف سے نکلا کیونکہ یہ ہؤلاء مبنی اصل سے مشابہ ہے جیسے اپنے مقام پر اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آئے گی۔ **اعلم ان صاحب الکشاف جعل الاسماء المعدودة العاریة من المشابهة المذکورة معربة و لیس النزاع فی المعرب الذی هو اسم مفعول من قولک اعربت فان ذلک لا یحصل الا باجراء الاعراب علی اخر الکلمة بعد الترکیب بل فی المعرب اصطلاحا فاعتبر العلامة مجرد الصلاحیة لاستحقاق الاعراب بعد الترکیب و هو الظاهر من کلام الامام عبد القاهر و**

اعتبر المصنف مع الصلاحية حصول الاستحقاق بالفعل و لهذا اخذ التركيب فی تعريف و اما و جواز الاعراب بالفعل و كون الاسم معربا فلم يعتبره احد و لذالک يقام لم تعرب الكلمة و هی معربة اسمائے معدودہ کے متعلق جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں صاحب کافیہ یعنی علامہ زمخشری اور امام عبدالقاہر اور شیخ ابن حاجب کا اس بات میں نزاع ہے کہ آیا یہ معرب ہیں یا بنی اگر معرب ہیں تو کس اعتبار سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس مقام پر اس نزاع کی تحقیق فرما کر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ صاحب کشاف نے اسمائے معدودہ مذکورہ جو مشابہت سے خالی ہوں معرب بنائے ہیں اور جھگڑا اس معرب میں نہیں جو مفعول ہو یعنی لغوی معرب میں جھگڑا نہیں ہے یعنی وہ معرب جس کے معنی اعراب دیئے ہوئے کے ہیں کیونکہ یہ لغوی معرب جب ہی حاصل ہوگا کہ اس کو مرکب کرکے بعد ترکیب کے کلمہ کے آخر پر اعراب کو جاری کردیا جائے بلکہ جھگڑا معرب اصطلاحی میں ہے اور معرب اصطلاحی وہ ہی ہے جو مشابہ مبنی اصل نہ ہو پس علامہ زمخشری نے ترکیب کے بعد میں جو اعراب کا استحقاق رکھے وہی معرب ہے تو اسمائے معدودہ مذکورہ سب مستحق اعراب کے ہیں لہٰذا وہ ان کے نزدیک معرب ہوئے اور یہ ہی امام عبدالقاہر کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے یعنی امام عبدالقاہر کا بھی یہی خیال ہے کہ اسمائے معدودہ مذکورہ معرب ہیں اور شیخ ابن حاجب نے استحقاق اعراب کا حصول بالفعل صلاحیت کے ساتھ معتبر کیا ہے یعنی ان کے نزدیک معرب وہ ہے جو بالفعل استحقاق اور صلاحیت اعراب کا رکھے اور اسی وجہ سے معرب کی تعریف میں ترکیب کو بھی لحاظ رکھا ہے اور اعراب بالفعل کے وجود اور اسم کے معرب ہونے کو بالفعل کسی نے معتبر نہیں کیا اور اسی وجہ سے محاورہ عرب میں بولا جاتا ہے کہ یہ کلمہ معرب نہیں حالانکہ وہ معرب ہوتا ہے لہٰذا شیخ ابن حاجب کے نزدیک اسماء معدودہ مذکورہ مبنی ثابت ہوئے کیونکہ یہ اسماء بغیر ترکیب دیئے۔ سب مبنی ہیں معرب جب ہی ہوں گے۔ جب غیر سے مرکب ہو جائیں گے۔ **و انما عدل المصنف عما هو المشهور عند الجمهور من ان المعرب ما اختلف آخره باختلاف العوامل لان الفرض من تدوين علم النحو ان يعرف به احوال او آخر الكلمة فی التركيب من لم يتبع لغة العرب و لم يعرف احكمها بالسماع منهم فان العارف باحكامها كذالک مستغن عن النحو و لا فائدة له معتدا بها فی معرفة اصطلاحاتهم فالمقصود من لامعرفة المعرب مثلا ان يعرف انه مما يختلف آخره فی كلامهم ليجعل آخره مختلفا فيطابق كلامهم فمعرفة متقدمة علی معرفته انه مما يختلف اخره فلو كان معرفته المتقدمته بمعرفته هذا الاختلاف و تعريفه به وجب ان يعرف اولا بانه مما يختلف آخره بغير ما عرفه به الجمهور و يجعل ما عرفوه به منه جملة احكامه كما فعله المصنف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرب کی تعریف میں جمہور کی مخالفت کیوں کی کہ وہ معرب کی تعریف اس طرح کرتے ہیں کہ معرب وہ اسم ہے جس کا آخر بسبب اختلاف عوامل کے مختلف ہوتا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے خلاف معرب کی تعریف اس طرح کی ہے کہ معرب وہ مرکب اسم ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور کے مشہور تعریف کے خلاف معرب کی تعریف اس لئے کی ہے کہ علم نحو کے جمع کرنے سے غرض یہ ہے کہ جو شخص عرب کی لغت سے واقف نہ ہو اور نہ عرب سے لغت کے احکام سنے ہوں وہ اس علم کی وجہ سے کلمات ثلاثہ کے آخر حرکات کو معلوم کرلے اس لئے کہ جو شخص عرب کے لغت سے واقف ہو یا عرب سے لغت کے احکام سنے ہوں اس کو علم نحو کے جمع کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ اس کو عرب کے اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی فائدہ معتد بہا ہے پس مقصود معرب کے پہچاننے سے یہ ہے کہ مثلاً معرب کی تعریف اس طرح کی جائے کہ معرب وہ اسم ہے جس کا آخر کلام عرب میں مختلف ہوتا کہ اس کے آخر کو مختلف کردیا جائے اور عرب کے کلام کے مطابق کیا جائے یعنی جس طرح عرب کے کلام میں اس کا آخر مختلف ہوتا ہے اسی طرح نحوی بھی اپنے کلام میں اس کے آخر کو اختلاف عوامل سے مختلف کردے۔ پس معرب کا پہچاننا اس پر

مقدم ہوگا کہ معرب وہ ہے جس کا آخر مختلف ہوتا ہو یعنی اختلاف آخر کے پہچاننے سے معرب کا پہچاننا مقدم ہے اگر معرب کا پہچاننا اختلاف آخر کے پہچاننے سے اور اس کی تعریف سے حاصل ہو تو اس تقدیر پر ضروری ہے کہ معرب کی تعریف اول اس طرح کی جائے کہ معرب وہ اسم ہے کہ جس کا آخر مختلف ہوتا ہو تو اس سے شے کا تقدم اپنے نفس پر لازم آئے گا۔ کیونکہ جب یہ کہہ دیا کہ قام زید میں زید کا آخر اختلاف عوامل سے مختلف ہوتا ہے تو اس صورت میں صغریٰ عین نتیجہ ہوا اور حالانکہ صغریٰ مقدم ہوتا اور نتیجہ مؤخر ہوتا ہے تو اس سے تقدم شے علی نفسہ جس کو دور بھی کہتے ہیں لازم ہوا اور یہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ معرب وہ مرکب اسم ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو جیسے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا ہے اور جس بات کو جمہور نے معرب کی تعریف ٹھہرائی ہے۔ اس کو معرب کے احکام کے جملہ میں سے کر دیا جائے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیا تو اس صورت میں نہ تقدم شے علی نفسہ ہوگا اور نہ دور لازم آئے گا یعنی معرب وہ مرکب تام ہے جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہو اور اس کے احکام میں سے ایک حکم یہ ہے کہ اس کے آخر میں اختلاف عوامل سے اختلاف ہوگا۔ **و حکمه ای من جملة احکام المعرب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح ہے کہ اضافت حکم کی معرب کی طرف استغراق کے لئے ہے۔ اس لئے کہ جب اسم ظاہر کی اضافت ضمیر کی طرف ہوتی ہے تو یہ مفید استغراق ہوا کرتی ہے تو اس صورت میں معنی یہ ہوئے کہ مرکب کے جملہ احکام یہ ہیں کہ جس کے آخر عوامل کے اختلاف سے مختلف ہو حالانکہ معرب کے احکام اختلاف آخر کے علاوہ اور بھی بہت ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضافت حکم کی معرب کی طرف یہاں استغراق کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ اضافت مفید عہدی ہے یعنی معرب کے احکام کے جملہ میں ایک حکم اختلاف آخر ہے۔ **و الاثر المترتبة علیه من حیث هو معرب** اس میں بھی ایک سوال کا مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت معرب کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ حکم عبارت اسناد سے ہے ایک امر کی دو امروں میں سے دوسرے کی طرف یعنی درمیان یعنی درمیان مسند مسند الیہ کے جو نسبت حکمی ہوتی ہے اس کا نام حکم ہے خواہ ایجابی ہو جیسے زید قائم یا سلبی جیسے زید لیس بقائم اور یہ نسبت مرکب کلامی میں پائی جاتی ہے اور معرب مفرد کے اقسام میں سے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کے دو معنیٰ ہیں ایک لغوی جو اثر مرتبہ علی الشئ ہے دوسری اصطلاحی جو نسبت درمیان مسند مسند الیہ کے ہے اور یہاں پر حکم کے لغوی معنیٰ مراد ہیں۔ یعنی معرب کا حکم وہ اثر ہے جو اس پر مرتب ہوگا اس حیثیت سے کہ وہ معرب معرب ہو **ان یختلف اٰخره ای حرف الذی هو اخر المعرب** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کا حکم غلامی کی حرکت سے منقوض ہے۔ اس لئے کہ یہ معرب کے آخر میں اختلاف ہے اور حکم نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کے حکم سے مراد یہ ہے کہ وہ معرب کے آخر میں ہو یعنی وہ حرف ہو جو معرب کے آخر میں ہو بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ یہ یائے متکلم کے ماقبل ہے **ذاتا بان یتبدل حرف بحرف اخر** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اختلاف آخر اس معرب میں تو ٹھیک ہے جو معرب بالحرف ہو مگر اس معرب میں درست نہیں ہے جو معرب بالحرکت ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف آخر عام ہے خواہ وہ ذاتی ہو یا صفتی اور معرب بالحرکت میں اگرچہ اختلاف ذاتی نہیں ہوتا مگر اختلاف صفتی ہوتا ہے اور اختلاف ذاتی یہ ہے کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل دیا جائے۔

فائدہ:......

معرب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک معرب بالحرف یعنی جس میں اعراب حرفی ہو، دوسرے معرب بالحرکت جس میں اعراب حرکت ہو اس کی تحقیق انشاء اللہ تعالیٰ آگے آئے گی۔

حقیقة او حکما اذا کان اعرابه بالحرف.

اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اختلاف ذاتی تثنیہ اور جمع مذکر سالم سے حالت نصبی اور جری میں منقوض ہے کیونکہ تثنیہ اور جمع مذکر سالم معرب بالحرف ہیں اور حالانکہ ان کے آخر میں اختلاف ذاتی نہیں ہوتا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف ذاتی عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور تثنیہ اور جمع مذکر سالم کے آخر میں اگرچہ اختلاف حقیقی نہیں پایا جاتا۔ لیکن حکمی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ یا عامل ناصب کے داخل ہونے کے بعد علامت نصب حکمی ہے جیسا کہ بعد داخل ہونے عامل جر کے علامت جر حقیقی ہے یہ جب ہے کہ اعراب بالحرف ہو۔ او صفة بان يبدل صفعه بصفعه اخرى یہ جملہ ذاتا پر عطف ہے۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صفت کی تبدیل دوسری صفت سے بتانا چاہتے ہیں یعنی اختلاف صفتی یہ ہے کہ ایک حرکت کو دوسری حرکت سے بدل دی جائے۔ یہ تبدیل صفت صفت سے ہے۔ حقيقة او حكما اذا كان اعرابه بالحركة اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اختلاف صفتی غیر منصرف سے حالت نصبی اور جری میں منقوض ہے۔ اس لئے کہ غیر منصرف معرب بالحرکت ہے اور حالانکہ اس کے آخر میں اختلاف صفتی نہیں پایا جاتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف صفتی عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہاں اگرچہ غیر منصرف میں اختلاف حقیقی نہیں پایا جاتا لیکن حکمی پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں عامل جارہ کے داخل ہونے کے بعد جو فتحہ آتا ہے وہ حکما علامت جری ہے جیسا کہ عامل ناصبہ کے داخل ہونے کے بعد علامت نصبی حقیقی ہوتی ہے۔ یہ جب اعراب بالحرکت ہو۔

باختلاف العوامل:......

ای بسبب اختلاف العوامل الداخلة عليه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ باختلاف کا با سببیہ ہے یعنی معرب کا حکم یہ ہے کہ جب اس پر عوامل مختلفہ داخل ہو جائیں تو اس کے آخر میں ان عوامل مختلفہ کے داخل ہونے کی وجہ سے اختلاف ہوگا۔ في العمل بان يعمل بعض منها خلاف ما يعمل البعض الأخر. اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمل کے قید بڑھانے سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان زیدًا مضروب وانی ضربت زیدًا وانی ضارب زیدًا میں زید پر عوامل مختلفہ داخل ہو گئے ہیں۔ پہلی مثال میں عامل ان حرفی ہے دوسری مثال میں ضربت عامل فعلی ہے تیسری مثال میں ضاربٌ عامل اسمی ہے یہ عوامل آپس میں اسمیت اور فعلیت اور حرفیت میں مختلف ہیں اور حالانکہ ان میں معرب کا آخر جو زید ہے ان عوامل مختلفہ کے داخل ہونے سے مختلف نہیں ہوا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عوامل کے اختلاف سے مراد یہ ہے کہ یہ عمل میں مختلف اس طرح ہو کہ ایک عامل جو عمل کرے دوسرا اس کے خلاف عمل کرے یعنی اگر ایک عامل عمل رفع کا کرے تو دوسرا عمل نصب کا کرے علی ہذا القیاس اگر ایک عمل جر کا کرے تو دوسرا نصب کا کرے۔ یا ختلاف عوامل کا اسمیت و فعلیت و حرفیت میں مقصود نہیں ہے۔ و انما خصصنا اختلافها بكونه في العمل لئلا ينتقض بمثل قولنا ان زيدًا مضروبٌ و انى ضربت زيدًا و انى ضارب زيدًا فان العامل في زيدا في هذه الصور مختلف بالاسمية و الفعلية و الحرفية مع ان اخر المعرب لم يختلف باختلافها اوپر اختلاف کے ساتھ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عمل کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ ہم نے عوامل کا اختلاف عمل میں اس لئے خاص کیا ہے تا کہ ان زیدا مضروب ......الخ...... پہ یہ اوپر والا سوال وارد نہ ہو کہ ان مثالوں میں زید کے اندر تینوں صورتوں میں عامل مختلف بالاسمیت والفعلیت والحرفیت ہے۔ باوجود اس عامل کے اختلاف کے معرب کے آخر میں اختلاف نہیں ہوا۔

لفظاً او تقديرًا نصب على التميز يختلف لفظ اخره او تقديره. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک

سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظاً او تقدیرًا کے الفاظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہیں یا منصوب بنا بر تمیز ہوں گے یا بنا بر مصدر اور یہ دونوں صحیح نہیں ہیں اول اس لئے کہ یہ اگر یختلف کی نسبت سے تمیز ٹھہریں تو نسبت سے جو تمیز آتی ہے وہ حقیقت میں فاعل ہوتا ہے یا مفعول اور حالانکہ یہاں پر یختلف کا فاعل آخر کا لفظ ہے نہ لفظاً او تقدیرًا اس کا فاعل نہیں اور ثانی اس لئے کہ شرط مصدر میں یہ ہے کہ فعل کے معنی اس پر ایسے مشتمل ہوتے ہیں جیسے اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے یعنی جس طرح کل میں جزء پایا جاتا ہے اسی طرح فعل میں مصدر پایا جاتا ہے دیکھئے ضربت میں ضرب پایا جاتا اور یختلف کے معنی اختلاف پر مشتمل ہیں نہ لفظاً نہ تقدیرًا پر یعنی یختلف کی ضمن میں اختلاف پایا جاتا ہے نہ لفظاً تقدیرًا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر تمیز ہیں اور یہ الفاظ حقیقت میں یختلف کے فاعل ٹھہرتے ہیں کیونکہ یہ عبارت بتقدیر مضاف ہے یعنی مضاف اس میں مقدر ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ یختلف لفظ آخرہ اور تقدیرہ اب دیکھئے اس عبارت میں لفظ اور تقدیر کے الفاظ یختلف کے فاعل ٹھہر گئے ہیں۔ **او علی المصدرية ای يختلف اختلاف لفظ او تقدير**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ یا یہ الفاظ منصوب بنا بر مصدریت ہیں یعنی یہ الفاظ یختلف کے مفعول مطلق باعتبار مضاف مقدر کے واقع ہوئے ہیں اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہے یختلف اختلاف لفظ او تقدیر دیکھئے یہاں پر اختلاف مضاف لفظ مضاف الیہ مضاف مضاف الیہ دونوں مل کر یختلف کا مفعول مطلق ٹھہر گیا ہے **و الاختلاف لفظا كما فی قولک جاء فی زيد و رأيت زيدًا او مررت بزيد و تقديرًا كما فی قولک جاء نی فتی و رأيت فتی و مررت لفتی فان اصله فتی و فتيا و بفتيتی انقلبت الياء الفًا فصار الاعراب تقديريًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف اختلاف لفظی اور تقدیری کی مثالیں دی ہیں کہ اختلاف لفظی کی مثال جاء نی زیدٌ و رأیت زیدا و مررت بزید ہے کہ اس میں پہلی مثال یعنی زید مرفوع اور دوسری مثال میں فتیًا اور تیسری مثال میں مجرور ہے۔ دیکھئے یہاں عوامل کے اختلاف سے معرب کے آخر میں اختلاف لفظی ہوا اور تقدیری کی مثال جاء نی فتی و رأیت فتی مررت بفتی پہلی مثال حالت رفعی میں اصل میں فتیٌ مرفوع بنا بر فاعلیت ہے۔ دوسری مثال میں یہ لفظ منصوب حالت نصبی میں منصوب بنا بر مفعولیت ہے تیسری مثال میں یہ لفظ بفتی حالت جری میں مجرور ہے۔ اس لفظ کے یا الف سے بدلی پھر التقاء ساکنین سے الف گرا اور تینوں حالت میں اعراب تقدیری ہوا۔ **و الاختلاف اللفظی و التقديری اعم من ان يكون حقيقه او حكما كما اشرنا اليه لئلا ينتقض بمثل قولنا رائت احمد و مررت باحمد و قولنا رائت مسلمين و مررت بمسلمين مثنیً او مجموعا فانه قد اختلف العوامل فيه و لا اختلاف فی اخر احمد حقيقة بل حكما فان فتحته احمد بعد الناصب علامة النصب و بعد الجار ملامة الجر و كذ الحال فی التثنية و الجمع فاخر المعرب فی هذه الصور يختلف باختلاف العوامل حكما لا حقيقة**۔ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکمًا او حقیقہ کی قید بڑھا کر سوال مقدر کا جواب دیا تھا۔ اب یہاں اس قید کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ اختلاف لفظی اور تقدیری عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی جیسے ہم نے اس کی طرف اوپر اشارہ کیا ہے اور اس اختلاف کا عموم اس لئے ضروری ہے تا کہ رأیت احمد و مررت باحمد و رأیت مسلمین او مررت مسلمین سے خواہ تثنیہ ہو، خواہ جمع ہو منقوض نہ ہو کیونکہ ان مثالوں میں معرب پر عوامل مختلف آئے ہیں اور حالانکہ پہلی مثال احمد کے آخر میں اختلاف حقیقی نہیں ہے بلکہ حکمی ہے کیونکہ احمد کا فتحہ حالت نصبی میں عامل ناصبہ کے داخل ہونے کے بعد علامت نصب کی ہے اور بعد داخل ہونے عامل جارہ کے علامت جر کی ہے اسی طریقہ سے تثنیہ اور جمع میں۔ پس ان صورتوں میں معرب کا آخر عوامل مختلفہ کے داخل ہونے سے حکما مختلف ہوا ہے حقیقۃً نہیں **فان قلت لا يتحقق الاختلاف لا فی اخر المعرب و لا فی العوامل اذا ركب بعض الاسماء المعدودة الغير المشابهة لمبنی الاصل مع عامله**

ابتداء اذ لا یترتب علیه اختلاف الاعراب بل ههناک حدوث الاعراب بدخول العامل یا ایک سوال ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ شے کا خاصہ ہوتا ہے اور معرب کا اختلاف آخر معرب کا خاصہ نہیں ہے اس لئے کہ جب بعض اسماء معدودہ جو مبنی اصل سے مشابہ نہ ہوں عامل کے ساتھ ابتداء مرکب کئے جائیں تو اس صورت میں نہ معرب کے آخر میں اختلاف متحقق ہوتا ہے اور نہ عامل میں کیونکہ اس صورت میں معرب پر اعراب کا اختلاف مرتب نہیں ہوتا بلکہ یہاں عامل کے داخل ہونے سے اعراب کا حدوث ہوتا ہے۔ **قلت هذا حکم اخر من احکام المعرب و الاختلاف حکم اخرٌ فلو لم یدخل احد الحکمین فی الاخر لا فساد فیه لان للمعرب احکامًا کثیرة لم تذکره ههنا فلیکن هذا الحکم ایضا من هذا القبیل غایة الامر هذا الحکم لا یکون من خواصه الشاملة** اس میں اوپر والے سوال کا جواب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرح دیا کہ معرب کے احکام میں سے ایک حکم معرب کے آخر میں حدوث اعراب ہے اور معرب کے آخر میں اختلاف دوسرا حکم ہے پس اگر دو حکموں میں سے ایک حکم دوسرے میں داخل نہ ہو تو اس میں کوئی خرابی نہیں ہے اس لئے کہ معرب کے بہت سے احکام ہیں جو سب یہاں مذکور نہیں۔ پس چاہئے کہ یہ حدوث اعراب کا حکم اس قبیلہ سے ہو غایت امر یہ ہے کہ یہ حدوث اعراب کا حکم اسم کے خواص شاملہ میں سے نہیں ہے۔ جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معرب کے حکم بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب معرب کے اعراب کی تعریف شروع کی۔

الاعراب ما:......

ای حرکةٌ او حرف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا۔ سوال کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں عامل اور مقتضی الاعراب داخل ہوئے کیونکہ ان سے بھی معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ما عبارت حرف اور حرکت سے ہے اور عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب حرف حرکت نہیں۔ لہٰذا یہ اعراب کی تعریف سے خارج ہوئے اور اعراب کی تعریف مانع ثابت ہوئی **ما ختلف اخره ای اخر المعرب من حیث هو معرب ذاتا و صفةً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا کہ اعراب وہ حرف حرکت ہے کہ جس سے معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے خواہ وہ اختلاف ذاتی ہو یا صفاتی اور اس عبارت میں ذاتاً و صفةً قید بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **به ای بتلک الحرکة او الحروف و حین یراد بما الموصولة الحرکة او الحرف لا یرد النقض بالعامل و المعنیٰ المقتضی۔** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما سے حرف حرکت مراد لے کر ایک سوال کا جواب دیا تھا جو اوپر گزر چکا ہے۔ اب یہاں اس کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ جب ہم نے ما موصولہ سے حرکت اور حرف مراد لیا ہے تو عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب کا سوال وارد نہیں ہوتا اس لئے کہ عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب حرف حرکت نہیں۔ **و لو بقیت علی عمومها خرجا بالسببیة المفهومیة من قوله به فان المتبادر من السبب هو السبب القریب و العامل و المعنیٰ المقتضی من الاسباب البعیدة۔** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما موصولہ سے حرف حرکت مراد لے کر عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب کو اعراب کی تعریف سے نکالا تھا لیکن یہ جواب ضعیف تھا اس لئے کہ اعراب کی تعریف میں حروف عاملہ بھی داخل ہوتے ہیں کیونکہ ان کے داخل ہونے سے بھی معرب کے آخر میں اختلاف آجاتا ہے اب یہاں اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سوال کا دوسرے پیرائے میں جواب دیتے ہیں جس کے جواب کی تشریح اس طرح ہے کہ ما عبارت شے سے ہے اور بہ کا با سببیت کے لئے ہے اور سبب سے مراد سبب قریب ہے اور عامل اور معنیٰ مقتضی الاعراب اسباب بعیدہ میں سے ہیں تو اس لحاظ سے اگر چہ ما اپنے عام معنیٰ پر محمول کر کے مراد اس سے

شے لی جائے تو اعراب کی تعریف سے عامل اور معنی مقتضی الاعراب اعراب کی تعریف سے نکل گئے اور اعراب کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **و بقید الحیثیة خرج حرکت نحو غلامی لا نه معرب علی اختیار المصنف لکن اختلاف هذه الحرکة علی اخر المعرب لیس من حیث انه معرب بل من حیث انه ما قبل یاء المتکلم و بهذا القدر تم حد الاعراب جمعًا و منعًا** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرب کے ساتھ میں معرب ہونے کی حیثیت بڑھا کر سوال مقدر کا جواب دیا اب یہاں اس عبارت میں اس قید کی بڑھانے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ جب ہم نے معرب کے ساتھ معرب ہونے کی حیثیت بڑھائی تو اس سے اعراب کی تعریف سے غلامی کی حرکت نکل گئی کیونکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک یہ غلامی معرب ہے اور یہی ان کا مختار مذہب بھی ہے لیکن اس حرکت کا اختلاف معرب کے آخر میں اس حیثیت سے نہیں کہ یہ معرب ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ یائے متکلم کے ماقبل ہے تو اب اس تقدیر پر اعراب کی تعریف جامع مانع ثابت ہوئی۔ **لکن المصنف ارادان لینبه علی فائدة اختلاف وضع الاعراب فضم الیه قوله لیدل علی المعانی المعتورة علیه فکانه اراد هذا المعنٰی حیث قال لیس هذا من تمام الحده انه خارج عن الحدود اللام فی لیدل متعلق بامر خارج عن الحد یعنی وضع الاعراب المفهوم من فحوی الکلام فانه بعید عن الفهم غایة البعد فاللام فیه متعلق بقوله اختلف اخره یعنی اختلف اخره**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ تعریف سے مقصود جامعیت اور مانعیت ہوتی ہے اور یہ اوپر کی عبارت میں حاصل ہو چکی ہے۔ پس اس قول لیدل علی المعانی المعتورة علیه کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ صحیح ہے لیکن مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عبارت بڑھا کر اعراب کے وضع کے اختلاف کے فائدے پر تنبیہ کی ہے۔ اس لئے یہ عبارت مذکورہ اس کے ساتھ ضم کی ہے یعنی اس عبارت کو اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے یہ معلوم ہو کہ اعراب کی وضع اس لئے ہے کہ اس سے اعراب کا اختلاف معلوم ہو سکے۔ گویا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہی معنی مراد لئے ہیں اس لئے انہوں نے خود کافیہ کی ایک شرح امالی الکافیة کے نام سے موسوم کر کے [illegible] ہے اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ لیدل الخ کی عبارت اعراب کی تعریف کے اتمام سے نہیں ہے اور نہ یہ عبارت اعراب کی تعریف سے خارج ہے اور نہ یہ مراد لیا ہے کہ لیدل کا لام اعراب کی تعریف کے کسی امر خارج سے متعلق ہو یعنی وضع اعراب جو کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ فہم سے بہت دور ہے بلکہ اس شرح میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ لام اس عبارت میں اختلف آخرہ سے متعلق ہے یعنی اعراب وہ حرف حرکت ہے جس کی وجہ سے معرب کا آخر مختلف ہو۔ **لیدل الاختلاف او ما به الاختلاف**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ لیدل کا قول یختلف سے متعلق ہے اور یختلف سے جو اختلاف مصدر نکل آتا ہے وہ اس فعل کا فاعل ہے یا اس کا فاعل ما ہے۔ جس سے عبارت حرف حرکت یعنی جس سے معرب کے آخر میں اختلاف آتا ہے خواہ وہ حرف ہو، خواہ حرکت۔ **علی المعانی یعنی الفاعلیة و المفعولیة و الاضافة**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معانی معتورہ بتانا چاہتے ہیں یعنی اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے اور اضافت کا نام معانی معتورہ ہے۔ **المعتورة علی صیغة اسم فاعل** اس میں صرف یہ بتاتے ہیں کہ معتورہ کا لفظ بصیغہ اسم فاعل ہے۔ بصیغہ اسم مفعول نہیں۔ اس تقدیر پر اس کے معنی ہوں گے کہ معرب وہ اسم ہے کہ جس کا اختلاف ان معنوں کو بتائے جو اسم پر یکے بعد دیگرے وارد ہوتے ہیں۔ **علیه ای علی المعرب متعلق بمعتورة** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ جار مجرور معتورة کے متعلق ہے اور علیہ کی ضمیر مجرور معرب کی طرف لوٹتی ہے۔ **علی تضمین مثل معنٰی الورود ,واستیلاء یقال اعتوردا الشئی وتمعا ورده اذا تداولوه ای اخذ جماعة بعد واحدة**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معتورہ بصیغہ اسم فاعل متعدی بنفسہٖ ہے پس اس کو علی سے

متعدی کرنے کی کیا ضرورت ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اس لفظ کو متعدی بعلی کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کو ورود اور استلاء کے معنٰی میں تضمین کر کے علی سے متعدی کیا ہے اور تضمین کے معنٰی یہ ہیں کہ فعل یا صفت میں کسی دوسرے فعل یا صفت کے معنٰی ملحوظ کیے جائیں جیسے یہاں اعتوار کے معنٰی ورود اور استیلاء کے معنٰی ملحوظ کیے ہیں اور ورود متعدی بعلی ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعتوار کو متعدی بعلی کیا ہے اور اعتوار کے معنٰی لغت میں شے کو ہاتھ بہ ہاتھ لینے کے ہیں یعنی جب کسی شے کو ایک جماعت دوسری جماعت کے بعد بسبیل بدلیت ہاتھ بہ ہاتھ لے تو اس وقت اعتوروا والشئی وتعاوروہ بولتے ہیں۔ **علی سبیل المنا و بته و البد لية لا علی سبيل الاجتماع فاذا تداولت المعاني المقتضية للاعراب المعرب متعاقبة متنا وتبه غير مجتمعة لتضادها فينبغي ان يكون علاما تها ايضا كذلك فوقع لسببها اختلاف في اخر المعرب فوضع اصل الاعراب للدلالة علی تلک المعاني ووضع بحيث يختلف به اخر المعرب لاختلاف تلک المعاني۔** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کا متعدد ہونا درست نہیں اس لئے کہ ایک ہی اعراب متعدد معنوں پر دلالت کر سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ معانی متعددہ جو اسم پر وارد ہوں گے وہ بسبیل بدلیت نہ بسبیل اجتماع ہوں گے اس لیئے کہ وہ معانی آپس میں متضاد ہیں یعنی فاعلیت کی حالت میں مفعولیت کے معنٰی نہ ہوں گے اور مفعولیت کی حالت میں فاعلیت کے علی ھذا القیاس۔ حالت اضافت میں فاعلیت اور مفعولیت کے معنٰی نہ ہوں گے۔ پس جب ہم نے یہ ثابت کیا کہ وہ معنٰی متعددہ مقتضی الاعراب معرب پر یکے بعد دیگرے بسبیل نیابت اور بدلیت وارد ہوں گے نہ بسبیل اجتماع کیونکہ وہ آپس میں متضاد ہیں تو چاہیئے کہ ان معانیوں کے علامات بھی اسی طرح یکے بعد دیگرے بہ سبیل بدلیت معرب کے آخر پر وارد ہوں یعنی اعراب ثلثہ مثلاً رفع، نصب، جر۔ جب معرب کے آخر پر وارد ہوں تو بہ سبیل بدلیت یکے بعد دیگرے ہوں گے تا کہ متضاد کا اجتماع نہ ہو اسی وجہ سے اعراب کو بھی متعدد کر دیا پس ان معانیوں کے معرب کے آخر پر داخل ہونے سے اعراب کا بھی اختلاف واقع ہوگا پس اعراب کی وضع حقیقت میں اس لئے ہے کہ یہ ان معانیوں پر دلالت کرے یعنی اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے اور مضاف مضاف الیہ ہونے پر دلالت کرنے کی غرض سے اعراب کی وضع ہوئی ہے اور وضع اس حیثیت سے ہے کہ ان معانیوں کے اختلاف کی وجہ سے معرب کے آخر میں بھی اختلاف پیدا ہو۔ لہٰذا اعراب کا متعدد ہونا ضروری ثابت ہوا اور ایک اعراب متعدد مختلف اور متضاد معانیوں پر دلالت نہیں کر سکتا۔ **و انما جعل الاعراب في اخر الاسم المعرب لان نفس الاسم تدل علی المسمی و الاعراب علی صفته و لا شک ان الصفته متاخرة عن الموصوف فالانسب ان يكون الدال عليها ايضاً متاخراً عن الدال عليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم میں اعراب کے محل تین ہیں۔ اسم کا اول اور اوسط اور آخر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم میں محل اعراب اسم کے آخر کو ٹھہرایا ہے۔ یہ ترجیح بلا مرجح ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے ایسا کیوں کیا؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ معرب کے آخر کو محل اعراب اسلئے بنایا ہے کہ اسم اپنے مسمّٰی پر جو اسکا موصوف ہے دلالت کرتا ہے اور اعراب اس مسمّٰی کی صفت کو بتاتا ہے۔ یعنی اس مسمّٰی کا فاعل یا مفعول یا مضاف مضاف الیہ ہونا جو اسم کے اوصاف ہیں۔ اعراب سے معلوم ہوتا ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ صفت موصوف سے موخر ہوتی ہے۔ پس چاہیئے کہ صفت کا بتانے والا بھی جو اعراب ہے موصوف سے موخر ہو اس لحاظ سے محل اعراب اسم کا آخر ٹھہرا اور اس میں ترجیح بلا مرجح نہیں مرجح کا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ **و هو ماخوذ من اعرابه اذا اوضحه فان الاعراب يوضع و المعاني المقتضية او من عربت معدتهٗ اذا فسدت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی لغوی تحقیق کر کے اعراب اصطلاحی کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں کہ اعراب کے معنٰی وضاحت کے ہیں اور اعراب کو اعراب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ معانی مقتضی الاعراب یعنی اسم کے فاعل یا مفعول یا مضاف مضاف الیہ

ہونے کو بتاتا ہے یا اعراب کے معنی لغت میں فساد کے ہیں جیسے کسی کے پیٹ میں فساد یا کوئی خرابی ہوتی ہے تو اس وقت عربت معدتہٗ بولتے ہیں یعنی اس کے پیٹ میں خرابی ہے گویا اعراب کے لغت میں دو معنی ہوئے۔ ایک وضاحت دوسرے فساد۔ **علی ان یکون الھمزۃ للسلب فیکون معناہ ازالۃ الفساد ویسمی بہ لا لہ یزیل فساد التباس بعض المعانی ببعض**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معرب کا تسمیہ اول معنی کے بنا پر درست ہے یعنی وضاحت کے معنی کے بنا پر درست نہیں ہے کیونکہ اعراب معنی مقتضی الاعراب کو واضح کردیتا ہے، فاسد نہیں کرتا لہٰذا ثانی معنی اعراب کے درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کو اگر اعراب کے ثانی معنی پر محمول کیا جائے تو اعراب میں جو ہمزہ ہے وہ سلب کے لئے مانا جائے گا یعنی فساد دور کرنے کے لئے ہوگا جس کے معنی یہ ہوں گے کہ اعراب معنی مقتضی الاعراب کے درمیان میں جو التباس کا فساد ہے اس کو دور کرتا ہے۔ اس بنا پر معرب کو اس لئے معرب کہتے ہیں کہ اس میں معنی مقتضی الاعراب کے درمیان جو التباس کا فساد تھا وہ اٹھایا گیا۔ جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی تعریف سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر اعراب کے اقسام بیان کرنا چاہتے ہیں۔

وانواعہٗ:......

ای انواع اعراب الاسم ثلثۃ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ انواع جمع نوع کی ہے اور یہ لفظ یہاں ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور رفع نصب جرّ اس کی خبر ہے۔ مبتداء مؤنث ہے باعتبار جمعیت کے اور خبر مذکر ہے مطابقت درمیان مبتداء و خبر کے نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کی خبر محذوف ہے وہ ثلثہ ہے یعنی اسم کے اعراب کی تین قسم ہیں۔ اس لئے کہ یہ اعراب یا عمدہ پر دلالت کرے گا یا فضلہ پر اول رفع ہے کہ رفع عمدہ پر دال ہے ثانی دو حالتوں سے خالی نہیں ہے۔ یا فضلہ پر دال بالذات ہوگا یا حرف جر کے واسطے سے دال ہوگا جو فضلہ پر دال بالذات ہو وہ نصب ہے اور باقی جر ہے اور رفع، نصبٌ، جرّ ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی احدہا رفعٌ **وثانیھا نصبٌ وثالثھا جرٌّ** اور اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعراب کے ساتھ اسم کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب کا انحصار تین قسموں میں درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس کی چوتھی قسم جزم بھی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں معرب سے مراد اسم معرب ہے اور اعراب سے مراد اسم کا اعراب ہے اور جزم فعل مضارع کا اعراب ہے۔ لہٰذا اعراب کا انحصار مذکورہ صحیح ہوا۔

رفعٌ نصبٌ جرٌّ:......

ھذہ الاسماء الثلثۃ مختصۃ بالحرکات و الحروف الاعرابیۃ و لا تطلق علی الحرکات البنایتہ اصلا بخلاف الضمۃ و الفتحۃ و الکسرۃ فانھا مستعملۃ فی الحرکات البنائیۃ غالبًا و فی الحرکات الاعرابیۃ علی قلتہ اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرکات اعرابی کی تعبیر رفع نصب جر سے کی ہے یہ ترجیح بلامرجح ہے۔ ضمہ، فتحہ، کسرہ سے کیوں نہیں تعبیر کیا حرکات اعرابی کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ اسمائے ثلثہ یعنی رفع، نصب، جر، حرکات اعرابی اور حروف اعرابیہ کے ساتھ مختص ہیں یعنی یہ اسماء خاص کر حرکات اور حروف اعرابیہ میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان کا اطلاق حرکات بنائیہ پر یعنی ضمہ، فتحہ، کسرہ پر بالکل نہیں ہوتا۔ بخلاف ضمہ، فتحہ، کسرہ کے کہ یہ اسماء اکثر حرکات بنائیہ میں مستعمل ہوتے ہیں اور حرکات اعرابیہ میں ان کا استعمال بہت کم ہے۔ اس لئے رفع، نصب، جر کہا اور ضمہ، فتحہ، کسرہ نہیں کہا۔ اس تقدیر پر رفع، نصب، جر اور ضمہ، فتحہ، کسرہ میں فرق بھی معلوم ہوا کہ فتحہ، ضمہ، کسرہ کا اطلاق حرکات بنائیہ پر ہوتا ہے اور رفع، نصب، جر کا

اطلاق حرکات اعرابی پر ہوتا ہے۔

فالرفع:......

حر کۃً کان او حرفًا۔

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حالت رفعی میں اعراب رفع ہے وہ خواہ حرکت ہو جیسے جائنی زیدٌ میں کہ اس میں اعراب رفع زید کا ہے یا وہ حروف ہو جیسے جمع اور تثنیہ میں کہ یہاں حالت رفعی میں اعراب جمع کا واؤ اور تثنیہ کا الف ہے **علم الفاعلیۃ ای علامۃ کون الشی فاعلا**۔ اس میں صرف شارح نے یہ بتایا ہے کہ فاعلیت کی یا مصدری ہے جس کے معنی یہ ہوں گے کہ رفع اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہے یعنی جس اسم پر رفع ہوگا وہ فاعل ہوگا۔ **حقیقۃ او حکمًا یشتمل الملحقات بالفاعل ایضا کالمبتدأ و الخبر وغیرھما**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ او حکما کے الفاظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں ہے کہ فاعلیت کی علامت رفع ہے کیونکہ رفع جس طرح فاعل میں پایا جاتا ہے۔ اسی طرح غیر فاعل میں بھی پایا جاتا ہے جیسے مبتدا و خبر کہ ان میں بھی رفع پایا جاتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو خواہ حکمی حقیقی فاعل تو ظاہر ہے حکمی فاعل وہ ہے جس میں فاعل کی خصلتوں میں سے کوئی خصلت پائی جائے جیسے اسم کا مسند الیہ ہونا یا اسم کے جملہ کا جزء ثانی ہونا وغیرہ وغیرہ۔ جب ہم نے فاعل کو عام مان لیا تو یہ رفع فاعل کے ملحقات کو بھی شامل ہوا جیسے مبتداء وخبر وغیرہ وغیرہ۔

و النصب:......

حر کۃ کان او حرفا.

اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے **علم المفعولیۃ ای علامتہ کون الشیٔ مفعولاً** اس کے بڑھانے کی وجہ و تشریح بیان ہو چکی ملاحظہ ہو۔ **حقیقۃ او حکماً یشتمل الملحقات بہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں ہے کہ نصب اسم کے مفعول ہونے کی علامت ہے کیونکہ نصب جس طرح مفعول میں پایا جاتا ہے اسی طرح غیر مفعول یعنی حال تمیز مستثنیٰ میں بھی پایا جاتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول عام ہے خواہ وہ حقیقی ہو، خواہ وہ حکمی، حقیقی تو ظاہر ہے اور حکما وہ ہے جس میں مفعول کی خصلت پائی جائے اور مفعول کی خصلت یہ ہے کہ فعل سے متعلق ہوتا ہے یعنی جس طرح فاعل کا فعل سے تعلق ہوتا ہے۔ اسی طرح مفعول کا بھی فعل سے وقوع کا تعلق ہوتا ہے جب ہم نے مفعول کو عام مانا تو اس تقدیر پر نصب اس کے متعلقات کو بھی شامل ہوا جو تمیز حال، مستثنیٰ ہیں۔

و الجر:......

حر کۃً کان او حرفا.

اس کی تشریح گزر چکی۔ **علم الاضافۃ ای علامتہ کون الشیٔ مضافاً الیہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ اضافت مصدر ہے یعنی جر خواہ حرکت ہو، خواہ حرف اسم کے مضاف الیہ ہونے کی علامت ہے **اذا کانت الاضافۃ بنفسھا مصدرا لم تحتج الی الحاق الیاء المصدریۃ کما فی الفاعلیۃ و المفعولیۃ** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یائے مصدری فاعل اور مفعول کے ساتھ ملحق کیا اور اضافت کے ساتھ نہیں کیا اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب

دیا کہ چونکہ اضافت مصدر سے مشابہ ہے۔ اس لئے اس میں یائے مصدری بڑھانے کی ضرورت نہیں ہے بخلاف فاعل اور مفعول کے کہ وہاں ضرورت ہے۔ **و انما اختص الرفع بالفاعل و النصب بالمفعول و الجر بالمضاف اليه لان الرفع ثقيل و الفاعل قليل لانه واحد فاعطى الثقيل القليل و النصب خفيف و المفاعيل كثيرة لانها خمسة فاعطى الخفيف الكثير و لما لم يبق للمضاف اليه علامة غير الجر جعل علامة له** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ رفع فاعل کی علامت اور جر اضافت کی علامت کیوں ٹھہرائی گئی اس کا عکس کیوں نہیں کیا اور رفع کی خصوصیت فاعل کے ساتھ اور مفعول کے ساتھ نصب کی خصوصیت اور اضافت کے ساتھ جر کو کیوں خاص کیا؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ رفع کو فاعل کے ساتھ اور نصب کو مفعول کے ساتھ اور جر کو مضاف الیہ کے ساتھ اس لئے خاص کیا کہ رفع ثقیل ہے اور فاعل قلیل ہے کیونکہ فاعل فعل کا ایک ہی ہوتا ہے پس ثقیل قلیل کو دیا گیا اور نصب خفیف ہے اور مفعول بہت ہیں یعنی پانچ ہیں پس خفیف کثیر کو دیا گیا تا کہ مناسبت آپس میں پیدا ہو جائے اور جب مضاف الیہ کے لئے کوئی علامت سوائے جر کے نہ رہی تو جر ہی کو اس کی علامت ٹھہرائی۔ جب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کی تعریف اور اقسام بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب عامل کی تعریف شروع کی۔

العامل:......

لفظيا كان او معنويا

معرب کو اعراب پر اس لئے مقدم کیا تھا کہ معرب بمنزلہ موصوف کے ہے اور یہ معلوم ہے کہ موصوف صفت پر مقدم ہوتا ہے پھر اعراب کو عامل پر مقدم کیا اس لئے کہ اعراب معرب کے اختلاف آخر کے لئے سبب قریب ہے اور عامل سبب بعید ہے اس لئے عامل کو مؤخر لایا۔

اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عامل عام ہے خواہ لفظی ہو، خواہ معنوی۔ لفظی ظاہر ہے اور معنوی عامل دو ہیں ایک مبتدا خبر میں دوسرے فعل مضارع میں۔ **ما به يتقوم اى يحصل** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ معنی مقتضی الاعراب معرب کے ساتھ قائم ہوتے ہیں نہ عامل سے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عامل کی تعریف میں عامل کے ساتھ قائم کیے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقوم کے معنٰی یہاں حصول کے ہیں قیام کے نہیں اور اس میں شک نہیں کہ معنٰی مقتضی الاعراب عامل سے حاصل ہوتے ہیں۔ **المعنى المقتضى اى معنى من المعانى المعتورة على المعرب المقتضية** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عامل کی تعریف اس طرح کی ہے کہ عامل وہ ہے جس سے معنٰی مقتضی الاعراب معرب میں حاصل ہوں تو اس تقدیر پر معرب میں تضاد کا اجتماع لازم آیا۔ کیونکہ وہ معنٰی مقتضی الاعراب آپس میں متضاد ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجتماع تضاد نہیں ہے کیونکہ وہ معنٰی مقتضی للاعراب معرب پر علی معرب پر علی الاجتماع نہیں وارد ہوتے ہیں بلکہ ان معنوں میں سے ایک معنٰی معرب پر وارد ہوتا ہے یعنی وہ معنٰی سب ایک دم معرب پر نہیں آئیں گے بلکہ یکے بعد دیگرے بسبیل بدل آئیں گے۔ **للاعراب ففى جاء زيدٌ جاء عاملٌ اذ به حصل معنى الفاعلية فى زيد فجعل الرفع علامة لها و فى رأيت زيدًا رأيت عامل اذبه حصل معنى المفعولية فى زيدًا فجعل النصب علامة لها و فى مررت بزيد الباء عامل اذبه حصل معنى الا ضافة فى زيد فجعل الجر علامة لها.** یعنی عامل وہ ہے جس سے معنٰی مقتضی للاعراب حاصل ہوں جیسے جاء زید میں جاء عامل رافع ہے اس لئے کہ اس سے زید کے فاعل ہونے کے معنٰی حاصل ہوئے۔ پس یہ زید کا رفع فاعلیت کی علامت ٹھہرائی گئی اور رأیت زیدًا میں رأیتُ عامل ناصب ہے کیونکہ اس سے زید

کے مفعول ہونے کے معنٰی حاصل ہوئے۔ پس یہ نصب اس کی مفعولیت کی علامت ہوگئی اور مررت بزید میں عامل جارہا ہے۔ کیونکہ اس سے زید کی مضاف الیہ ہونے کے معنٰی حاصل ہو گئے۔ پس جر اس کی علامت ٹھہرائی گئی۔

فالمفرد المنصرف:......

ای الاسم المفرد الذی لم یکن مثنیً و لا مجموعاً و لا غیر منصرف کزید و رجلٌ.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد کے دو معنٰی ہیں ایک یہ کہ جمع تثنیہ نہ ہوں دوسرے یہ کہ مضاف نہ ہو۔ اول معنٰی اسمائے ستہ سے منقوض ہیں کیونکہ یہ اسمائے ستہ اس معنٰی کے بناء پر مفرد ہیں اور حالانکہ یہ اسماء اس قسم کے اعراب سے معرب نہیں اور ثانی معنٰی غلام زید کے غلام سے منقوض ہیں۔ اس لئے کہ یہ اس معنٰی کے بناء پر مفرد نہیں باوجود اس کے یہ اس قسم کے اعراب سے معرب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفرد سے مراد مفرد بمعنٰی اول ہے اور اس میں اسمائے ستہ داخل نہیں ہوتے کیونکہ المفرد کے الف لام عہدی ہے اس سے اس مفرد کی طرف اشارہ ہے جو لفظاً اور معنًی دونوں مفرد ہو اور یہ اسماء اگرچہ باعتبار لفظ کے مفرد ہیں لیکن باعتبار معنٰی کے مفرد نہیں ہیں کیونکہ ان کے معنوں میں تعدد پایا جاتا ہے یعنی مفرد منصرف وہ اسم ہے جو تثنیہ اور جمع اور غیر منصرف نہ ہو جیسے زید اور رجل کہ یہ نہ تثنیہ جمع ہیں اور نہ غیر منصرف بلکہ معرب ہیں۔ **و کذا الجمع المکسر المنصرف ای الذی لم یکن بناء الواحد فیه سالما و لم یکن غیر منصرف کرجال و طلبة** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مکسر کو جمع کی صفت ٹھہرانا درست نہیں۔ اس لئے کہ جب کسی شے کو مشتق سے موصوف کردیتے ہیں تو اس میں ضرور ہے کہ مشتق منہ اس شے کے ساتھ قائم ہو اور مکسر کسر سے مشتق ہے اور کسر مفرد قائم ہے جمع سے نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ توصیف جمع کی مکسر کے ساتھ توصیف بحال متعلق ہے یعنی وہ جمع جس میں بناء واحد کی ٹوٹی ہو اور غیر منصرف نہ ہو جیسے رجال اور طلبہ کہ ان اسماء میں بناء واحد کی ٹوٹی ہے۔ یہ مثالیں جمع مکسر منصرف کی ہیں۔ **فالاعراب فی هذین القسمین من الاسم علی الاصل من وجهین احد هما ان الاصل فی الاعراب ان یکون بالحرکة و الاعراب فیهما بالحرکة وثانیها انه اذا کان الاعراب بالحرکة فالاصل ان یکون بالحرکات الثلث فی الاحوال الثلث و الاعراب فیهما بالحرکات الثلث فی الاحوال الثلث فالاعراب فیهما۔** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسماء کو اس قسم کے اعراب کے لئے کیوں خاص کیا اور خصوصیت کی وجہ کیا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ اعراب ان دو قسموں کے اسموں میں اپنی اصل پر ہے دو وجہ سے ایک یہ کہ اعراب میں اصل یہ ہے کہ بالحرکت ہو کیونکہ حرکات خفیف ہوتے ہیں اور اعراب ان دو اسموں میں بالحرکت۔ ہے دوسرے یہ کہ جب اعراب بالحرکت ہو تو اس میں اصل یہ ہے کہ حرکات ثلثہ کے ساتھ احوال ثلثہ میں ہو اور اعراب ان دو اسموں میں احوال ثلثہ میں حرکات ثلثہ کے ساتھ ہے۔ یعنی مفرد منصرف دو وجہ سے اصل۔ ہے ایک یہ کہ یہ مفرد ہے اور مفرد بہ نسبت جمع تثنیہ کے اصل ہوتا ہے دوسرے یہ کہ منصرف ہے اور منصرف بہ نسبت غیر منصرف کے اصل ہے اسی طرح جمع مکسر منصرف بھی بہ نسبت جمع مکسر غیر منصرف کے اصل ہے۔ اسی وجہ سے یہ اعراب ان اسماء کے ساتھ خاص کیا گیا۔ یہی وجہ خصوصیت کی ہے۔ **بالضمة رفعًا ای حالة الرفع و الفتحة نصبًا ای حالت النصب و الکسرة جرًا ای حالة الجر** یعنی ان اسماء مذکورہ کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ سے اور حالت نصبی میں فتحہ سے اور حالت جری میں کسرہ سے ہوگا۔ **فنصب قوله رفعًا و نصبًا و جرًا علی الظرفیة بتقدیر مضاف و یحتمل النصب علی الحالیة او المصدریة فالقسم الاول مثل جاء نی رجلٌ و رأیت رجلا و مررت برجلٍ و القسم الثانی مثل جاء نی**

طلبةٌ و رأیت طلبةً و مررت بطلبةٍ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفعًا او نصبًا او جرًا کے الفاظ تین حالتوں سے خالی نہیں ایک یہ کہ یہ منصوب بنا بر ظرفیت ہوں گے دوسرے یہ کہ منصوب بنا بر مصدریت ہوں گے تیسرے یہ کہ منصوب بناء بر فاعلیت ہوں گے اور یہ سب صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ مذکورہ زمان ہیں نہ مکان دوسرے اس لئے کہ مصدر ہیں یہ شرط ہے کہ فعل کے معنی اس پر مشتمل اس طرح ہوں جس طرح استعمال کل کا جزء پر ہوتا ہے۔ اور یہ معربان کے معنی اعراب پر مشتمل ہیں نہ رفع نصب جر پر تیسرے اس لئے کہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہاں پر یہ حمل صحیح نہیں ہے کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم آئے گا۔ اس لئے کہ یہ اسماء مذکورہ ذات ہیں اور یہ رفع نصب جر کے الفاظ وصف ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ رفعًا، نصبًا، جرًا کے الفاظ بنا بر ظرفیت بتقدیر مضاف منصوب ہیں یعنی ان سے پہلے حالت مضاف مقدر ہے اور وہ ظرف ہے لہٰذا ان اسماء کا بناء بر ظرف منصوب ہونا صحیح ہوا یا احتمال ہے (یہ دوسرا جواب ہے، ۱۲ منہ) کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر حال ہوں لیکن مصدر بمعنی مفعول ہوگا۔ یعنی مرفوعٌ، منصوبٌ، مجرورٌ۔ تاکہ حال کا ذوالحال پر حمل درست ہو جائے اور یہ بھی احتمال ہے (یہ تیسرا جواب ہے، ۱۲ منہ) کہ منصوب بناء بر مصدریت ہوں لیکن اس صورت میں بھی مضاف مقدم مقدر ہوگا یعنی اعراب الرفع و النصب و الجر پس قسم قول کی مثال جاءنی رجل و رأیت رجلًا و مررت برجل ہے کہ ان مثالوں میں رجل مفرد منصرف معرب ہے اور تیسری قسم یعنی جمع مکسر کی مثال جاءتنی طلبةٌ رأیت طلبةً مررت بطلبةٍ ہے ان مثالوں میں طلبة کا لفظ جمع مکسر منصرف معرب ہے۔

جمع المؤنث السالم:......

و هو ما یکون بالالف و التاء و احترز به عن المکسر فانه قد علم.

اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مذکر کی بہت سی جمع اس قسم کے اعراب سے معرب ہیں جیسے مرفوعات، منصوبات، مجرورات، سجلات، خالیات وغیرہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کے اعراب کو جمع مؤنث سالم کے ساتھ کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ خصوصیت باعتبار اصطلاحی معنیٰ مؤنث کے ہے اور اصطلاح میں مؤنث سالم اس کو کہتے ہیں جس کے آخر میں الف تا کا الحاق ہو برابر ہے کہ اس کا مفرد مذکر ہو جیسے مذکورہ مثالوں میں یا مؤنث ہو جیسے مسلمات میں اور سالم کی قید احترازی ہے اس سے جمع مکسر سے احتراز ہوا کیونکہ اس کا اعراب اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **بالضمة رفعا و الکسرة نصبا و جرًا فان النصب فیه تابع للجر اجراء للفرع علی وتیرة الاصل الذی هو جمع المذکر السالم فان النصب فیه تابع للجر کما سیجیء ذکره** یعنی جمع مؤنث سالم کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ اور حالت نصبی جری میں کسرہ سے ہوگا کیونکہ اس میں نصب جر کا تابع ہے تاکہ فرع اپنی اصل کے طریقہ پر جاری ہو جائے یعنی جمع مؤنث سالم جمع مذکر سالم کی فرع ہے اور جمع مذکر سالم میں نصب جر کا تابع تھا تو جمع مؤنث سالم میں بھی نصب جر کا تابع ہونا چاہئے تاکہ فرع اصل کے مطابق ہو جیسا کہ اس کا ذکر اور تحقیق اپنے مقام پر آئے گی اور کافیہ کی عبارت میں جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رفعًا اور نصبًا اور جرًا کے الفاظ منصوب کر کے بڑھائے ہیں ان کی منصوب ہونے کی وجہ اور دلیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مثل جاءتنی مسلمات و رأیت مسلمات و مررت بمسلماتٍ یہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع مؤنث سالم کی مثال دی ہے ان تینوں مثالوں میں غور کر کے یہ معلوم کرو کہ پہلی مثال میں مسلمات حالت رفعی میں مرفوع ہے اور دوسری تیسری مثال میں نصبی، جری، دونوں حالتوں میں مجرور ہے اور یہ مثال اس مؤنث سالم کی ہے جس کا مفرد مؤنث ہو۔

غیر المنصرف بالضمة رفعًا و الفتحة بضًاجرا فالجر فیه تابع للنصب کما ستذکره نحو

جاء نی احمد و رأیت احمد مررت باحمد. یعنی غیر منصرف کا اعراب حالت رفعی میں ضمہ اور حالت جری نصبی میں فتحہ سے ہوگا اور اس میں جر نصب کا تابع ہے جیسا کہ ہم ذکر کریں گے۔ امثال غیر منصرف کی اوپر عربی عبارت میں مذکور ہیں یعنی لفظ احمد کا مثال مذکورہ میں غیر منصرف ہے دیکھئے پہلی مثال میں یہ لفظ مضموم ہے اور دوسری تیسری مثال میں مفتوح ہے یہ واضح رہے کہ غیر منصرف ہمیشہ حالت رفعی میں مبنی بر ضمہ اور حالت نصبی جری میں مبنی بر فتح ہوگا۔ احموک ابوک حموک بکسر الکاف لان الحم قریب المراۃ من جانب زوجھا فلا یضاف الا الیھا۔ اس میں ایک سوال کا مقدر جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسمائے ستہ بکسرہ میں حموک کا لفظ بکسر کاف ہے یہ دوسرے الفاظ سے مخالف کیوں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حم اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جو عورت کے خاوند کی جانب سے ہو یعنی دیور پس اس لحاظ سے اس لفظ کی اضافت سوائے عورت کے کسی دوسری کی طرف نہیں ہو سکتی اس لئے اس لفظ کو کسرہ کاف کے ساتھ لکھا ہے۔

و ھنوکْ:......

والھن الشیٔ المنکر الذی یستجن ذکرہ کالعورۃ الغلیظۃ و الصفات الذمیمۃ و الافعال القبیحۃ و ھذا الاسماء الاربعۃ منقوصات واویۃ.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہن کے لغوی معنٰی اور تحقیق کرنا چاہتے ہیں یعنی ہن اس بری چیز کا نام ہے جس کا ذکر برا معلوم ہو جیسے عورت غلیظہ اور صفات ذمیمہ اور افعال قبیحہ اور یہ اسماء اربعہ ناقص واوی ہیں۔

فائدہ:......

ناقص کی تین قسمیں ہیں اول ناقص واوی، دوم ناقص یائی، سوم ناقص الفی۔ یعنی اگر کلمہ کے لام کلمہ کی جگہ واؤ ہو تو اسے ناقص واوی کہتے ہیں اور اگر یا ہو تو وہ ناقص یائی ہے اور اگر الف ہو تو اس کو ناقص الفی کہتے ہیں۔

و فوکْ:......

و ھو اجوف واوی لامہ ھاء اذا اصلہ فوہ.

اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فوہ کا لفظ اجوف واوی ہے کیونکہ اس کا لام کلمہ ہا ہے۔ جو کثرت استعمال سے محذوف ہوا ہے اور اصل اس کی فوہ ہے۔

فائدہ:...... اجوف واوی اس کو کہتے ہیں جس کے عین کلمہ میں واؤ ہو۔

و ذو مال:......

و ھو بالواوین مقرون بالواوین اذا صلہ ذوو.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ لفظ لفیف مقرون بالواوین ہے کیونکہ اس کی اصل ذووٌ ہے۔

فائدہ:......

لفیف کی دو قسمیں ہیں اول لفیف مقرون دوم لفیف مفروق یعنی اگر فاؤ عین یا عین اور لام کلمہ کی جگہ دو حرف علت جمع ہوں تو اس کو لفیف مقرون کہتے ہیں جیسے یہاں اس لفظ کے عین اور لام کی جگہ دو واؤ حرف علت جمع ہو گئے ہیں اور اگر فا و لام کی جگہ دو حرف علت جمع ہو جائیں تو

اس کو لفیف مفروق کہتے ہیں **و انما اضیف ذو الی الاسم الظاہر دون الکاف لانہ لا یضاف الا الی اسماء الاجناس** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذو کا لفظ دوسرے اسموں سے اضافت میں مخالف کیوں ہوا کہ یہ لفظ ہمیشہ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوتا ہے بخلاف دوسرے اس کے اخوات کے کہ وہ کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف مستعمل ہوتے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذو کی اضافت اسم ظاہر کی طرف اس لئے مخصوص ہے کہ یہ لفظ اسم جنس کے ساتھ توصیف شے کے لئے استعمال میں آتا ہے اور کاف ضمیر خطاب اسم جنس نہیں ہے اس لئے اس لفظ کی اضافت ہمیشہ اسمائے اجناس کی طرف ہو گی تاکہ مذکورہ بالا فائدہ اس پر مرتب ہو سکے۔ **فاعراب لھذہ الاسماء الستۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کا یہ کا قول ابوک واخوک الخ بالواؤ والالف والیاء درست نہیں اس لئے کہ اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں ایک کلام میں استحالہ دوسرے کلام میں لغویت استحالہ یہ ہے کہ ابوک کا الف اور یاء سے ہونا محال ہے اور لغویت یہ ہے کہ اس پر واؤ کے ساتھ حکم لگانا لغو اور بے کار ہے اس لئے کہ وہ خود واؤ پر مشتمل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء مذکورہ پر حکم لگانا خصوصیت کے ساتھ نہیں ہے جس سے یہ خرابیاں لازم آئیں بلکہ عموم کے ساتھ اور بسا اوقات ایک معین چیز پر حکم لگایا جاتا ہے اور مراد اس سے اس کے نوع پر حکم لگانا ہوتا ہے جیسے عرب کے محاورہ میں ہے کہ زیدٌ ضاحكٌ بالطبع مستوی القامت دیکھئے یہاں ضاحک بالطبع کا حکم زید پر لگایا گیا ہے اور مراد اس سے یہاں زید کے نوع یعنی انسان پر حکم لگانا مقصود ہے۔ اسی طرح یہاں مجموعہ اسمائے ستہ مکبرہ پر حکم لگانا مقصود ہے یعنی ان اسمائے ستہ مکبرہ کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی میں الف اور حالت جری میں یا کے ساتھ ہوگا۔ یہ مجموعہ کا حکم ہے خالی ابوک اخوک کا حکم نہیں ہے جس سے مذکورہ بالا خرابیاں عائد ہو سکیں۔ **بالواؤ رفعا و الالف نصبا و الیاء جرا** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفعا اور نصبا اور جرا کے الفاظ منصوب کر کے بڑھائے ہیں اس کی وجہ مذکور ہو چکی ہے۔ **و لکن لا مطلقا بل حال کونھا مکبرۃً اذ مصغراتھا معربتہ بالحرکات نحو بانیء اخیک و رایت اخیک و مررت باخیک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسمائے ستہ مکبرہ مذکورہ اس قسم کے اعراب سے حالت تثنیہ اور جمع تصغیر میں معرب نہیں ہیں پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علی العموم یہ حکم لگانا صحیح نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ اسماء اس قسم کے اعراب سے اس وقت معرب ہونگے جب یہ مکبر ہوں یہ حکم مطلقا نہیں ہے یعنی علی العموم بلکہ جب یہ مکبر ہوں اس وقت ان کا یہ اعراب ہوگا کیونکہ ان کے مصغرات حرکات ثلثہ سے معرب ہوتے ہیں جیسے مثال عبارت مذکورہ سے واضح ہے۔ **و موحدۃ اذ المثنی و المجموع منھا معرب باعراب التثنیۃ و الجمع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قید موحدۃ بڑھا کر اوپر والے سوال میں دو شقوں سے سوال قائم کیا تھا۔ جس کا جواب ایک شق سے تو اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بکسرہ کی قید بڑھا کر دے چکے ہیں یہاں اس عبارت میں دوسری شق کے سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں یعنی ان اسماء مذکورہ کا اعراب اس وقت ہوگا جب یہ موحد ہوں کیونکہ ان کے تثنیہ اور جمع کا اعراب مثل دوسرے تثنیہ اور جمع کے ہے۔ **و انما لم یصرح بھذین القیدین اکتفاء بالامثلۃ.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ دو قیدیں اگر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں مقصود ہیں تو پھر انہوں نے کیوں ذکر نہیں کیں اور اگر مقصود نہیں تو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا بڑھانا بے کار ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دو قیدیں مصنف کی عبارت میں مقصود ہیں لیکن ان پر تصریح کر کے عبارت میں ذکر نہیں کیں۔ مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دی گئی ہیں۔ **مضافۃ لانھا اذا کانت مکسرۃ و موحدۃ و لم تکن مضافۃ اصلا فاعرابھا بالحرکات نحو جاء لی اخٌ و رایت اخًا و مررت باخٍ فینبغی ان تکون مضافۃ و لکن** یعنی ان اسماء ستہ مکبرہ اعراب مذکورہ پر جب معرب ہوں گے جبکہ یہ یائے متکلم کے غیر کی طرف مضاف بھی ہوں کیونکہ جب یہ مکبر اور

موحد ہوں اور مضاف نہ ہوں تو ان کا اعراب اس وقت احوال ثلثہ میں حرکات ثلثہ کے ساتھ ہوگا جیسے مثال عبارت عربی سے واضح ہے پس چاہیئے کہ یہ اسماء بھی ہوں لیکن کاف ضمیر خطاب کی طرف ان کی اضافت ہو جب یہ اوپر والے اعراب سے معرب ہوں گے۔

الی غیر یاء المتکلم لانها اذا کانت مضافةً الی یاء المتکلم فحا لها کسائر الاسماء المضافة الیها مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب مذکورہ پر معرب ہونے کے لئے مضافۃ کی قید غیر یاء متکلم کی طرف بڑھائی تھی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عبارت میں اس قید کا فائدہ اور وجہ بتاتے ہیں کہ یہ اسماء اگر متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اس وقت ان کا حال باقی اسماء کی طرح ہے یعنی جس طرح اور اسماء یائے متکلم کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ان کا اس وقت جو اعراب ہوگا وہی بعینہ ان اسماء کا بھی ہوگا۔ **و لم یکتف فی هذا الشرط بالمثال لئلا یتوهم اشتراط اضافتها بکونها الی الکاف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کا مقدر جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بکسرۃ اور موحدۃ کی قیدیں مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دی تھیں تو اسی طرح مضافۃ کی قید کو بھی مثالوں پر اکتفاء کر کے چھوڑ دیتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس قید میں مثال پر اکتفاء نہیں کیا اور عبارت میں ذکر کر کے تصریح کی تاکہ اس سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ ان اسماء کا کاف ضمیر خطاب کی طرف مضاف ہونا ضروری ہے۔ **و انما جعل اعراب هذه الاسماء بالحروف لانهم بما جعلوا اعراب المثنی و جمع المذکر السالم بالحروف ارادوا ان یجعلوا اعراب بعض الاحاد ایضا کذالک لئلا یکون بینهما و بین الاحاد وحشةٌ و منافرة تامة** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ مفردات میں اصل اعراب بالحرکت ہے اور یہ اسماء ستہ مکبرہ جب موحدہ ٹھہریں گے تو ان کا اعراب بھی بالحرکت ہونا چاہیئے نہ بالحرف حالانکہ یہ معرب بالحروف ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ان اسماء مکبرہ کا اعراب بالحروف اس لئے کر دیا گیا ہے کہ جب تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف کیا تو چاہیئے کہ بعض احاد کا بھی اعراب بالحرف ہوتا کہ درمیان تثنیہ اور جمع اور اس کے احاد کے درمیان منافرت اور وحشت پیدا نہ ہو یعنی اگر تثنیہ اور جمع مذکر سالم کا اعراب بالحرف ہوتا اور ان اسماء ستہ مکبرہ کا اعراب بلحاظ مفرد ہونے کے بالحرکت ہوتا تو اس سے یہ لازم آتا کہ مفردات اور تثنیہ اور جمع میں ایک دوسرے سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے حالانکہ احاد اور تثنیہ اور جمع کے درمیان میں مناسبت ہے وہ یہ کہ مفردات ہی سے تثنیہ اور جمع بن جاتے ہیں اسی وجہ سے ان اسماء ستہ مکبرہ کو اعراب بالحرف دیا گیا۔

و انما اختاروا اسماءً ستة لان اعراب کل من المثنی و المجموع ثلاثة فجعلوا فی مقابلة کل اعراب اسمًا اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسمائے ستہ مکبرہ کو اعراب مذکورہ کے لئے کیوں خاص کر مختار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تثنیہ اور جمع کے اعراب کی تین حالتیں ہیں یعنی حالت رفعی حالت نصبی حالت جری پس تثنیہ اور جمع میں ہر ایک حالت کے اعراب کے مقابلہ میں ایک ایک اسم ان اسماء ستہ مکبرہ میں سے مقرر کیا یعنی جس طرح جمع اور تثنیہ کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور الف اور حالت نصبی میں یا ما قبل مکسور یا مفتوح اور حالت جری میں بھی یہ ہی حروف اعراب ہوتے ہیں اسی طرح ان اسماء کا بھی اعراب ان تینوں حالتوں میں واؤ۔ الف یا ٹھہرا دیا گیا۔ **و انما اختاروا هذه الاسماء الستة لمشابهتها المثنٰی و المجموع فی کون معانیها منبئة عن تعدد و لوجود حرف صالح للاعراب فی اواخرها حین الاعراب سماعًا۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مقدر سوال کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ ان اسماء ستہ مکبرہ کو تثنیہ اور جمع کی تین حالتوں کے مقابلہ کے لئے مختار کر کے کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء کو اس لئے خاص کیا کہ یہ اسماء تثنیہ اور جمع کے ساتھ مشابہت لفظا اور معنوی رکھتے ہیں معنوی یہ کہ جس طرح تثنیہ اور جمع تعدد پر دلالت کرتے ہیں اسی طرح ان اسماء کے معنٰی بھی تعدد پر دلالت کرتے ہیں اور لفظی مشابہت یہ ہے

کہ جس طرح تثنیہ اور جمع کے آخر میں حرف صالح للاعراب ہوتا ہے اسی طرح ان اسماء کے آخر میں بھی سلفا اعراب دیتے وقت حرف صالح للاعراب پایا جاتا ہے اسی وجہ سے ان اسماء کو تثنیہ اور جمع کے ہر ایک حالت کے مقابلہ کے لئے خاص کیا۔ **بخلاف سائر الاسماء المحذوفة الاعجاز کید و دم فانہ لم یسمع فیھما من العرب اعادۃ الحروف المحذوفة عند الاعراب**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ان اسماء ستہ مکبرہ کے آخر میں حروف صالح للاعراب ہے اسی طرح ید اور دم کے الفاظ کے آخر میں بھی حروف صالح للاعراب پایا جاتا ہے پس چاہئے کہ ان الفاظ کا بھی اعراب اسمائے ستہ مکبرہ کی طرح ہو، حالانکہ ان کا اعراب ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اسمائے ستہ مکبرہ میں عرب سے حروف محذوفہ کا اعادہ اعراب دیتے وقت مسموع ہے۔ بخلاف ان اسماء کے کہ جن کے آخر سے حروف محذوف ہو گئے ہیں کہ ان میں اعراب دیتے وقت عرب سے حروف محذوفہ کا اعادہ اعراب کے لئے مسموع نہیں ہے اسی وجہ سے ید اور دم کا اعراب اسمائے ستہ بکسرہ کی طرح نہیں ہے۔ **المثنّٰی و ما یلحق بہ و ھو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مثنی کے بعد کلا اور اثنان اور اثنتان کا ذکر کرنا مستدرک یعنی بیکار ہے اس لئے کہ مثنی سے مراد اس کا لفظ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اس کے افراد ہیں اور یہ الفاظ اس کے افراد میں سے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلا اور اثنان واثنتان کا مثنی کے افراد میں سے ہونا مسلم نہیں ہے بلکہ یہ اس کے ملحقات میں سے ہیں کیونکہ ملحق مثنی کا وہ ہے جس کی صورت صورت تثنیہ کی ہو اور اس کا لفظ سے کوئی مفرد نہ ہو اور یہ الفاظ مذکورہ بھی صورت تثنیہ کی رکھتے ہیں اور ان کا مفرد نہیں ہے لہٰذا یہ الفاظ ملحقات مثنی کے ہوئے اور مثنی کے بعد ان کا ذکر کرنا بیکار نہیں گویا مثنی کی دو قسمیں ہوئیں ایک مثنی حقیقی دوسرے ملحق بہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دونوں قسموں کا ذکر کیا ہے **کلا و کلتا** کلتا یعنی مثنی کے ملحقات میں سے ایک کلا ہے اور اسی طرح کلتا بھی اس کا ملحق ہے صرف فرق اتنا ہے کہ کلا مذکر اور کلتا مؤنث کے لئے ہے۔ **و لم یذکرہ لکونہ فرع کلا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلتا بھی مثنی کا ملحق ہے تو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلا کو ذکر کر کے اس کا ذکر کیوں کر چھوڑ دیا باوجودیکہ یہ کلتا کلا کے حکم میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا کہ یہ کلا کی فرع ہے اور اصل کے ذکر کرنے سے حقیقت میں فرع کا ذکر خود ہی معلوم ہوتا ہے اس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی اسی بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر چھوڑ دیا **مضافًا ای حال کون کلا و کلتا مضافا** اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معطوف معطوف الیہ کے بعد حال واقع ہوتا ہے تو وہ ان دونوں سے حال مانا جاتا ہے پس چاہئے کہ مثنی کا اعراب الف یاء سے اضافت کی قید کے ساتھ ضمیر کی طرف مقید ہو حالانکہ یہ ایسا نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ مضافا کا لفظا حرف کلا سے یعنی معطوف سے حال ہے اور وہ جو سائل نے سوال میں قائم کیا ہے کہ جو حال معطوف معطوف علیہ کے بعد میں واقع ہو وہ ان دونوں سے حال ہوگا یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے یعنی حال کون کلا و کلتا کے جب یہ الفاظ ضمیر کی طرف مضاف ہوں جب ان پر وہ اعراب جس کا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے ذکر کریں گے مرتب ہوگا۔ **الی مضمر انما قید بذالک لان کلا باعتبار لفظہٗ مفردٌ و باعتبار معناہ مثنی فلفظہٗ یقتضی الاعراب بالحرکات و معناہ یقتضی الاعراب بالحروف فروعی فیہ کلا الاعتبارین فاذا اضیف المظھر الذی ھو الاصل روعی جانب لفظہ الذی ھو الاصل و اعراب بالحرکات التی ھی الاصل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلا اور کلتا کا اعراب اضافت کی قید کے ساتھ ضمیر کی طرف کیوں مقید کیا اور اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کے مقید کرنے کی وجہ اور دلیل یہ ہے کہ کلا میں دو اعتبار ہیں ایک لفظ کا دوسرے معنی کا اور یہ کلا باعتبار لفظ کے مفرد ہے اور باعتبار معنی کے مثنی ہے تو اس کا لفظ اعراب بالحرکت کو چاہتا تھا اور اس کے معنی اعراب بالحروف کے مقتضی تھے پس اس میں ان دونوں اعتبار کا لحاظ اور رعایت اس طرح کی گئی ہے کہ جب یہ لفظ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہوگا جو

اس کا اصل ہے تو اس صورت میں اس کا لفظا اعتبار ہوگا جو بہ نسبت ضمیر کے اصل ہے اور اس کا اعراب اس وقت حرکات کے ساتھ ہوگا جو کہ بہ نسبت اعراب بالحرف کے اصل ہے **لکن تکون حرکاتہٗ تقدیریۃً لان آخرہٗ الف تسقط بالتقاء الساکنین نحو جاء نی کلا الرجلین و رایت کلا الرجلین و مررت بکلا الرجلین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ بالا جاء نی کلا الرجلین و رایت کلا الرجلین مررت بکلا الرجلین سے ٹوٹتا ہے کیونکہ اس مثال میں یہ کلا کا لفظ اسم ظاہر کی طرف مضاف ہے اور حالانکہ معرب بالحرکت نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ معرب بالحرکت یہاں بھی ہے لیکن اس جگہ اس کے حرکات ثلثہ احوال ثلثہ میں تقدیری ہیں کیونکہ اس کلا کے آخر میں جو الف ہے اس کا الرجلین اسم ظاہر کے الف لام سے التقاء ساکنین ہوا تو یہ الف اس مذکورہ مثال میں کلا کے لفظ سے گر کر تینوں حالتوں میں اس کے اعراب تقدیری ہوئے۔ **و اذا اضیف الٰی المضمر الذی ھو الفرع روعی جانب معناہ الذی ھو الفرع و اعرب بالحروف التی ھی الفرع نحو جاء نی کلاھما و رایت کلیھما و مررت بکلیھما فلذلک قید کون اعرابہ بالحروف بکونہ مضافا الٰی مضمر.** یہ جملہ فاذا اضیف الٰی المظھر ......الخ پر عطف ہے یعنی جب کلا ضمیر کی طرف جو بہ نسبت اسم ظاہر کے فرع ہے مضاف ہوگا تو اس وقت اس کے معنیٰ کے جو بہ نسبت لفظ کے فرع ہیں رعایت ہوگی اور اس کا اعراب بالحروف ہوگا جو بہ نسبت حرکت کے فرع ہے اس کی مثال عربی عبارت میں مذکور ہے۔ پس اسی وجہ سے کلا کا اعراب بالحروف ہونا ضمیر کی طرف مضاف ہونے کے ساتھ مقید کر دیا یعنی یہ لفظ کلا معرب بالحروف جب ہی ہوگا جب ضمیر کی طرف مضاف ہوگا۔ **و اثنان و کذا اثنتان و ثنتان فان ھذہ الالفاظ و ان کانت مفردۃ لکن صورتھا التثنیۃ و معناھا معنی التثنیۃ فالحقت بھا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثنیٰ کے بعد میں اثنان اور اثنتان اور ثنتان کے الفاظ کا ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ الفاظ مثنیٰ کے افراد میں داخل ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان الفاظ کا مثنیٰ کے بعد لانا بیکار نہیں۔ اس لئے کہ یہ الفاظ اگرچہ باعتبار لفظ کے مفرد ہیں، لیکن یہ صورت میں تثنیہ کے ہیں اور معنی ان کے تثنیہ تثنیہ کے معنیٰ میں ہیں پس یہ مثنیٰ کے افراد میں سے نہیں بلکہ اس کے ملحقات میں سے ہیں اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان کا ذکر مثنیٰ کے بعد میں ضروری سمجھا کر کیا ہے **بالالف رفعا و الیاء المفتوح ماقبلھا نصبًا و جرًا کما سیجیء** یعنی ان تمام الفاظ مذکورہ بالا کا اعراب حالت رفعی میں الف اور حالت نصبی اور جری میں یا ماقبل مفتوح کے ساتھ ہوگا جیسے اس کی تحقیق عنقریب آنے والی ہے۔

جمع المذکر سالم:......

و المراد بہ ما سمی اصطلاحا و ھو الجمع بالواو و النون فیدخل فیہ نحو سنین و ارضین مما لم یکن واحد مذکرا لکن یجمع بالواو و النون.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جمع مذکر سالم وہ ہے جس کا مفرد مذکر ہو اور آخر میں اس کے واؤ نون پایا اور نون ملحق ہو گیا ہو تو یہ قاعدہ دو وجہ سے ٹوٹتا ہے۔ اول یہ کہ سنین کا لفظ واؤ اور یا اور نون کے ساتھ معرب ہے اور حالانکہ اس کا مفرد مؤنث سالم کا ہے مذکر سالم کا نہیں دوسرے یہ کہ مرفوعات منصوبات مجرورات جمع مذکر سالم ہیں اور باوجود اس کے یہ الفاظ واؤ اور یا کے ساتھ معرب نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جمع مذکر سالم سے یہاں مراد جمع مذکر سالم اصطلاحی ہے اور اصطلاحی جمع مذکر سالم وہ ہے جو واؤ اور نون سے جمع ہو خواہ اس کا مفرد مذکر ہو خواہ مؤنث تو اس

تقدیر پر جمع مذکر سالم کے اعراب میں سنین اور ارضین وغیرہ وہ الفاظ جن کا واحد مذکر نہ ہو لیکن واؤ اور نون سے جمع ہو گئے ہیں داخل ہوں گے۔**و ما الحق به و هو.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مذکر سالم کے بعد اولو اور عشرون اور اس کے اخوات کا ذکر بیکار ہے کیونکہ یہ جمع مذکر سالم کے افراد میں داخل ہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مذکورہ جمع مذکر سالم کے افراد میں داخل نہیں بلکہ یہ اس کے ملحقات میں سے ہیں کیونکہ ان کی صورت جمع کی ہے لیکن ان کا مفرد نہیں ہے۔اس لئے یہ ملحقات ہوئے اور ملحق بہ کے ذکر کرنے سے ملحق کا ذکر لازم نہیں آتا۔اس وجہ سے جمع مذکر سالم کے بعد ان کا ذکر کرنا ضروری سمجھ کر کیا ہے۔**اولو جمع ذو لا من لفظه** یعنی جمع مذکر سالم کے ملحقات میں سے اولو ہے اور یہ ذو کی جمع ہے لیکن اولو کے لفظ سے نہیں۔**و عشرون و اخواتها ای نظائرها السبع و هي ثلثون الى تسعين** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ثلثون اور تسعین وغیرهما کی اخوت کا اطلاق عشرون پر صحیح نہیں ہے۔اس لئے کہ اخت وہ ہے جو ایک ماں سے ہو اور یہاں اس معنیٰ کا احتمال ہی نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اخوت سے مراد نظائر اور اشباہ ہیں اس مناسبت سے کہ جس طرح بہن بھائیوں میں شباہت اور مشکیت ہوتی ہے اسی طرح عشرون اور اس کے اخوات میں بھی اعراب کے اتحاد میں شباہت اور مشکیت ہوتی ہے۔**و ليس عشرون جمع عشرة و لا ثلثون جمع ثلاثة و الا يصح اطلاق عشرين على ثلثين لانه ثلثة مقادير العشرة و اطلاق ثلثين على التسعة لانها ثلثة مقادير الثلثة علىٰ هذا القياس البواقي** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو ثابت کیا تھا کہ اولو اور عشرون اور اس کے اخوات جمع مذکر سالم کے ملحقات میں سے ہیں اس پر یہ سوال مقدر وارد ہوا کہ اولو کا ملحقات میں سے ہونا تو صحیح ہے کیونکہ اس کا لفظ سے مفرد نہیں ہے اور جس کا لفظ سے مفرد نہیں ہوتا وہ یقیناً ملحق ہوتا ہے لیکن عشرون اور اس کے اخوات کا ملحق سے ٹھہرانا صحیح نہیں کیونکہ جائز ہے کہ عشرون جمع عشرۃ کی ہو اور ثلثون جمع ثلثۃ کی ہو اسی طرح باقی الفاظ میں تو اس تقدیر پر ان الفاظ کا مفرد جب ثابت ہو تو یہ ملحق جمع مذکر سالم کے نہیں ہوئے بلکہ اس کے افراد میں سے ہو گئے لہٰذا وہ ہی بیکاری کا سوال جو اوپر وارد ہوا تھا۔وہ یہاں پر وارد ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عشرون جمع عشرہ کی نہیں ہے اور نہ ثلثون جمع ثلثۃ کی ہے۔ورنہ عشرین کا اطلاق ثلثین پر اس سے لازم آئے گا کیونکہ عشرون دس کے تین مقادیر ہیں اور ثلاثین کا اطلاق نو پر لازم آئے گا کیونکہ نو تین کے تین مقادیر ہیں اس طرح اور الفاظ کا قیاس کرنا چاہئے اور یہ معلوم ہے کہ یہ اطلاق یقینی غلط اور ناجائز ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ عشرون اور اس کے اخوات کے مفردات نہیں ہیں لہٰذا یہ جمع مذکر سالم کے ملحقات ٹھہرے اور جمع مذکر سالم کے بعد میں ان کا ذکر ضروری اور باکار ثابت ہوا۔**و ايضًا هذه الالفاظ تدل على معان معينة و لا تعين في الجموع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جو کہ یہ الفاظ معین معنوں پر دلالت کرتے ہیں اور جمعوں میں تعیین نہیں ہوا کرتا لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ عشرون جمع عشرۃ کی ہے اور ثلثون جمع ثلثۃ کی نہیں ہے۔لہٰذا یہ سب الفاظ جمع مذکر سالم کے ملحقات ثابت ہوئے۔**بالواو رفعا و الياء المكسورة ما قبلها نصبًا و جرًا** یعنی مذکر سالم اور اولو و عشرون اور اس کے اخوات کا اعراب حالت رفعی میں واؤ اور حالت نصبی جری میں یا ماقبل مکسور کے ساتھ ہوگا۔**و انما جعل اعراب المثنى مع ملحقاته و الجمع مع ملحقاته بالحروف لا منهما فرعان للواحد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب بالحرف اعراب بالحرکت کی فرع ہے پس جمع اور تثنیہ کے اعراب بالحرف ہونے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا

جواب دیا کہ تثنیہ اور جمع واحد کے فرع ہیں اور اعراب بالحرف اعراب بالحرکت کی فرع ہے تو اصل کا اعراب اصل کو دیا اور فرع کا اعراب فرع کو دیا تا کہ مناسبت پیدا ہو جائے۔ **و فی اخرهما حرف صالح للاعراب و هو علامته التثنية و الجمع فناسب ان يجعل ذلک الحرف اعراب هما ليكون اعرابها فرعًا لاعرابه كما انهما فرمان له لان اعراب الحروف فرع الاعراب بالحركات** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع مؤنث سالم بھی مفرد کی فرع ہے پس چاہیئے کہ اس کو بھی اعراب بالحرف دیا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ معرب بالحرکت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن جمع مؤنث سالم کے آخر میں کوئی حرف صالح للاعراب نہیں ہے اس وجہ سے یہ معرب بالحرکت ہے اور بخلاف تثنیہ اور جمع کے کہ ان کے آخر میں حرف صالح للاعراب موجود ہے اور وہ تثنیہ اور جمع کی علامت ہے یعنی تثنیہ میں الف اور جمع میں واؤ۔ پس مناسب ہے کہ ان حروف کو ان دونوں کا اعراب کر دیا جائے تا کہ تثنیہ اور جمع کا اعراب واحد کے اعراب کی فرع ہو جائے پس یہ تثنیہ اور جمع واحد کی فرع ہیں کیونکہ اعراب بالحروف اعراب بالحرکت کی فرع ہے۔ **ولما جعل اعرابهما بالحروف و كان حروف الاعراب ثلثة و اعرابها ستة ثلثة المثنى و ثلثة للمجموع فلو جعل اعراب كل واحد منها تلك الحروف الثلثة لوقع الا التباس و لو خص المثنٰى بها نهى المجموع بلا اعراب و لو خص المجموع بها بقى المثنٰى بالاعراب فوزّعت عليهما بان جعلوا الاف علامت رفع فى المثنى لانه الضمير المرفوع للتثنية فى الفعل نحو يضربان و ضربا و الواؤ علامة الرفع فى المجموع لانه الضمير المرفوع للجمع فى الفعل نحو يضربون و ضربوا و جعلو اعرابهما الياء حال الجر على الاصل۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تثنیہ اور جمع کا اعراب خلاف اصل ہے اس لئے کہ رفع تثنیہ کا الف کے ساتھ ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ واؤ کے ساتھ ہو اور نصب اس کا یا کے ساتھ ہے اور قیاس چاہتا ہے کہ الف کے ساتھ ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ جب تثنیہ اور جمع کا اعراب بالحروف ثابت ہو اور اعراب کے حروف تین ہیں یعنی واؤ، الف اور اعراب ان کے چھ ہیں تین تثنیہ کے اور تین جمع کے جس کا مجموعہ چھ ہوتا ہے پس اگر جمع اور تثنیہ ہر ایک کا اعراب وہی تین حروف ٹھہرائے جاتے ہیں تو تثنیہ اور جمع میں التباس واقع ہوتا ہے یعنی یہ فرق نہ ہو سکے گا کہ یہ اعراب تثنیہ کا ہے یا جمع کا اور اگر تثنیہ کو اس اعراب کے ساتھ خاص کر کے یہ تین حروف اعراب کے اس کے لئے اعراب ٹھہرائے جائیں تو جمع بلا اعراب رہ جاتی ہے اور اگر اس اعراب کے لئے جمع کو خاص کر دیا جائے تو تثنیہ بلا اعراب ہوتا ہے۔ پس یہ حروف ثلثہ مذکورہ بالا تثنیہ جمع پر تقسیم اس طرح ہوئے کہ الف کو علامت رفع کی تثنیہ میں کر دیا کیونکہ الف فعل میں ضمیر مرفوع تثنیہ کے ہوتا ہے جیسے یضربان اور ضربا میں اور واؤ کو جمع میں علامت رفع کی کر دیا کیونکہ وہ فعل میں ضمیر مرفوع جمع کی ہے جیسے یضربون اور ضربوا میں اور تثنیہ اور جمع کا اعراب حالت جری میں یا کے ساتھ اپنی اصل پر چھوڑ دیا۔ **و فرقوا بينهما بان فتحوا ما قبل الياء فى التثنيه لخفته الفتحة و كثرة الٗتثنية و كسروه فى الجمع لثقل الكسرة او قلته الجموع** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب یا کو حالت جری میں تثنیہ اور جمع میں مشترک ٹھہرایا تو اس سے درمیان جمع اور تثنیہ کے وہ التباس واقع ہو گیا جس کو اوپر رفع کیا گیا تھا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حالت جری میں بھی درمیان تثنیہ اور جمع کے کوئی التباس لازم نہیں آتا کیونکہ یہ التباس تثنیہ میں یا کے ماقبل مفتوح ہونے سے اور جمع میں ماقبل مکسور ہونے سے رفع ہو جاتا ہے اور تثنیہ میں ماقبل اس لئے ہوگا کہ فتح کی حرکت خفیف ہوتی ہے اور

حثیہ کثیر ہوتا ہے تو خفت پیدا کرنے کی غرض سے حثیہ کی حالت جری میں ماقبل یا کا مفتوح رہے گا اور جمع میں یا کا ماقبل اس لئے مکسور ہوگا کہ کسرہ ثقیل ہوتا ہے اور جمع قلیل تو جمع کی قلت کا لحاظ کر کے حالت جری میں یا کا ماقبل مکسور رہے گا تا کہ مناسبت اور خفت پیدا ہو جائے۔**و حملوا النصب علی الجر لا علی الرفع لمناسبت النصب بالجر لوقوع کل منهما فضلة فی الکلام** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا دفع کرنا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نصب کو رفع پر کیوں محمول نہ کیا جر پر محمول ہونے کی کیا وجہ اور دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ کہ درمیان نصب اور جر کے ایک مناسبت ہے وہ یہ کہ نصب اور جر دونوں فضلہ پر دلالت کرتے ہیں بخلاف فرع کے کہ وہ کلام عربی میں عمدہ پر دلالت کرتا ہے لہٰذا نصب کو جر پر حمل کرنا زیادہ مناسب ہوا۔

و لما فرغ من تقسیم الاعراب الی الحرکة و الحرف و بیان موضعهما المختلفة شرع فی بیان مواضع الاعراب اللفظی و التقدیری اللذین اشیر الی تقسیمه الیهما فیما سبق.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے عبارت التقدیر فی ما تعذر...... الخ کی تحقیق کے لئے تمہید باندھی ہے یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعراب کو دو قسموں میں منقسم کر دیئے یعنی اعراب بالحرکت و اعراب بالحرف کی تقسیم اور اس کی مختلف مقامات کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اعراب لفظی اور تقدیری کے اعراب کے مقاموں کا بیان شروع کیا جس کی تقسیم کی طرف ماسبق عبارت لفظا اور تقدیرا میں اشارہ بھی فرمایا تھا یعنی اس عبارت سے اس بات کی طرف اشارہ کیا تھا کہ اعراب کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی دوسرے تقدیری **و لما کان التقدیری اقل اشار الیه اولا ثم بین ان اللفظی ما عداه فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب لفظی بنسبت اعراب تقدیری کے اصل ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی ما سبق میں لفظی اعراب مقدم ذکر کر کے لفظا اور تقدیرا میں اشارہ کیا تھا کہ لفظی اعراب مقدم ہوگا تو اس مقام پر اعراب لفظی کو موخر ذکر کرنا اور تقدیری کو مقدم ذکر کرنا خلاف اصل ہے۔ پس چاہئے کہ لفظی اعراب یہاں بھی مقدم ہوتا کہ خلاف اصل اور تفصیل کی مخالفت لازم نہ آئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقدیری اعراب کے مقامات قلیل ہیں اور لفظی کے کثیر اور قلیل بمنزلہ جزء کے ہوتا ہے اور کثیر بمنزلہ کل کے اور یہ قاعدہ ہے کہ جزء کل پر مقدم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اول تقدیری اعراب کی طرف اشارہ کر کے بیان کیا۔ پھر لفظی بیان کر کے کہا:

التقدیر:......

ای التقدیر الاعراب.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ تقدیر کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا اعراب کا لفظ مقدر ہے۔ جس کو محذوف کر کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے۔**فیما ای فی الاسم المعرب الذی۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماضی اور امر حاضر اور حرف میں بھی اعراب متعذر ہوتا ہے تو چاہئے کہ یہاں بھی اعراب مقدر مانا جائے حالانکہ یہاں اعراب مقدر نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فیما میں ما کا کلمہ عبارت اسم سے ہے اور یہ الفاظ مذکورہ بالا اسماء نہیں ہیں یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں ہوگا جہاں اعراب متعذر ہو۔ **تعذر الاعراب فیه** اس میں بھی ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ تعذر کی ضمیر فاعل دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو اعراب کی طرف لوٹے گی یا اسم کی طرف اور یہ دونوں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ موصول بلا عائد ہو جائے گا اور ثانی اس لئے کہ معنیٰ میں فساد پیدا ہو جائے گا

کیونکہ یہاں اعراب کا تعذر مقصود ہے نہ اسم کا تعذر اور اگر اسم کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی ہے تو یہ معنٰی ہوتے ہیں کہ تقدیری اعراب وہاں ہوگا جہاں اسم متعذر رہو حالانکہ یہ معنٰی مقصود نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ ضمیر تعذر کی اعراب کی طرف لوٹتی ہے اور عائد موصول کا اس میں محذوف ہے یعنی فانیہ کا لفظ عائد موصول کی طرف محذوف مانا جائے گا۔ ای امتنع شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس لفظ کو بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تعذر کے معنٰی یہ ہیں کہ جو کلفت اور مشقت کے بغیر حاصل نہ ہوسکے اور عصا اور غلامی میں اعراب بالکل حاصل ہی نہیں ہوسکتا تو پھر ان لفظوں میں اعراب کے تقدیری ہونے کی کیا معنٰی ہیں جن کو تقدیری اعراب کی مثال میں لائے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ تعذر سے یہاں مراد امتناع ہے یعنی ان لفظوں میں اعراب منع ہے **ظهوره فی لفظة.** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب عصا اور غلامی میں اعراب منع ہے تو چاہئے کہ یہ الفاظ بنیات میں سے ہوں۔ معرب کے اقسام میں سے کیوں ٹھہرائے گئے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غلامی اور عصا کے الفاظ میں اعراب کا ظہور منع ہے تقدیر منع نہیں ہے یعنی اعراب کا مقدر ہونا منع نہیں ہے۔ بلکہ ان لفظوں میں اعراب کا ظہور منع ہے۔ **و ذلک اذا لم یکن الحرف الذی هو محل الاعراب قابلا للحرکة الاعرابية كما فی الاسم المعرب بالحركة الذی فی اخره الف مقصورة سواء كانت موجودة فی اللفظ كالعصا بلام التعريف او محذوفة بالتقاء الساكنين** اور یہ اعراب کا امتناع اس وقت ہوگا کہ جب حرف جو محل اعراب کا ہو قابل حرکت اعرابی کا نہ ہو جیسے اس اسم معرب میں جو کہ معرب بالحرکت ہو اور آخر میں اس کے الف مقصورہ ہو برابر ہے کہ وہ الف مقصورہ لفظ میں موجود ہو جیسے العصا معرب باللام کے ساتھ میں یا التقاء ساکنین سے محذوف ہوگیا ہو جیسے عصًا میں **كعصا بالتنوين فان الالف المقصورة فی الصورتين غير قابلة الحركة** تنوین کے ساتھ کیونکہ الف مقصورہ ان دونوں صورتوں میں جو اوپر مذکور ہوئیں قابل حرکت اعراب کا نہیں ہے۔ **و كما فی الاسم المعرب بالحركة المضاف الی ياء المتكلم نحو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ غلامی کا لفظ عصًا پر معطوف ہے یعنی اعراب تقدیری اس اسم معرب میں بھی ہوگا جو معرب بالحرکت ہو اور یائے متکلم کی طرف مضاف ہو جیسے غلامی **غلامی فانه لما اشتغل ما قبل ياء المتكلم بالكسرة للمناسبة قبل دخول العامل المتنع ان يدخل عليه حركته اخرى بعد دخوله موافقةً لها او مخالفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے غلامی میں اعراب کے متعذر رہونے اور تقدیری ماننے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ جب متکلم کے یاء کے ماقبل بوجہ مناسبت یاء کے کسرہ کے ساتھ عامل کے داخل ہونے سے پیشتر مانا جائے تو عامل کے داخل ہونے کے بعد دوسری حرکت کا داخل ہونا منع ہوجائے گا خواہ وہ حرکت اس پہلی حرکت کے موافق ہو یا مخالف **فما ذهب اليه بعض من اعراب مثل هذا الاسم فی حالت الجر لفظی غير مرضی** کسی شارح کا غلامی کے لفظ میں یہ خیال تھا کہ اس لفظ کی حالت جری میں جو اس کا کسرہ ہے وہ اعرابی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس عربی عبارت میں اس شارح کی غلط فہمی کو ظاہر کر کے اس کے خیال کو غلط ثابت کیا ہے کہ وہ جو بعضے شارحوں کا خیال ہے کہ غلامی کا اعراب حالت جری میں لفظی ہے تقدیری نہیں ہے۔ یہ خیال باطل ہے۔ بلکہ اس لفظ میں اعراب تقدیری ہے۔ جس کی وجہ و دلیل اوپر بیان ہوچکی ہے۔ **مطلقًا ای فی الاحوال الثلث يعنی كون الاعراب تقديريا فی هذين النوعين من الاسم المعرب انما هو فی جميع الاحوال غير مختص ببعضها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے عصا اور غلامی کے اعراب کے تقدیری ہونے کا عموم بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ متن کا مطلقًا جو منصوب ہے اس کا منصوب ہونا دو

وجھوں سے ہوگا ایک منصوب بنا بر مصدریت دوسرے منصوب بنا بر ظرفیت اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔ اس لئے کہ وہ مصدر ہے جس پر فعل مشتمل ہو اور یہاں پر کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کا یہ مصدر ٹھہرایا جاسکے اور منصوب بنا بر ظرف اس لئے درست نہیں ہے کہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زمان اور یہ لفظ دونوں نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ منصوب بنا بر خبریت کان محذوفہ کے ہے جس کی تقدیر یہ ہوگی کہ و کان اعرابھما مطلقا یعنی تینوں حالتوں میں اس اسم معرب کی ان دونوں قسموں میں اعراب کا تقدیری ہونا سب حالتوں میں ہوگا کسی خاص حالت سے مختص نہیں ہوگا یعنی عصا اور غلامی میں حالت جری، حالت نصبی، حالت رفعی ان تینوں حالتوں میں ہمیشہ اعراب تقدیری رہے گا لفظی کسی وجہ سے ممکن نہ ہوگا۔

او استثقل:......

عطف علی تعذر ای تقدیر الاعراب فیما تعذر او فی اسم الذی استثقل ظھور الاعراب فی لفظه و ذٰلک اذا کان محل الاعراب قابلًا للحرکت الاعرابیة و لکن ظھوره فی اللفظ ثقیلًا علی اللسان کما فی الاسم الذی فی اخره یاء مکسورٌ ما قبلھا سواء کانت محذوفة بالتقاء الساکنین.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ استثقل کا جملہ تعذر کے جملہ پر عطف ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ اعراب کا مقدر ہونا وہاں ہوگا جہاں اعراب متعذر رہو یا اس اسم میں اعراب تقدیری مانا جائے گا جس کے لفظ میں ظہور اعراب زبان پر ثقیل ہو اور یہ اعراب کا استثقال وہاں ہوگا جہاں محل اعراب قابل حرکت اعرابی تو ہو لیکن ظہور اعراب کا اسم کے لفظ میں زبان پر ثقیل اور دشوار ہو جیسے کہ اس اسم میں جس کے آخر میں یاء ماقبل مکسور ہو وہ عام ہے کہ التقاء ساکنین کی وجہ سے لفظ سے محذوف ہوئی ہو جیسے قاض میں **کقاضٍ او غیر محذوفة کالقاض** یا غیر محذوف ہو جیسے القاضی معروف باللام میں **رفعًا و جرًا ای فی حالتی الرّفع و الجرّ فی حالة النصب لاستثقال الضمة و الکسرة علی الیاء دون الفتحة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفعا اور جرا کے الفاظ کا نصب دو حالتوں سے خالی نہیں یا یہ الفاظ منصوب بنا بر مصدریت ہوں گے یا منصوب بنا بر ظرفیت اور یہ دونوں حالتیں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ مصدر پر فعل مشتمل ہوتا ہے اور یہاں فعل یعرب مقدر مانا جائے گا۔ وہ اعرابًا پر مشتمل ہے نہ رفعا جرا پر دوم اس لئے کہ ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ نہ مکان ہیں نہ زمان۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر ظرف ہیں اور مضاف اس میں مقدر جو کہ حالت کا لفظ ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے یعنی قاضی کا اعراب حالت رفعی اور حالت جری میں تقدیری ہوگا نہ حالت نصبی میں اس لئے کہ یاء پر ضمہ اور کسرہ کا آنا ثقیل ہوتا ہے فتحہ ثقیل نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس لفظ کا اعراب حالت نصبی میں فتحہ لفظی ہوگا۔ فقط۔ **و نحو مسلمیّ عطف علی قوله کقاضٍ یعنی تقدیر الاعراب للاستثقال قد یکون فی الاعراب بالحرکة و قد یکون فی الاعراب بالحرف نحو مسلمیّ بخلاف تقدیر الاعراب للتعذر فانه مختص بالاعراب بالحرکة۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اعراب تقدیری دو مقاموں پر ہوتا ہے ایک مقام تعذر دوسرا مقام استثقال پہلے کی مثال مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عصا اور غلامی سے دی ہے اور دوسرے کی مثال قاضی سے اور مسلمی کی مثال ان دو مثالوں کے بعد میں لانا مثال بلا ممثل سے یعنی اس کا ممثل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قاضی کے قول پر عطف ہے اور قاضی استثقال کی مثال تھی اور استثقال کی وجہ سے اعراب کا مقدر ہونا دو طرح ہے۔

ایک بالحرکت جس کی مثال قاضی میں دے چکے ہیں دوسرے بالحرف جس کی مثال مسلمی ہے یعنی استثقال کی وجہ سے اعراب کا مقدر ہونا کبھی تو اعراب بالحرکت میں ہوگا اور کبھی اعراب بالحرف میں جس کی مثال مسلمی ہے بخلاف اس کے کہ جب تعذر کی وجہ سے اعراب مقدر ہو کہ وہ اعراب بالحرکت کے ساتھ مختص ہوگا یعنی اس مثال میں اعراب بالحرف کی تقدیر نہیں ہوگی بخلاف استثقال کے مقام کے کہ وہاں پر اعراب بالحرکت اور اعراب بالحرف دونوں مقدر ہوں گے اول کی مثال قاضی ہوئی دوسرے کی مثال مسلمی لہٰذا اس تقدیر پر مسلمی کی مثال بلا مثل نہیں ہوئی **رفعًا یعنی تقدیر الاعراب فی نحو مسلمی انما هو فی حالت الرفع فقط دون النصب و الجر نحو جائنی مسلمی فان اصله مسلموی بسقوط النون بالاضافة فاجتمع الواؤ و الیاء السابق منهما ساکن فانقلبت الواؤ یاء و ادغمت الیاء و کسر ما قبل الیاء فلم یبق علامة الرفع التی هی الواؤ فی اللفظ فصار الاعراب فی حالة الرفع تقدیر یا بخلاف حالتی النصب و الجر فان الادغام لا یخرج الیاء عن حقیقتها فان الیاء المدغمة ایضا یاء۔** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفع کے آگے حالت کے لفظ کو بڑھا کر لکھا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح رفعًا اور جرًا کے الفاظ کے تحت میں اوپر تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے اس کو ملاحظہ کر کے وہی سوال جواب یہاں بھی سمجھ لینا چاہئے اور اس عربی عبارت کی تشریح یہ ہے کہ مسلمی کے اعراب کا مقدور ہونا فقط حالت رفعی ہی میں ہوگا۔ بخلاف حالت نصبی، جری کے کہ یہاں لفظی ہوگا جیسے جائنی مسلمی یہ اصل میں مسلمون تھا۔ جب یائے متکلم کی طرف اس کی اضافت ہوئی تو اضافت کی وجہ سے نون ساقط ہوا۔ جس کی اصل مسلموی رہی پس یہاں واؤ اور یا جمع ہو گئے اور پہلا یعنی واؤ ساکن تھا پس واؤ یا سے بدلا اور اس بدلی ہوئی یا کا ادغام یائے متکلم میں ہو کر مسلمی بضم میم کے ہوا چونکہ یا اپنے ماقبل کو مکسور چاہتا ہے اس مناسبت سے اس میم کے ضمہ کو جو یا کے ماقبل واقع ہے کسرہ سے بدل دیا۔ جس کی اصل مسلمی بکسرہ میم ہوئی پس حالت رفع میں مسلمی کے لفظ میں واؤ جو علامت رفعی کے تھا وہ لفظ میں باقی نہیں رہا۔ اس لئے اب حالت رفعی میں اس لفظ کا اعراب تقدیری ہوا بخلاف حالت نصب اور جر کے کہ یہاں اعراب میں اس لفظ کا یہی یا ماقبل مکسور ہوگا کیونکہ ادغام یا کو یا ہونے کی حقیقت سے نہیں نکالتا اس لئے کہ ادغام کے بعد میں بھی یاء مدغمہ کو یا ہی کہا جاتا ہے یعنی یا اپنی حقیقت پر باقی رہتا ہے۔ **و قد یکون الاعراب بالحروف تقدیریا فی الاحوال الثلث فی مثل جاء نی ابو القوم و رأیت ابا القوم و مررت بابی القوم فانه لما سقط حرف الاعراب عن اللفظ بالتقاء الساکنین لم یبق الاعراب لفظا بل سار تقدیریا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات معرب بالحرف میں اعراب بالحرف احوال ثلثہ میں مقدر رہتا ہے جیسے مثال مذکورہ میں واقع ہے پس چاہئے کہ یہ بھی اسی قسم سے بنایا جائے جو معرب بالحرف ہو اور اس میں اعراب بالحرف مقدر ہو حالانکہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اعراب بالحرف میں تقدیر اعراب صرف ایک ہی حالت رفعی میں ثابت کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مثال مذکورہ میں جو اعراب بالحروف احوال ثلثہ میں مقدر ہے وہ قلیل ہے (جس پر قد تقلیلی دلالت کرتا ہے) اور یہ بوجہ عارض اضافت ہے اس لئے کہ جب التقاء ساکنین سے اس مثال مذکورہ میں اعراب کے حروف ساقط ہوئے تو اب لفظ میں اعراب باقی نہیں رہا بلکہ تقدیری ہوا لیکن عوارض کا کوئی اعتبار نہیں لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کثرت کا لحاظ کر کے اعراب بالحروف کی تقدیر کے لئے ایک ہی حالت رفعی کو مخصوص کیا۔ **و اللفظی ای الاعراب المتلفظ به** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سوال ظاہر کیا ہے کہ لفظی صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور یہاں صفت موجود ہے اور موصوف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے جواب دیا کہ اس کا موصوف محذوف ہے وہ موصوف اعراب ہے۔ **فیما عداہ یعنی فیما عدا ما ذکر مما تعذر فیه الاعراب او استثقل** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سابق میں تقدیراعراب کے لئے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو امر ذکر کئے ہیں ایک متعذر دوسرے استثقال اور یہ تثنیہ ہوا پس چاہئے کہ فیما عداھما لکھتے جس سے ان دو امروں کی طرف ضمیر لوٹائی جاتی حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں ضمیر واحد غائب کی ان دو امروں کی طرف لوٹائی ہے تو اس تقدیر پر درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دو امر مؤول بمذکور کر کے مرجع اس ضمیر واحد غائب کے ٹھہرے ہیں لہٰذا اب درمیان راجع مرجع کے مطابقت ہوگئی۔ اب مرجع مذکور کا لفظ ٹھہرا اور وہ مذکور واحد غائب ہے یعنی سوائے اس مقام کے جہاں پر اعراب متعذر ہو یا ثقیل ہو سب جگہ اعراب لفظی ہوگا۔ **و۔ لما ذکر فی تفصیل المعرب وغیر المنصرف و کان غیر المنصرف اقل من المنصرف و بمعرفته یعرف المنصرف علی قیاس الاعراب التقدیری و اللفظی عرف غیر المنصرف و اکتفی بتعریفه فقال۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیر منصرف کی تعریف اور اس کے اسباب بیان کرنے کے لئے تمہید باندھ کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے پس مناسب تھا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منصرف کی تعریف پر اکتفاء کر کے غیر منصرف کی تعریف کو چھوڑ دیتے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معرب کی تفصیل میں جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منصرف اور غیر منصرف کا ذکر کیا اور غیر منصرف بہ نسبت منصرف کے کم ہے اور غیر منصرف کے پہچاننے سے اعراب تقدیری اور لفظی پر قیاس کر کے منصرف کی تعریف خود ہی معلوم ہوتی ہے تعرف الاشیاء باضدادھا اور غیر منصرف کا مفہوم وجودی ہے اور منصرف کا عدمی ہے یعنی غیر منصرف کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں نو اسباب منع صرف سے دو سبب یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے اور منصرف اس کا عکس ہے لہٰذا مصنف نے غیر منصرف کی اقلیت اور مفہوم وجودی کا لحاظ کر کے غیر منصرف کی تعریف پر اکتفاء کر منصرف کی تعریف چھوڑ دی اور کہا:

غیر المنصرف:......

یہ غیر کا لفظ ترکیب میں یہاں پر اعراب کے لحاظ سے تین طرح پڑھ سکتے ہیں: (۱) مرفوع، (۲) منصوب، (۳) مجرور۔ مرفوع اس لحاظ سے کہ یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی یا مبتداء ہے خبر اس کی محذوف ہے اور منصوب اس بناء پر ہوگا کہ یہاں پر غیر کے لفظ سے مقدم اعنی فعل مقدر مانا جائے گا جس کا یہ ترکیب میں مفعول بہ ٹھہرے گا اور مجرور اس لئے ہوگا کہ اس سے مقدم مضاف مقدر مانا جائے گا جو لفظ بحث کا ہوگا یعنی ھذا بحث غیر المنصرف پس اس تقدیر پر غیر کا لفظ بحث کے لفظ کا مضاف الیہ ہوا اور مضاف الیہ مجرور ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اس کو مجرور بھی پڑھ سکتے ہیں **ما ای اسم** اس میں یہ لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر منصرف کی تعریف مانع دخول غیر سے نہیں ہے کیونکہ اس میں ضَرَبَتْ داخل ہوا اس لئے کہ اس میں بھی دو اسباب منع صرف کے پائے جاتے ہیں ایک تانیث دوسرے وزن فعل لہٰذا چاہئے کہ یہ غیر منصرف ہو حالانکہ یہ مبنی ہے غیر منصرف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ غیر منصرف کی تعریف میں کلمہ ما کا عبارت اسم سے ہے نہ لفظ سے تا کہ اس میں فعل داخل ہو کر سوال مذکورہ بالا وارد ہو سکے لہٰذا غیر منصرف کی تعریف مانع دخول غیر سے ہوئی معرب اس میں بھی اسم کے ساتھ معرب کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حضار میں دو اسباب پائے جاتے ہیں ایک تانیث دوسرے علمیت تو چاہئے کہ یہ بھی غیر منصرف ہو حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ نے جواب دیا کہ اسم سے مراد اسم معرب ہے اور حضار اسم مبنی ہے لہذا تعریف غیر منصرف کی مانع ہو کر حضار اس کی تعریف سے نکلا۔ **فیه علتان تؤثران باجتماعهما** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حبلی اور مصابیح کے الفاظ اگر دو مخصوص کے علم ٹھہرائے جائیں تو اس وقت ان دو لفظوں میں دو اسباب منع صرف کے موجود ہو جائیں گے یعنی حبلی میں ایک سبب الف مقصورہ دوسرے علمیت اور مصابیح میں ایک سبب صیغہ منتہی الجموع دوسرے علمیت پائی جائے گی تو چاہئے کہ یہ دونوں الفاظ غیر منصرف کی قسم اول میں داخل کر دیئے جائیں پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں دو سبب منع صرف کے پائے جاتے ہیں دوسری قسم یہ ہے کہ جس میں ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے حالانکہ یہ دونوں الفاظ مذکورہ قسم ثانی میں داخل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد علتوں سے وہ ہیں جو دونوں ایک اسم میں جمع ہو کر غیر منصرف کر دینے کے اثر بھی رکھیں اور علمیت الف تانیث اور صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ اثر نہیں رکھتی ہے لہذا یہ دو الفاظ غیر منصرف کے ثانی قسم میں داخل ہو گئے نہ اول میں **و استجماع شرائطها فيه اثر سيجئ ذكره** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نوح کے لفظ میں دو سبب مؤثر پائے جاتے ہیں ایک عجمہ دوسرے علمیت تو چاہئے کہ یہ لفظ غیر منصرف ہو حالانکہ یہ علی المختار منصرف ہے جیسے کہ آگے مصنف خود تحقیق کریں گے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد علتوں سے دو علتیں مؤثر ہیں لیکن ان دو علتوں میں ان کے مؤثر ہونے کی شرطوں کا اجتماع بھی ضروری ہے اور عجمہ کے اندر تحرك حرف اوسط یا زیادت علی الثلثه شرط ہے اور نوح میں ان دو شرطوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی ہے اس بناء پر علی المختار منصرف ہوا جیسے اس کی تحقیق عنقریب آنیوالی ہے **من علل تسع او علته علةٌ** کے لفظ کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت واحدة ترکیب میں صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور موصوف اس کا یہاں نہیں ہے لہذا صفت کا بغیر موصوف کے ہونا لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اس کا موصوف علةٌ کا لفظ محذوف ہے لہذا اعتراض دفع ہو گیا۔ **واحدة منها ای من تلك تسع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف منها میں ہا ضمیر واحد غائب مؤنث کا مرجع بتایا ہے کہ وہ علل تسع ہے یعنی ایک علت ان نو علتوں میں جو دو کے قائم مقام ہو۔ علت سے مراد سبب ہے **تقوم هذه العلة الواحدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ تقوم کا فاعل وہی علت واحدہ ہے جس کی طرف تقوم میں ضمیر فاعل ہی لوٹتی ہے۔ **مقامهما ای مقام هاتين العلتين** اس میں صرف یہ بتایا ہے کہ مقامهما میں هما ضمیر تثنیہ مؤنث غائب ان ہی دو علتوں کی طرف لوٹتی ہے جو اوپر متن میں مذکور ہیں **بان تؤثر وحدها تاثيرهما** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ایک علت کا دو علتوں کی جگہ قائم ہونا درست نہیں ہے کیونکہ قیام اجسام میں متصور ہوتا ہے اور علل تسع اعراض میں سے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قیام سے مراد تاثیر ہے یعنی ایک سبب کا دو کے قائم مقام ہونے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ایک علت تنہا دو علتوں کی طرح اثر رکھے۔ **و هي ای العلل التسع مجموع ما في هذين البيتين من الامور التسعة لا كل واحد حتى يقال لا يصح الحكم على العلل التسع بكل واحد من هذه الامور ذلك الجموع شعر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ علتوں پر حکم ہر ایک سے لگانا درست نہیں اس لئے کہ اس سے حمل واحد کا متعدد پر لازم آتا ہے یعنی اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان نو علتوں میں سے ہر ایک علت نو علت ہے اور یہ یقینی غلط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ سوال جب وارد ہو سکتا ہے کہ ربط عطف پر مقدم مانا جائے اور یہاں ایسا نہیں ہے جیسا کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ای

العلل التسع مجموع ما فی ھذین البیتین میں اس کی طرف اشارہ کیا لہٰذا حمل واحد کا متعدد پر لازم نہیں آیا بلکہ مجموعہ علتوں پر علل تسع کا حکم ثابت ہوا یعنی وہ علل تسع جوان دو شعروں میں جمع ہیں وہ علل تسع ہیں۔ ہر ایک علت علل تسع نہیں تا کہ یہ سوال مذکورہ وارد ہو سکے کہ اطلاق ہر ایک علت کا ان نو علتوں میں سے مجموعہ نو علتوں پر لازم آتا ہے وہ نو علتیں آنے والے شعروں میں جمع ہیں۔ **شعر عدل و وصف و تانیث و معرفۃ و عجمۃ ثم جمع ثم ترکیب** یہ اشعار ابی سعید انباری نحوی کے ہیں۔ **فالعدول فی عطف ھاتین العلتین من الواؤ الی ثم المجرد المحافظۃ علی الوزن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ثم کا کلمہ مفید تراخی کے ہے تو اس تقدیر پر یہ لازم آتا ہے کہ جمع اور ترکیب کا علت ہونا ان پانچ علتوں کے بعد میں ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا واؤ عطف چھوڑ کر جمع اور ترکیب کو ثم سے عطف کرنا درست نہیں پس اس عدول کی کوئی وجہ ضرور ہونی چاہئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ان دو علتوں کے عطف میں عدول واؤ سے ثم کی طرف صرف وزن شعری کی محافظت کے لئے ہے نہ تراخی کے لئے یہی اصل عدول کی وجہ ہے۔

و النون زائدۃ من قبلھا الف و وزن فعل و ھذا القول تقریب

فقولہ زائدۃ منصوب علی انہ حال اذا لمغی و تمنع النون الصرف لتقدم۔

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متن کافیہ میں جو زائدۃ کا لفظ ہے وہ دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا یا وہ مرفوع ہوگا۔ اس بناء پر کہ وہ نون کی صفت ٹھہرائی جائے یا منصوب ہوگا۔ اس لحاظ سے کہ وہ نون سے حال مانا جائے حالانکہ یہ دونوں صورتیں درست نہیں۔ اول اس لئے کہ درمیان صفت اور موصوف کے تعریف اور تنکیر میں مطابقت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ نون معرفہ باللام ہے اور زائدۃ نکرہ ہے اور یہ مطابقت ضروری ہے دوسرے اس لئے کہ حال فاعل سے آتا ہے یا مفعول سے اور نون کا لفظ اس ترکیب میں نہ فاعل ہے نہ مفعول شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا کہ یہ لفظ زائدۃ منصوب بنا بر حال ہے اور نون کا لفظ حقیقت میں فاعل ہے کیونکہ عبارت کی تقدیر یوں ہے کہ و تمنع النون الصرف دیکھئے اس عبارت میں نون کا لفظ تمنع کا فاعل ٹھہرا یعنی نون اسم کے منصرف ہونے کو منع کرتا ہے درآں حالیکہ وہ زائد ہو اور الف کا لفظ ظرف من قبلھا کا فاعل مانا جائے گا یا یہ الف کا لفظ مبتداء مؤخر ہے اور خبر اس کی ظرف مقدم یعنی من قبلھا ہے اس لئے کہ مبتداء نکرہ واقع نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے اس کی خبر من قبلھا مقدم مانی جائے گی۔ جس کی تقدیم سے اس لفظ کے لفظ کا مبتداء ہونا صحیح ہو جائے۔ **و لا یخفی انہ لا یفھم من ھذا التوجیہ زیادۃ الالف مع انھا ایضًا زائدۃ و لھٰذا یعبر عنھما بالالف و النون الزائدتین۔** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لا یخفی کے لفظ سے ایک سوال کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ زائدۃ کا لفظ منصوب جب بناء بر حال مانا جائے اور الف کا لفظ من قبلھا کا فاعل یا مبتداء اور من قبلھا اس کی خبر مقدم ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں الف کا زیادہ ہونا اس توجیہ سے معلوم نہیں ہوگا بلکہ صرف نون کا زائد ہونا سمجھ میں آئے گا حالانکہ الف بھی زائد ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے الف اور نون دونوں کی تعبیر الف نون مزیدتان سے کرتے ہیں۔ **و لو جعل الالف فاعلا لقولہ زائدۃ و الظرف متعلقا بزیادۃ الالف قبل النون اشتراکھما فی وصف الزیادۃ و تقدم الف علیھا فی ھذا الوصف فھم زیادتھما جمیعًا و ھذا کما اذا قلت جاء زید راکبًا من قبلہ اخوہ فانہ یدل علی اشتراکھما فی وصف الرکب و تقدم اخیہ علیہ فی ھذا الوصف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا

ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اگر الف کا لفظ زائدۃ کا فاعل ٹھہرایا جائے اور الف کے نون سے پیشتر زیادہ ہونے سے ان دونوں کا اشتراک زیادت کی صفت میں اور تقدم الف کا نون پر اس صفت میں مراد لی جائے تو اس صورت میں دونوں کا یعنی الف نون کا زیادہ ہونا سمجھ میں آئے گا اور یہ ایسا ہوگا کہ جیسا کہ تم کہو کہ زید سوار ہو کر آیا اور اس کے پہلے اس کا بھائی سوار تھا تو دیکھئے یہ مثال زید اور اس کے وصف رکوب میں شریک ہونے اور بھائی کے رکوب کی صفت میں مقدم ہونے پر دلالت کرتی ہے یعنی یہ مثال یہ بتاتی ہے کہ پہلے بھائی سوار ہو کر آیا۔ اس کے بعد میں زید اسی طرح الف اور نون زیادت کی صفت میں مشترک پائے جائیں گے۔ صرف اتنا فرق ہوگا کہ ایک کا زیادہ ہونا پہلے دوسرے کا زیادہ ہونا بعد میں ہوگا۔ لہٰذا اس تقدیر پر الف نون دونوں کا زیادہ ہونا لازم آیا اور سوال مذکورہ کا جواب بھی ہوا۔

و قوله هذا القول تقريب يعني ان ذكر العلل بصورة النظم تقريب لها الى الحفظ لان حفظ النظم اسهل او القول بان كل واحد من الامور التسعة عليةٌ قول تقريبي لا تحقيقي اذا لعلته في الحقيقة اثنان منها لا واحد او القول بانها تسع تقريب لها الى الصواب لان في عددها خلافًا فقال بعضهم انها تسع و قال بعضهم اثنان و قال بعضهم احد عشر لكن القول بانها تسع تقريب لها الى الصواب من المذاهب الثلثة.

اس عبارت میں و هذا القول تقريب کے جو متن کافیہ میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تین معنی بتانا چاہتے ہیں ایک یہ کہ اسباب منع صرف کا ذکر نظم کی صورت میں یاد کرنے کے لئے فہم میں قریب کرتا ہے کیونکہ نظم کا یاد کرنا آسان ہوتا ہے یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علل تسعہ کو صورت نظم میں اس لئے ذکر کیا تاکہ یاد کرنے میں آسانی ہو دوسرے معنی اس قول کے جو اوپر مذکور ہے یہ ہیں کہ نو اسباب منع صرف میں سے ہر ایک سبب کو علت منع صرف کا کہنا مجازی قول ہے حقیقی نہیں کیونکہ حقیقت میں اسم غیر غیر منصرف بنا دینے کے لئے ان نو سببوں میں سے دو ہی سبب ہوتے ہیں ایک نہیں ہوتا تیسرے معنی اس قول کے یہ ہیں کہ اسباب منع صرف کو نو اسباب کو مقرر کرنا یہی ٹھیک مذہب ہے کیونکہ اس کی گنتی میں اختلاف ہے بعضے نحوی کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف نو ہیں جیسے کہ اس مذہب کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی اختیار کیا ہے اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ اسباب منع صرف دو ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ اسباب منع صرف گیارہ ہیں لیکن نو والا قول اور مذہب بہ نسبت باقی تین مذہبوں کے زیادہ درست اور صحیح ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو اختیار کیا۔ **ثم انه ذكر امثلة العلل المذكورة على ترتيب ذكرها في البيتين فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آگے آنے والے متن کے لئے تمہید باندھ کر اشارہ کیا ہے۔ جب مصنف کافیہ علل تسعہ کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اس کے بعد ان نو اسباب منع صرف مذکورہ کو اسی ترتیب سے جو اوپر شعروں میں مذکور ہیں مثالوں کے ضمن میں بغرض وضاحت بیان کرنا چاہتے ہیں پس کہا مثلًا **عمر مثال للعدل** یہ عدل کی مثال ہے یعنی عمر غیر منصرف ہے اس میں دو سبب منع صرف کے موجود ہیں ایک علمیت دوسرے عدل تقدیری۔ **و احمدُ مثال للوصف** یہ وصف کی مثال ہے یعنی احمد کا لفظ غیر منصرف ہے۔ اس میں ایک وصف دوسرے وزن فعل ہے۔ **و طلحة مثال للتانيث** یہ تانیث کی مثال ہے یعنی طلحة کا لفظ غیر منصرف ہے۔ اس میں ایک تانیث لفظی دوسرے علمیت ہے۔ **و زينب مثال للمعرفة** یہ معرفہ کی مثال ہے یعنی زینب جو غیر منصرف ہے اس میں ایک تانیث دوسرے معرفہ ہے۔ **و في ايراد وزينب مثالا للمعرفة بعد طلحة اشارة الى قسمي التانيث اللفظي و المعنوي** اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ زینب کا طلحہ کے بعد ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ یہ دونوں لفظ مؤنث ہیں اس کا کوئی فائدہ ضرور ہونا چاہئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلحہ کے بعد معرفہ کے لئے زینب کو مثال میں لانے

سے اشارہ کیا اور فائدہ یہ ہے کہ تانیث کی دو قسمیں ہیں ایک لفظی دوسرے معنوی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طلحہ میں مثال تانیث لفظی کی اور زینب میں مثال تانیث معنوی کی دی ہے۔

ابراھیم مثال للعجمة یہ عجمہ کی مثال ہے یعنی ابراہیم غیر منصرف ہے اس میں ایک علمیت دوسرے عجمہ ہے **و مساجد مثال للجمع** یہ مثال جمع کی ہے یعنی مساجد کا لفظ غیر منصرف ہے اور اس میں وہ جمع ہے جو قائم مقام دو سببوں کے ہے **و معدیکرب مثال للترکیب** یہ ترکیب کی مثال ہے یعنی معدیکرب غیر منصرف ہے اس میں ایک ترکیب دوسرے سبب علمیت ہے۔ **و عمران مثال للالف و النون** یہ الف نون مزیدتان کی مثال ہے یعنی عمران غیر منصرف ہے اس میں ایک علمیت دوسرے سبب الف نون مزیدتان ہے **و احمد مثال لوزن الفعل** اس میں وزن فعل کی مثال ہے یعنی احمد کا لفظ غیر منصرف ہے اس میں ایک وزن فعل دوسری علمیت ہے **و حکمه ای حکم غیر المنصرف** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حکمہ میں ضمیر مجرور غیر منصرف کی طرف لوٹتی ہے اور حکم کا لفظ اسی طرف مضاف ہے **و الاثر المترتب علیه** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف صحیح نہیں ہے کیونکہ حکم عبارت ہے اسناد احد الامرین سے آخر کی طرف ایجابًا اور سلبًا اور یہ مرکب میں پایا جاتا ہے اور غیر منصرف مفرد کے اقسام میں سے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کے دو معنٰی ہیں ایک اصطلاحی دوسرے لغوی جو اثر مرتبہ علی الشیٔ ہے یہاں یہ ثانی لغوی معنٰی مراد ہیں اور اسی اعتبار سے حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف کی گئی ہے **من حیث اشتماله علی علتین او واحدة منهما تقوم مقامها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حکم مؤثر کی طرف مضاف ہوتا ہے اور مؤثر یہاں دو سبب منع صرف کے ہیں یا ایک سبب جو قائم مقام دو کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف اس مناسبت سے ہے کہ یہ غیر منصرف اسم دو علتوں پر یا ایک علت پر جو قائم مقام دو کے ہو مشتمل ہے اس اشتمال کی وجہ سے حکم کی اضافت غیر منصرف کی طرف کی گئی ہے۔ **ان لا کسرة فیه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فیہ کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حکمہ کا لفظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور وہ جملہ جو اس کے بعد واقع ہے یعنی ان لا کسرة و لا تنوین اس کی خبر ہے اور جب مبتداء کی خبر ہو تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں وہ عائد موجود نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عائد اس میں محذوف فیہ کا لفظ ہے **و لا تنوین** یعنی غیر منصرف کا حکم یہ ہے کہ اس پر حالت جری میں نہ کسرہ آئے نہ تنوین۔

و ذالک لان لکل علة فرعیةً فاذا وقع فی الاسم علتان حصل فیه فرعیتان فیشبه الفعل من حیث ان له فرعتین بالنسبة الی الاسم احدا هما افتقاره الی الفاعل و اٰخرهما اشتقاقه من المصدر فمنع منه الاعراب المختصر بالاسم و هو الجر و التنوین الذی هو علامته التمکن.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی وجہ اور دلیل بیان کر کے اس وعدہ کا ایفاء جو پہلے کسی مقام پر کیا کرنا چاہتے ہیں کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ اس لئے نہیں آسکتا کہ غیر منصرف کی ہر علت کے لئے فرعیت ہے جب کسی اسم میں دو علتیں واقع ہوں تو اس میں دو فرعیں بھی حاصل ہو جائیں گی۔ پس اس تقدیر پر غیر منصرف اسم فعل سے مشابہ ہوا اس میں کہ فعل کی بہ نسبت اسم کے دو فرعیں ہوتی ہیں ایک فعل کا فاعل کی طرف محتاج ہونا، دوسرے فعل کا مصدر سے مشتق ہونا اور فعل پر کسرہ اور تنوین جو اسم معرب کا خاصہ ہے نہیں آسکتا تو اسی طرح غیر منصرف پر

بھی اس مشابہت مذکورہ بالا کی بنا پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکے گا اور یہ اعراب غیر منصرف سے منع کیا جائے گا کیونکہ یہ تنوین اور جر اسم متمکن کا خاصہ ہے۔

و انما قلنا لکل علۃ فرعیۃ لان العدل فرع المعدول عنہ و الوصف فرع الموصوف و التانیث فرع التذکیر لانک تقول قائم ثم قائمۃ و التعریف فرع التنکیر لانک تقول رجل ثم الرجل و العجمۃ فی کلام العرب فرع العربیۃ اذا لاصل فی کل کلام ان لا یخالطہ لسان اخر ... و الجمع فرع الواحد و الترکیب فرع الافراد و الالف و النون الزائدتان فرع ما زید تا علیہ وزن الفعل فرع وزن الاسم لان الاصل فی کل نوع ان لا یکون فیہ الوزن المختص بنوع اخر فاذا اوجد فیہ ھذا الوزن کان فرعا لوزنہ الاصلی۔

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے غیر منصرف پر کسرہ اور تنوین نہ آنے کی دلیل میں یہ کہا تھا کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ اس لئے نہیں آسکتا ہے کہ ہر علت کے لئے فرعیت ہوتی ہے جب غیر منصرف اسم میں دو علتیں پائی جاتی ہیں تو اس میں دو فرعیں بھی پائی جائیں گی تو اس تقدیر پر غیر منصرف اسم فعل سے مشابہ ہوا اور فعل پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکتا اسی طرح غیر منصرف پر بھی نہیں آئے گا۔ اب یہاں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے ہر علت کو فرع اس لئے کہا ہے کہ عدل فرع معدول عنہ کی ہے اور وصف موصوف کی فرع ہے اور تانیث تذکیر کی فرع ہے کیونکہ عربی کلام میں قائم بول کر اس کے بعد قائمۃ کہتے ہیں اور تعریف تنکیر کی فرع ہے کیونکہ پہلے رجل نکرہ بولتے ہیں اس کے بعد الرجل معرفہ بالام مستعمل کرتے ہیں اور عجمہ عربی کلام میں فرع عربی کلام کی ہے کیونکہ ہر کلام میں اصل یہ ہے کہ اس میں دوسری زبان کا کوئی لفظ مستعمل نہ ہو چونکہ عربی میں دوسرے کسی زبان کا کوئی لفظ مستعمل نہیں ہوتا اس لئے یہ عجمی زبان کی اصل ٹھہری اور جمع فرع واحد کی ہے اور ترکیب فرع افراد کی ہے اور الف نون مزید تان فرع اس لفظ کے ہیں جس میں یہ بڑھے ہیں جیسے عمران میں عمر اصل ہے اور یہ الف نون جو اس میں بڑھے ہیں یہ اس کی فرع ہوئے اور وزن فعل وزن اسم کی فرع ہے کیونکہ اصل ہر نوع میں یہ ہے کہ اسم میں وہ وزن جو دوسرے نوع سے مختص ہو نہ آئے پس اس میں یہ وزن پایا گیا تو یہ اس وزن اصلی کی فرع ہوئی یعنی اسم کا وزن اصلی ہے اور فعل کا وزن اس کی فرع ہے جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا کہ غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ نہیں آسکتا تو اس قاعدہ کلیہ پر ایک اعتراض وارد ہوا کہ یہ قاعدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے منقوض ہے جو حضرت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مرثیہ میں فرمایا ہے:

شعر ماذا علی من شم تربتہ احمد
ان لا یشم مدی الزمان غوالیا...... الخ

دیکھئے اس شعر میں احمدؐ کا لفظ غیر منصرف ہے باوجود اس کے اس پر کسرہ آیا ہے۔ دوسرے یہ قاعدہ کلیہ حضرت شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول سے منقوض ہے جو حضرت امام اعظم ابی حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں فرمایا ہے:

شعر ما اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہٗ
ھو المسک ما کررتہ یتضوع

دیکھئے اس شعر میں نعمان کا لفظ غیر منصرف ہے باوجود اس کے مجرور ہے۔ تیسرے یہ قاعدہ کلیہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے منقوض ہے جو کہ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں فرمایا ہے:

شعر سلام علی خیر الانام و سید
حبیب الله العالمین محمد ﷺ
بشیر نذیر ھاشمی مکرم
عطوف روف من یسمّٰی باحمد

دیکھئے اس آخری مصرعہ میں احمد کا لفظ مجرور ہے باوجودیکہ غیر منصرف ہے اب آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ خود ہی اس اعتراض کا جواب دینا چاہتے ہیں **و یجوز ان لا یمتنع سواء کان ضروریا او غیر ضروری** یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مذکورہ اعتراض کا جواب دیا کہ غیر منصرف کا منصرف کر دینا بوجہ ضرورت شعر جائز ہے اور اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو یجوز سے لا یمتنع مرادلیا ہے۔اس میں ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر منصرف کا ضرورت شعری سے منصرف کر دینا واجب ہے اور تناسب کی وجہ سے منصرف کر دینا جائز ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے یجوز کا قول علی العموم کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں جواز سے مراد جواز بمعنٰی امکان عام ہے یعنی غیر منصرف کا منصرف کر دینا منع نہیں خواہ ضروری اور واجب ہو جیسے ضرورت شعری میں یا غیر ضروری یعنی جائز ہو جیسے کہ ضرورت تناسب میں۔

فائدہ:......

امکان کی دو قسمیں ہیں: خاص و عام۔خاص وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانبین سے ہو یعنی جس کا نہ وجود ضروری ہو نہ عدم اس کو امکان خاص کہتے ہیں اور عام وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب واحد سے ہو یعنی جس کا عدم ضروری نہ ہو بلکہ وجود ضروری ہو وہ امکان عام کہلاتا ہے پھر اس امکان کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ امکان عام جس کا وجود ضروری ہے جیسے واجب تعالٰی، دوسرا وہ امکان عام جو مقید بجانب عدم ہو اول وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب عدم سے ہو خواہ وجود اس کا ضروری ہو یا نہ ہو اور ثانی وہ ہے جس میں سلب ضرورت جانب وجود سے ہو برابر ہے کہ عدم اس کا ضروری ہو یا نہ ہو۔

صرفه ای جعله فی حکم المنصرف بادخال الکسرة و التوین فیه لا جعله منصرفًا حقیقة فان غیر المنصرف عند المصنف ما فیه علتان او واحدة تقوم مقامهما و بادخال الکسرة و التوین لا یلزم خلو الاسم عنهما.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک غیر منصرف وہ ہے جس میں دو علتیں پائی جائیں یا ایک جو قائم مقام دو علتوں کے ہو اور اسم کسرہ تنوین کے داخل کر دینے سے غیر منصرف ہونے سے نہیں نکلتا۔پس مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا یہ قول یجوز صرفه کس طرح صحیح ہو سکتا ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غیر منصرف منصرف کر دینے کے معنٰی یہ ہیں کہ غیر منصرف کو منصرف کا حکم دے کر اس پر تنوین اور کسرہ داخل کر دیا جائے یہ مراد نہیں ہے کہ غیر منصرف کو حقیقتاً منصرف کر دیا جائے کیونکہ غیر منصرف مصنف کے نزدیک وہ ہے جس میں دو علتیں یا ایک علت قائم مقام دو کے پائی جائے اور کسرہ اور تنوین داخل کرنے سے غیر منصرف کا علتوں سے خالی ہونا لازم نہیں آتا۔ **و قیل المراد بالصرف معناه اللغوی لا الاصطلاحی و**

ضمیر صرفه راجع الی حکمه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ صرف کے الفاظ سے اس کے لغوی معنی مراد لئے جائیں نہ اصطلاحی اور لغوی معنی صرف کے پھیر دینے کے ہیں اور صرفہ کی ضمیر مجرورہ حکم کی طرف لوٹائی جائے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ غیر منصرف کے حکم کا پھیر دینا ضرورت شعری سے جائز ہے یعنی غیر منصرف کو اپنے حکم سے پھیر کر اس پر کسرہ اور تنوین کا داخل کرنا جائز ہے۔

للضرورة وزن الشعر او رعاية القافية فانه اذا وقع غير المنصرف في الشعر فكثير اما يقع من منع صرفه انكسار يخرجهٗ عن الوزن او الزحاف يخرجه عن السلاسة اما الاول فكقوله:

شعرٌ صبت علی مصائب لو انها
صبت علی الایام صرف لیالیا

و اما الثانی فقوله:

شعر اعد ذکر نعمان لنا ان ذکره
هو المسك. ما کرره یتضوع

فانه لو فتح نون نعمان من غير تنوين يستقيم الوزن و لكن يقع فيه زحاف يخرجه عن السلاسة كما يحكم به سلامته الطبع اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر منصرف کو ضرورت شعری کی وجہ سے منصرف کردینے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ غیر منصرف ضرورت شعری اور رعایت قافیہ کی بناء پر منصرف کے حکم میں ہوتا ہے کیونکہ جب غیر منصرف اسم شعر میں واقع ہو تو بسا اوقات اس کے غیر منصرف پڑھ دینے سے شعر میں انکساری واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے شعر اپنے وزن اصلی سے نکل جاتا ہے یا زحاف واقع ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے شعر سلاست سے نکل آتا ہے اول یعنی انکساری کی مثال صبت...... الخ ہے جس میں غور کرکے معلوم کرنا چاہئے کہ مصائب کا لفظ جو غیر منصرف ہے اگر منصرف کرکے نہ پڑھا جائے تو شعر کے وزن میں انکسار لازم آئے گا اور ثانی یعنی زحاف کی مثال اعد ذکر نعمان والا شعر ہے جس میں نعمان کا لفظ غیر منصرف ہے اگر نعمان کا لفظ بغیر تنوین کے فتحہ کے ساتھ پڑھا جائے تو شعر کا وزن ٹھیک ہوگا لیکن اس میں زحاف واقع ہوجائے گا جس کی وجہ سے شعر سلاست سے خارج ہو جائے گا جیسا کہ اس کو سلیم الطبع آدمی یعنی شعرا سمجھ لیتے ہیں تو اس ضرورت کی وجہ سے نعمان کا لفظ منصرف کے حکم میں کرکے مکسور پڑھا جاوے گا فان قلت الاحتراز عن الزحاف ليس بضروری فكيف يشمله قوله للضرورة اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول للضرورت پر ایک سوال وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ زحاف سے بچنا ضروری نہیں پس اس کو مصنف کا قول للضرورۃ کس طرح شامل ہوسکتا ہے۔ قلنا الاحتراز عن بعض الزحافات اذ امكن الاحتراز عنه ضروری عند الشعراء اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ احتراز بعض زحافات سے جب احتراز اس سے ممکن ہو شعراء کے نزدیک ضروری ہے لہٰذا مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول للضرورۃ اس کو بھی شامل ہوا۔ وَ اَمّا الضرورة الواقعة لرعاية القافية فكما فی قوله:

شعر

سلام علی خیر الانام و سید
حبیب اللّٰہ العالمین محمد
بشیر نذیر ھاشمی مکرم
عطوف دون من یسمیٰ باحمد

فانه لو قال احمد بالفتح لا یخل بالوزن و لکنه یخل بالقافیة فان حرف الروی فی سائر ابیات الدال المکسورة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس غیر منصرف کی مثال بتاتے ہیں جو ضرورت کافیہ کی وجہ سے منصرف کے حکم میں ہوگیا ہو یعنی وہ ضرورت جو رعایت قافیہ کی وجہ سے واقع ہو اس کی مثال سلام علی خیر الانام والے شعر ہیں جن کے آخری مصرعہ میں احمد کا لفظ غیر منصرف آیا ہے اب اگر اس لفظ کو مفتوح پڑھا جائے اور غیر منصرف حکم میں منصرف کے نہ کیا جائے تو اس سے شعر کے وزن میں نقصان تو نہیں ہوتا لیکن اس کے قافیہ میں نقصان واقع ہوگا اس لئے کہ اس قصیدہ کے تمام شعروں کے آخری حرف دال مکسورہ ہے اس وجہ سے یہ احمد کا لفظ ان شعروں میں منصرف کے حکم میں لاکر مکسور پڑھا مصنف کے اس قاعدہ کلیہ پر جو اوپر مذکور ہو چکا ہے ایک دوسرا اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سلاسلا و اغلالا میں سلاسلا کا لفظ غیر منصرف منصرف منون کر کے پڑھا جاتا ہے باوجودیکہ اس میں ضرورت شعری نہیں ہے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **او للتناسب ای ویجوز صرف غیر المنصرف لیحصل التناسب بینه و بین المنصرف لان رعایة التناسب بین الکلمات امرهم عندهم و ان لم یصل الی حد الضرورة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر والے سوال کے جواب کی تشریح کرنا چاہتے ہیں کہ غیر منصرف کا منصرف کر دینا اس غرض سے کہ درمیان غیر منصرف اور منصرف کے مناسبت حاصل ہو جائز ہے اس لئے کہ عرب کے نزدیک کلمات کے درمیان مناسبت کی رعایت ایک امر مقصود اور ضروری ہے اگرچہ حد وجوب کو نہیں پہنچتا۔ **مثل سلاسلا و اغلالا حیث صرف سلاسلا لتناسب المنصرف الذی یلیه اعنی اغلالا فقوله سلاسلا و اغلالا مثال لمجموع غیر المنصرف الذی صرف و المنصرف الذی صرف غیر المنصرف لتناسبه** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس غیر منصرف کی مثال جو کہ تناسب کی وجہ سے منصرف ہوگیا ہووے ہے یعنی اس مثال مذکورہ میں سلاسلا کا لفظ اس منصرف کی مناسبت کی وجہ سے جو اس کے قریب ہے یعنی اغلالا کی مناسبت سے سلاسلا غیر منصرف ہوگیا ہے پس سلاسلا اور اغلالا کا قول مجموعہ اس غیر منصرف کی مثال ہے جو منصرف ہو گیا ہو اور اس منصرف کی ہے جس کی مناسبت سے غیر منصرف منصرف ہوگیا ہو یعنی اس میں غیر منصرف اور منصرف دونوں کی مثال ہے۔ **و ما یقوم مقامهما ای العلة الواحدة التی تقوم مقام العلتین من العلل المنع علتان مکررتان قامت کل واحدة منهما مقام العلتین لتکرارها احدٰهما** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما یقوم مقامهما کا جملہ مبتداء ہے اور الجمع والفا التانیث ترکیب میں اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جمع جو حرف سے جمع ہوئی ہو وہ مثل جمع لفظی کے ہوتی ہے اور یہاں الفا التانیث کو جمع کے ساتھ واو حرف جمع کے ساتھ جمع کیا ہے تو اس تقدیر پر عبارت کے معنٰی یہ ہوں گے کہ جمع اور الفاء التانیث دونوں ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ جمع اور الفا ما التانیث میں سے ہر ایک علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے۔ شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما یقوم مقامهما کی خبر محذوف علتان مکررتان کا لفظ ہے اور جمع اور الفا تانیث ہرایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی وہ علت جو قائم مقام دو علتوں کے علل مذکورہ میں سے ہو وہ دو علت مکرر ہیں جو کہ ہرایک ان میں سے بوجہ تکرار کے قائم مقام دو علتوں کے ہے ایک ان دو علتوں میں سے جمع ہے۔ **الجمع البانع الی صیغة منتهی الجموع فانه قد تکرر فیه الجمیعة حقیقة کاکالیب و اساور و اناعیم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مسلمون اور رجال بھی جمع ہیں لہٰذا چاہئے کہ یہ الفاظ بھی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوں حالانکہ یہ سبب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مطلق جمع ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے نہیں بلکہ وہ جمع جو جمعیت میں صیغہ منتہی الجموع کو پہنچتی ہو وہ ایک سبب دو سببوں کے قائم مقام ہوسکتی ہے اور صیغہ منتہی الجموع وہ ہے جس میں جمعیت حقیقۃ مکرر ہو جیسے اکالیب کہ یہ جمع اکلب کی ہے اور اکلب جمع کلب کی یا جیسے اساور کہ یہ جمع اسورۃ کی ہے اور اسورۃ جمع سوار کی ہے یا جیسے اناعیم کہ یہ جمع انعام کی ہے اور انعام جمع انعم کی ہے۔ دیکھئے ان الفاظ میں جمعیت حقیقۃ مکرر ہوگئی ہے لہٰذا یہ جمعیت ایک سبب قائم مقام دو سبب کے ہوسکتی ہے۔ **او حکما کالجموع المو افقة لها فی عدد الحروف و الحرکات و السکنات کمساجد و مصابیح** اس میں حکماء کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دینا چاہتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر یہ ثابت ہوا ہے کہ وہ جمع ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوسکتی ہے جس کی جمعیت میں تکرار ہو تو یہ قاعدہ مساجد اور مصابیح سے لوٹ جاتا ہے اس لئے کہ ان الفاظ میں جمعیت مکرر نہیں ہے اور باوجود اس کے ان الفاظ کی جمعیت قائم مقام دو سببوں کے ہے لہٰذا چاہئے کہ یہ مساجد اور مصابیح غیر منصرف نہ ہو کیونکہ ان الفاظ میں جمعیت مکرر نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جمعیت کا مکرر ہونا عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی جیسے وہ جمع جو حقیقی جمع کی حروف کی گنتی اور حرکات سکنات میں موافق ہو جیسے مساجد اور مصابیح کہ یہ الفاظ حقیقی جمع کے ساتھ حرکات سکنات اور حروف کی گنتی میں موافق ہیں لہٰذا ان لفظوں میں حکما جمعیت مکرر ہوگئی اسی وجہ سے یہ غیر منصرف ٹھہرے اور ان کی جمعیت ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوئی گئی۔ **و ثانیتهما التانیث** یہ جملہ اوپر احداهما کے جملہ پر عطف ہے یعنی ان دونوں سببوں میں سے جو ہرایک قائم مقام دو سببوں کے ہو۔ ایک جمع ہے دوسری تانیث کہ تانیث بھی ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوتی ہے۔ **لکن لا مطلقا بل بعض اقسامه و هو** اس میں بھی سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قائمہ میں تانیث ہے۔ چاہئے کہ یہ بھی غیر منصرف ہو حالانکہ یہ لفظ منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مطلق تانیث ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے نہیں ہے بلکہ بعض اقسام تانیث کے ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوسکتے ہیں اور وہ تانیث الف ممدودہ اور مقصورہ کی ہے۔ **و هو الفا التانیث المقصورة و الممدودة** یعنی وہ تانیث ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہوسکتی ہے جو الف مقصورہ اور ممدودہ سے حاصل ہو ای **کل واحدة منهما کحبلی او حمراء لانهما لازمتان للکلمة وضعا لاتفارقا نها اصلا فلا یقال فی حبلی حبل و لا فی حمراء، حمرا فیجعل لزومهما للکلمة بمنزلة تانیث أخر فصار التانیث مکررًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت الفا تانیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الف ممدودہ اور الف مقصورہ دونوں مل کر ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ الف مقصورہ علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے اور الف ممدودہ علیحدہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا مقصد یہ ہے کہ الف ممدودہ مقصورہ میں سے ہرایک قائم مقام دو سببوں کے ہے الف مقصورہ کی مثال حبلی اور ممدودہ کی حمراء ہے کیونکہ یہ دونوں الف کلمہ کے ساتھ وضع میں لازم ہوتے ہیں اس لئے کہ یہ کلمہ سے الگ نہیں ہوتے ہیں حبلی میں حبل اور حمراء میں حمر نہیں بولا جاسکتا پس ان کا

لزوم کلمہ سے بمنزلہ ایک دوسری تانیث کے ٹھہرائی گئی لہٰذا تانیث ان دونوں لفظوں میں گویا مکرر ہوئی۔ **بخلاف التاء فانها ليست لازمة للكلمة بحسب اصل الوضع فانها وضعت فارقة بين المذكر و المؤنث فلو عرض اللزوم لعارض كالعلمية مثلا لم يقو قوة اللزوم الوضعي**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات تاء کلمہ کے ساتھ بوجہ کسی عارض کے لازم ہوتا ہے جیسے قائمۃ کا لفظ جب اس کو کسی کا علم مانا جائے تو اس وقت یہ تاء اس کلمہ سے الگ نہیں ہوسکتا لہٰذا چاہئے کہ یہ بھی ایک سبب قائم مقام دوسببوں کے ہوجائے حالانکہ قائمۃ کا لفظ منصرف ہے غیر منصرف نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تاء تانیث اصل وضع میں کلمہ کے ساتھ لازم نہیں کیونکہ اس کی وضع درمیان مذکر اور مؤنث کے فرق کرنے کے لئے ہے۔ پس اگر اس کو لزوم بوجہ عارض علمیت عارض ہوجائے تو وہ لزوم وضعی کی طرح قوت نہیں رکھے گا لہٰذا قائمۃ کی تانیث وقت علمیت میں قوت سبب بننے کی نہیں رکھتی ہے۔ پس یہ لفظ منصرف ٹھہرا نہ غیر منصرف جب مصنف علل تسعہ کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب ہر ایک علت کی علیحدہ علیحدہ تعریف کرتے ہیں:

فالعدل:......

مصدر مبنی للمفعول.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل متکلم کی صفت ہے اور خروج لفظ کی اور ان دونوں صفتوں میں ہر ایک کا موصوف دوسرے سے متبائن ہے لہٰذا اس تقدیر پر ان دونوں متبائنوں میں سے ایک متبائن کی صفت کا حمل دوسرے متبائن کی صفت پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عدل مصدر مبنی للمفعول ہے یعنی مصدر بمعنی مفعول ہے۔ **ای کون الاسم معدولا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب عدل مصدر بمعنی مفعول ہوا تو اس سے دو خرابیاں لازم آئیں ایک یہ کہ معدول ذات مع الوصف ہے اور خروج وصف ہے تو اس صورت میں صرف وصف کا حمل ذات مع الوصف پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے دوسری خرابی یہ لازم آئی کہ اسباب منع صرف اوصاف ہیں اور معدول ذات مع الوصف ہے لہٰذا ذات مع الوصف پر حمل اوصاف کا لازم ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ معدول سے مراد اسم کا معدول ہونا ہے۔ **خروجه ای خروج الاسم** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خروجه کی ضمیر مجرور دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو یہ ضمیر اسم کی طرف لوٹائی جائے گی۔ یا عدل کی طرف اور یہ دونوں درست نہیں اول اس لئے کہ اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اس لئے کہ یہاں عدول کا ذکر ہے اسم کا نہیں اور ثانی اس لئے کہ اس سے اخذ محدود کا حد میں لازم آئے گا اور یہ درست نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ضمیر اسم کی طرف راجع ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا۔ اس لئے کہ یہ مقام اسم کی بحث کا ہے اس قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خروجه کی ضمیر اسم کی طرف لوٹتی ہے **ای كونه مخرجا** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معدول سے **كون الاسم معدولا** مراد لیا گیا تو اس پر دو خرابیاں لازم آئیں ایک یہ کہ **كون الاسم معدولا** متعدی ہے اور خروج لازمی ہے تو اس سے متعدی کی تفسیر لازمی سے لازم ہوئی اور یہ درست نہیں دوسری خرابی یہ ہے کہ **كون الاسم معدولا** حاصل بالمصدر ہے اور خروج نفس مصدر ہے تو اس سے نفس مصدر کا حمل بالمصدر پر لازم آیا اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج اسم سے مراد اسم کا مخرج ہونا ہے لہٰذا یہ بھی متعدی اور حاصل بالمصدر ہوا پس حمل صحیح ہوا۔ **عن صيغة الاصلية ای عن صورته التی يقتضی الاصل و القاعدة ان يكون**

ذالک علیها۔اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صیغہ عبارت ہیئت اور مادہ اسم سے ہے اور اسم بھی بعینہ اس ہیئت اور مادہ کو کہتے ہیں لہٰذا اس سے اخراج کل کا کل سے لازم آیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد صیغہ سے صورت ہے یعنی عدل اسم کا اپنی اصلی صورت سے نکلنا جس کو اصل اور قاعدہ یہ چاہتا ہو کہ وہ اسم اس قاعدہ پر ہو یعنی عدل کے معنی یہ ہیں کہ اسم اس صورت سے نکل کر دوسری صورت میں آجائے جس کو اصل اور قاعدہ چاہتا ہے۔**و لا یخفی ان صیغة المصدر لیست صیغة المشتقات فباضافة الصیغة الی ضمیر الاسم خرجت المشتقات کلها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **لا یخفی** سے ایک دفع سوال مقدر کی طرف اشارہ فرمایا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف فعل کے مشتقات پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی اپنے اصلی صیغوں سے مخرج ہوتے ہیں مثلاً ضارب و مضروب وغیرہ وغیرہ سب ضرب مصدر سے مخرج ہوتے ہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل کے مشتقات عدل کی تعریف سے خارج ہیں کیونکہ صیغہ کی اضافت صیغہ میں اسم کی طرف منظور مانی گئی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مصدر کا صیغہ مشتقات کا صیغہ نہیں ہوتا۔اس لئے کہ اگر مصدر کا صیغہ اور مشتقات کا صیغہ ایک ہو تو اسم کی ضمیر کی طرف یہ اضافت نہ ہوتی اس سے معلوم ہوا کہ مصدر کا صیغہ اور ہے اور مشتقات کا اور لہٰذا عدل کی تعریف سے کل مشتقات خارج ہو گئے۔**و ان المتبادر من خروجه عن صیغة الاصلیة ان تکون المادة باقیة و التغیر انما وقع فی الصورته فقط فلا ینتقض بما حذف عنه بعض الحروف کالاسماء المحذوفة الاعجاز مثل ید دوم فان المادة لیست باقیة فیها** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف مانع نہیں ہے اس لئے کہ اس میں اسماء محذوف الاعجاز جیسے ید دوم داخل ہوئے اس لئے کہ یہ بھی اپنی اصلی صیغوں سے خارج ہوئے ہیں۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج کے ساتھ یہ ضروری ہے کہ اسم اپنے اصلی صیغہ سے نکل کر مادۂ حروف اس میں باقی رہے اور تغیر صرف صورت میں واقع ہو جب یہ قید اس میں ضروری مانی گئی تو تعریف ان اسماء سے نہیں ٹوٹے گی جن کے بعضے حروف محذوف ہو گئے ہوں جیسے اسماء محذوف الاعجاز دم اور ید میں کہ ان میں خروج تو ہوا ہے لیکن مادہ حروف اصلی کا باقی نہیں رہا۔اس لئے یہ عدل کی تعریف سے نکلے اور عدل کی تعریف مانع ہوئی۔**و ان خروجه عن صیغة الاصلیة یستلزم دخوله فی صیغة اخری ای مغایرة لا لاولیٰ و لا لیبعد ان یعتبر مغایرتها انما فی کونها غیر داخلة تحت اصل و قاعدة کما کانت الاولیٰ دخلت تحتهٗ فخرجت عنه المغیرات القیاسیة**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف میں مغیرات قیاسیہ جیسے داع اور رام داخل ہوئے کیونکہ یہ بھی اپنے اصلی صیغوں سے خارج ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خروج میں اسم کے اپنے اول صیغہ سے یہ ضروری اور لازم ہے کہ وہ اسم اپنے پہلے صیغہ سے نکل کر دوسرے مغائر صیغہ میں داخل ہو یعنی یہ نکلا ہوا اسم اپنے پہلے صیغہ سے مغائر ہو اور اس کی مغائرت اس طرح ہو کہ نکلا ہوا صیغہ کسی اصل اور قاعدہ کے تحت میں داخل ہو جس طرح کہ پہلا صیغہ قاعدہ میں داخل تھا چونکہ یہ داع اور رام کے صیغے قاعدہ صرفی کے تحت میں داخل ہیں اس لئے یہ عدل کی تعریف سے نکلے۔**و اما المغیرات الشاذة فلا نسلم انها مخرجةٌ عن الصیغ الاصلیة فان الظاهر ان مثل القوس فاینب من الجموع الشاذة لیست مخرجة عما هو القیاس فیها اعنی اقواسا و اینا بابل انما جمع القوس و الناب ابتداء علی القوس و انیب علی خلاف القیاس من غیر ان یعتبر جمعهما اولا علی اقواس و اینا ب و اخراج القوس و انیب عنهما** اس عبارت سے بھی

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف مغیرات شاذ ۃ پر صادق آتی ہے جیسے اقوس و انیاب کیونکہ اقوس جمع قوس کی ہے اور انیب جمع ناب کی ہے اور یہ دونوں لفظ اجوف ہیں اور اجوف میں قاعدہ صرفی یہ ہے کہ افعالٌ کے وزن پر اس کی جمع آتی ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ اقوس اور ناب کے الفاظ اقواس اور انیاب سے نکلے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مغیرات شاذ ۃ کا اپنے صیغہ اصلی سے خارج ہونا مسلم نہیں ہے کیونکہ ظاہر یہ ہے کہ اقواس اور انیب جمع شاذہ میں سے ہیں اپنے قیاس کے قاعدہ کے مطابق نہیں نکلے ہیں یعنی قاعدہ یہ ہی چلتا ہے کہ اقواس اور انیاب سے نکلے لیکن یہ خلاف قیاس جمع آئے ہیں یہ ابتداءً اقوس اور انیب کے وزن پر خلاف قیاس قاعدہ صرفی مذکورہ کے جمع ہو کر آئے ہیں بغیر اس کے کہ ان دونوں لفظوں کو اول اقواس اور انیاب کے وزن پر جمع کیا جائے اور اس کے بعد اقوس اور انیب اس سے نکالے جائیں۔ **قال بعض الشارحين قد جوز بعضهم تعريف الشئ بما هو اعم منه اذا كان المقصود تميزه عن بعض ما عداه فيمكن ان يقال المقصود ههنا تميز العدل عن سائر العلل لا عن كل ما عداه فحيث جعل بتعريفه هذا التميز لا باس بكونه اعم منه فحينئذ لا حاجة في تصحيح هذا التعريف الى ارتكاب تلك التكلفات۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عدل کی تعریف سے جامع مانع ثابت کرنے کے لیئے اوپر والے تکلفات کی ضرورت نہیں کیونکہ تعریف سے مقصود معروف کا اپنے بعض ماعدا سے امتیاز کرنا ہوتا ہے اور وہ یہاں عدل کی تعریف سے حاصل ہے کیونکہ عدل اپنی تعریف مذکور کے بناء پر باقی علل سے ممتاز ہوا اور اس کا تمام ماعداء سے امتیاز ضروری نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعریف کے متعلق علماء کے دو مذہب ہیں ایک متقدمین علماء کا مذہب ہے دوسرے متاخرین کا۔ متقدمین یہ کہتے ہیں کہ تعریف میں معرف کا بعض ماعداء سے امتیاز شرط ہے اور متاخرین یہ کہتے ہیں کہ تعریف میں شرط یہ ہے کہ معرف تمام ماعداء سے ممتاز ہو اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک متاخرین کا مذہب مختار ہے یعنی اوپر والے سوال کا جواب بعضے شارحین اس طرح دیتے ہیں کہ شے کی تعریف عام کے ساتھ جائز ہے جب مقصود اس شے کا اپنے بعض ماعداء سے امتیاز کرنا ہو پس اس تقدیر پر یہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ عدل اپنی تعریف کی بناء پر باقی علتوں سے ممتاز ہو اور اس کا علیحدہ علیحدہ ہر ایک علت سے ممتاز ہونا ضروری نہیں جب عدل کی تعریف سے یہ امتیاز حاصل ہوا تو اب اس کے عام ہونے کی کوئی پرواہ نہیں پس اس لحاظ سے عدل کی تعریف صحیح کرنے کے لئے اوپر والے تکلفات کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔

اعلم انا نعلم قطعا انهم لما وجدوا ثلث و مثلث و اخر و جمع و عمر غير منصرف و لم يجدوا فيها سببا ظاهرا غير الوصفية او العلمية احتاجوا الى اعتبار سبب اخر و لم يصلح للاعتبار الا العدل فاعتبرو لا فيها لا انهم تنبهوا العدل فيما عدا عمر من هذه الامثلة فجعلوه غير منصرف للعدل و سبب اخر و لكن لا بد في اعتبار العدل من امرين احدهما وجود اصل الاسم المعدول و ثانيهما اعتبار و اخراجه من ذالك الاصل اذ لا يتحقق الفرعية بدون اعتبار ذالك الاخراج ففي بعض تلك الامثلة يوجد دليل غير منع الصرف على وجود الاصل المعدول عنه فوجوده محقق بلا شك و في بعضها لا دليل غير منع الصرف فيفرض له اصل ليتحقق العدل باخراجه من ذالك الاصل فانقسام العدل الى التحقيقي و التقديري اما هو باعتبار كون ذالك الاصل محققا او مقدرا اداعا اعتبار اخراج المعدول

من ذالک الاصل لیتحقق العدل فلا دلیل علیه الا منع الصرف فعلی هذا قوله.

اس عربی عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اعلم کے لفظ سے عدل کے ثبوت کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ یہ ہم کو یقینی معلوم ہوا کہ اہل لسان ثلث اور مثلث واخر وجمع وعمر کے الفاظ کو غیر منصرف پا کر مستعمل کرتے ہیں اور ان الفاظ میں سوائے وصفیت یا علمیت کے کوئی اور سبب منع صرف کا ان میں ظاہر نہیں پاتے۔ اس لئے اس کی حاجت اور ضرورت پڑی کہ وہ ایک دوسرے سبب کا اعتبار کر کے الفاظ مذکورہ کو غیر منصرف ثابت کریں اور سوائے عدل کے اور کوئی سبب صلاحیت اعتبار کا نہیں رکھتا۔ اس لئے الفاظ مذکورہ کو غیر منصرف بنا دینے کی بناء پر عدل ہی کو معتبر کیا اب یہ الفاظ غیر منصرف ثابت ہوئے کیونکہ ان میں دو علتوں کا ثبوت ہوا ایک وصفیت یا علمیت دوسرے عدل یہ مقصد نہیں ہے کہ الفاظ مذکورہ میں عمر کے سوا عدل ثبوت پر تعبیہ کر کے اس کو بوجہ پائے جانے عدل اور ایک دوسرے سبب کے غیر منصرف بنا دیا ہو یعنی یہ مقصد نہیں ہے کہ مثلث اور ثلث اور اخر اور جمع میں ہی دو سبب ثابت کر کے غیر منصرف پڑھے جائیں بلکہ مقصد یہ ہے کہ یہ الفاظ مذکورہ اور عمر کا لفظ ان سب لفظوں میں ایک سبب عدل ہے اور دوسری وصفیت یا علمیت ہے ان دو اسباب کے پائے جانے کے بناء پر یہ سب الفاظ غیر منصرف پڑھے جائیں گے اور سب میں عدل کا اعتبار ہوگا لیکن عدل کے اعتبار میں دو امر اور کی بھی ضرورت ہے ایک اسم معدول کی اصل کا پایا جانا، دوسرا اس اصل سے اس اسم معدول کا اخراج کا اعتبار کرنا کیونکہ بغیر اخراج کے اعتبار کئے فرعیت کا تحقق نہیں ہو سکتا اور جب فرعیت کا تحقق نہ ہوگا تو اس وقت اسم معدول میں دو سببوں کا تحقق بھی ثابت نہ ہوگا۔ پس اسم معدول کا غیر منصرف ہونا ناممکن ہو جائے گا۔ اس لئے اعتبار کی اشد ضرورت ہے اور مذکورہ لفظوں میں بعض کے اندر منع صرف کے علاوہ معدول عنہ اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہے۔ پس اس کو بلاشک محقق پایا اور ان لفظوں کے بعضے الفاظ میں سوائے منع صرف کے اور کوئی دلیل اصل پر نہیں پائی جاتی اس لئے ان کے لئے اصل فرض کی جائے گی تاکہ اس اصل سے اسم معدول کا ثبوت ہو کر عدل کا تحقق ثابت ہو جائے پس عدل کا انقسام تحقیقی اور تقدیری کی طرف باعتبار اسی اصل کے ہوگا اگر وہ اصل محقق ہو تو عدل تحقیقی ہوگا اور اگر اصل مفروض ہو تو عدل تقدیری ہوگا اور اسم معدول کی کوئی دلیل نہیں ہے اور اسی بناء پر تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ کو بھی سمجھنا چاہیے۔ **تحقیقًا معناہ خروجا کائنا عن اصل محقق یدل علیه دلیل غیر منع الصرف۔** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ کا نصب تین حالتوں سے خالی نہیں ہوگا یہ الفاظ منصوب بناء بر مصدریت ہوں گے یا منصوب بنا بر ظرف ہوں گے یا منصوب بنا بر حال ہوں گے۔ اور یہ تینوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ مصدر پر فعل مشتمل ہوتا ہے اور ان الفاظ کا یہاں کوئی فعل نہیں ہے جو ان پر مشتمل ہو دوسرا اس لئے کہ ظرف زماں ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ دونوں نہیں ہیں تیسرا اس لئے کہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہ الفاظ مصادر ہیں۔ ان کا حمل درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر خبریت کان محذوفہ کے ہیں تقدیر عبارت اس طرح ہوگی کان خروجه تحقیقًا اور تقدیرًا اور حمل صحیح ہونے کے لئے یہ الفاظ مؤل بہ محقق اور مقدر کر لئے جائیں گے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر حال ہوں اور حمل کی صحت تاویل مذکورہ پر قیاس کی جائے جس کی تقدیر پر عبارت کے معنٰی یہ ہوں گے کہ عدل اسم کا اپنے صیغۂ اصلی سے خارج ہونا ہے درآنحالیکہ وہ خروج اصل محقق سے ثابت ہو جس پر سوائے منع صرف کے کوئی اور دلیل دلالت کرے اور ان الفاظ کا منصوب ہونا بنا بر حال یا بنا بر خبریت کان محذوفہ اس لحاظ سے ہوگا کہ یہ صفت موصوف محذوف خروج کے مانے جائیں گے۔

فائدہ:......

تحقیقًا اور تقدیرًا کے الفاظ سے عدل کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے یعنی عدل کی دو قسمیں ہیں تحقیقی اور تقدیری اور عدل تحقیقی اور تقدیری

کی تفسیر میں علمائے عامہ اور علمائے محققین کے درمیان اختلاف ہے علمائے عامہ کے مذہب میں عدل تحقیقی خروج محقق اصل سے ہے اور عدل تقدیری خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے اور علمائے عامہ کی اس تفسیر کی تین دلیلیں ہیں ایک یہ کہ تحقیقًا اور تقدیرًا کا قول خروج کی صفت ہے اور یہ جب درست ہوگا کہ اول میں خروج تحقیقی اور ثانی میں اعتباری مانا جائے دوسری دلیل یہ ہے کہ خروج ثانی میں اعتباری ہے اگر اول بھی اعتباری مانا جائے تو اس سے تقسیم شے کی اپنے نفس اور غیر کی طرف لازم آجائے گی اور یہ صحیح نہیں ہے تیسری دلیل یہ ہے کہ عدل تحقیقی اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجوہ پر دلیل پائی جائے اور اصل کے وجود پر دلیل کا پایا جانا بعینہ فرع کے موجود پر دلیل ہے اور فرع کے وجود پر دلیل کا پایا جانا بعینہ خروج کے وجود پر دلیل ہے اور اس سے معلوم ہوا ہے کہ خروج اول قسم میں تحقیقی ہے اور ثانی میں اعتباری اور مذہب محققین کا یہ ہے کہ عدل تحقیقی خروج اعتباری ہے اصل محقق سے اور عدل تقدیری خروج اعتباری ہے اصل اعتباری سے حاصل کلام یہ ہے کہ خروج دونوں قسموں میں اعتباری ہے صرف فرق اعتبار اصل کے ہے اگر اصل محقق ہو تو عدل تحقیقی ہے اور اگر اصل مفروض ہو عدل تقدیری ہے اس لئے کہ اصل اسباب اعتبار میں سے ہے پس اگر خروج عدل تحقیقی میں تحقیقی ہو تو عدل اسباب اعتبار یہ میں سے نہ ہوگا اور محققین علمائے عامہ کی پہلی دلیل کا جواب اس طرح دیتے ہیں کہ تحقیقًا اور تقدیرًا کا قول خروج کی صفت باعتبار حال کے ہے اور ثانی دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ عدل کی تقسیم تحقیقی اور تقدیری کی طرف باعتبار متعلق کے ہے اور متعلق اصل ہے باعتبار حال کے نہیں ہے اور حال خروج ہے لہٰذا تقسیم شیٔ الی نفسہ وغیرہ لازم نہیں ہوئی اور تیسری دلیل کا جواب یوں دیتے ہیں کہ عدل تحقیقی وہ ہے جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہو اور دلیل کا پایا جانا اصل کے وجود پر بعینہ فرع کے وجود پر دلیل ہے لیکن فرع پر دلیل کا پایا جانا بعینہ خروج کے وجود پر دلیل ہونا مسلم نہیں کیونکہ جائز ہے کہ اصل اور فرع دونوں موجود ہوں اور فرع کا اخراج اصل سے معتبر نہ ہو جیسے اقوس اور انیب میں ہے مصنف کافیہ علیہ الرحمۃ عدل کی تقسیم سے فارغ ہو کر اب آگے چل کر عدل تحقیقی اور عدل تقدیری کی مثال دیتے ہیں:

کثلث و مثلث و الدلیل علی اصلهما ان فی معناها تکرار دون لفظهما و الاصل انه اذا کان المعنٰی مکرار یکون اللفظ ایضا مکررًا کما فی جاء نی القوم ثلثه ثلثة فعلم ان اصلهما لفظ مکرر و هو ثلثه ثلثة و کذ الحال فی احاد و موحد و ثناء و مثنی ای رباع و مربع بلا خلاف و فیما ورائها الی عشار معشر خلاف و الصواب مجیبا و السبب فی منع صرف ثلث و مثلث و اخواتهما العدل و الوصف.

یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ یہ دونوں الفاظ جب کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں سوائے وصفیت کے کوئی اور دوسرا اسباب ظاہر نہیں پایا جاتا اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے اس وجہ سے وصفیت کے ساتھ ایک دوسرے سبب کی ضرورت پڑی اور سوائے عدل کے کوئی دوسرا سبب معتبر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لئے مجبور ہو کر ان دونوں لفظوں میں عدل تحقیقی کو معتبر مانا کیونکہ عدل تحقیقی اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل پائی جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ ان دونوں لفظوں کی اصل کے وجود پر بھی دلیل پائی جاتی ہے اور دلیل ان کی اصل پر یہ ہے کہ ان دو لفظوں کے معنٰی میں تکرار پائی جاتی ہے حالانکہ لفظ ان کا مکرر نہیں اور تکرار معنٰی تکرار لفظ پر دلالت کرتی ہے اس لیئے کہ جب معنٰی مکرر ہوں تو لفظ بھی مکرر ہونا چاہیئے جیسے جاء القوم ثلثة ثلثةً پس اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں لفظوں کی اصل مکرر ہے۔ وہ ثلثة ثلثة ہے اسی طرح احاد اور موحد ثناء مثنی رباع اور مربع میں بھی قیاس کرنا چاہیئے بغیر اختلاف کے اور ان الفاظ کے علاوہ عشار اور معشر تک میں علماء کا اختلاف ہے یعنی بعضے کہتے ہیں کہ عشار معشر وغیرہ کے الفاظ میں تکرار لفظ ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ ان الفاظ کے

اصول میں تکرار ہوتی ہے اور ثلث اور مثلث وغیرہ الفاظ کے منع صرف کے اسباب ایک عدل ہے دوسرا وصف لان الوصفية العرضية التی کانت فی ثلثة ثلثة صارت اصلية فی ثلث و مثلث لاعتبارها فيهما وضعا له اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منع صرف کی سببیت میں وصف اصلی معتبر ہے عرضی نہیں اور ثلثة ثلثة میں وصف عرضی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ثلثة ثلثة کا وصف اگرچہ عارضی تھا لیکن اسم معدول یعنی ثلث اور مثلث میں آکر اصلی ہو گیا کیونکہ عدل بمنزلہ وضع ثانی کے ہے گویا ثلث اور مثلث میں وصف کی وضع ہوئی ہے لہٰذا اب یہ وصف منع صرف کا سبب بن سکتا ہے أُخر جمع أُخریٰ مؤنث اخر و اسم التفضيل یہ عدل تحقیقی کی مثال ہے کیونکہ عدل تحقیقی وہ ہے جس کے اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے دلیل پائی جائے اور اس لفظ کی اصل پر دلیل یہ ہے کہ یہ اخر جمع اُخریٰ مؤنث اُخر کی ہے اور آخر اسم تفضیل ہے۔ لان معناه فی الاصل اشد تاخرا ثم نقل الی معنیٰ غير اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ آخر کا اسم تفضیل ہونا مسلم نہیں اس لئے کہ اسم تفضیل موصوف کی زیادت پر دلالت کرتا ہے یعنی اسم تفضیل میں زیادت کے معنیٰ پائے جاتے ہیں اور آخر بمعنیٰ غیر ہے جیسے جاء نی زید آخر القوم دیکھئے اس مثال میں آخر کے معنیٰ غیر کے ہوئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ آخر اصل میں بمعنیٰ اشد تاخرا کے تھا پھر استعمال کے عارض سے بمعنیٰ غیر کے ہوا اور عارض کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اس لئے اس کا اسم تفضیل ہونا ثابت ہوا۔ وقياس اسم التفضيل ان يستعمل باللام او الاضافة او كلمة من و حيث لم يستعمل بواحد منها علم انه معدول من احدها فقال بعضهم انه معدول عما فيه اللام ای عن الاخر و قال بعضهم هو معدول عما ذكر معه من ای عن اخر من۔ اور اسم تفضیل کا استعمال تین طرح سے ہے ایک یہ کہ مستعمل بالف لام ہو دوسرا یہ کہ مستعمل باضافت ہو تیسرا یہ کہ مستعمل بکلمہ من ہو اور یہاں یہ آخر کا لفظ ان تین طریقوں میں سے ایک سے بھی مستعمل نہیں ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ ان تین طریقوں میں سے ایک کے ساتھ ضرور مستعمل ہے۔ پس بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آخر کا لفظ اس اسم تفضیل سے معدول ہے جس میں الف لام ہو یعنی الآخر سے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ اس سے معدول ہے جس کے ساتھ من کا کلمہ مذکور ہو یعنی اخر من و انما لم يذهب الى تقدير الاضافة لانها توجب التنوين او البناء او اضافة أُخرىٰ مثلها نحو حينئذٍ قبل و ياتيم تيم عدی و ليس فی اخر شیء من ذلک فتعين ان يكون معدولا عن احد الاخرين اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اخر کا لفظ اس اسم تفضیل سے معدول کیوں نہیں مانا جاتا ہے جو مستعمل بالاضافت ہو جیسے اخر القوم میں یعنی اخر کی اصل یہ کیوں نہیں ٹھہرائی جاتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اخر کی اُصل وہ اسم تفضیل جو مستعمل فاضافۃ ہو اس لئے نہیں ٹھہرائی جاسکتی ہے کہ اس میں تین فائدے ہونے چاہئیں تنوین کا وجوب، دوم بنا، سوم دوسری اضافت جیسے حينئذ میں حين کی اضافت سے مضاف الیہ میں تنوین واجب ہوا ہے اور قبلُ میں بنا اور تیم عدی میں دوسری اضافت کی مثل کی طرف اضافت لازم آئی ہے اور اخر کے لفظ میں نہ تنوین ہے نہ بنا اور نہ اضافت ہے پس اس کا معدول ہونا اس اسم تفضیل سے جو مستعمل باللام ہو یا مستعمل بکلمہ من ہو متعین ہوا لہٰذا یہ لفظ آخر کا غیر منصرف ثابت ہوا اور اسباب منع صرف کے اس میں دو ٹھہرائے گئے ہیں ایک عدل تحقیقی دوسری صفت۔

و جُمَعٌ جمع جمعاء مؤنث اجمع و كذالک كتع و تبع و بصع و قياس فعلاء مؤنث افعل ان كانت صفة ان تجمع على فعل كحمراء على حمر و ان كانت اسماء ان تجمع على فعالىٰ او فعلاوات

کصحرا علی صحاری او صحراوات فاصلها اما جمع او جماعی او جمعاوات فاذا اعتبر اخراجها عن واحدة منها تحقق العدل فاحد السببین فیها العدل المحقق و الا الصفة الاصلیة۔
یہ بھی عدل تحقیقی کی مثال ہے اس لئے کہ یہ جمع کا لفظ کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے اور اس میں سوائے وصف کے کوئی دوسرا سبب ظاہر نہیں پایا جاتا ہے اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے اس لئے اس میں عدل تحقیقی معتبر ماننے کی ضرورت پڑی اور عدل تحقیقی وہ ہے جس میں معدول عنہ کی اصل کے وجود پر دلیل پائی جاتی ہو اور یہاں جمع کے اصل کے وجود پر دلیل یہ ہے کہ جمعاء کی جمع ہے جو مؤنث اجمع کی ہے اور اسی طرح کتع بتع بصع کو بھی قیاس کرنا چاہئے یعنی کتع جمع کتعاء، بتع جمع بتعاء، بصع جمع بصعاء کی ہوگی اور فعلاء مؤنث افعل میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر فعلاء کا لفظ صفتی ہو تو اس کی جمع فعلٌ کے وزن پر ہوگی جیسے حمراء کی جمع حمرٌ کے وزن پر آتی ہے اور اگر یہ لفظ فعلاء کا اسمی ہو تو اس وقت اس کی جمع فعالی یا فعلاوات کے وزن پر آئے گی جیسے کہ صحراء کی جمع صحاری یا صحراوات آتی ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ جمع کی اصل یا جمعٌ ہے یا جماعی ہے یا جمعاواتٌ ہے اور یہ لفظ ان تین لفظوں میں ایک لفظ سے ضرور مخرج مانا جائے گا پس جب اس کا اخراج ان لفظوں میں سے ایک لفظ سے معتبر مانا گیا تو عدل کا تحقق لازمی ہو گیا پس جمع کے لفظ میں دو سبب منع صرف کے ثابت ہو گئے ایک عدل تحقیقی دوسرا وصف اصلی۔ **و ان صارت بالغلبة فی باب التاکید اسما و فی اجمع و اخواته احد السببین وزن الفعل و الآخر الصفة الاصلیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اجمع کا لفظ تاکید معنوی کے الفاظ میں سے ہے پس یہ وصف نہیں ہوسکتا اس لئے کہ درمیان وصف اور تاکید کے منافات ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجمع کا لفظ اصل میں وصف تھا اگرچہ تاکید کے باب میں اس کا استعمال اسمیت سے غالب ہوا ہے یعنی تاکید کے باب میں آکر اسم مستعمل ہوا ہے اور اسمیت کا غلبہ وصف کو منع صرف کے سبب سے نہیں نکال سکتا لہٰذا اجمع اور اس کے دوسرے اخوات میں دو سبب منع صرف کے ثابت ہو گئے ایک وزن فعل دوسری صفت اصلی۔ **و علی ما ذکرناہ لا یرد الجموع الشاذة کانیب و اقوس فانه لم یعتبر اخراجهما عما هو القیاس فیهما کالانیاب و الاقواس کیف و لو اعتبر جمعهما اولا علی انیاب و اقوس فلا شذوذ فی هذه الجمیعة۔** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عدل کی تعریف کی مانعیت کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی جب ہم نے اوپر یہ ثابت کیا ہے کہ عدل اسم کا اپنی صیغۂ اصلی سے قیاس کے مطابق نکلنا ہے تو اب جموع شاذہ جیسے انیب و اقوس سے عدل کی تعریف پر مانعیت کا سوال وارد نہیں ہوسکتا اس لئے کہ ان لفظوں کا اخراج قیاس کے مطابق انیاب اور اقواس سے ہونا چاہئے تھا لیکن اس کا اعتبار نہیں کیا گیا ہے پھر کس طرح ان پر عدل کی تعریف صادق آسکتی ہے اور اگر یہ الفاظ اول انیاب اور اقواس کے وزن پر جمع کئے جاویں تو اس صورت میں ان لفظوں کی جمعیت میں شذوذ نہیں رہتا۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ الفاظ مذکورہ بالا خلاف قیاس جمع آئے ہیں اور اسی وجہ سے ان کو جموع شاذہ کہتے ہیں۔ **و لا قاعدة للاسم المخرج لیلزم عن مخالفتها الشذوذ فمن این یحکم فیهما بالشذوذ و من هذا یتعین الفرق بین الشاذ و المعدول۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اسم معدول کا کوئی قاعدہ ہو اور اس کے اس قاعدہ کے مخالفت کی بناء پر اس کو شاذ کہا جاتا ہو نہ اس بناء پر کہ وہ اپنے صیغۂ اصلی سے خلاف قیاس نکلا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم معدول کے لئے جو اپنے صیغۂ اصلی سے نکلا ہو کوئی قاعدہ مقرر نہیں جس کی مخالفت سے اس میں شذوذ آئے پس انیب اور اقوس اگر اپنے صیغوں سے قیاس کے مطابق نکلے ہوئے ہوتے تو ان میں شذوذ کا

حکم نہیں لگایا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان کو جموع شاذہ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ خلاف قیاس جمع ہوئے ہیں اور اس تقریر سے درمیان شاذ اور معدول کے فرق بھی معلوم ہوا یعنی شاذ وہ اسم ہے جو خلاف قیاس ہو اور معدول وہ اسم ہے جو قیاس کے مطابق ہو۔ **او تقديرًا اى خروجا كائنا عن اصل مقدر مفروض يكون الداعي الى تقديره و فرضه منع الصرف لا غير** اس میں تقدیرًا کے لفظ کی منصوب ہونے کی وجہ اوپر تحقیقًا کی شرح میں بطور سوال و جواب تفصیل کے ساتھ مذکورہ ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی عدل اسم کا اپنی اصلی صیغہ مفروضہ سے نکلنا ہے جس کی تقدیر اور فرض کا باعث منع صرف ہی ہو نہ کوئی دوسرا سبب یعنی اگر اس اسم معدول کی اصل مفروض ہو تو یہ عدل تقدیری ہے۔ **كعمر و كذلك زفر فانهما لما وجدا غير منصرفين و لما وجد فيهما سبب ظاهر الا العلمية اعتبر فيهما العدل و لما توقف اختيار العدل على وجود الاصل ولم يكن فيهما دليل على وجوده غير من الصرف قدر فيهما ان اصلهما عامرٌ و زافر عدلا منهما الى عمر و زفر.** یہ عدل تقدیری کی مثال ہے اس لئے کہ جب یہ اسماء کلام عربی میں غیر منصرف مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے کوئی دوسرا سبب ظاہر نہیں ہے اور ایک سبب منع صرف کے لئے کافی نہیں ہے پس اس کے ساتھ میں ایک دوسرے سبب کے معتبر ماننے کی ضرورت پڑی چونکہ علمیت کے ساتھ کوئی دوسرا سبب اسباب منع صرف میں سے سبب نہیں ہو سکتا تھا اس لئے مجبور ہو کر ان میں عدل تقدیری معتبر جانا اور عدل تقدیری اس کو کہتے ہیں جس میں سوائے منع صرف کے اصل کے وجود پر دلیل نہ پائی جائے اور اس میں شک نہیں ہے کہ یہاں بھی عمر اور اسی طرح زفر کی اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے کوئی دلیل نہیں پائی جاتی اس لئے کہ جب یہ دونوں اسماء عربی کلام میں غیر منصرف مستعمل پائے جاتے ہیں اور ان میں سوائے علمیت کے کوئی دوسرا سبب نہیں پایا جاتا۔ پس بدرجہ مجبوری ان میں عدل تقدیری معتبر مانا گیا اور چونکہ ان اسماء کے اصل کے وجود پر عدل کا اعتبار موقوف ہے اور ان میں اصل کے وجود پر سوائے منع صرف کے کوئی دوسری دلیل نہیں ہے۔ اس لئے ان میں یہ فرض کیا گیا کہ ان اسماء کی اصل معدول عنہ عامر اور زافر ہے اور یہ دونوں اسماء اس اصل سے نکل کر عمر اور زفر بنے لہٰذا یہ دونوں اسماء غیر منصرف ثابت ہوئے اور اسباب منع صرف میں سے ان میں دو سبب عدل تقدیری اور علمیت متحقق ہو گئے۔ **و مثل** اس میں مثل کے بڑھانے کی سوائے اس کے اور کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کعمر کے ساتھ مشاکلت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ مثل کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے یعنی عمر کا لفظ جس میں عدل تقدیری ہے مجرور بکاف مثلی ہے اس طرح یہاں بھی قطام کے لفظ میں عدل تقدیری ہے اس کے ساتھ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثل کا لفظ بڑھایا تا کہ عمر کے ساتھ مشاکلت حاصل ہو جائے۔ **باب قطام** یہ بھی عدل تقدیری کی مثال ہے۔ **المعدول من قاطمة** یعنی یہ قطام کا لفظ قاطمة کے لفظ سے معدول ہے لہٰذا یہ بھی غیر منصرف ہوا اس لئے کہ اس میں اسباب منع صرف میں سے دو سبب تانیث یا علمیت اور عدل تقدیری ہے اور اس لفظ کو قاطم سے جو بغیر تاء ہے اس لئے معدول نہیں کیا کہ اس میں تانیث ہے اس لئے کہ یہ عورت کا نام ہے پس ضروری ہے کہ اس کا معدول عنہ بھی مؤنث ہو اس لئے قاطمة سے معدول مانا نہ قاطم سے۔ **و اراد ببابها كل ما هو على فعال علمًا للاعيان المؤنثة من غير ذوات الراء۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قطام کے باب سے مراد تمام وہ اسماء ہیں جو فعال کے وزن پر آئے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ بہت سے اوزان اس قسم کے مبنی بھی آئے ہیں جیسے نزال، فجار، فساق، حضار وغیرہ یہ سب الفاظ مبنی ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قطام کے باب سے مراد تمام وہ اسماء ہیں جو فعال کے وزن پر آئے ہوں لیکن وہ اعیان مؤنثہ کے علم ہوں بغیر ذوات الراء کے اور یہ اوپر والے اسماء مذکورہ اگر چہ فعال کے وزن پر آئے ہیں لیکن یہ ذوات الراء

ہیں اس لئے یہ مبنی ٹھہرے۔ **فی لغته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قطام کے غیر منصرف ہونے کے لئے بنی تمیم کی ظرفیت محال ہے کیونکہ اس کے معنٰی یہ ہوں گے کہ قطام بنی تمیم میں غیر منصرف ہے اور یہ معنٰی ظاہر ہے کہ صحیح نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ قطام کے غیر منصرف ہونے کے لیئے بنی تمیم کی لغت ظرف ہے نہ بنی تمیم اس تقدیر پر معنٰی یہ ہیں کہ قطام بنی تمیم کی لغت میں غیر منصرف مستعمل ہوتا ہے اب یہ معنٰی صحیح ہوئے۔

فانهم اعتبروا العدل فی هذا الباب جملا له علی ذوات الراء فی الاعلام المؤنثة مثل حضار و طمار فانهما مبنیان و لیس فیهما الا سببان العلمیة و التانیث و السببان لا یوجبان النباء فاعتبروا فیهما العدل لتحصیل سبب النباء فلما اعتبروا فیهما العدل لتحصیل سبب البناء فاعتبروا فیها العدل لتحصیل سبب النباء فلام اعتبروا فیها العدل لتحصیل سبب البناء اعترو فیها عداهما مما جعلوه معربا غیر منصرف ایضا حملا له علی نظائره مع عدم الاحتیاج الیه لتحقق السببین لمنع الصرف العلمیة و التانیث فاعتبار العدل فیه انما هو للحمل علی نظائره لا لتحصیل سبب منع الصرف و لهٰذا یقال ذکر باب قطام ههنا لیس فی محله لان الکلام فیما قدر فیه العدل لتحصیل سبب منع الصرف.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قطام کے غیر منصرف ہونے کی بنی تمیم کے لغت میں دلیل اور وجہ بتانا چاہتے ہیں کہ بنی تمیم میں قطام کے باب میں عدل تقدیری معتبر مان کے قطام کو غیر منصرف اس لئے ٹھہرایا ہے کہ یہ اعلام مؤنثہ ذوات الراء پر محمول ہے۔ جیسے حضار، طمار کیونکہ یہ دونوں الفاظ مبنی ہیں اور حالانکہ ان میں سوائے علیت اور تانیث کے کوئی سبب بناء کا نہیں پایا جاتا اور یہ علیت اور تانیث بناء کی موجب نہیں ہیں۔ لہٰذا مجبور ہو کر ان دو لفظوں میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل کو معتبر مانا پس جب ان دو لفظوں میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل کو معتبر مانا تو ان کے علاوہ معرب غیر منصرف اسماء میں بھی عدل کو معتبر کر لیا تا کہ اس سے ایک نظیر کا حمل دوسری نظیر پر ہو جائے یعنی غیر منصرف مبنی کی نظیر ہے جب مبنی میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لیئے عدل تقدیری، معتبر مانا گیا تو اسی طرح غیر منصرف میں بھی غیر منصرف کر دینے کے لئے عدل تقدیری معتبر سمجھا گیا تا کہ ایک نظیر کا حمل دوسری نظیر پر ہو باوجود اس کے کہ یہاں قطام کے عدل معتبر ماننے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس میں دو سبب منع صرف کے یعنی علیت اور تانیث متحقق ہیں پس اس سے معلوم ہوا کہ اس قطام میں عدل تقدیری کا معتبر ماننا صرف نظائر پر حمل کرنے کے لئے ہے اسباب منع صرف حاصل کرنے کے لئے نہیں کیونکہ اسباب منع صرف اس میں حاصل ہیں اور اسی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ قطام کے باب کا ذکر یہاں اپنے محل پر نہیں کیونکہ کلام اس میں تھا کہ جس میں منع صرف کے سبب حاصل کرنے کے لئے عدل تقدیری معتبر مانا جائے۔ **و انما قال مبنی تمیم لان الحجازین ینبو له فلا یکون مما نحن فیه** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بنی تمیم کی لغت میں قطام کے غیر منصرف ہونے کی خصوصیت کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ مصنف نے بنی تمیم کو اس لئے خاص کیا ہے نہ کہ حجازین اس لفظ کو مبنی سمجھتے ہیں پس اس تقدیر پر مما نحن فیه سے نہیں ہوا یعنی غیر منصرف نہیں ہے بلکہ مبنی ٹھہرا یہ وجہ ہے بنی تمیم کی خصوصیت کی **و المراد من بنی تمیم اکثرهم فان الاقلین منهم لم یجعلوا ذوات الراء مبنیة بل جعلوا غیر منصرفة فلا حاجة الی اعتبار العدل فیها لتحصیل البناء و حمل ما عداها علیها۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ کہنا کہ بنی تمیم قطام کو غیر منصرف مستعمل کرتے ہیں صحیح نہیں

ہے اس لئے کہ بعضے بنی تمیم ذوات الراء کو بھی غیر منصرف سمجھتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بنی تمیم سے مراد اکثر ہیں کیونکہ کم لوگ ان میں ایسے ہیں جو ذوات الراء کو بنی مانتے ہیں بلکہ غیر منصرف سمجھتے ہیں پس اس تقدیر پر ذات الراء میں بناء کے سبب حاصل کرنے کے لئے اوران پر ماعدا کا حمل کرنے اور عدل کے معتبر ماننے کی حاجت اور ضرورت نہیں۔

الوصف:......

و هو كون الاسم دالا على ذات مبهمة ماخوذة مع بعض صفاتها سواء كانت هذه الدلالة بحسب الوضع مثل احمر فانه موضوع لذات ما اخذت مع بعض صفاتها التي هي الحمرة او بحسب الاستعمال مثل اربع في مررت بنسوة اربع فانه موضوع لمرتبه معنية من مراتب العدد فلا وصفية فيه بحسب الوضع بل قد تعرضهٔ الوصفية كما في في المثال المذكور فانه لما اجرى فيه على النسوة التي هي من قبيل المعدودات لا الاعداد علم ان معناه مررت بنسوة موصوفته بالاربعية و هذا معنٰى وصفي عرض لهٗ في الاستعمال لا اصلي بحسب الوضع و المعتبر في سبية منع الصرف هو الوصف الاصلي لاصالته لا العرضي لعرضية فلذلك قال المصنف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وصف کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا صحیح نہیں اس لئے کہ وصف نحوی کی اصطلاح میں وہ اسم ہے جو ذات مبہمہ ماخوذ مع بعضے صفات پر دلالت کرے اور وہ صفت ہے اور اسباب منع صرف اعراض میں سے ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ بحسب سے مراد اسم کا ذات مبہمہ ماخوذ مع بعضے لغات پر دال ہوتا ہے برابر ہے کہ اس کی یہ دلالت بحسب وضع ہو جیسے احمر میں کہ یہ احمر کا لفظ اس ذات کے لئے موضوع ہے جو بعض صفات کے ساتھ ماخوذ ہو اور وہ یہاں سرخی ہے یا اس کی دلالت بحسب استعمال ہو جیسے کہ اربع کے لفظ میں جو مررت بنسوۃ المربع کی مثال میں ہے کہ اس میں یہ اربع کا لفظ شمار کے مراتب میں سے ایک معین مرتبہ کے لئے موضوع ہے اور وہ مرتبہ معین وہ ہے جو کہ نہ تین ہو نہ پانچ یعنی درمیان میں ہو پس اس لحاظ سے کہ اس اربع کے لفظ میں باعتبار اصل وضع کے وضع اس مرتبہ معین کے لئے ہے وصفیت کے لئے نہیں ہے اس لئے اس میں وصف وضعی نہیں بلکہ عرضی ہے جیسے مثال مذکور مررت بنسوۃ سے معلوم ہوتا ہے اور اس کا وصف ہونا اس لئے عارضی ہے کہ جب اس اربع لفظ کی نسبت بنسوۃ کی طرف ہو گئی اور وہ معدودات میں سے ہے، عدد میں سے نہیں تو اس سے معلوم ہوا کہ مثال مذکورہ کے معنٰی یہ ہیں کہ ان عورتوں پر ہو کر گزرا جو موصوف باربعیت ہیں اور یہ معنٰی اس اربع کے لفظ کے لئے استعمال میں وصفی ہیں بحسب وضع نہیں یعنی جب اس لفظ سے پہلے موصوف بنسوۃ مقدر مانا گیا اور یہ لفظ اس موصوف کے لئے صفت ٹھہرائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کی وصفیت باعتبار استعمال کے ہے باعتبار وضع کے نہیں اور منع صرف کی سببیت میں وہ وصف اصلی معتبر ہے جو وضعی ہو اور زائل نہ ہوتا ہو وہ وصف عرضی معتبر نہیں ہے جو عارض سے زائل ہوتا ہو جیسے یہاں اربع کے لفظ کی نسبت بنسوۃ کی طرف معتبر نہ مانی جائے تو یہ لفظ صرف اپنی وضعی معنٰی شمار پر دلالت کرے گا اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط ان یکون فی الاصل کے قول میں وصف اصلی کو شرط ٹھہرائی ہے۔ **شرطه اى شرطا لوصف في سببة منع الصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ شرط کی ضمیر مجرور وصف کی طرف لوٹتی ہے یعنی منع صرف کی سببیت میں وصف کا اصلی وضعی ہونا شرط ہے۔ **ان يكون وصفًا في الاصل الذي هو الوضع** اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے

جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل کا لفظ جب وصف کے مقابلہ میں ذکر کیا جاتا ہے تو اس سے مراد موصوف لیا جاتا ہے اور یہ معنیٰ وصف عارضی میں بھی پائی جاسکتے ہیں تو چاہئے کہ وصف عرضی بھی منع صرف کے لئے سبب بنے حالانکہ وصف عرضی منع صرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں اصل سے مراد موصوف نہیں بلکہ اس سے مراد وضع ہے۔ **بان یکون وصفه علی الوصفیة لا ان تعرضه الوصفیة بعد الوضع فی الاستعمال سواء بقی علی وصفیة الاصلیة او زالت عنه** اس عبارت کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اصل سے مراد وضع ہے تو اس سے وضع کی ظرفیت وصف کے لئے لازم آئی اور یہ درست نہیں اس لئے کہ ظرفیت زمان ہوتا ہے یا مکان اور وضع نہ مکان ہے نہ زمان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فی کا کلمہ جو متن میں ہے یہاں عند کے معنیٰ میں ہے یعنی وصف میں شرط یہ ہے کہ وصفیت اس کی وضع کے وقت ہو اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں علی ب معنیٰ عند ہے اور وصفیت عرضی جو استعمال میں بعد وضع کے عارض ہوتی ہے وہ منع صرف کے سبیت کے لئے معتبر نہیں بلکہ وہ وصف معتبر ہے جو اصلی وضعی ہو خواہ وہ وصفیت اصلی پر باقی ہو عارضی استعمال سے زائل ہو گیا ہو **فلا تضره بان تخرجه عن سببیة منع الصرف**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم کا غلبہ وصف اصلی کو ضرور دیتا ہے اس طرح کہ جب اسم پر اسمیت کے معنیٰ غالب آجاتے ہیں تو وصف زائل ہو جاتا ہے یعنی وصف کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا پس مصنف علیہ الرحمۃ کا یہ کہنا کہ وصف اصلی کو غلبہ اسمیت سے ضرر نہیں پہنچتا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وصف اصلی کو غلبۂ اسمیت کے ضرر نہ دینے کے معنیٰ یہ ہیں کہ اس کو منع صرف کی سبیت سے نہیں نکال سکتا یعنی جب وصف اصلی ہو تو اگر اس پر استعمال میں اسمیت غائب ہو جائے تو یہ اس کی سبیت کے لئے مضر نہیں بلکہ وہ وصف اصلی اسمیت کے غلبہ کے بعد بھی سبب بن سکتا ہے۔ **الغلبة ای غلبة الاسمیة علی الوصفیت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ غلبہ کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا محذوف ہے وہ اسمیت کا لفظ ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے یعنی اس وصف اصلی پر اسمیت اگر غالب ہو جائے تو یہ اس کو ضرر نہیں پہنچا سکتی ہے یعنی سبیت سے روک نہیں سکتی۔ **و معنیٰ الغلبة اختصاصهٔ ببعض انهاده**۔ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب وصف اصلی کو غلبۂ اسمیت نقصان نہیں پہنچاتا تو اس تقدیر پر اگر اسود کا لفظ رجل ابیض کا نام رکھا جائے تو چاہئے کہ یہ اسود کا لفظ اس صورت میں وصفیت اور وزن فعل کے وجود کے بناء پر غیر منصرف مانا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لفظ وزن فعل اور علمیت کی وجہ سے غیر منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسمیت کے غلبہ کے معنیٰ وصف کے بعض افراد سے مختص ہونے کے ہیں یعنی غلبہ سے مراد یہ ہے کہ اسم کے بعض افراد کے ساتھ وصف کی خصوصیت ہو اور رجل ابیض چونکہ اسود کے افراد میں سے نہیں ہے اس لئے یہاں وصف کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ علمیت اور وزن فعل کا اعتبار ہے۔ **بحیث لا یحتاج فی الدلالة علیه الی قرینیة کما ان اسود کان موضوعًا لک ما فیه سواد ثم کثیرًا استعماله فی الحیة السوداء بحیث لا یحتاج فی الفهم الی قرینیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود کا لفظ علمیت اور وزن فعل کی وجہ سے غیر منصرف ہے اور وصف کا اس میں کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے کہ رجل ابیض اسود کے افراد میں سے نہیں ہے لہٰذا چاہئے کہ اسود رجل اسود کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں رجل اسود اسود کے افراد میں سے ہو جائے گا پس چاہئے کہ اس صورت میں یہ اسود کا لفظ بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور وزن فعل کے غیر منصرف ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ لفظ اس وقت بھی وزن فعل اور علمیت کے وجود کی بناء پر غیر

منصرف مانا جاتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معنیٰ غلبہ کے اسم کے بعض افراد کے ساتھ خصوصیت کے ہیں اس حیثیت سے کہ جب اسم اس وصف پر دلالت کرے تو دلالت کرنے میں قرینہ کے انضمام کی کوئی حاجت اور ضرورت نہ ہو اور یہ اسود کا لفظ اس صورت مذکورہ میں قرینہ کا محتاج ہے اور قرینہ موصوف کا ذکر کرنا ہے جیسے بقرٌ اسودُ دیکھئے اس مثال میں بقر موصوف کے انضمام کے قرینہ سے اسودُ کے لفظ نے اپنے معنیٰ پر دلالت کی اس لئے کہ یہ اسود کا لفظ ہر اس چیز کے لئے موضوع ہے جس میں سیاہی ہو پھر اس کا استعمال کالے سانپ کے معنیٰ میں کثرت سے مقرر ہوا ہے یعنی اب یہ کالے سانپ کا نام ہے اور کالے سانپ پر دلالت اس طرح کرتا ہے کہ یہ لفظ بول کر اس سے بغیر قرینہ کے انضمام کے سانپ ہی سمجھ میں آتا ہے قرینہ کے یہاں کوئی حاجت اور ضرورت نہیں لہٰذا یہ لفظ علمیت اور وزن فعل کے بناء پر غیر منصرف ہوا۔ **فلذلك المذكور من اشتراط اصالة الوصفية و عدم مضرة الغلبة**۔ اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر کی عبارت میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو امروں کا ذکر کیا ہے ایک وصف اصلی کا شرط ہونا دوسرا وصف اصلی کو غلبہ اسمیت کا نقصان نہ پہنچانا یہاں ذالك کے اشارہ میں ان دو امروں کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ اشارہ درست نہیں اس لئے کہ مشارٌ الیہ تثنیہ ہے اور اشارہ واحد لہٰذا اس تقدیر پر درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت نہیں ہوئی پس مصنف کو چاہیئے تھا کہ بجائے ذلك کے ذانك لکھتے تاکہ درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت ہو جاتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وہ دو امر مؤل بلفظ مذکور ہے اور مذکور کا لفظ واحد ہے لہٰذا اس تقدیر پر درمیان مشارٌ الیہ اور اشارہ کے مطابقت ہوئی یعنی جب وصف اصلی منع صرف کے سببیت کے لئے شرط ہے اور وصف جب اصلی ہو تو اس کو غلبہ اسمیت ضرر نہیں پہنچاتا اس لئے اربعٌ کا لفظ منصرف مانا جائے گا کیونکہ اس میں وصف اصلی نہیں بلکہ عارضی ہے اور عارضی وصف کا کوئی اعتبار نہیں۔ **صرف لعدم اصالة الوصفية اربع في قولهم مررة بنسوة اربع** یعنی مررت بنسوة اربع کے قول میں اربعٌ کا لفظ منصرف ہے۔ کیونکہ اس کی وصفیت اس ترکیب میں عارضی ہے اس لئے کہ یہ لفظ اصل وضع میں ایک مرتبہ معین کے لئے موضوع ہے اور وہ مرتبہ یہ ہے کہ جو تین کے اوپر اور پانچ کے نیچے ہو اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترکیب مذکورہ مررت بنسوة میں جو قول کا لفظ بڑھایا ہے یہ ایک سوال مقدر کا جواب دینے کے لئے، سوال یہ ہے کہ صرف کا فاعل یہ کل جملہ مذکورہ معلوم ہوتا ہے حالانکہ کل جملے کا منصرف ہونا مقصود نہیں بلکہ صرف اربع کا انصراف بتانا مقصود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اربع اور قول کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اس ترکیب مذکورہ میں صرف اربع ہی کے لفظ کا منصرف بتانا مقصود ہے۔ **و امتنع من الصرف لعدم مضرة الغلبة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود اور ارقم کے منع ہونے کی نسبت درست نہیں کیونکہ ان دو لفظوں کے وجود میں کوئی امتناع نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ امتناع کا فاعل محذوف صرف کا لفظ ہے یعنی اسود اور ارقم اور ادھم کے الفاظ کا منصرف ہونا منع ہے اس لئے کہ ان الفاظ میں وصف اصلی موجود ہے باعتبار اصل وضع کے اگرچہ اب ان میں اسمیت کا غلبہ ہوا ہے لیکن یہ غلبۂ اسمیت ان اسماء مذکورہ کے غیر منصرف ہونے کو ضرر نہیں دے سکتا ہے لہٰذا یہ اسماء غیر منصرف ٹھہرے اور اسباب منع صرف ان میں ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل ہے **اسود و ارقم حيث صار اسمين للحية الاول للحية السوداء و الثاني للحية التي فيها سواد و بياض** یعنی اسود و ارقم اب استعمال میں سانپ کے نام ہو گئے ہیں اول کالے سانپ کا نام ہے دوسرا اس سانپ کو کہتے ہیں جس میں سیاہی و سفیدی پائی جائے یعنی ابلق سانپ کا نام ہے۔ **و ادهم حيث صارا اسما للقيد من الحديد لما فيه من الدهمة اعني السواد** یعنی ادھم اصل وضع میں ہر سیاہ چیز کا نام تھا اب یہ لفظ استعمال میں لوہے کی بیڑی کا نام مقرر ہوا ہے اس لیے کہ لوہے

میں بھی سیاہی پائی جاتی ہے۔

فان هذه الاسماء و ان خرجت عن الوصفية لغلبة الاسمية لكنها بحسب اصل الوضع اوصاف لم يحجر استعماله في معانيها الاصلية ايضًا بالكلية فالمانع من الصرف في هذه الاسماء بالصفة الاصلية و وزن الفعل اما عند استعمالها في معانيها الاصلية فلا اشكال في منع صرفها لوزن الفعل و الوصف في الاصل و الحال.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسود اور ارقم اور ادھم کے غیر منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ یہ اسماء غیر منصرف ہیں اگر چہ بوجہ استعمال کے غلبہ اسمیت سے یہ اپنے وضعی معنوں میں مستعمل نہیں بلکہ استعمال کے عارض سے وضعی معنوں سے خارج ہو گئے ہیں لیکن یہ اسماء اصل وضع میں اوصاف ہیں ان کا استعمال اپنے اصلی معنوں میں بھی ہوتا ہے حالت اسمیت میں بالکل معنیٰ وصفی میں ان کا استعمال متروک بھی نہیں ہے یعنی اسمیت کی حالت میں بھی ان کی وصفیت کا لحاظ کیا جاتا ہے اور پر مثالوں میں غور کرنا چاہئے دیکھئے اسود اور ارقم کالے اور ابلق سانپوں کا نام ہے چونکہ اسود کالے اور ارقم ابلق سانپ کا نام ہے اس لئے ان الفاظ میں وہی اصلی وصف سیاہی اور ابلقی وقت اسمیت میں بھی ملحوظ رکھی گئی ہے پس ان اسماء میں منصرف ہونے کا مانع ایک وصف اصلی دوسرا وزن فعل ہے اور اگر یہ اسمائے اپنے اصلی وضعی معنوں میں مستعمل کر دیئے جائیں تو اس وقت ان کے غیر منصرف ہونے میں کوئی اشکال نہیں ہوگا بوجہ پائے جانے وزن فعل اور وصف اصلی اور حالی کے یعنی جب یہ اسماء اپنے اصلی معنوں میں مستعمل ہوں تو ان میں ایک وزن فعل دوسرا وصف ہوگا اور یہ وصف وضع میں بھی معتبر تھا اور اب استعمال میں بھی ملحوظ رکھا گیا لہٰذا یہ وصف اصلی و حالی ہو گیا اور غیر منصرف ہونے کے لئے ایک قوی سبب بن گیا۔

وضعف منع افعى اسما للحية على زعم وصفية لتوهم اشتقاقه من الفعوة التي هي الخبث و كذلك منع جب اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ ثابت کر چکے کہ اسود اور ارقم اور ادھم کے الفاظ بوجہ پائے جانے وزن فعل اور وصف یا حالی کے غیر منصرف ہیں تو اس پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ افعی اور اجدل اور اخیل کے الفاظ بھی غیر منصرف ہونا چاہئیں حالانکہ ان الفاظ میں غیر منصرف اور منصرف ہونے میں اختلاف ہے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس اعتراض کا جواب دیا کہ افعی کا غیر منصرف ہونا اور اسی طرح اجدل اور اخیل کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہے یعنی ان اسماء کا منصرف ہونا قوی ہے کیونکہ ان کی وصفیت میں شک ہے اس لئے کہ افعی کے فعوت سے جن کے معنیٰ اخبث کے ہیں مشتق ہونے میں توھم ہے یعنی یقینی نہیں اس توھم کی بناء پر اس لفظ کا غیر منصرف ہونا ضعیف اور منصرف ہونا قوی ہوا اور افعی ''اژدہے'' کا نام ہے اسی طرح اجدل کا بھی منصرف ہونا قوی اور غیر منصرف ہونا ضعیف ہے۔ **اجدل للصقر على زعم وصفية لتوهم اشتقاقه من الجدل بمعنى القوة** یعنی اجدل کا لفظ بھی غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے اس لئے کہ اس کی وصفیت میں شک ہے کیونکہ اس کے جدل سے جس کے معنیٰ قوت کے ہیں مشتق ہونے میں توھم ہے یعنی اس کا جدل سے مشتق ہونا یقینی نہیں ہے اس لئے اس لفظ کا بھی غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا۔ **و اخيل للطائر لطائر ذي خيلان على زعم وصفية التوهم اشتقاقه من الخال** یعنی اخیل کا بھی غیر منصرف پڑھنا ضعیف ہے جو خال والے پرندہ کا نام ہے کیونکہ اس کی وصفیت میں بھی شک ہے اس لئے کہ اس لفظ کا خال سے مشتق ہونا موہومی ہے اس وہم کی بناء پر اس لفظ کا غیر منصرف ہونا ضعیف اور منصرف ہونا قوی ہوا۔ **وجه ضعيف منع الصرف في هذه الاسماء عدم الجزم بكونها اوصافا اصلية فانها لم يقصد بها المعاني**

الوصفية مطلقا لا في الاصل في الحال۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسماء مذکورہ بالا کے غیر منصرف ہونے کے ضعف کی دلیل اور وجہ بتانا چاہتے ہیں یعنی ان اسماء کے غیر منصرف ہونے کے ضعف کی وجہ ان کے اوصاف ہونے کا عدم یقین ہے یعنی چونکہ ان اسماء کی وصفیت کا یقین نہیں اس لئے ان کا غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا کیونکہ ان اسماء میں ان کے معنٰی وصفی نہ اصل وضع میں مقصود ہیں نہ حال میں اس لئے ان اسماء کا منصرف ہونا زیادہ قوی ہوا۔ **مع ان الاصل في الاسم الصرف** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ان اسماء کے اوصاف ہونے کا یقین نہیں اسی طرح اوصاف نہ ہونے کا بھی یقین نہیں ہے لہٰذا دونوں طرفین مساوی ہوئے یعنی غیر منصرف ہونا اور منصرف ہونا دونوں برابر ہوگئے پس منصرف ہونے کو ترجیح دینا یہ ترجیح بلا مرجح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان اسماء کے منصرف ہونے کی ترجیح یہ ہے کہ اصل اسماء میں انصراف ہے یعنی چونکہ یہ الفاظ مذکورہ نہ اصل میں وصفی معنوں میں مستعمل ہیں اور نہ استعمال میں باوجودیکہ اصل اسماء میں انصراف ہوتا ہے اس لئے ان الفاظ کا منصرف ہونا قوی اور غیر منصرف ہونا ضعیف ہوا۔

التانيث اللفظي الحاصل.

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح تانیث لفظی تا سے ہوتی ہے اسی طرح تانیث معنوی بھی تا کے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ تانیث معنوی میں تا معتبر مانی جاتی ہے اور مقدر کالملفوظ ہوتا ہے پس اس تقدیر پر تانیث لفظی کا مقابلہ تانیث معنوی کے ساتھ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں تانیث سے مراد تانیث لفظی ہے جو تا سے حاصل ہوا اب جب لفظی کی قید مقدر مانی گئی تو معنوی کا مقابلہ درست ہوگیا۔ **بالتا لا بالف فانه لا شرط له۔** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں تانیث سے مراد وہی تانیث ہے جو لفظ تا سے حاصل ہو نہ وہ تانیث جو الف ممدودہ یا مقصورہ سے حاصل ہو کیونکہ الف ممدودہ اور مقصورہ کی تانیث سے سببیت کے لئے کوئی شرط نہیں ہے بخلاف تانیث بالتاء کے کہ اس کی سببیت مشروط بعلمیت ہے۔

شرطه في سببه منع الصرف العلمية اى علمية الاسم المؤنث ليصير التانيث لازما لان الاعلام محفوظة عن التصريف بقدر الامكان و لان العلمية وضع ثان و كل حرفٍ وضعت الكلمة عليه لا ينفك من الكلمة اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تانیث لفظی کی سببیت کی شرط کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ تانیث لفظی کی منع صرف کے سببیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ اسم جس میں تانیث کے معنٰی پائے جائیں علم بھی ہوتا کہ علمیہ کی وجہ سے اس کی تانیث لازم ہوجائے کیونکہ اعلام بقدر امکان یعنی جہاں تک ہوسکے تغیر اور تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں جب اس اسم مؤنث میں علمیت شرط مانی جائے گی تو علمیت کی وجہ سے اب اس کی تانیث میں کسی قسم کا تغیر تبدیل نہیں ہوگا اور یہ تانیث منع صرف کا ایک قوی سبب ہوجائے گا اور علمیت ایک وضع ثانی ہے اور جس حرف پر کلمہ موضوع ہو تو وہ حرف وضع کی وجہ سے کلمہ سے الگ نہیں ہوسکتا پس جب تانیث کے ساتھ علمیت شرط ٹھہرائی گئی تو اس صورت میں اس علمیت کی وجہ سے تانیث کلمہ سے الگ نہیں ہوگی گویا یہ علمیت کی شرط ہونے کی دوسری دلیل ہے اور علمیت کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم مؤنث کا لفظ بڑھایا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ علمیت کا لفظ مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا محذوف اسم کا لفظ ہے مضاف الیہ کو محذوف کر کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے **و التانيث المعنوى كذلك** اس میں تانیث کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ تانیث بالتاء پر عطف ہے یعنی جس طرح تانیث بالتاء میں علمیت شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت

شرط ہے۔ **ای کالتانیث اللفظی بالتاء فی اشتراط العلمیة فیه**۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تشبیہ تانیث معنوی کی تانیث لفظی کے ساتھ درست نہیں کیونکہ تانیث لفظی میں علامت تانیث تاء لفظی ہوتی ہے اور معنوی میں علامت تانیث تاء مقدرہ ہوتی ہے پس درمیان مشبہ اور مشبہ بہ کے مناسبت نہیں ہوئی اور یہ مناسبت تشبیہ کے لئے ضروری ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تانیث معنوی کی تشبیہ تانیث لفظی کے ساتھ صرف علمیت کے شرط ہونے میں ہے نہ تاء لفظی اور مقدر ہونے میں یعنی تانیث معنوی علمیت کی شرط ہونے میں مثل تانیث لفظی کے ہے یعنی جس طرح علمیت تانیث لفظی میں شرط ہے اسی طرح تانیث معنوی میں بھی علمیت شرط ہے۔ **الا ان بینهما فرقا فانها فی التانیث اللفظی بالتاء شرط لوجوب منع الصرف و فی المعنوی شرط لجوازه و لا بد فی وجوبه من شرط آخر کما اشار الیه بقوله**۔ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تانیث معنوی تانیث لفظی کے ساتھ صرف علمیت کی شرط ہونے میں مشابہ ہے اور علمیت تانیث لفظی میں شرط وجوب کی ہے پس چاہئے کہ تانیث معنوی میں بھی شرط وجوب کی ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ علمیت دونوں تانیثوں میں شرط ہے فرق صرف اتنا ہے کہ تانیث لفظی بالتاء میں علمیت وجوب کی شرط ہے اور معنوی میں جواز کی تانیث لفظی میں علمیت ایک ضروری شے ہے اور تانیث معنوی میں ضروری نہیں ہے اگر تانیث لفظی کے ساتھ علمیت نہ ہو تو وہ منع صرف کا سبب بن ہی نہیں سکتی اگر علمیت نہ ہو تو اس کی سببیت کے لئے اس کی ضرورت نہیں بلکہ اس کی وجوب کے لئے دوسری شرط ہے جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود آگے چل کر شرط تحتم تاثیرہ کے قول میں اشارہ کیا ہے **و شرط تحتم تاثیره ای شرط وجوب تاثیر التانیث المعنوی فی منع الصرف**۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ تحتم کے معنی وجوب کے ہیں اور تاثیرہ کی ضمیر مجرورہ تانیث معنوی کی طرف لوٹتی ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے تین شرطوں میں سے ایک شرط کا وجود ضروری ہے **احد الامور الثلثة** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط تحتم تاثیرہ کا قول ترکیب میں مضاف مضاف الیہ مل کر مبتداء ہے اور الزیادۃ اپنے معطوف کے ساتھ مل کر اس کی خبر واقع ہوگئی ہے جس کی تقدیر پر عبارت کے معنی یہ ہوں گے کہ تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے زیادۃ اور تحرک او سط اور عجمہ تینوں شرط ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان میں سے ایک شرط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ زیادۃ اپنے معطوفات کے ساتھ مل کر خبر نہیں بلکہ مبتداء کی خبر یہاں محذوف احد الامور الثلثة کا لفظ ہے اور زیادۃ اور تحرک او سط اور عجمہ ہر ایک خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی تانیث معنوی کے تاثیر کے وجوب کے لئے ان تین شرطوں میں سے ایک ہے مجموعہ نہیں **الزیادة علی الثلثة ای زیادة حروف الکلمة علی ثلثة مثل زینب** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ الزیادۃ کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ محذوف حروف الکلمة کا لفظ ہے۔ مضاف الیہ کو محذوف کر کے مضاف پر اس کے عوض میں الف لام داخل کیا ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر وجوب معنوی کی شرطوں میں سے ایک کلمہ میں تین حرفوں پر زیادت ہے جیسے زینب میں کہ اس میں تین حرفوں پر چوتھا حرف زیادہ ہوا ہے۔ **او تحرك الحرف الاوسط من حروفها الثلثة مثل سقر** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو اوسط کے لفظ سے قبل حرف کا لفظ بڑھایا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوسط صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے یہاں موصوف نہیں لہٰذا مصنف کی عبارت میں صفت کا وجود بلا موصوف لازم آیا اور یہ عبارت کا نقص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت

میں نقص نہیں موصوف اس کا محذوف حرف کا لفظ ہے یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے شرط زیادۃ ہے یا تحرك حرف اوسط حروف میں سے ہے جیسے سقر میں۔ **او العجمة مثل ماه وجور** یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے زیادة علی الثلثة شرط ہے یا تحرك حرف اوسط یا عجمہ شرط ہے جیسے ماہ وجور میں کہ اس میں تانیث معنوی کی تاثیر کی قوت کے لئے عجمہ شرط ہے اور یہ دونوں الفاظ غیر منصرف ہیں اور اسباب منع صرف میں سے ان میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی عجمہ کے ساتھ ہے۔ **و انما اشترط فی وجوب التاثیر المعنوی احد الامور الثلثة لیخرج الکلمة بثقل احد الامور الثلثة من الخفة التی من شانها ان تعارض ثقل احد السببین فتزاحم تاثیرہ و ثقل الاولین ظاهر و كذا العجمة لان لسان المعجم ثقيل علی العرب** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تانیث معنوی کی تاثیر کی وجوب کی احد الامور ثلثہ میں سے ایک امر کی شرط ہونے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں یعنی تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کے لئے امور ثلثہ میں سے ایک امر شرط اس لئے ہے کہ کلمہ احد الامور میں سے ایک امر کے ثقل سے اس خفت سے نکلے جو احد السببین کے ثقل کا معارض ہو جس سے تانیث معنوی کی تاثیر میں مزاحمت ہوتی ہے اور زیادۃ علی الثلثہ اور تحرك حرف اوسط کا ثقیل ہونا تو ظاہر ہے اسی طرح عجمہ بھی ثقیل ہے اس لئے کہ زبان عجمی عرب پر ثقیل ہوتی ہے یعنی عربی محاورہ میں جب عرب گفتگو کرتے ہیں تو عجمی لفظ بولنے سے ان کی زبان پر بار معلوم ہوتا ہے۔ **فهند يجوز صرفه نظرًا الى انتفاء شرط تحتم تاثير التانيث المعنوى اعنى احد الامور الثلثة و يجوز عدم صرفه نظرًا الى وجود السببين فيه.** یہ اوپر کے شرط پر تفریع ہے یعنی هندٌ کے لفظ کا منصرف پڑھنا جائز ہے اس لحاظ سے کہ اس میں تانیث معنوی کی تاثیر کے وجوب کی شرط نہیں پائی جاتی یعنی اس میں نہ زیادۃ علی الثلثہ ہے نہ تحرک اوسط اور نہ عجمہ ہے تو ان شرطوں کے نہ پائے جانے کی وجہ سے اس لفظ کا منصرف پڑھنا جائز ہوا اور اس لحاظ سے کہ اس میں دو اسباب منع صرف کے موجود ہیں ایک علمیت دوسری تانیث اس لفظ کا غیر منصرف پڑھنا بھی جائز ہے۔ **و زینب و سقر علما لطبقة من طبقات النار** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سقر کے معنی بتائے ہیں کہ سقر آگ کے طبقات میں سے ایک طبقہ کا علم ہے **وماه وجور علمین لبلدتين** یعنی ماہ وجور دو شہروں کے نام ہیں **ممتنعٌ صرفها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرفها کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ زینب اور سقر اور ماہ وجور کے الفاظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوئے ہیں اور ممتنعٌ اس کی خبر ہے اور اس کی خبریت درست نہیں ہے اس لئے کہ یہ الفاظ مؤل بجماعتہ ہیں اور یہ اس تقدیر پر مؤنث ہے اور ممتنع مذکر ہے پس درمیان مبتداء اور خبر کے مطابقت نہیں ہوئی۔ ممتنعةٌ ہونا چاہئے تا کہ مطابقت حاصل ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ممتنع کا فاعل صرف کا لفظ ہے اب یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہوا اور جملہ مؤنث ہے لہٰذا درمیان مبتداء وخبر کے مطابقت حاصل ہوگئی۔ یعنی یہ الفاظ مذکورہ کا منصرف ہونا منع ہے بلکہ یہ الفاظ غیر منصرف ہیں۔ **اما زينب فللعلمية و التانيث المعنوى مع شرط تحتم تاثيره و هو الزيادة على الثلثة و اما سقر فللعلمية و التانيث المعنوى مع شرط تحتم تاثيره و هو تحرك الاوسط و اما ماه وجور فللعلمية و التانيث المعنوى مع شرط تحتم تاثيره و هو العجمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الفاظ مذکورہ کے غیر منصرف ہونے کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ زینب اس لئے غیر منصرف ہے کہ اس میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی مع شرط تحتم تاثیر جو کہ زیادۃ علی الثلثہ ہے پائی جاتی ہے اور سقر اس لئے غیر منصرف ہے کہ اس میں ایک علمیت دوسری تانیث معنوی مع شرط تحتم تاثیر جو کہ تحرک اوسط ہے پائی جاتی ہے اور ماہ وجور کے الفاظ اس لئے غیر منصرف ہیں کہ ان میں ایک علمیت

دوسری تانیث معنوی مع شرط تحتم تاثیر جو کہ عجمہ ہے موجود ہے**فان سمي به اى بالمؤنث المعنوى** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بہ کی ضمیر مجرور مؤنث معنوی کی طرف لوٹتی ہے۔**مذكر فشرطه فى سببية منع للصرف** یعنی اگر مؤنث سماعی کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس کے غیر منصرف ہونے کی شرط یہ ہے کہ **الزيادة على الثلثه** اس کے حروف تین حرفوں سے زیادہ ہوں۔**لان الحرف الرابع فى حكم تاء التانيث قائم مقامها**۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس مؤنث معنوی کی غیر منصرف ہونے کی دلیل بیان کی ہے جس کو کسی مذکر کا نام رکھا گیا ہو یعنی جب اس صورت میں اس کے حروف تین سے زیادہ ہوں گے تو وہ غیر منصرف ہوگا۔اس لئے کہ چوتھا حرف تاء تانیث کے قائم مقام ہوگا گویا اس زیادۃ کی صورت میں تانیث حکمی موجود ہے پس اگر چہ علمیت کی وجہ سے تانیث معنوی زائل بھی ہو لیکن چوتھا صرف تانیث حکمی ہی مانا جائے گا اس لئے غیر منصرف ہوگا**فقدم و هو مؤنث معنوى سماعى باعتبار معناه الجنسى اذا سمى به رجلٌ** اس میں اوپر کی عبارت پر تفریع ہے کہ قدم کا لفظ جو کہ باعتبار معنیٰ جنسی اپنے کے مؤنث معنوی سماعی ہے اگر کسی آدمی کا نام رکھا جائے تو **منصرف** یعنی منصرف ہوگا۔**لان التانيث الاصلى زال بالعلمية للمذكر من غير ان يقوم شئٌ مقامه و العلمية وحدها لا تمنع الصرف** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ قدم کے منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ قدم کا لفظ جب کسی آدمی کا نام رکھا جائے گا تو یہ اس صورت میں منصرف ہوگا۔اس لئے کہ تانیث معنوی بوجہ علمیت کے زائل ہوگئی اور کوئی چوتھا حرف زیادہ علی ثلثہ اس میں نہیں پایا جاتا جو کہ تانیث حکمی کے قائم مقام ہو اور علمیت تنہا غیر منصرف ہونے کے لئے سبب نہیں بن سکتی لہٰذا منصرف رہے گا۔**و عقرب و هو مؤنث معنوى سماعى باعتبار معناه الجنسى اذا سمى به رجل** یعنی عقرب کا لفظ باعتبار اپنے جنسی معنیٰ کے مؤنث معنوی سماعی ہے اگر یہ کسی مرد کا نام رکھا جائے تو غیر منصرف ہوگا**ممتنع صرفها** اس میں صرفها کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عقرب کا لفظ ترکیب میں مبتداء ہے اور ممتنع کا لفظ اس کی خبر ہے اور یہ خبریت صحیح نہیں اس لئے کہ عقرب مؤنث ہے اور ممتنع مذکر ہے لہٰذا درمیان مبتداء و خبر کے مطابقت نہیں ہوئی اگر ممتنعة کا لفظ ہوتا تو مطابقت حاصل ہو جاتی شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواب دیا کہ ممتنع کا فاعل محذوف صرف کا لفظ ہے اب یہ فعل فاعل مل کر جملہ ہوا اور جملہ مؤنث ہے لہٰذا درمیان مبتداء و خبر کے مطابقت حاصل ہوگئی۔**لانه و ان زال التانيث بعلمية للمذكر فالحرف الرابع قائم مقامها**۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ عقرب کے غیر منصرف ہونے کی دلیل بتاتے ہیں کہ یہ عقرب کا لفظ جب کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں بھی غیر منصرف ہوگا اس لئے کہ اس کی تانیث معنوی اگر چہ بوجہ علمیت کے زائل بھی ہو جائے لیکن اس کا حرف رابع قائم مقام تانیث معنوی کے ہوگا پس یہ اس زیادت کی بناء پر غیر منصرف پڑھا جائے گا۔**بدليل انه اذا صغر قدم ظهر التاء المقدرة كما اقتضية قاعدة التصغير فيقال قديمةٌ بخلاف عقرب فانه اذا صغر يقال عقيربٌ من غير اظهار التاء لان الحرف الرابع قائم مقامه فعقرب اذا سمى به رجل امتنع صرفه العلمية و التانيث الحكمى.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ عقرب میں علمیت کے وقت حرف رابع قائم مقام تانیث کے ہے اور یہ حروف رابع زیادہ علی الثلثہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے جواب دیا کہ دلیل یہ ہے کہ قدم کے لفظ کو جب مصغر کیا جائے گا تو اس کی تائے مقدرہ ظاہر کی جائے گی جیسا کہ اس کو تصغیر کا قاعدہ چاہتا ہے پس قديمةٌ بولا جائے گا۔

فائدہ:......

جب اسماء کی اصل معلوم کرنی ہو تو ان میں تصغیر کا قاعدہ جاری کیا جاتا ہے تصغیر میں لا کر حروف اصلی اور زائد کا فرق کر لیتے ہیں جب قدم کی تصغیر قدیمۃ سے کی تو معلوم ہوا کہ تاء اس میں زائد ہے اور یہ لفظ ثلاثی ہے رباعی نہیں بخلاف عقرب کے کہ جب اس کی تصغیر کی جاتی ہے تو عقیرب بولا جاتا ہے بغیر اظہار تاء کے تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ لفظ رباعی ہے اور اس میں حرف رابع قائم مقام تانیث معنوی کے ہے پس اگر یہ لفظ کسی مذکر کا نام رکھا جائے تو اس صورت میں بھی غیر منصرف ہوگا اور اسباب منع صرف میں سے اس میں ایک علمیت دوسری تانیث حکمی مانی جائے گی۔

المعرفۃ:......

ای التعریف لان سبب منع الصرف هو وصف التعریف لا ذات المعرفة. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معرف کا اسباب منع صرف سے گننا درست نہیں کیونکہ سبب منع صرف صرف وصف تعریف ہے نہ معرفہ کی ذات۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں معرفہ سے مراد مصدر تعریف ہے اب اس کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا اور معرفہ سے یہاں مراد مصدری معنٰی لینے کی اس لئے ضرورت ہے کہ سبب منع صرف تعریف ہی ہوتا ہے معرفہ نہیں ہوتا۔ **شرطها ای شرط تاثیرها فی منع الصرف.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ شرطھا کی ضمیر مجرورہ معرفہ کی طرف لوٹتی ہے یعنی معرفہ کی تاثیر کی شرط یہ ہے کہ وہ علمیت کی ہو۔ **ان تكون علمية ای کون هذا النوع من جنس التعریف علی ان یکون الیاء مصدریة** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف علیہ الرحمۃ کی عبارت مذکورہ میں تکرار ہے وہ یہ کہ "ان" ناصبہ جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو اس کو بمعنٰی مصدر کر دیتا ہے لہٰذا اس تقدیر پر ایک تکرار تکون کی عبارت سے معلوم ہوتی ہے دوسرے یائے مصدری سے معلوم ہوتی ہے جو کہ علمیۃ میں ہے پس اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کہ شرطھا، کونھا، علمًا دیکھئے تکرار صاف معلوم ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ علمیۃ کی یا مصدری ہے لیکن علمیت سے مراد یہ تعریف کے جنس کی نوع ہے یعنی یہاں تعریف بالعلمیت مقصود ہے۔

فائدہ:......

تعریف کی کئی قسمیں ہیں ایک تعریف ضمائر کی دوسری تعریف موصولات کی تیسری تعریف اسمائے اشارات کی چوتھی باللام پانچویں تعریف بالاضافت چھٹی تعریف بالعلمیت ہوتی ہے یہاں یہی مراد ہے۔

او منسوبةً الی العلم بان تكون حاصلة فی ضمنه علی ان یکون الیاء النسبة .

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکورہ بالا کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں اس طرح دیا ہے کہ یا علمیۃ کی یانسبتی ہے یعنی وہ معرفہ غیر منصرف ہونے کا سبب بن سکتا ہے جو منسوب الی العلم ہو اس طرح کہ وہ معرفہ علم کے ضمن میں حاصل ہو یعنی وہی تعریف علمی مقصود ہے اور جب یانسبتی ٹھہرائی گئی تو اس تقدیر پر سوال مذکورہ بالکل ہی رفع ہو گیا۔ **و انما جعلت مشروطة بالعلمية لان تعریف المضمرات و المبهمات لا یوجد الا فی المبنیات و منع الصرف من احکام المعربات و التعریف باللام او الاضافة یجعل غیر المنصرف منصرفا کما سیجیئ فلا یتصور کونه سببًا لمنع الصرف فلم یبق الا التعریف**

العلمی۔ اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معرفہ کی علمیت کے ساتھ مشروط ہونے کی وجہ اور دلیل بتانا چاہتے ہیں کہ معرفہ سے یہاں تعریف علمی اس لئے مراد ہے کہ ضمائر اور مبہمات یعنی موصولات اور اشارات کی تعریف مبنیات ہی میں پائی جاتی ہے اور غیر منصرف اسم کے غیر منصرف ہونا معربات کے احکام میں سے ہے اور الف لام اور اضافت کی تعریف غیر منصرف اسم کو منصرف کردیتی ہے یا منصرف کے حکم میں جیسے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کی تحقیق فرمائیں گے۔ پس یہ اضافت اور الف لام کی تعریف منع صرف کے لئے سبب نہیں ہوسکتی لہٰذا اب سوائے تعریف علمی کے اور کسی تعریف کا سبب ہونا باقی نہ رہا۔ **و انما جعل المعرفة سببًا و العلمية شرطها و لم يجعل العلمية سببًا كما جعل البعض لان فرعية التعريف لتنكير اظهر من فرعية العلمية له۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرفہ کو سبب منع صرف کا بنایا ہے اور علمیت کو اس کی شرط ٹھہرائی ہے اور اس کا عکس نہیں کیا جیسا کہ بعض یعنی صاحب مفصل نے کیا ہے اس کی کیا دلیل اور وجہ ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ دارومدار سببیت کا فرعیت پر ہے اور تعریف کی فرعیت علمیت کی فرعیت سے زیادہ ظاہر اور واضح ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معرفہ کو سبب منع صرف کا بنایا اور علمیت کو اس کی شرط ٹھہرائی اور علمیت کو سبب نہیں بنایا جیسا کہ صاحب مفصل نے کیا ہے۔

العجمة:......

و هي كون اللفظ مما وضعه غير العرب.

اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ کا اسباب منع صرف میں سے شمار کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ عجمہ لغت عجمی کے معنیٰ کے لئے اسم موضوع کا نام ہے اور وہ ذات ہے اور اسباب منع صرف اوصاف کے قبیلہ میں سے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں عجمہ سے مراد وہ لفظ ہے جس کو غیر عرب یعنی اہل عجم نے کسی معنیٰ کے لئے وضع کیا ہو جب کون کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا تو اس تقدیر پر عجمہ کی وصفیت بھی ظاہر ہوگئی لہٰذا اب اس کا اسباب صرف منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا۔ **لتاثيرها في منع الصرف شرطان** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرطان کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ العجمة کا لفظ ترکیب میں مبتداء ہے اور شرطها ان تكون علمة في العجمة معطوف علیہ اور تحرك او سط يازيادة على الثلثة معطوف اور معطوف علیہ مل کر اس کی خبر واقع ہوئی ہے اس تقدیر پر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مل کر مجموعہ عجمہ کی شرط ہے حالانکہ ایسا نہیں بلکہ عجمہ کی علمیت علیحدہ شرط ہے اور تحرک اوسط اور زیادۃ علی الثلثۃ دوسری شرط ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرطان کا لفظ بڑھا کر جواب دیا ہے کہ العجمۃ کی خبر محذوف یہ ہی شرطان کا لفظ ہے یعنی عجمہ کی دو شرطیں ہیں۔ **شرطها الاول ان تكون علمية** یعنی اول شرط عجمہ کی سببیت کی یہ ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم بھی ہو ای **منسوبة الى العلم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ علمیت کی یاء نسبتی ہے یعنی وہ عجمہ سبب منع صرف بن سکتا ہے جو منسوب الی العلم ہو **في اللغة لعجمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ کی ظرفیت علمیت کے لئے درست نہیں ہے کیونکہ علمیت کے عجمہ میں ہونے کے کوئی معنیٰ نہیں ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لغت کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ عبارت میں مضاف مقدر لغت کا لفظ ہے اب اس کے بڑھانے سے عجمہ کی ظرفیت درست ہوگئی یعنی عجمہ کی اول شرط یہ ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم ہو۔ **بان تكون متحققةً في ضمن العلم في العجم حقيقةً.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عجمہ کی لغت عربی میں علمیت ہونے کی صورت

بتاتے ہیں یعنی لغت عجمی میں عجمہ کی علیت اس طرح ہوگی کہ وہ لغت عجمی میں حقیقۃً علم کے ضمن میں متحقق ہو جیسے کہ ابراہیم کہ یہ لفظ عجمہ بھی ہے اور لغت عجمی میں علم بھی۔ **او حكما بان ينقله العرب من لغة العجم الى العلمية من غير تصرف فيه قبل النقل كقالون فانه كان في العجمه اسم جنس سمي به احدرواة القراء لجودة قرأتة قبل ان يتصرف فيه العرب فكانه كان علمًا في الجملة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکمًا کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ قالون سے منقوض ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم نہیں بلکہ اسم جنس ہے لہٰذا چاہئے کہ یہ لفظ منصرف ہو حالانکہ یہ غیر منصرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عجمہ کا عجمی لغت میں علم ہونا عام ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے ابراہیم میں خواہ حکمًا ہو جیسے قالون میں حکمًا اس طرح ہوگا کہ اس کو عرب لغت لا عجمی میں علیت کی طرف نقل کریں اور اس میں نقل سے پیشتر کوئی تصرف تغیر تبدل نہ کریں جیسے کہ قالون میں جس کے معنی لغت رومی میں جید کے ہیں یہ لفظ عجمی لغت میں اسم جنس تھا جس کو رومی لوگ ہر جید چیز کے لئے مستعمل کرتے تھے۔ اب یہ لفظ عرب کے محاورہ میں آ کر قاریوں میں سے ایک قاری کا علم ہوا چونکہ اس قاری کی قرأت بہ نسبت دوسرے قاریوں کی قرأت کے زیادہ جید اور عمدہ ہے اس لئے اس قاری کا نام بھی قالون رکھا گیا دیکھئے اس لفظ کو عرب نے عجمی لغت سے علیت کی طرف نقل کیا ہے اور اس میں نقل سے پیشتر کوئی تغیر تبدل نہیں کیا گویا یہ بوجہ عدم تصرف کے لغت عجمی میں حکمًا علم ہی ہوا لہٰذا یہ لفظ بہ سبب پائے جانے علیت حکمی کے غیر منصرف ہوا۔ **و انما جلعت شرطا لئلا يتصرف فيها العرب مثل تصرفاتهم في كلام فتضعف فيه العجمة فلا يصلح سببا لمنع الصرف فعلى هذا لوسمي بمثل لجام لا يمتنع صرفه لعدم علمية و العجمة۔** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عجمہ کے لغت عجمی میں علیت شرط ہونے کی دلیل اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ عجمہ کی لغت عجمی میں شرط ہونا اس لئے ضروری مانا گیا ہے کہ عرب جس طرح اپنے محاورہ کے الفاظ میں تغیر تبدل کیا کرتے ہیں اس میں نہ کر سکیں کیونکہ اگر عرب نے عجمی لفظ کو نقل کر کے اپنے محاورہ میں تغیر تبدل کیا تو اس صورت میں اس کا عجمہ ہونا ضعیف ہو جائے گا۔ پس یہ منع صرف کے لئے سبب بننے کی صلاحیت نہیں رکھے گا اس لئے عجمہ میں یہ ضروری ہے کہ وہ لغت عجمی میں علم بھی ہوتا کہ عرب اس میں تغیر نہ کر سکیں کیونکہ اعلام بقدر امکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر لجام کا لفظ جس میں عرب نے تغیر تبدل کیا ہے اگر اس میں اسمیت کا لحاظ کیا جائے تو اس کا منصرف ہونا منع نہیں ہے بلکہ یہ بوقت علیت میں بھی منصرف ہی رہے گا کیونکہ یہ عجمی لغت میں نہ حقیقۃً علم ہے نہ حکمًا اور عجمہ میں شرط تھی کہ وہ لغت عجمی میں حقیقۃً یا حکمًا علم ہو۔ **و شرطها الثاني احد الامرين** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ سابق شرطها الاول کے جملہ پر عطف ہے اور اس میں احد الامرین کا لفظ جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے اس سے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تحرک اوسط اور زیادہ علی الثلثه کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں مل کر شرط ثانی ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ ہر ایک علیحدہ علیحدہ شرط ثانی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ شرطها کی خبر یہ مجموعہ نہیں بلکہ ان دونوں میں سے ایک ہی ترکیب میں خبر واقع ہوئی ہے یعنی مبتداء کی خبر محذوف احد الامرین کے لفظ کو سمجھنا چاہئے یعنی شرط تحرک حرف اوسط ہے یا زیادة على الثلثة **تحرك الحرف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی عبارت اوسط ترکیب میں صفت ہے اور صفت موصوف کو چاہتی ہے اور یہاں موصوف نہیں ہے پس مصنف کی عبارت میں نقص لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ عبارت میں نقص نہیں اس وجہ سے کہ صفت موصوف یہاں محذوف حرف ہے۔ **الاوسط او الزيادة على الثلثة اى على ثلثة اصف لئلا يعارض الخفة احد السببين** اس عبارت سے شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد شرط ثانی کی علت اور وجہ بیان کرنا ہے یعنی عجمہ کی شرط ثانی یہ ہے کہ وہ متحرک الاوسط ہو یا تین حرفوں سے اس کے حروف زیادہ ہوں یہ ضروری شرط ہے اس لئے کہ اسباب منع صرف میں سے ایک سبب ثقل ہوگا اگر یہ شرط ثانی نہ پائی جائے تو کلمہ میں خفت پیدا ہو جائے گی۔ پس احد السببین کے ثقل سے خفت کا معارضہ ہو جائے گا اور معارضہ کی صورت میں عجمہ کا اثر جاتا رہے گا اس لئے یہ شرط ثانی ضروری مانی گئی تاکہ خفت کا ثقل سے معارضہ نہ ہو سکے اور اسم غیر منصرف ہو جائے۔

فنوح منصرف:......

هذا تفريع بالنظر الى الشرط الثاني فانصراف نوح انما هو لانتفاء الشرط الثاني.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فنوح کا فا تفریعیہ ہے گویا یہ بنظر شرط ثانی کے تفریع ہے یعنی نوح کا منصرف ہونا شرط ثانی کے نہ پائے جانے پر مبنی ہے۔ **و هذا اختيار المصنف لان العجمة سبب ضعيف لانهٗ امر معنويٌ فلا يجوز اعتبارها مع سكون الاوسط.** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد نوح کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے کا اختلاف ظاہر کرنے مصنف کا مذہب مختار پر تنبیہ کرنا ہے نوح کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں دو مذہب ہیں ایک مذہب علامہ زمخشری صاحب مفصل کا ہے، دوسرا مصنف کافیہ کا مذہب ہے۔ صاحب مفصل کے نزدیک نوح ہندہ کے مثل ہے یعنی وہ نوح کا انصراف اور عدم انصراف دونوں جائز سمجھتے ہیں اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ منصرف خیال کرتے ہیں اور یہ منصرف ہونا نوح کا ان کے نزدیک مختار بھی ہے اور اس کو غیر منصرف نہیں کہتے ہیں بلکہ منصرف ہونا مختار سمجھتے ہیں اس لئے کہ عجمہ سبب ضعیف ہے کیونکہ وہ ایک امر معنوی ہے اس کے واسطے علامت لفظی ظاہری کوئی نہیں پس عجمہ کا سکون اوسط کے ساتھ سببیت کے لئے اعتبار دینا جائز نہیں۔ **و اما التانيث فان له علامته مقدرة تظهر في بعض التصرفات فله نوع قوة فجاز ان يعتبر مع سكون الاوسط و ان لا يعتبر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عجمہ اور تانیث معنوی دونوں امر معنوی ہونے میں برابر ہیں اور تانیث معنوی میں انصراف اور عدم انصراف دونوں فرمایا ہے اور عجمہ میں صرف ایک امر پر اکتفاء کیا ہے لہٰذا چاہئے کہ عجمہ میں بھی جواز امرین کا لحاظ کرتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تانیث معنوی ایک امر معنوی ہے لیکن اس کی علامت تانیث لفظ میں بعض اوقات ظاہر بھی ہوتی ہے جیسے تصغیر میں پس اس کو ایک قسم کی قوت حاصل ہوگئی پس جائز ہے کہ یہ سکون اوسط کے ساتھ معتبر بھی ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ معتبر نہ ہو بخلاف عجمہ کے کہ اس کی لفظ میں کوئی علامت تانیث کی ظاہر نہیں ہوتی ہے پس یہ سبب ضعیف ہوا اس لئے کہ اس میں جواز امرین کا اعتبار نہیں ہے۔ **فان قلت قد اعتبرت العجمة في ماه وجور مع سكون الاوسط في ما سبق فلم لم يعتبر ههنا۔** یہ ایک سوال ہے جو اوپر ہذا اختیار مصنف الخ کی عبارت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ نوح کے لفظ میں سکون اوسط کے ساتھ عجمہ کو معتبر کیوں نہیں کیا حالانکہ ماہ جور میں سکون اوسط کے ساتھ ما سبق میں اعتبار دیا ہے پس مناسب ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نوح میں بھی اوسط کے ساتھ عجمہ کا اعتبار کر کے جواز امرین کا لحاظ فرماتے حالانکہ ایسا نہیں کیا۔ **قلنا اعتبارها في ما سبق انما هو لتقوية سببين اخرين لئلا يقادم سكون الاوسط احدهما فلا يلزم من اعتبارها لتقوية سبب اخر سببيتها بالاستقلال۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ عجمہ کا اعتبار جو پیشتر کیا ہے وہ منع صرف کے دو اور سببوں کی تقویت کے لئے کیا ہے تاکہ ان دو سببوں میں سے ایک سبب کا ثقل سکون اوسط یعنی خفت کا مقابل اور معارض نہ ہو پس دوسرے سبب کی تقویت کے لئے عجمہ کے اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ

اس کی بالاستقلال سببیت کا بھی اعتبار ہو۔ **و شتر و هو اسم حصن بديار بكر و ابراهيم ممتنع** یعنی شتر جو دیار بکر میں کسی قلعہ کا نام اور ابراہیم جو ایک مشہور پیغمبر علیہ السلام کا اسم گرامی ہے غیر منصرف ہے۔

صرفهما لوجود الشرط الثاني فان في شتر تحرك الاوسط و في ابراهيم الزيادة على الثلثة اس عبارت میں صرفھما کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر گزر چکی ہے اور اس عبارت عربی کا خلاصہ یہ ہے کہ شتر اور ابراھیم اس لئے غیر منصرف ہے کہ ان دونوں لفظوں میں شرط ثانی پائی جاتی ہے شتر میں تحرك اوسط اور ابراھیم میں زیادۃ علی الثلثہ پائی جاتی ہے۔ **و انما خص التفريع بالشرط الثاني لان غرضه التنبيه على ما هو الحق عنده من انصراف نحو نوح و لهذا قدم انصرافه مع انه متفرع على انتفاء الشرط الثاني و الاولى تقديم ما هو متفرع على وجوده كما لا يخفى.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے نوح کے منصرف ہونے کو شرط ثانی کی انتفاء پر تفریع کیا ہے اور شرائط اول کے انتفاء پر تفریع نہیں کیا جیسا کہ صاحب ہدایۃ النحو نے فلحام منصرف کہہ کر کیا ہے اس کی خصوصیت کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ شرط ثانی کی انتفاء پر تخصیص کی وجہ یہ ہے کہ اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد اور تنبیہ اس پر ہے جو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک حق اور درست ہے اور وہ نوح کا منصرف ہونا ہے یعنی اس سے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ان کے نزدیک نوح کا منصرف ہونا غیر منصرف ہونے سے زیادہ صحیح اور درست ہے اور اسی وجہ سے نوح کے منصرف ہونے کو مقدم ذکر کیا ہے باوجودیکہ اس کا انصراف شرط ثانی کی انتفاء پر متفرع ہے اور اولیٰ تقدیم اس کی ہے جو کہ وجود پر متفرع ہو کیونکہ وجودی عدمی سے اشرف مانا جاتا ہے جیسا کہ ظاہر ہے **و اعلم اسماء الانبياء عليهم السلام ممتنعة عن الصرف الا ستة محمد و صالح و شعيب و هود لكونها عربية و نوح و لوط لخفتها.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انبیاء علیہم السلام کے اسماء کے غیر منصرف ہونے کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں کہ جاننا چاہیئے کہ ان تمام اسماء گرامی انبیاء علیہم السلام کے غیر منصرف ہیں سوائے چھ اسماء کے یعنی محمد و صالح و شعیب و ہود کہ یہ چار اسماء مبارک اس لئے منصرف ہیں کہ یہ عربی الفاظ ہیں ان میں عجمہ نہیں پایا جاتا اور نوح اور لوط اس لیئے منصرف ہیں کہ ان میں خفت پائی جاتی ہے ان چھ اسماء کے علاوہ باقی سب اسماء انبیاء علیہم السلام کے غیر منصرف ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے اشعار میں لکھا ہے۔

گر ہمی خواہی کہ دانی نام ہر پیغمبرے
تا کد ام است اے برادر نزد نحوی منصرف
صالح و ہود و محمد با شعیب و نوح و لوط
منصرف دان ایں ہمہ دیگر ہمہ

لا ينصرف و قيل ان هودًا كنوح لان سبويه قرنه معه و يوئده ما يقال من ان العرب من ولد اسماعيل و من كان قبل ذلك فليس بعربي و هود قبل اسماعيل فيهما يذكر فكان كنوح.

کسی نے ہود کو قبل نوح کے سمجھا ہے اس دلیل سے کہ سبویہ نے جہاں پر انبیاء کے اسماء کا ذکر کیا ہے وہاں پر ہود کو نوح کے ساتھ میں ذکر کیا ہے اس طرح محمد و صالح و شعیب و ہود و ہود کو نوح کے ساتھ ذکر کیا شعیب کے ساتھ ذکر نہیں کیا اگر یہ ہود عربی لفظ ہوتا تو اس کو نوح پر

مقدم کرتے اور شعیب کے ساتھ قرین کر کے لکھتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ مثل نوح کے ہے یعنی جو نوح کا حکم ہے وہی اس کا بھی ہوگا اور سیبویہ کے قول کی تقویت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ کل عرب کے لوگ اسمعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور جو لوگ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے پہلے گزرے ہیں وہ عرب نہیں مانے جاتے ہیں اور تاریخ انبیاء علیہم السلام میں جہاں پیغمبروں کے نام کا ذکر ہے وہاں پر ہود کو اسماعیل علیہ السلام سے پہلے لکھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ہود مثل نوح کے ہے اور نوح مصنف کے نزدیک منصرف ہے لہٰذا یہ بھی منصرف ہوگا

الجمع:......

و هو سببٌ قائم مقام السببين یعنی اسباب منع صرف میں سے ایک جمع ہے اور یہ ایک سبب قائم مقام دو سببوں کے ہے **شرطه ای شرط قیامه مقام السببين** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کے سوال کی تشریح یہ ہے کہ رجال اور مسلمون جمع ہے باوجودیکہ یہ منع صرف کے لئے سبب نہیں مصنف نے خود ہی اس سوال کا جواب اس طرح دیا ہے کہ جمع سے مراد یہاں مطلق جمع نہیں بلکہ جمع سے مراد وہ جمع ہے جو صیغہ منتہی الجموع کے ہو یعنی جمع کے دو سببوں کے قائم مقام ہونے کی شرط صیغہ منتہی الجموع ہونا ہے۔ **صيغة منتهى الجموع و هی الصيغة التی كان اولها مفتوحًا و ثالثها الفا و بعد الالف حرفان او ثلثة اوسطها ساكن** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیغہ منتہی الجموع کی تعریف بتانا چاہتے ہیں کہ صیغہ منتہی الجموع اس کو کہتے ہیں کہ جس کا اول حرف مفتوح اور ثالث حرف اس کا الف ہو اور بعد الف کے دو حرف متحرک ہوں جیسے مساجد میں یا بعد الف کے تین حروف ہوں اول حرف مکسور اوسط ساکن ہو جیسے مصابیح میں۔

و هی صيغة التی لا تجمع جمع التكسير مرة اخرىٰ و لهٰذا سميت صيغة منتهى الجموع لانها جمعت فی بعض الصور مرتين تكسيرًا فانتهىٰ تكسيرها المغير للصيغة فاما جمع السلامة فانه لا يغير الصيغة فيجوز ان تجمع جمع السلامة كما تجمع ايا من جمع ايمن علٰى ايا منين و صواحب جمع صاحبة علٰى صواحبات و انما اشترطت لتكوْن صيغة مصوْفة عن قبول التغير فتؤثر.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صیغہ منتہی الجموع کی وجہ تسمیہ بتانا چاہتے ہیں کہ صیغہ منتہی الجموع اس کو کہتے ہیں جو جمع تکسیر کے ساتھ دوبارہ جمع نہ ہو سکے اور اسی وجہ سے اس کو صیغہ منتہی الجموع کہتے ہیں کیونکہ صیغہ بعض صورتوں میں تکسیر کے ساتھ دو دفعہ جمع ہو جاتا ہے پھر اس کی تکسیر جو صیغہ کو متغیر کر دیتی ہے ختم ہو جاتی ہے اور جمع سلامت چونکہ صیغہ کو متغیر نہیں کرتی ہے اس لئے جائز ہے کہ یہ جمع سلامت کے ساتھ پھر جمع ہو جیسا کہ ایامن جو کہ جمع ایمن کی ہے ایامنین کے وزن پر جمع آتی ہے اور صواحب جو جمع صاحبۃ کی ہے صواحبات کے وزن پر جمع ہوتی ہے اور مصنف نے جمع کے منع صرف کی سببیت کے لئے صیغہ منتہی الجموع ہونا اس لئے شرط کیا ہے کہ صیغہ جمع کا تغیر تبدل سے محفوظ ہو کر سببیت کا اثر کر سکے کیونکہ صیغہ اگر بار بار جمع ہو تو اس کی جمعیت میں ایک قسم کا فتور آئے گا اور جبکہ صیغہ منتہی الجموع ہونے کی وجہ سے اس کی جمعیت ختم ہو جائے تو اس صورت میں جمعیت کی ایک قسم کی قوت پیدا ہو جائے گی جس سے صیغہ تغیر اور فتور سے محفوظ ہو کر سببیت کا اثر کر سکے گا **بغير هاء منقلبةٌ عن تاء التانيث حالة الوقف.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے سوال یہ ہے کہ فوارہ منصرف ہونا چاہئے کیونکہ یہ ہا کے ساتھ میں ہے اور فرازنۃ غیر منصرف ہونا چاہئے کیونکہ یہ بلا ہا کے ہے حالانکہ امر بالعکس ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد یہاں وہ ہا ہے جو حالت وقف میں تائے تانیث سے بدلی ہو۔ **او المراد بها تاء التانيث باعتبار مايؤل اليه حالته**

الوقف فلا یرد نحو فواره جمع فارته اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے کہ یا ہاسے مراد یہاں تاء ہے مجازاً باعتبار ما یؤل الیہ کے یعنی جب اس پر وقف کیا جائے گا تو وہ تاء اس وقف کی حالت میں ہا ہو جائے گی جب ہاء سے مراد وہ تاء مجازیہ ہے تو اس تقدیر پر اوپر والا فواره کا اعتراض وارد نہیں ہوگا۔ **و انما اشترط کونها بغیرهاء لانها لو کانت مع هاء کانت علی زنة المفردات کفرازنة فانها علی زنه کراهیة و طواعیة بمعنی الکراهة و الطاعة فیدخل فی قوة جمعیة فتورٌ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع کی سببیت کے لئے بغیر ہا ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ جمع میں یہ شرط ہے کہ بغیر ہاء کے ہو کیونکہ اگر وہ ہا کے ساتھ ہو تو اس صورت میں وہ جمع مفردات کے وزن پر مانی جائے گی جیسے فرازنته جو کہ کراهة کے وزن پر ہے یا جیسے طواعیة ہے اور یہ جمع اس حالت میں بمعنٰی کراهة اور طاعة کے ہے پس اس کی جمعیت کی قوۃ میں فتور اور نقصان لازم آئے گا جس کی بناء پر یہ جمع منع صرف کا سبب نہ بن سکے گا۔ **و لا حاجة الٰی خراج نحو مدائنیٌ فانه مفردٌ محض لیس جمعا لا فی الحال و لا فی المال و انما الجمع مدائنٌ و هو لفظٌ اخر بخلاف فرازنیةٌ فانها جمع فرزین او فرزان بکسر الفاء فعلم مما سبق ان صیغه منتهی الجموع علی قسمین احدهما ما یکون بغیرهاء و ثانیهما ما یکون بهاء فاما ما کان بغیرهاء فمتنعٌ صرفها لوجود شرط تاثیرها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اگر بغیرها و یاء النسبة لکھتے تو یہ عبارت زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ اس عبارت کی رو سے مدائنیٌ غیر منصرف ہونے سے نکل جاتا کیونکہ یہ لفظ منصرف ہے باوجودیکہ یہ صیغہ منتہی الجموع بغیر ہا کے ہے لہٰذا قید یائے نسبتی کی بڑھانے کی ضرورت ہے جس کے بناء پر یہ خارج ہو جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس لفظ کے خارج کرنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ یائے نسبتی کے ساتھ مفرد محض ہے نہ جمع فی الحال ہے اور نہ فی المال بلکہ جمع اس کی مدائن بغیر یائے نسبتی کے ہے اور یہ دوسرا لفظ ہے بخلاف فرازنة کہ وہ جمع فرزین یا فرزان بکسر فاء کے ہے پس گزشتہ بغیرہا کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ صیغہ منتہی الجموع کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جو بغیر ہا کے ہو دوسرے وہ جو ہا کے ساتھ ہو پس وہ جو بغیر ہا کے ہو وہ غیر منصرف ہوگا بوجہ پائے جانے اس کی تاثیر شرط جو کہ جمع کا بغیر ہا کے ہونا ہے۔ **کمساجد مثال لما بعد الف حرفان** یہ اس جمع کی مثال ہے کہ جس کی جمع کے الف کے بعد میں دو حرف متحرک آئے ہوں **و مصابیح مثال لما بعد الفه ثلثة احرف اوسطها ساکن** اس میں مثال اس جمع کی ہے جس کی الف جمع کے بعد تین حروف آئے ہوں اول حرف مکسور درمیان والا ساکن ہو یہ دونوں مثالیں اس صیغہ منتہی الجموع کی ہیں جو بغیر ہا کے ہو **اما فرازنته و امثالها مما هی علی صیغة منتهی الجموع مع الهاء** یہ اس صیغہ منتہی الجموع کی مثال ہے جو ہا کے ساتھ ہو یعنی یہ لفظ اور اس کے مثل جو صیغہ منتہی الجموع کے وزن پر ہاء کے ساتھ آئے ہو سب منصرف ہوں گے بخلاف پہلی قسم کے کہ وہ غیر منصرف ہوگا **فمنصرف لفوات شرط تاثیر الجمعیة و هو کونهما بلا هاء** اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمعیت کی تاثیر کی شرط کے فوت ہونے کی بناء پر فرازنة اور اس کے امثال کو متفرع کر کے منصرف بتایا ہے یعنی فرازنة اور اس کے وزن پر جتنے الفاظ ہا کے ساتھ آئیں گے وہ سب بوجہ فوت ہونے جمعیت کے تاثیر کی شرط کے جو کہ صیغہ منتہی الجموع بغیر ہاء کے ہوتا ہے منصرف ہوں گے۔ **و حضاجر علماء للضبع هذا جواب سوال قدر تقدیره ان حضاجر علم جنس للبضع یطلق علی الواحد و الکثیر کما ان اسامة علم جنس للاسد فلا جمیعة فیه و صیغة منتهی الجموع لیست من اسباب منع الصرف بل هی شرط للجمعیة فینبغی ان یکون**

منصرفا لكنه غير منصرف و تقدير الجواب ان حضاجر حال كونه علما للضبع اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر ضبع کے جنس کا نام ہے اس کا اطلاق قلیل کثیر دونوں پر آتا ہے جس طرح اسامہ اسد کے جنس کا نام ہے اور قلیل اور کثیر پر اس کا اطلاق ہوتا ہے پس اس حضاجر کے لفظ میں باعتبار جنسی معنٰی کے جمعیت نہیں پائی جاتی ہے اور صیغہ منتہی الجموع اسباب منع صرف میں سے نہیں بلکہ جمع کی جمعیت کے لئے شرط ہے لہٰذا اس تقدیر پر مناسب ہے کہ یہ حضاجر کا لفظ منصرف ہو حالانکہ غیر منصرف ہے۔ جواب کی تشریح یہ ہے کہ حضاجر درآنحالیکہ ضبع کا علم مانا جائے غیر منصرف ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حال کونہ علما کا فقرہ بڑھایا ہے اس میں اشارہ کیا ہے کہ متن میں علما کا لفظ ترکیب میں حال ہے اور ذوالحال اس کا حضاجر کا لفظ ہے۔ غير منصرف لا للجمعية الحالية بل للجمعية الاصلية یعنی حضاجر کا غیر منصرف ہونا باعتبار جمع حالی کے نہیں بلکہ اس کا غیر منصرف ہونا باعتبار جمع اصلی کے ہے یعنی اگرچہ یہ لفظ علمیت کے وقت جمع نہیں لیکن یہ لفظ اصل میں جمع تھا اس اصلی جمعیت کا لحاظ کرتے ہوئے اس لفظ کو غیر منصرف پڑھتے ہیں لانه منقول عن الجمع فانه كان فى الاصل جمع حضجر بمعنٰى عظيم البطن سمى به الضبع مبالغة فى عظم بطنها كان كل فرد منها جماعة من هذا الجنس فالمعتبر فى منع صرف هو الجمعية الاصلية اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضاجر کے غیر منصرف ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کی ہے کہ یہ لفظ اصل میں حضجر کی جمع ہے جس کی معنٰی عظیم البطن کے ہیں اب مبالغۃً ضبع کا نام رکھا گیا اس لیئے کہ اس کا پیٹ بڑا ہوتا ہے گویا اس جانور کے جنس میں سے ہر ایک فرد مبالغہ بوجہ بڑے ہونے پیٹ کے گویا ایک جماعت ہے پس اس کے غیر منصرف ہونے کے لئے جمعیت اصلی معتبر مانی گئی ہے۔ فان قلت لا حاجة فى منع صرفه الى اعتبار الجمعية الاصلية فان فيه العلمية و التانيث لان الضبع هى انثى الضبعان یہ ایک سوال ہے جو جمع اصلی کے معتبر ماننے پر وارد ہوا ہے۔ جس کی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر کے غیر منصرف ہونے میں جمعیت اصلی کے اعتبار کی کیا حاجت اور ضرورت ہے کیونکہ اس میں دو اسباب منع صرف موجود ہیں ایک تانیث دوسرے علمیت تانیث اس لئے کہ ضبع ضبعان کا مؤنث ہے لہٰذا تانیث محقق ہوگئی پس یہ لفظ بناء بر علمیت اور تانیث کے غیر منصرف ہونا چاہئے جمعیت اصلی کی اس میں ضرورت نہیں قلنا علمية غير مؤثرة و الا لكان بعد التنكير منصرفا و التانيث غير مسلم لانه علم لجنس الضبع مذكرًا كان او مؤنثا اس عبارت میں اوپر والے سوال کا جواب ہے۔ جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حضاجر کی علمیت مؤثر نہیں ہے ورنہ یہ لفظ نکرہ بنانے کے بعد منصرف ہوجائے گا اور اس کی تانیث مسلم نہیں کیونکہ یہ جنس ضبع کا علم ہے خواہ مذکر ہو خواہ مؤنث و انما اكتفى المصنف فى التنبيه على اعتبار الجمعية الاصلية بهذا القول و لم يقل الجمع شرط ان يكون فى الاصل كما قال فى الوصف لئلا يتوهم ان الجمعية كالوصف قد تكون اصلية معتبرة و قد تكون عارضة غير معتبره و ليس الامر كذلك اذ لا يتصور العروض فى الجمعية اس میں ایک سوال مقدر کا جواب ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ جب جمعیت حالی اور اصلی کو عام بتلایا گیا ہے پس مناسب تھا کہ مصنف عبارت یہاں اس طرح لکھتے الجمع ان يكون فى الاصل جس طرح کہ وصف میں لکھ چکے ہیں تاکہ اس سے جمع کی دو قسمیں معلوم ہوتیں ایک حالی دوسری اصلی حالانکہ مصنف نے ایسا نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمع اصلی کے اعتبار پر لا نه منقولٌ عن الجمع کے قول سے اکتفاء کر کے تنبیہ ظاہر کی ہے اور الجمع شرط ان يكون فى الاصل جس طرح وصف میں کہا اس طرح یہاں اس لئے نہیں کہا تاکہ اس سے یہ وہم نہ پیدا ہو کہ جس طرح وصف کی دو قسموں کی بناء پر

کبھی وصف معتبر مانا جاتا اور کبھی نہیں مانا جاتا ہے اسی طرح یہاں جمع بھی مثل وصف کے اصلی ہو تو معتبر اور اگر عارضی ہو تو غیر معتبر ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ جمع کی جمعیت میں عروض متصور نہیں ہو سکتا یعنی وصف میں یہ ضرور ہے کہ جب اصلی ہو تو منع صرف کی سببیت کے لئے معتبر مانا جاتا ہے اور اگر عارضی ہو تو معتبر نہیں مانا جاتا اور جمع میں ایسا نہیں ہے یعنی جمع عارضی سبب نہیں ہوتی بلکہ اصل ہی منع صرف کے لئے سبب بن سکتی ہے۔

و سراویل:......

جواب عن سوال مقدر تقدیرہ ان یقال قد تفصیت عن الاشکال الوارد علی قاعدۃ الجمع بجعل الجمع اعم من ایکون فی الحال او فی الاصل فما تقول فی سراویل فانہ اسم جنس یطلق علی الواحد و الکثیر و لا جمعیۃ فیہ لا فی الحال و لا فی الاصل فاجاب بانہ اختلف فی صرفہ و منعہ منہ فھو.

یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اوپر جمع کے قاعدہ پر جو حضا جر کا اعتراض وارد ہوا تھا اس کا جواب جمع کو حالی اور اصلی کی طرف عام مان کر دے چکے ہیں لیکن اب سراویل کا اعتراض عائد ہوا کہ یہ لفظ اسم جنس ہے جس کا اطلاق قلیل کثیر دونوں پر ہوتا ہے اور اس میں نہ جمع حالی ہے نہ اصلی لہٰذا یہ لفظ بوجہ نہ پائے جانے جمع حالی و اصلی کے علی الاتفاق منصرف ہونا چاہئے حالانکہ اس کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس کا جواب اس طرح دیا کہ اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے اکثر کے نزدیک غیر منصرف اور اقل کے نزدیک منصرف ہے جیسا کہ خود تشریح کرتے ہیں کہ **اذا لم یصرف و ھو الاکثر فی موارد الاستعمال فیرد بہ الاشکال علی قاعدۃ الجمع کما قلت** یعنی اگر یہ سراویل کا لفظ غیر منصرف تسلیم کیا جائے جیسا کہ اکثر موارد استعمال میں غیر منصرف ہی مستعمل ہوتا ہے تو اس پر اوپر والا اعتراض جمع کے قاعدہ کا جیسا کہ تم کہہ چکے ہو وارد ہو جائے گا جس کا جواب یہ ہو گا **فقد قیل فی التفصی عنہ انہ اسم اعجمی لیس بجمع لا فی الحال و لا فی الاصل.** یعنی سوال کے جواب دو طرح دیئے ہیں ایک یہ کہ یہ لفظ عجمی اسم ہے یہ نہ جمع حالی ہے اور نہ جمع اصلی بلکہ **حمل فی منع الصرف علی موازنہ ای علی ما یوازنہ من الجموع العربیۃ کا ناعیم و مصابیح فانہ فی حکمھا من حیث الوزن فھو و ان لم یکن من قبیل الجمع حقیقۃ لکنہ من قبیلہ حکما فالجمعیۃ علی ھذا التقدیر اعم من ان تکون حقیقۃ او حکما** یہ لفظ اپنے موازن پر محمول ہو کر غیر منصرف ہو گا یعنی چونکہ یہ لفظ جو عربی میں جمع آئے ہیں جیسے اناعیم مصابیح کے وزن پر ہے اس لئے یہ لفظ غیر منصرف ہو گا کیونکہ یہ وزن کے اعتبار سے ان لفظوں کے حکم میں ہے پس اس تقدیر پر یہ سراویل کا لفظ اگرچہ جمع حقیقی کے قبیلہ سے تو نہیں لیکن حکمی جمع کے قبیلہ سے مانا جائے گا پس اس تقدیر پر جمع کی عام ہو کر دو قسمیں ہوئیں ایک حقیقی دوسرے حکمی لہٰذا یہ سراویل کا لفظ جمع حکمی میں داخل ہو کر غیر منصرف ہوا۔ **فبناء ھذا الجواب اعنی تعمیم الجمعیۃ لا علی زیادۃ سبب اخر علی الاسباب التسعۃ و ھو الحمل علی الموازن**

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس جواب کے بناء پر اسباب تسعہ میں حصر کا بطلان لازم آیا اس لئے اب دس اسباب ہوئے نو مذکور ہو چکے ہیں دسواں حمل علی الموازن ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بناء اس جواب کی جمعیت کی تعمیم پر ہے اسباب تسعہ پر دوسرے سبب کی زیادتی جو کہ حمل علی الموازن ہے مقصود نہیں یعنی اس جواب سے یہ معلوم ہوا کہ جمع عام ہو کر دو قسم ہوئی ایک حالی دوسرے اصلی یہ مقصد نہیں کہ نو سببوں پر دسواں سبب اور بڑھ جائے۔

و قیل ھو اسم عربی لیس یجمع تحقیقا لانہ اسم جنس یطلق علی الواحد و الکثیر لکنہ

جمع سروالته تقديرًا و فرضًا فانه لما وجد غير منصرف و من قاعدتهم ان هذا لوزن بدون الجمعية لم يمنع الصرف قدر حفظا لهذه القاعدة انه جمع سروالة فكانه سمى كل قطعة من السراويل سروالته ثم جمعيت سروالة على سراويل اس میں دوسرا جواب ہے کہ یہ بھی جواب دیا جا سکتا ہے کہ یہ لفظ اسم عربی جمع حقیقی نہیں ہے کیونکہ جب اس لفظ کو عربی میں غیر منصرف مستعمل کرتے ہیں اور عرب کا قاعدہ ہے کہ یہ وزن بغیر پائے جانے جمعیت کے اسم کو غیر منصرف نہیں بنا سکتا لہٰذا ضرورتاً اس قاعدہ کی حفاظت کے لئے یہ فرض کیا گیا کہ یہ سروالته کی جمع ہے جس کے معنٰی پیجامے کے کسی حصہ کے ہیں گویا پاجامہ کے ہر ایک ٹکڑے کا نام سروال رکھا گیا پھر سروال کو سراویل کی جمع فرض کیا لہٰذا جب اس میں جمع فرضی پائی گئی تو اب یہ لفظ غیر منصرف ہوا۔ **و اذا صرف ای سراویل لعدم تحقق جمعية تحقيقًا و الاصل في الاسماء فلا اشكال بالنقض به على قاعدة الجمع ليحتاج الى التفصيى عنهٗ** یہاں سے سراویل کے منصرف ہونے کی تحقیق فرماتے ہیں یعنی اگر سراویل کا لفظ بوجہ نہ تحقق ہونے جمعیت حقیقی کے منصرف مانا جائے علاوہ ازیں اصل اسماء میں انصراف ہے تو اس تقدیر پر اوپر والا اعتراض جو جمع کے قاعدہ پر وارد ہوا تھا وارد نہیں ہوگا جس کے جوابات مذکورہ کے دینے کی ضرورت پڑے۔ **و نحو جوار ای کل جمع منقوص علی فواعل یائیا او وادیا کالجواری و الدواعی** اور مصنف کافیہ نے سراویل کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کا اختلاف بتایا تھا اب یہاں جوار کا اختلاف بتانا چاہتے ہیں اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جوار کے لفظ سے یہاں مراد ہر جمع ناقص ہے جو کہ فواعل کے وزن پر آئی ہو خواہ وہ ناقص یائی ہو خواہ واوی جیسے کہ جواری اور دواعی ہے۔ **رفعًا و جرًا ای فی حالتی الرفع و الجر** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو رفع اور جر سے پہلے حالت کا لفظ مقدر نکالا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تقدیر یہ ہے کہ یہ الفاظ کس بناء پر منصوب ہیں اگر بناء بر مصدریت ہوں تو یہ درست نہیں اور اگر منصوب بناء بر حال ہوں یا منصوب بناء بر ظرف ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ یہ الفاظ یہاں نہ مصدر ہیں اور حال اور نہ ظرف جیسے کہ اس سوال جواب کی تشریح بار بار ہو چکی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ یہ الفاظ یہاں منصوب بناء بر ظرف ہیں اور ان الفاظ کی ظرفیت یہاں باعتبار مضاف مقدر کے جو کہ حالت کا لفظ ہے مانی جائے گی یعنی جوارٍ کا لفظ حالت رفعی اور حالت جری میں قاضٍ کے حکم میں ہے **کقاض ای حکمه حکم قاض** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوارٍ کی تشبیہ قاضٍ کے ساتھ درست نہیں اس لئے کہ جوار کا لفظ جمع ہے اور قاضٍ کا لفظ مفرد ہے لہٰذا درمیان مشبہ اور مشبہ بہ کے مناسبت حاصل نہیں ہوئی اور یہ ضروری ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوارٍ کی تشبیہ قاضٍ کے ساتھ حکم میں ہے صیغہ میں نہیں **بحسب الصورة** اس عبارت کے بڑھانے سے بھی ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوارٍ کی تشبیہ قاضی کے ساتھ حکم میں بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ قاضٍ کا منصرف ہونا اتفاقی اور جوار کا منصرف ہونا اختلافی ہے یعنی قاضٍ بالاتفاق منصرف ہے اور جوار کے منصرف ہونے میں اختلاف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تشبیہ جوارٍ کی قاضٍ کے ساتھ صورت میں ہے۔ منصرف ہونے یا غیر منصرف ہونے میں نہیں ہے یعنی جوارٍ کا حکم قاضٍ کے حکم میں ہے۔ **بحسب صورت فی حذف الیاء عنه و ادخال التنوین علیه تقول جاء تنی جوارٍ و مررت بجوار کما تقول جاء نی قاض و مررت بقاضٍ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوارٍ کی مثل صورت قاضٍ کے ہونا مسلم نہیں ہے اس لئے کہ صورت جواری اعلال سے پیشتر فواعل کے وزن پر ہے اور قاضٍ کی صورت قبل اعلال فاعل کے وزن پر ہے لہٰذا بحسب صورت بھی تشبیہ درست نہیں ہوئی شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ تشبیہ صورت جوار کی قاض کی صورت کے ساتھ یاء کے حذف ہونے اور اس پر تنوین کے داخل کرنے میں ہے یعنی جس طرح قاضی کی یاء کو حذف کر کے اس پر تنوین داخل کی جاتی ہے اسی طرح جوار کی یاء بھی حذف کر کے اس پر تنوین داخل ہوتی ہے جیسے کہ مثال عربی عبارت میں موجود ہے۔ **و اما فی حالة النصب فالیاء متحرکة مفتوحة نحو رأیت جواری فلا اشکال فی حالة النصب لان الاسم غیر منصرف للجمعیة و صیغة منتهی الجموع** یعنی حالت نصبی میں یاء متحرک مفتوح ہوگی جیسے مثال مذکور ہیں پس حالت نصبی میں اس لفظ کا غیر منصرف ہونا اتفاقی ہے کیونکہ نصبی حالت میں جمعیت مع صیغہ منتہی الجموع کے پائی جاتی ہے۔

بخلاف حالتی الرفع و الجر فانه قد اختلف فیه فذهب بعضهم ای ان الاسم منصرف والتنوین فیه تنوین الصرف لان الاعلال المتعلق بجوهر الکلمة مقدم علی منع الصرف الذی هو من احوال الکلمة بعد تمامها فاصل جوارٍ فی قولک جاء تنی جوار جوار جواریٌ بالضم و التنوین بناء علی ان الاصل فی الاسم الصرف مبنی الاعلال علی ما هو الاصل ثم اسقطت الضمة للثقل و الیاء لالتقاء الساکنین فصار جوارٍ علی وزن سلام و کلام فلم یبق علی صیغة منتهی الجموع فهو بعد الاعلال ایضا منصرف و التنوین فیه للصرف کما کان قبل الاعلال کذلک و ذهب بعضهم الی انه بعد الاعلال غیر منصرف لان فیه الجمعیة مع صیغة منتهی الجموع لان المحذوف بمنزلة المقدر و لهذا لا یجری الاعراب علی الراء.

بخلاف حالت رفعی اور جری کے کہ ان دونوں حالتوں میں اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں نحات کا اختلاف ہے بعضے اس طرف گئے ہیں کہ یہ لفظ ان حالتوں میں منصرف ہے اور اس میں جو تنوین ہے یہ تنوین صرفی یعنی علامت اسم کے منصرف ہونے کی ہے کیونکہ اس کلمہ میں جو اعلال ہوا ہے وہ کلمہ کی ذات سے تعلق رکھتا ہے یہ منع صرف پر مقدم مانا جاتا ہے اس لئے کہ منع صرف یعنی اسم کا غیر منصرف ہونا کلمہ کے احوال عارضہ میں سے ہے جو کلمہ کے تمام ہونے کے بعد کلمہ کو عارض ہوتا ہے پس جاء تنی جوار کے قول میں جوار کے لفظ کی اصل جواریٌ ضمہ کے ساتھ ہے اور اس کی تنوین اس بناء پر ہے کہ اصل اسماء میں صرف ہے لہٰذا اس تقدیر پر اس لفظ کا اعلال اصل یعنی اسم کے منصرف ہونے پر مبنی ہے پھر اس لفظ کا ضمہ بوجہ ثقیل ہونے کے ساقط ہوا اس کے بعد یاء بوجہ التقاء ساکنین جو کہ درمیان یاء اور تنوین کے ہے ساقط ہوگئی پھر یہ لفظ جوارٍ سے جوار سلام و کلام کے وزن پر ہو کر صیغہ منتہی الجموع پر باقی نہیں رہا اس لئے یہ لفظ اب اعلال کے بعد بھی منصرف ٹھہرا اور اس کی تنوین صرفی ہوئی جس طرح کہ اعلال سے قبل تھی اور بعضے اس طرف گئے ہیں کہ یہ لفظ بعد اعلال غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں جمعیت مع صیغہ منتہی الجموع جو جمعیت کی سببیت کے لئے شرط ہے پائی جاتی ہے کیونکہ اس میں یائے محذوفہ بمنزلہ مقدر کے ہے اور مقدر کالملفوظ ہوتا ہے اسی وجہ سے اس لفظ کی واؤ پر اعراب جائز نہیں ہوتا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ محذوف کالملفوظ ہے۔

و التنوین فیه تنوین العوض فانه لما اسقط تنوین الصرف عوض عن الیاء المحذوفة او من حرکتها هذا التنوین و علی هذا القیاس حالة الجر بلا تفاوت و فی لغة بعض العرب اثبات التاء فی حالت الجر کما فی حالة النصب تقول مررت بجواری کما تقول رأیت جواری و بناء هذه اللغة علی تقدیم منع الصرف علی الاعلال فانه حینئذ تکون الیاء مفتوحة فی حالة الجر و الفتحة فما وقع فیه اعلال و اما فی حالة الرفع فاصل جوارٍ جواری بالضمة بلا تنوین حذف الضمة للثقل و عوض عنها

التنوین فسقطت الیاء لالتقاء الساکنین فصار جوارٍ و علی هذہ اللغة لا اعلال الا فی خالةٍ واحدة بخلاف اللغة المشهورة فان فیه الاعلال فی حالتین کما عرفت.

اس میں شروع والی التنوین فیه تنوین العوض کی عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب یہ اسم بعض کے نزدیک بعد اعلال غیر منصرف ٹھہرا تو غیر منصرف پر تنوین اور کسرہ کا آنا منع ہے اس میں یہ تنوین جو آئی ہے یہ کس بناء پر ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس میں جو تنوین ہے یہ تنوین یائے محذوفہ کے عوض میں آئی ہے کیونکہ جب اس لفظ سے تنوین ہے صرفی ساقط ہوئی تو یائے محذوفہ کے یا اس کی حرکت کے عوض میں یہ تنوین اس لفظ پر جاری ہوئی ہے اور اسی پر اس لفظ کو حالت جری میں بھی بلا تفاوت قیاس کرنا چاہیے یعنی جو تشریح حالت رفعی کی گزر چکی ہے وہ ہی حالت جری کی بھی ہے اور عرب کے بعضے لغت میں یہ لفظ حالت جری میں بھی یاء کے اثبات کے ساتھ ہے جس طرح حالت نصبی میں مررت بجواری یاء کے اثبات کے ساتھ بولا جاتا ہے اسی طرح عرب کے بعض لغت میں حالت جری میں بھی بولا جاتا ہے جس طرح کہ رأیت جواری یاء مفتوحہ کے ساتھ بولتے ہیں اسی طرح بعضے عرب مررت بجواری یاء مفتوحہ کے ساتھ حالت جری میں بھی استعمال کرتے ہیں اور اس لغت کی بناء پر یہ معلوم ہوا کہ اسم کا غیر منصرف ہونا اعلال پر مقدم ہے کیونکہ اس لغت کے لحاظ سے حالت جری میں اس لفظ کی یاء اس وقت مفتوح ہوگی اور فتحہ خفیف ہوتا ہے لہٰذا حالت جری میں اس جوار کے لفظ میں اعلال واقع نہیں ہوگا اور حالت رفعی میں جوار کی اصل جواری بضمہ بغیر تنوین کے ہے بوجہ ثقیل ہونے ضمہ کے یاء پر یہ ضمہ یاء پر سے محذوف ہوا اس ضمہ کے عوض میں یہ تنوین جاری کی گئی پھر یاء بوجہ التقاء ساکنین کے ساقط ہوئی۔ پس یہ لفظ جوار رہا اور اس لغت کی بناء پر اس لفظ میں ایک ہی حالت یعنی حالت نصبی ہی میں اعلال مانا جائے گا بخلاف اوپر والی لغت مشہورہ کے کہ اس کی بناء پر اس لفظ میں دونوں حالتوں یعنی حالت نصبی اور جری میں اعلال متصور ہوگا جیسا کہ تم پہچان آئے ہو۔

الترکیب:......

و هو صیرورة کلمتین او اکثر کلمة واحدة من غیر حرفیة جزء فلا یرد النجم و بصریٌ علمین.

اس عبارت میں سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ النجم او بصریٌ کے الفاظ میں ترکیب مع علیت پائی جاتی ہے لہٰذا چاہیے کہ یہ الفاظ غیر منصرف ہوں حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہیں یعنی النجم میں الف لام ایک جز اور نجم دوسرا جز دونوں جز مل کر مرکب ہو کر ستارے کا نام ہے اور بصریٌ میں بصری ایک جز یائے نسبتی دوسرا جز دونوں مل کر مرکب ہے لہٰذا ترکیب معہ علیت کے ان لفظوں میں متحقق ہوگئی یہ الفاظ غیر منصرف ہونا چاہئیں حالانکہ ایسا نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ترکیب سے مراد مطلق ترکیب نہیں ہے بلکہ یہاں ترکیب سے مراد یہ ہے کہ دو کلمیں یا دو سے زیادہ مرکب ہو کر ایک کلمہ بن جائے اور ترکیب میں دونوں جز اسم ہوں اور النجم میں ایک جز صرف ہے اسی طرح بصری میں ایک جز یعنی یائے نسبتی حرف ہے لہٰذا یہ ترکیب سببیت منع صرف کے لئے کافی نہیں اس لئے یہ الفاظ منصرف ہوں گے اور جب ہم نے یہ ثابت کیا کہ ترکیب میں حرف کی جزئیت نہ ہو پس ان الفاظ کا اعتراض جو اوپر وارد ہوا تھا دفع ہوگیا۔ **شرطه العلمیة لیامن من الزوال فحصل له قوة فیؤثر بها فی منع الصرف.** یعنی ترکیب کے منع صرف کی سببیت کے لئے علیت شرط ہے تاکہ علیت کے سبب سے اسم تغیر و زوال سے محفوظ رہے کیونکہ اعلام حتی الامکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں جب اسم تغیر سے محفوظ ہوگا تو اس میں ایک قسم کی قوت آجائے گی جس کے ذریعہ سے منع صرف کے لئے ترکیب مؤثر ہو کر سبب بن سکے گی **و ان لا یکون**

باضافة لان الاضافة تخرج المضاف الی الصرف او الی حکمه فکیف تؤثر فی المضاف الیه ما یضاده اعنی منع الصرف یعنی ترکیب کے ساتھ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ ترکیب اضافت کی نہ ہو جیسے غلام زید میں ہے اس لئے کہ اضافت اسم مضاف کو منصرف کر دیتی ہے یا منصرف کے حکم میں پس مضاف الیہ میں منصرف کی ضد یعنی غیر منصرف کر دینے کا اثر نہ کر سکے گی کیونکہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مضاف میں عمل صرف اور مضاف الیہ میں عمل عدم صرف کا کرے جو دونوں ضدین ہیں۔ **و لا اسناد لان الاعلام المشتملة علی الاسناد من قبل المبنیات نحو تابط شرا فانها باقیة فی حالة العلمیة علی ما کانت علیها قبل العلمیة فان التسمیة بها انما هی لدلالتها علی قصه غریبة فلو تطرق الیها التغیر یمکن ان تفوت تلک الدلالة و ان کانت من قبیل المبنیات فیکف یتصور فیها منع الصرف الذی هو من احکام المعربات.** یعنی ترکیب کے ساتھ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ ترکیب اسنادی نہ ہو جیسے زیدٌ قائم میں ہے کیونکہ وہ اعلام جو اسناد پر مشتمل ہوں وہ مبنیات کے قبیلہ میں سے ہیں جیسے تابطَ شرًا ہے کہ اعلام حالت علمیت میں پہلی علمیت سے جو حالت ہے اسی حالت پر باقی رہتے ہیں کیونکہ اعلام کا تسمیہ مبنیات کے ساتھ اس وجہ سے ہوگا کہ وہ مبنیات کسی قصہ غریبہ پر دلالت کرتے ہوں گے اگر ان مبنیات میں معرب بنا کر کسی قسم کا تغیر پیدا ہو جائے تو اس صورت میں ممکن ہے کہ اس قصہ غریبہ پر دلالت کرنا فوت ہو جائے یعنی معرب بنانے کی صورت میں اس قصہ غریبہ پر دلالت نہ کر سکیں گے جبکہ وہ اعلام جن میں اسناد پایا جاتا ہے مبنیات کے قبیل سے ہیں تو پھر ان میں منع صرف جو احکام معربات میں سے ہے کسی طرح متصور ہوسکتا ہے۔

فائدہ:......

تابطَ شرًا کا قصہ غریبہ یہ ہے کہ عرب میں کسی شخص نے جنگل میں جا کر چارہ کاٹ کر بکریوں کے لئے گھر لے آیا جب گھر میں چارہ کی گٹھڑی کھولی تو اس میں سے اتفاقاً ایک سانپ برآمد ہوا جس کو دیکھ کر اس شخص کی بیوی نے تابطَ شرًا کہا جس کے معنٰی یہ ہیں کہ بغل میں شر چھپا کر لایا اب یہ جملہ اس شخص کا نام ہوا جو ایسا شر یر واقع ہو یہ جملہ اسناد پر مشتمل ہے اس لئے یہ مبنیات میں سے ہوا غیر منصرف نہیں۔

فان قلت کان علی المصنف ان یقول و ان لا یکون الخبر الثانی من المعربات صوتا و لا متضمنا بحرف العطف لیخرج مثل سیبویه و نفطویه و مثل خمسة عشر و ستة عشر علمین.

یہ ایک سوال ہے جو مصنف کے متن پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر لازم تھا کہ جس طرح کہا ہے کہ ترکیب کی شرط یہ ہے کہ اضافی اور اسنادی نہ ہو اسی طرح کہتے کہ ترکیب کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اسم مرکب کا جزء ثانی صوت نہ ہو اور نہ حرف عطف کو شامل ہو تا کہ ترکیب کی تعریف سے سیبویہ اور نفطویہ اور خمسۃ عشر و ستۃ عشر جو دو علم ہیں خارج ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سب مرکب ہیں حالانکہ غیر منصرف نہیں بلکہ مبنی ہیں لہٰذا چوتھی شرط بڑھا کر ان کو خارج کر دینا چاہئے تھا حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسا نہیں کیا۔ **قلنا کانه اکتفی بما ذکره فی ما بعد انهما من قبیل المبنیات و اما الاعلام المشتملة علی الاسناد فلم یذکر بنائها اصلا فلذالک احتاج الی اخراجها** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے کہ سیبویہ اور نفطویہ وغیرہ الفاظ کو اس لئے غیر منصرف کی تعریف سے نہیں نکالا کہ اس میں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر اکتفاء کیا ہے جو کہ ان الفاظ کے متعلق ما بعد میں ذکر کریں گے کہ یہ الفاظ مبنیات کے قبیلہ میں سے ہیں لہٰذا شرط رابع بڑھانے کی ضرورت نہیں اور وہ اعلام جو اسناد پر مشتمل ہوں ان کا مبنی ہونا نہ صراحۃً ذکر کیا ہے نہ کنایۃً اسی وجہ سے ان کے غیر منصرف کی تعریف سے نکالنے کی ضرورت ہوئی اس لئے

و الاسناد کہ کران کوغیر منصرف سے خارج کردیا۔

مثل بعلبك فانه علم لبلدة مركب من جمله هو اسم صنم و بک و هو اسم صاحب هذه البلدة جعلا اسما واحدًا من غير ان يقصد بيهما نسبةٌ اضافية او اسنادية او شهرهما اس میں ترکیب مع علمیت کی مثال ہے یعنی یہ بعلبک کالفظ بعل سے جو کسی بت کا نام ہے اور بک سے جو اس شہر کے بادشاہ کا نام ہے مرکب ہو کر اب ایک شہر کا نام ٹھہرا ان دونوں جزؤں کے درمیان نہ نسبت اضافی ہے اور نہ اسنادی اور غیر ہما ہے لہٰذا یہ ترکیب ساتھ اپنے شرط ثلثہ کے جمع ہو کر سبب منع صرف کے ہوئی اور اسم کا غیر منصرف ہونا ثابت ہوا۔ **الالف و النون المعدودتان من اسباب منع الصرف تسميان مزيدتين لانهما من حروف الزوائد و تسميان مضارعين ايضا لمضارعنهما لالفى التانيث فى منع دخول تاء التانيث عليهما.** اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے کہ الف لام مصنف کے متن الالف والنون میں عہدی ہے اس سے اشارہ اس الف ونون کی طرف ہے جس کو عرب منع صرف کے اسباب سے گنتے ہیں اور الف ونون کا نام مزیدتین اس لئے رکھتے ہیں کہ یہ الف ونون حروف زوائد میں سے ہیں اور مضارعین سے بھی مسمّی کرتے ہیں اس لئے کہ مضارعت کے معنیٰ مشابہت کے ہیں اور یہ الف نون بھی دو الف تانیث یعنی الف ممدودہ اور مقصورہ کے ساتھ تاء تانیث کے عدم دخول میں مشابہت رکھتے ہیں یعنی جس طرح الف ممدودہ اور مقصورہ پر تاء تانیث کا داخل ہونا منع ہے اسی طرح الف نون پر بھی تاء تانیث داخل نہیں ہوسکتی **و لنحاة خلاف فى ان سببتها المنع الصرف اما لكونهما مزيدتين و فرعيتهما للمزيد عليه و اما لمشابهتهما لالفى التانيث و الراجح هو القول الثانى ثم انهما.** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ الف نون کا اسباب منع صرف سے گننا درست نہیں کیونکہ ہر ایک سبب منع صرف کا فرع اور وصف شے آخر کا ہوتا ہے اور الف نون ذوات ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الف نون کی سببیت میں نحاۃ کا اختلاف ہے بعضے کہتے ہیں کہ الف نون کی سببیت اس اعتبار سے ہے کہ یہ مزیدتین فرع مزید علیہ کے ہیں اور بعضے کہتے ہیں کہ ان کی سببیت اس لحاظ سے ہے کہ یہ الفی تانیث یعنی الف ممدودہ ومقصورہ سے عدم دخول تاء تانیث میں مشابہ ہیں پس اس تقدیر پر الف نون کی سببیت باعتبار زیادت اور مشابہت کے ہے جو وصف ہے اب ان کا اسباب منع صرف سے شمار کرنا درست ہوا باعتبار زیادت اور مشابہت کے اور راجح قول ثانی ہے یعنی ان کی سببیت باعتبار مشابہت کے ہے پھر یہ الف ونون اگر اسم میں پائے جائیں تو اس اسم کے غیر منصرف ہونے کے لئے علمیت شرط ہے۔ **ان كانتا فى اسم يعنى به ما يقابل الصفة فان الاسم المقابل للفعل و الحرف اما ان لا يدل على ذات ما لوحظ معها صفة من الصفات كرجل و فرس او يدل لا حمر وضارب و مضروب فالاول يسمى اسمًا و الثانى صفة فالمراد بالاسم المذكور هٰهنا هو هذا المعنٰى لا الاسم الشامل للاسم و الصفة.** اس عبارت سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسم نحویوں کی اصطلاح میں وہ ہے جو اپنے معنیٰ پر بالاستقلال دلالت کرے اور یہی معنیٰ صفت کے بھی ہیں پس صفت کا اسم کے بعد ذکر کرنا مستدرک اور بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کے دو معنیٰ ہیں ایک معنیٰ عام دوسری معنیٰ خاص عام یہ ہے جو فعل اور حرف کا مقابل ہو یعنی فعل حرف نہ ہو خاص یہ کہ صفت کا مقابل ہو یعنی صفت نہ ہو اور یہاں مراد وہ ہے جو مقابل صفت کا ہو کیونکہ وہ اسم جو مقابل فعل حرف کا ہو وہ ذات مع الوصف پر دلالت نہیں کرے گا جیسے رجل فرس یا کرے گا جیسے احمر ضارب مضروب پس اول قسم کا نام اسم ہے اور ثانی کا نام صفت ہے اور یہاں مراد اسم سے جو متن

میں مذکور ہے بقرینہ مقابلۂ صفت کے یہی معنٰی مراد ہیں نہ وہ اسم جو اسم اور صفت کو شامل ہو لہٰذا اس تقدیر پر اسم کے بعد صفت کا ذکر کرنا بیکار نہیں ہوا بلکہ باکار ہے۔ای **شرطه الالف و النون فی منعها من الصرف** اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ ظاہر کیا ہے کہ شرطہٗ کی ضمیر مجرور الف کی طرف لوٹتی ہے۔**و افراد الضمیر باعتبار انهما سببًا و احدًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ شرطہٗ کی ضمیر مجرور الف نون کی طرف لوٹتی ہے اور وہ تثنیہ ہے اور ضمیر مفرد پس درمیان ضمیر اور مرجع کے مطابقت نہیں ہوئی اور یہ ضروری ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس ضمیر کا افراد باعتبار اس کے ہے کہ الف نون ایک سبب ہے لہٰذا مطابقت درمیان ضمیر اور مرجع کے حاصل ہوگئی **او شرط ذالک الاسم فی امتناعه من الصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے، جس کی تشریح یہ ہے یا شرط کی ضمیر مجرور اس اسم کی طرف راجع ہے جو الف نون پر مشتمل ہو اور اسم مفرد ہے لہٰذا اس تقدیر پر درمیان ضمیر اور مرجع کے مطابقت حاصل ہوگئی لیکن یہ جواب مسامحہ سے خالی نہیں اس لئے کہ شروطہ سابقہ سب اسباب منع صرف کی طرف مضاف ہیں اسم کی طرف مضاف نہیں اور یہاں یہ شرط اس دوسرے جواب کی بناء پر اسم کی طرف مضاف ہوتی ہے اس لئے جواب اول اس جواب ثانی سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

العلمية تحققا للزوم زيادتهما او ليمتنع دخول التاء فيتحقق شبهما بالفى التانيث یعنی الف نون کے ساتھ علمیت اس لئے شرط ہے کہ اس کا مزید تین ہونا متحقق ہو مزید تین ہونے کی صورت میں تا کہ تانیث کا داخل ہونا ممتنع ہو اور مضارعین ہونے کی صورت میں الفی تانیث سے ان کی مشابہت ثابت ہو جائے کیونکہ اعلام حتی الامکان تغیر تبدل سے محفوظ ہوتے ہیں۔

کعمران:......

یہ الف نون مزید تین مع علمیت کی مثال ہے **او كانتا** اس لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اسم پر عطف ہے **فی صفته فانتفاء فعلانته** ای ان کان الالف و النون فی صفته یعنی اگر الف ونون صفت میں پائے جائیں تو اس وقت ان کی سببیت کے لئے فعلانتہ کی انتفاء شرط ہے یعنی مؤنث اس کا اس وزن پر نہ آئے۔**فشرطه انتفاء فعلانته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ فانتفاء فعلانتہ کا قول ترکیب میں شرط کی جزاء ہے اور شرط کی جزاء ہمیشہ جملہ ہوا کرتی ہے اور جزا جملہ نہیں بلکہ مضاف مضاف الیہ مرکب ناقص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فانتفاء فعلانتہٗ کا قول مبتداء محذوف کی خبر ہے مبتداء محذوف فشرطہ کا لفظ ہے اب مبتداء اور خبر دونوں مل کر جملہ جزائیہ واقع ہوا **یعنی امتناع دخول تاء التانیث علیه لیبقی مشابهتما لالفی التانیث علی حالها و لذا انصرف عُریانٌ مع انه صفة لان مؤنثه عریانةٌ** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے، جس کی تشریح یہ ہے کہ فعلانتہ کا لفظ تین حالتوں سے خالی نہیں یا یہ لفظ مفتوح الفاء ہوگا یا مضموم الفاء اگر مضموم الفاء ہے تو چاہئے کہ عریان کا لفظ غیر منصرف ہو کیونکہ اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے کہ یہ مضموم الفاء ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں بلکہ منصرف ہے اور اگر یہ لفظ مفتوح الفاء ہو تو مناسب ہے کہ ندمان کا لفظ غیر منصرف ہو کیونکہ یہ مفتوح الفاء ہے اس میں یہ شرط پائی جاتی ہے حالانکہ یہ غیر منصرف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ انتفاء فعلانتہٗ سے مراد امتناع دخول تاء التانیث ہے تا کہ مشابہت الف نون کی الفی التانیث سے علی حالہا باقی رہے برابر ہے کہ یہ لفظ مفتوح الفاء ہو جیسے ندمان یا مضموم الفاء ہو جیسے عثمان یا مکسور الفاء ہو جیسے عمران اور چونکہ انتفاء فعلانتہ سے مراد امتناع دخول تاء تانیث ہے اس لئے عریان کا لفظ منصرف ہے باوجودیکہ یہ صفت ہے اس کے منصرف ہونے کی

وجہ یہ ہے کہ اس کا مؤنث عریانۃ آتا ہے اور غیر منصرف ہونے کے لئے اس کی انتفاء شرط تھی۔ **و قیل شرطه** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ اوپر والے شرطہ کے لفظ پر عطف ہے **وجود فعلى لان حتى كان مؤنثه فعلىٰ لا يكون فعلانته فيبقى مشابهتهما لالفى التانيث على حالها** یعنی بعض کے نزدیک اگر الف ونون صفت میں پائے جائیں تو ان کی سببیت کے لئے شرط یہ ہے کہ جس لفظ میں یہ الف نون آئے ہوں اس لفظ کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہو کیونکہ جب اس کا مؤنث فعلیٰ کے وزن پر ہوگا تو اس کا مؤنث فعلانۃ کے وزن پر نہیں ہوگا پس اس صورت میں الف نون کی مشابہت الفی تانیث یعنی الف ممدودہ اور مقصورہ سے علی حالہا باقی رہے گی اور اس مشابہت کی بناء پر ان کی سببیت ثابت ہوجائے گی۔ **و من ثم اى و من اجل المخالفة من الشرط** یعنی جس اسم صفتی میں الف نون آئے ہوں تو اس کے غیر منصرف ہونے میں بناء پر شرط اختلاف ہے کہ کوئی انتفاء فعلانۃ کو شرط ٹھہراتا ہے اور کوئی وجود فعلیٰ کو شرط مانتا ہے اس لئے رحمٰن کے لفظ کے غیر منصرف ہونے میں اختلاف ہے۔ **اختلف فى رحمٰن فى انه منصرف او غير منصرف فانه ليس له مؤنث لا رحمىٰ و لا رحمانته لانه صفة خاصة لله تعالىٰ لا يطلق على غيره تعالىٰ لا على مذكر و لا مؤنث فعلى مذهب من شرطه انتفاء فعلانته فهو غير منصرف و على مذهب من شرط وجود فعلى فهو منصرف** اس شروع والی عبارت فی **انه منصرف** اور غیر منصرف میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رحمٰن کے لفظ کی ظرفیت اختلاف کے لئے درست نہیں بوجہ فاسد ہونے معنیٰ کے کیونکہ رحمان کی رحمانیت میں اختلاف نہیں ہے۔
شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختلاف کے لئے اس لفظ کا منصرف ہونا اور غیر منصرف ہونا ظرف ہے یعنی بوجہ اختلاف فی الشرط کے اس لفظ کے منصرف ہونے اور غیر منصرف ہونے میں نحاۃ کا اختلاف ہے کیونکہ اس لفظ کا مؤنث نہ رحمٰی آتا ہے نہ رحمانۃ کیونکہ یہ صفت خاصہ اللہ تعالیٰ کی ہے اس لفظ کا اطلاق خدا کے سوا نہ مؤنث نہ مذکر پر ہوتا ہے۔ پس ان لوگوں کے نزدیک جو انتفاء فعلانۃ کو شرط ٹھہراتے ہیں یہ رحمٰن کا لفظ غیر منصرف ہوا کیونکہ اس کا مؤنث رحمانۃ کے وزن پر نہیں آتا لہٰذا ان لوگوں کی شرط پائی گئی اور ان لوگوں کے مذہب پر جو وجود فعلیٰ کو شرط کہتے ہیں یہ لفظ منصرف ٹھہرا کیونکہ اس کا مؤنث رحمیٰ کے وزن پر نہیں آتا لہٰذا ان لوگوں کی شرط نہیں پائی گئی شرط نہ پانے کی بناء پر یہ لوگ اس لفظ کو منصرف کہتے ہیں **دون سكران فانه لاختلاف فى منع صرفه لوجود الشرط على المذهبين فان مؤنثه سكرانه لا سكرانته** یعنی رحمٰن کی غیر منصرف ہونے اور منصرف ہونے میں اختلاف ہے سوائے سکران کے کہ اس کے غیر منصرف ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ یہ علی الاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں دونوں مذاہب کی شرطیں پائی جاتی ہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث سکریٰ آتا ہے سکرانۃ نہیں آتا ہے **و دون ندمان فانه لا خلاف فى صرفه لانتفاء الشرط على المذهبين لان مؤنثه ندمانةٌ لا ندمىٰ هذا اذا كان ندمانٌ بمعنىٰ النديم و اما اذا كان بمعنىٰ النادم فهو غير منصرف بالاتفاق لان مؤنثهٗ ندمى لاندمانةٌ** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دون کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ دون کا لفظ سکران پر عطف ہے یعنی سکران علی الاتفاق غیر منصرف ہے سوائے ندمان کے کہ اس کے منصرف ہونے میں اختلاف نہیں بلکہ علی الاتفاق منصرف ہے کیونکہ اس میں دونوں مذہب کی شرطیں نہیں پائی جاتیں ہیں اس لئے کہ اس کا مؤنث ندمانۃ آتا ہے ندمیٰ نہیں آتا اور یہ لفظ علی الاتفاق منصرف جب ہوگا کہ جب ندمان بمعنیٰ ندیم کے ہو جس کے معنیٰ صاحب کے ہیں اور جب یہ لفظ بمعنیٰ نادم کے ہو جس کے معنیٰ پشیمان ہونے کے ہیں تو اس صورت میں یہ لفظ علی الاتفاق غیر منصرف ہوگا کیونکہ اس کا مؤنث ندمیٰ آتا ہے ندمانۃ نہیں آتا جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے

قطعة:......

ندمان منصرف کہ بود از منادمہ
تانیث او تبا بود و معیشش ندیم
دراز ندم بود بالف و ان مونثش
قائل بانصراف شدن نیست مستقیم

وزن الفعل:......

و هو كون الاسم على وزن بعد من اوزان الفعل و هذا القدر لا يكفي في سببية منع الصرف بل.
اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وزن فعل فعل کی ایک کیفیت لازمہ کا نام ہے پس یہ اسم کے غیر منصرف بنانے کے لئے سبب مؤثر کیونکر ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ وزن فعل سے مراد اسم کا اس وزن پر ہونا ہے جو اوزان فعل سے شمار کیا جاتا ہو اب اس تقدیر پر وزن فعل اسم کی صفت ہو گی لہٰذا غیر منصرف بنانے کے لئے اس کی سببیت صحیح ہو گئی لیکن اس کی سببیت کے لئے صرف یہ کافی نہیں بلکہ **شرطهٗ فيها احد الامرين اما ان يختص** اس کی سببیت کے لئے دو امروں میں سے ایک امر شرط ہے یہ کہ یہ وزن فعل فعل کے ساتھ مختص ہو یا اس کے اول میں حروف اتین میں سے ایک حرف زیادہ ہو **في اللغة العربية** اس کے بڑھانے کا فائدہ آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود بیان کریں گے۔ **به اى بالفعل بمعنىٰ انه لا يوجد في الاسم العربي الا منقولا من الفعل** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وزن فعل دو حالتوں سے خالی نہیں یہ اسم میں موجود ہو گا یا نہیں۔ اگر موجود ہے تو فعل کے ساتھ اس کی خصوصیت نہیں رہی کیونکہ شے کا خاصہ وہ ہے جو شے میں پایا جائے اور اس کے سواء میں نہ پایا جائے اور اگر یہ وزن فعل اسم میں موجود نہ ہو تو اسم کے منع صرف کے لئے سبب نہیں بن سکتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ وزن فعل اسم میں موجود ہو اور فعل کے ساتھ خصوصیت کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ اسم عربی میں ابتداءً نہ پایا جائے بلکہ بسبیل نقل اسم میں پایا جائے یعنی اصل میں یہ وزن فعل فعل کی صفت ہو لیکن فعل سے منقول ہو کر اسم میں پایا جائے تو اسی صورت میں منع صرف کا سبب بنے گا۔ **كَشَمَّرَ على صيغة الماضى المعلوم من التشمر فانه نقل من هذه الصيغة و جعل علمًا للفرس و كذالك بذّر لماء و عشر لموضع و خضم لرجل افعالٌ نقلت الى الاسمية** اس میں اس وزن کی مثال ہے جو فعل سے مختص ہو یہ شمر کا لفظ صیغہ ماضی معلوم تشمر سے بنا ہوا ہے اور باب تفعیل سے فعل ہے اب یہ لفظ فعلیت کے صیغہ سے منتقل ہو کر گھوڑے کا نام رکھا گیا اور اسی طرح بذر فعل ہے تبذیر سے جس کے معنیٰ اسراف کے ہیں اب یہ پانی کا نام ہوا اور اسی طرح عشر فعل ہے لیکن اب یہ کسی جگہ کا نام ہوا اور اسی طرح خضم فعل ہے لیکن اب یہ اس آدمی کا نام ہے جو سارے منہ سے کھاتا ہو یہ سب الفاظ افعال ہیں فعلیت کے معنوں سے منتقل ہو کر اب یہ اسماء ٹھہرے اور یہ سب غیر منصرف ہیں اور اسباب منع صرف میں سے ان میں دو سبب وزن فعل اور علمیت ہیں۔ **و اما نحو بقم اسمًا**

لصبغ معروف و هو العندم و شلم علما لموضع بالشام فهو من الاسماء العجمية المنقولة الى العربية فلا يقدح في ذالک الاختصاص. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مسلم نہیں کہ وزن فعل اسماء میں ابتداءً نہیں پایا جاتا کیونکہ بقم اور شلم میں ابتداءً وزن فعل آیا ہے اور یہ اسماء ہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اختصاص سے مراد اختصاص لغت عربی میں ہے اور یہ اسماء عجمی ہیں یعنی بقم کا لفظ جو ایک مشہور گندم گوں رنگ کا نام ہے اور شلم جو ملک شام میں کسی جگہ کا نام ہے یہ اسمائے عجمی ہیں لیکن عرب نے عربی کی طرف نقل کر کے عربی میں اسماء ٹھہرائے ہیں پس یہ اس اختصاص کے لئے مضر نہیں گویا یہ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اختصاص کے ساتھ جو لغت عربی کی قید بڑھائی تھی اس کا یہ فائدہ ہے جس کا ہم نے اوپر حوالہ دیا تھا۔ **و مثل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ بقم پر عطف ہے۔ **ضُرِبَ على البناء للمفعول اذا جعل علماء لشخص فانه ايضا غير منصرف للعلمية وزن الفعل.** یہ وزن کی دوسری مثال ہے یعنی ضرب مبنی للمفعول یعنی بصیغہ ماضی مجہول اگر کسی شخص کا نام رکھا جائے تو یہ بھی غیر منصرف ہوگا اور اسباب منع صرف میں سے اس میں دو سبب علمیت اور وزن فعل مانے جائیں گے اور اس دوسری مثال دینے سے مصنف کا مقصد صرف یہ ہے کہ اوپر کی مثال باب تفعیل اور یہ دوسری مثال مجرد کی ہے۔ **و انما قيدنا بالبناء للمفعول فانه على البناء للفاعل غير مختص بالفعل و لم يذهب الى منع صرفه الا لبعض النحاة.** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ضرب کے ساتھ مبنی للمفعول ہونے کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے مبنی للمفعول کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ یہ ضرب کا لفظ مبنی للفاعل یعنی اگر بصیغہ معلوم پڑھا جائے تو یہ وزن فعل کے ساتھ مختص نہیں بلکہ اسماء میں بھی پایا جاتا ہے اور بصیغہ ماضی معلوم ہونے کی صورت میں اس کا غیر منصرف ہونا سوائے بعضے نحاۃ کے یعنی سوائے یونس اور عیسی بن عمر نحوی کے اور کسی کے نزدیک نہیں ہے اس لئے مبنی للمفعول ہونے کی قید ضروری سمجھ کر بڑھائی گئی کہ اس صورت میں یہ لفظ باتفاق نحاۃ غیر منصرف ہے۔ **او يكون غير مختص ولكن يكون في اوله** اور اگر وہ وزن فعل فعل سے مختص نہ ہو تو اس وقت اس کی سببیت کے لئے شرط یہ ہے کہ وزن فعل کے اول میں حروف اتین میں سے کوئی حرف آیا ہو۔ **اى في اول وزن الفعل او اول ما كان على وزن الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اولہ کی ضمیر مجرور وزن فعل کی طرف راجع ہے اور وہ ایک مصدری معنٰی ہے پس یہ زیادت کے لئے ظرف کیونکر بن سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن اس سے مراد مصدری معنٰی نہیں بلکہ مراد اس سے وہ اسم ہے جس میں وزن فعل آیا ہو۔ **زيادة اى زيادة صرف او حرف زائد من حروف اتين** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ زیادۃ کا لفظ مضاف ہے مضاف الیہ اس کا محذوف حرف کا لفظ ہے یا موصوف محذوف ہے اور یہ اس کی صفت ہے اور اس عبارت میں لف اور نشر مرتب ہے اول صورت بہ نسبت وزن فعل کے ہے اور دوسری صورت بہ نسبت اس اسم کے ہے جس میں وزن فعل آیا ہو اور لف ونشر مرتب یہ ہے:......

لف و نشر مرتب آں باشد
کہ دو لفظ آورند و دو معنٰی
لفظ اول بمعنی اول
لفظ ثانی بمعنی ثانی

اور الف ونشر غیر مرتب اس کے برعکس ہوگا۔

کزیادته ای مثل زیادة حرف او حرف زائد فی اول الفعل اس میں صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ زیادۃ کی ضمیر مجرور حرف کی طرف راجع ہے یعنی جس طرح حرف کی زیادت یا فعل کے اول میں اتین میں سے کوئی حرف زائد آتا ہے اسی طرح اس اسم میں بھی جس میں وزن فعل آیا ہو اتین کے حروف میں سے ایک حرف کا زیادہ ہونا ضروری ہے۔ **غیر قابل ای حال کون وزن الفعل و ما کان علی وزنه غیر قابل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ غیر قابل کا لفظ ترکیب میں حال واقع ہوا ہے اور ذوالحال اس کا وزن فعل ہے یا وہ اسم ہے جس میں وزن فعل آیا ہو یعنی وزن فعل کی سببیت کے لئے یہ شرط ہے کہ اگر وہ فعل کے ساتھ خاص نہ ہو تو اس اسم کے اول میں حروف اتین میں سے کوئی حرف زیادہ ہو اور وہ اسم قابل التاء بھی نہ ہو۔ **التاء لانه یخرج الوزن بهذه التاء لاختصاصها بالاسم من اوزان الفعل.** اوپر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کہا تھا کہ وہ اسم جس میں وزن فعل آیا ہو وہ قابل تاء نہ ہو اب یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عبارت عربی میں اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ قابل تاء اس لئے نہیں ہونا چاہیئے کہ یہ تاء متحرکہ اسم سے مختص ہے لہٰذا اگر وہ اسم قابل تاء ہو تو یہ وزن فعل کے اوزان سے خارج ہو جائے گا پس منع صرف کا سبب نہ بن سکے گا۔ **و لو قال غیر للتاء للتذکیر قیاسا و بالاعتبار الذی امتنع من الصرف لاجله لم یرد علیه اربع اذا سمی به فان نجوق التاء به للتذکیر فلا یکون قیاسا** یہ ایک سوال ہے جس پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح تنبیہ کرتے ہیں کہ اربع کا لفظ جب کسی مرد کا نام رکھا جائے تو یہ قابل تاء ہے چاہیئے کہ یہ منصرف ہو حالانکہ ایسا نہیں بلکہ یہ غیر منصرف ہے اور اسباب منع صرف میں سے اس میں دو سبب علمیت اور وزن فعل ہیں لہٰذا اگر منصرف غیر قابل التاء قیاسًا کہتے تو یہ سوال رفع ہو جاتا اس کا جواب یہ ہی ہے کہ تاء سے مراد تاء قیاسی ہے اور اس میں جو تاء ہوگی وہ قیاسی نہیں ہوگی کیونکہ تاء مذکر کے لئے قیاسًا نہیں آتی بلکہ مؤنث کے لئے آتی ہے **و لا اسود فان مجی التاء فی اسودة للحیة الانثیٰ لیس باعتبار الوصف الاصلی الذی لاجله یمتنع الصرف بل باعتبار غلبة الاسمیة العارضة** اس عبارت میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اسود کا لفظ قابل تاء قیاسی ہے کیونکہ مادۂ سانپ کے لئے اسودۃ تاء کے ساتھ استعمال کرتے ہیں پس چاہیئے کہ یہ لفظ منصرف ہو حالانکہ یہ بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور وزن فعل کے غیر منصرف ہے اگر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ غیر قابل التاء قیاسًا کے ساتھ ہیں۔ و بالاعتبار الذی امتنع من الصرف۔ کی عبارت اور بڑھاتے تو یہ سوال مذکورہ بالا وارد نہ ہوتا کیونکہ اس میں جو تاء ہے وہ مادہ سانپ کے لئے باعتبار وصف اصلی کے جس سے اسم غیر منصرف ہوتا ہے نہیں ہے بلکہ باعتبار غلبۂ اسمیت عارضہ کے ہے۔ **و من ثم ای و من اجل اشتراط عدم قبول التاء** چونکہ جس اسم میں وزن فعل آیا ہو اس میں یہ شرط ہے کہ قابل تاء نہ ہو اس لئے احمد غیر منصرف ہوا۔ **امتنع احمد عن الصرف لوجود الزیادة المذکورة منع عدم قبول التاء** اس عبارت میں عن الصرف کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بڑھا کر یہ اشارہ کرتے ہیں کہ احمد کے وجود کا امتناع مقصود نہیں بلکہ اس کے منصرف ہونے کا امتناع مقصود ہے یعنی یہ لفظ غیر منصرف ہے کیونکہ اس میں زیادۃ مذکورہ مع عدم قبول التاء پائی جاتی ہے۔ **و الصرف یعمل لقبول التاء لمجیء یعملة المنالة القویة علی العمل و الیسر** اور یعمل کا لفظ جس کے شروع میں اتین میں سے ایک حرف آیا ہے منصرف ہے اس لئے کہ یہ قابل التاء ہے کیونکہ اس میں یعملۃ اس اونٹنی کے لئے جو کام کرنے اور چلنے پر قوت رکھتی ہو استعمال کرتے ہیں اس لیئے یہ لفظ منصرف ہوا۔

وما فيه علمية مؤثرة:......

اى كل اسم غير منصرف تكون فيه علمية مؤثرة فى منع الصرف بالسببية المحضة او مع الشرطية بسبب اخر و احترز بذالک عمّا تجامع اللفى العائث او صيغة منتهى الجموع فان كل واحدٍ منهما كافٍ فى منع الصرف لا تاثير فيه للعلمية.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسے مراد اسم لیا ہے اور اس کے ساتھ کل کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ مافیہ علمیۃ مؤثرۃ کا قول نحاۃ کے قواعد میں سے ایک قاعدہ ہے اور قواعد اکثر قضیہ کلیہ ہوتے ہیں لہٰذا کل کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ تنبیہ کی کہ یہ قول مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی ایک قضیہ کلیہ ہے یعنی ہر وہ اسم غیر منصرف جس میں منع صرف کے لئے علمیت مؤثرہ پائی جائے خواہ وہ سبب محضہ ہو جیسے عدل اور وزن فعل میں خواہ دوسرے سبب کے مشروطیت کے ساتھ میں ہو یعنی علمیت سبب ہو لیکن دوسرے سبب کے لئے شرط ہو جیسے عجمہ وغیرہ میں اور مؤثرۃ کے قول سے اس علمیت سے احتراز ہوا جو الفی تانیث یعنی الف ممدودہ اور مقصورہ یا صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ جمع ہوئی ہو کیونکہ الف ممدودہ اور مقصورہ اور صیغہ منتہی الجموع کے ساتھ علمیت کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ الف ممدودہ اور مقصورہ اور صیغہ منتہی الجموع میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ منع صرف کا مستقل سبب مؤثر ہے اور مافیہ علمیۃ الخ سے لے کر صرف تک کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے اور صرف اس کی خبر ہے یعنی جس اسم میں علمیت مؤثرہ ہو اگر اس کو نکرہ کر دیا جائے تو وہ منصرف ہوگا۔

اذا نكره بالف يأول العلم بواحد من الجماعة المسماة به نحو هذا زيد و رأيت زيدًا اخر فانه اريد به المسمىٰ بزيد او يجعل عبارة من الوصف المشتهر صاحبه به نحو قولهم لكل فرعون موسىٰ اى لكل مبطل محق.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ علم کے نکرہ بنانے کی دو صورتیں بتاتے ہیں ایک یہ کہ جمع کے افراد میں سے ایک فرد کے ساتھ علم کی تاویل کی جائے یعنی جمع کے افراد میں سے ایک فرد سے مطلق مسمّٰی مراد لیا جائے جیسے ہذا زیدٌ ورأیت زیدًا آخر میں ہے کہ ان مثالوں میں زید سے مراد مسمّٰی کی زید ہے یعنی بہت سارے زیدوں کے افراد میں سے ایک فرد زید ہے جب زید سے مراد مسمّٰی بزید ہوا چونکہ دنیا میں زید نام کے بہت سے آدمی ہوتے ہیں اس لئے اب یہ زید جو ایک خاص شخص کا نام تھا نکرہ ہوا یہ پہلی صورت علم کی نکرہ بنانے کی ہوئی دوسری صورت نکرہ بنانے کی یہ ہے کہ علم موصوف کے وصف مشہورہ سے عبارت کر دی جائے جیسے لکل فرعونٍ موسیٰ میں ہے کہ فرعون کا وصف مشہورہ مبطل ہوتا ہے اور موسیٰ کا وصف مشہورہ محق ہوتا ہے لیکن فرعون سے یہاں مراد مبطل اور موسیٰ سے مراد محق ہے اب یہاں یہ اسماء اگرچہ علم تھے لیکن جب ان سے مراد اوصاف مشہورہ لئے گئے تو اب یہ علم نہیں رہے بلکہ نکرہ ہوئے یعنی فرعون سے وہ شخص معین مراد نہیں بلکہ اس سے ہر سرکش مراد ہے اور اسی طرح موسیٰ سے بھی وہ پیغمبر معین مراد نہیں بلکہ اس سے ہر ہادی حق پر چلنے والے مراد ہیں۔

صرف لما تبين اى فهو حين بين احباب منع الصرف و شرائطها فى ما سبق من انها اى العلمية لا تجامع مؤثرة الا ما اى سبب الذى هى اى العلمية شرطه فيه.

یعنی مصنف کافیہ نے ماسبق میں جہاں اسباب منع صرف اور ان کے شرائط بیان کئے ہیں وہاں سے یہ بطریقہ التزام ظاہر ہوا کہ علمیت درآنحالیکہ سبب مؤثرہ ہو سوائے اس سبب کے جس میں یہ علمیت شرط ہو کسی دوسرے سبب کے ساتھ جمع نہیں ہوگی اور متن من انہا کے بعد جو شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علمیۃ کا لفظ نکالا ہے اس سے یہ اشارہ کیا کہ یہ ضمیر مؤنث غائبہ کی علیت کی طرف راجع ہے اسی طرح ہی میں بھی علمیۃ کی طرف ہے اور ما کے بعد میں جو سبب کا لفظ نکالا ہے اس سے یہ تنبیہ کی کہ یہاں ما سے مراد سبب ہے۔

و ذالک فی التانیث بالتاء لفظا او معنی و العجمة و الترکیب و الالف و النون الزیدتین فان کل واحد من هذا الاسباب الاربعة مشروط بالعلمیة.

اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ اسباب بتائے ہیں جن میں علیت شرط ہوتی ہے اول تانیث لفظی و معنوی دوم عجمہ سوم ترکیب چہارم الف نون مزیدتین ان اسباب اربعہ میں سے ہر ایک سبب مشروط بالعلمیۃ ہے یعنی ہر ایک میں علیت شرط ہے اگر ان کے ساتھ میں علیت نہ ہو تو ان کی سببیت بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے ثابت نہ ہوگی۔

الا العدل و وزن الفعل:......

استثناء مما بقی من الاستثناء الاول ای تجامع غیر ما هی شرط فیه الا العدل وزن الفعل فان العلمیة تجامعهما مؤثرة کما فی عمر و احمد و لیست شرطا فیهما کما فی ثلث و احمد.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں مستثنیٰ متعدد ہے اور مستثنیٰ منہ واحد ہے اور مستثنیٰ منہ واحد سے مستثنیٰ کا تعدد بغیر عاطف کے درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مستثنیٰ منہ واحد نہیں بلکہ متعدد ہے کیونکہ استثناء اول مجموعہ اسباب سے ہے اور استثناء ثانی اس سے ہے جو استثناء اولی سے باقی رہ گیا ہو عبارت کے تقدیری معنی یہ ہوں گے کہ علیت درآنحالیکہ مؤثر ہو مجموعہ اسباب منع صرف کے ساتھ جمع نہ ہوگی۔ سوائے اس سببیت کے جس میں علیت شرط ہو اور نہ جمع ہوگی سوائے اس سبب کے ساتھ جس میں علیت شرط ہو سوائے عدل اور وزن فعل کے لہٰذا اس تقدیر پر مستثنیٰ منہ اور مستثنیٰ دونوں متعدد ہو گئے اور متعدد مستثنیٰ منہ سے متعدد مستثنیٰ کا آنا درست ہے کیونکہ علیت درآنحالیکہ مؤثر ہو عدل اور وزن فعل کے ساتھ جمع ہوتی ہے جیسے عمر اور احمد میں اور اس وزن فعل اور عدل میں علیت شرط نہیں ہے جیسے ثلث و احمر میں اس قاعدہ کلیہ پر جس کو مصنف نے اوپر بیان کیا ایک سوال مقدر یہاں وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اسم بوجہ پائے جانے علیت اور عدل اور وزن فعل کے غیر منصرف ہو اور علیت اگرچہ تنکیر سے زائل ہو جائے لیکن عدل اور وزن فعل باقی رہیں گے اور غیر منصرف ہونے کے لئے دو ہی اسباب کافی ہوتے ہیں آگے چل کر وہما کی عبارت سے مصنف کافیہ خود ہی اس سوال کا جواب دیتے ہیں۔ **و هما ای العدل وزن الفعل.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ بتایا ہے کہ ہما کی ضمیر عدل اور وزن فعل کی طرف راجع ہے **متضادان لان الاسماء المعدولة بالاستقراء علی اوزان مخصوصة لیس شیء فیها من اوزان الفعل المعتبرة فی منع الصرف** یعنی اور وزن فعل آپس میں متضاد ہیں پس علیت کے ساتھ ان میں سے ایک ہی سبب جمع ہوگا اور عدل و وزن فعل میں تضاد اس لئے ہے کہ وہ اسماء جن میں عدل آیا ہے وہ استقراء سے اوزان مخصوصہ پر ہیں ان میں سے کوئی وزن فعل کے اوزان معتبرہ میں سے نہیں ہے کیونکہ اوزان فعل کے قیاسی ہیں اور عدل کے اوزان غیر قیاسی ہیں اور عدل کے اوزان چھ ہیں جیسا کہ کسی شاعر نے نظم میں جمع کیا ہے ۔ اوزان عدل را بتامی تو شش شمر، مَفْعَل فُعَل مثالہما مثلث و عمر، فعل است مثل امس فعال است چوں ثلاث، مثل فعال وان تو قطام و فعل سحر......... اور اوزان فعل یہ ہیں ۔ وزن فعل مجہول است معلوم رد، ثلاثی رباعی گر د بود مجرد، ایں ہر دوز دو دیگرا ے ار جمند، گر بود مزید اے ہوشمند۔

فلا يكون معها اى لا يوجد شیء من الامر الدائر بين مجموع لهذين السببين و بين احدهما فقط اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لا یکون کے قول میں نفی مطلق سبب کی ہے یا احد الامرین یعنی عدل اور وزن فعل کی ہے اگر مطلق سبب کی نفی ہو تو اس سے خلاف واقع لازم آئے گا کیونکہ واقع میں مطلق سبب کی نفی مقصود نہیں ہے اور اگر عدل اور وزن فعل کی نفی مقصود ہے تو الا احدہما میں استثناء شیء عن نفسہ لازم آئے گی اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لا یکون میں نفی نہ سبب مطلق کی ہے نہ احد الامرین کی بلکہ ایک امر دائر کی نفی ہے جو کہ درمیان مجموعہ وزن فعل اور عدل اور ان میں سے ایک کے درمیان دائر نہ ہو بسبب عام کی نفی مقصود ہے جس سے خلاف واقع لازم آئے اور نہ خاص کی جس سے استثناء شیء لنفسہ لازم آئے یعنی جب عدل اور وزن فعل آپس میں متضاد ہیں تو علمیت کے ساتھ میں کوئی چیز امر دائر میں جو کہ درمیان مجموعہ ان دو سببوں یعنی عدل وزن فعل اور ان میں سے ایک کے درمیان دائر ہو نہیں پائی جائے گی۔

الا احدهما لا مجموعهما یعنی اس تضاد کی وجہ سے علمیت کے ساتھ فقط وزن فعل ہی پایا جائے گا یا عدل نہ مجموعہ تا کہ اجتماع ضدین نہ ہو **فاذا نكر غير المنصرف الذى احد اسبابه العلمية** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ نکرہ کا فاعل وہ غیر منصرف ہے جس کے اسباب منع صرف میں سے ایک سبب علمیت ہو جب اس کو نکرہ کر دیا جائے یعنی وہ غیر منصرف اسم جس کے اسباب میں سے ایک سبب علمیت ہو جب اس کو نکرہ کر دیا جائے یعنی علمیت اس سے دور کر دی جائے تو اس وقت بلا سبب رہے گا۔ **بقى بلا سبب اى لم يبق فيه سببٌ من حيث هو سبب فى ما هى شرط فيه من الاسباب الاربعة المذكورة** یعنی تنکیر کے وقت اس غیر منصرف میں کوئی سبب جو من حیث ہو سبب ہو اس مقام میں جہاں یہ علمیت شرط ہو نہیں پایا جائے گا اور وہ مقام جہاں پر علمیت شرط ہو وہ ہی اسباب ہو اسباب اربعہ مذکورہ ہیں جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں، **لانه قد انتفى احد السببين الذى هو العلمية لذاتها و السبب الأخرة المشروط بالعلمية من حيث وصف السببية فلا يبقى فيه سبب من حيث هو سبب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لم یبق فیہ الخ کی عبارت کی دلیل بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ علمیت تانیث میں شرط ہے اور باوجود اس کے تانیث علمیت کے زوال سے زائل نہیں ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ زوال سے مراد سبب کی وصفیت کا زوال ہے نہ سبب کی ذات کا زوال اور یہ معلوم ہے کہ علمیت کے زائل ہونے سے سبب کا وصف زائل ہو جاتا ہے جب علمیت زائل ہو گئی تو غیر منصرف اسم بلا سبب رہے گا کیونکہ غیر منصرف کے دو سببوں میں سے ایک سبب علمیت تھی وہ بذاتہما منتفی ہو گئی اور دوسرا سبب سببیت کے وصف کے حیثیت سے مشروط بالعلمیۃ تھا وہ بھی بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے منتفی ہو گیا لہٰذا اس میں کوئی سبب من حیث ہو سبب باقی نہیں رہا۔ اس وجہ سے وہ بلا سبب رہا۔ **او على سبب فى ما هى ليست بشرط فيه من العدل و وزن الفعل** یا وہ غیر منصرف اسم ایک سبب پر باقی رہے گا یہ وہاں جہاں کہ یہ علمیت شرط نہ ہو اور جہاں علمیت شرط نہیں ہوتی وہ عدل اور وزن فعل ہے کہ ان دو سببوں کے ساتھ علمیت شرط نہیں ہوتی ہے۔ **هذا** یہ اصل میں اسم اشارہ ہے لیکن یہاں اس کے معنٰی خذ هذا یا امض هذا یا علم هذا کے ہیں یعنی اس مقام کو خوب یاد کر لینا چاہیے **و قد قيل على قوله و هما متضادان ان اصمت بكسرتين علمًا للمفازة من اوزان الفعل مع وجود العدل فيه فانه امرٌ من ضمت يصمت و قياسهم ان يجئ بضمتين فلما جاء بكسرتين عُلِمَ انه معدول عنهٔ.** یہ ہما متضادان کے قول پر ایک اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں اصمت کا لفظ کسرتین

سے جو کسی جنگل کا نام ہے اوزان فعل میں سے ہے اور باوجود اس کے اندر عدل پایا جاتا ہے کیونکہ یہ صمت بصمت سے امر ہے اور قیاس اس میں یہ ہے کہ یہ اصمت ضمتین سے آئے جب یہ کسرتین سے آیا تو معلوم ہوا کہ یہ صمت بصمت سے معدول ہے لہٰذا اجتماع ضدین ثابت ہوا اور علمیت عدل اور وزن فعل دونوں کے ساتھ پائی گئی۔

فائدہ:۔۔۔۔

اصمت اس جنگل کا نام ہے جو نہایت پر خطر اور خوفناک ہو جہاں آدمی خوف کے مارے ایک دوسرے سے اُسکت پکارے اور شدت خوف سے مضطر ہو کر زبان سے غلط بیہودہ باتیں بکنے لگتے ہیں۔

و الجواب ان هذا امر غير محقق لجواز و رد و اصمت بكسرتين و ان لم يشتهر فالاوزان الذى تحقق فيها العدل تحقيقًا كان او تقديرًا لم تجامع وزن الفعل و ايضًا قد عرفت فى ما تقدم ان مجرد و جود اصل محقق لا يكفى فى اعتبار العدل التحقيقى بدون اقتضاء منع الصرف اياه و اعتبار خروج الصيغة عن ذالك الاصل و ههنا لا يقتضيه لوجود السببين فى اصمت و راء العدل و هى العلمية و التانيث.

اس میں اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اصمت کا صمت بصمت سے معدول ہونا ایک امر غیر محقق ہے کیونکہ جائز ہے کہ اصمت کسرتین سے اصل ہی میں وارد ہوا گرچہ مشہور نہ ہو لہٰذا اجتماع ضدین ثابت نہیں ہوا اور علمیت کے ساتھ اس میں صرف وزن فعل ہی پایا گیا پس وہ اوزان جن میں عدل تحقیقی یا تقدیری متحقق ہوتا ہے وزن فعل کے ساتھ جمع نہیں ہوں گے اور ماتقدم یعنی بحث عدل میں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ صرف اصل محقق کا پایا جانا عدل تحقیقی کے اعتبار میں بدون اقتضا منع صرف کے اور بغیر اعتبار خروج صیغہ کے اپنی اصل سے کافی نہیں ہے اور یہاں یعنی اصمت میں منع صرف اعتبار عدل تحقیقی کو نہیں چاہتا ہے اس لئے کہ عدل کے سوائے اصمت میں دو سبب اور بھی موجود ہیں اور وہ علمیت اور تانیث ہیں لہٰذا اصمت بکسرتین کا خروج صمت بصمت ضمتین سے متحقق نہیں ہوا گویا یہ سوال مذکورہ بالا کا دوسرا جواب ہوا جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وایضا عرفت مافی ماتقدم الخ کی عبارت میں بیان کی ہے **ثم انه اشارا الى استثناء مثل احمر علمًا اذا نكر على هذه القاعدة على قول سيبويه بقوله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے و خالف سیبویہ الاخفش کی عبارت کی تمہید باندھ کر یہ اشارہ کیا کہ احمر درآنحالیکہ علم ہو جب نکرہ کر دیا جائے تو تنکیر کی صورت میں یہ سیبویہ قول کے موافق قاعدہ مذکورہ سے مستثنیٰ ہے۔ **و خالف سيبويه الاخفش المشهور هو ابو الحسن تلميذ سيبويه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا کہ اخفش ایک مشہور نحوی کا نام ہے جن کی کنیت ابوالحسن اور سیبویہ کے شاگرد رشید ہیں۔ **و لما كان قول التلميذ اظهر مع موافقة لما ذكره من القاعدة جعله اصلا و السند المخالفة الى الاستاذ وان كان غير مستحسن تنبيها على ذالك** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سیبویہ اخفش کے استاد ہیں پس مخالفت کی نسبت اس کی طرف مستحسن نہیں بلکہ یہ بے ادبی میں شامل ہے لہٰذا مناسب ہے کہ یہ نسبت شاگرد کی طرف ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن جب کہ شاگرد کا قول استاد کے قول سے زیادہ ظاہر ہے علاوہ ازیں شاگرد کا قول قاعدہ مذکورہ کے ساتھ موافق ہے جس کو کہ مصنف نے خود ذکر کیا ہے اس لئے شاگرد کے قول کو اصل ٹھہرا کر استاد کی طرف مخالفت کی نسبت کی ہے اگرچہ مستحسن نہیں ہے لیکن یہ نسبت صرف اس غرض سے کی ہے کہ اس سے یہ تنبیہ ہو کہ شاگرد کا قول استاد کے قول سے زیادہ معتبر اور اصلی ہے فی انصراف اس

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احمد کا لفظ خالف کے لئے ظرف نہیں ٹھہر سکتا ہے کیونکہ احمد کے وجودی معنٰی میں کوئی اختلاف نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے انصراف کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ خالف کا ظرف انصراف ہے جس کی بناء پر معنٰی یہ ہیں کہ سیبویہ نے احمد کے منصرف ہونے میں درآنحالیکہ علم ہو جب نکرہ کر دیا جائے اپنے شاگرد اخفش سے مخالفت کی ہے۔

مثل احمر علما اذا نكر و المراد بمثل احمر ما كان معنٰى الوصفية فيه قبل العلمية ظاهرا غير خفي فيدخل فيه سكران و امثاله و يخرج عنه افعل التاكيد نحو اجمع فانه منصرف عند التنكير بالاتفاق لضعف معنٰى الوصفية فيه قبل العلمية لكونه بمعنٰى كل و كذلك افعل التفضيل المجرد عن من التفضيلة فانه بعد التنكير منصرف بالاتفاق لضعيف معنٰى الوصفية فيه حتٰى صارا فعل اسما و ان كانمعه من فلا ينصرف بلا خلاف لظهور معنٰى الوصفية فيه بسبب من التفضيلة.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ درمیان سیبویہ اور اخفش کے سکران کے منصرف اور غیر منصرف ہونے میں بھی اختلاف ہے پس احمر کو اس اختلاف کے لئے کیونکر خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ احمر سے مراد ہر وہ لفظ ہے جس میں قبل علمیت معنٰی وصفی ظاہر غیر خفی ہوں، خواہ وہ افعل کے وزن پر ہو یا فعلان کے وزن پر پس اس تقدیر پر اس اختلاف میں سکران اور اس کے امثال بھی داخل ہو گئے اور اس سے افعل کا وزن جو تاکید کے لئے آتا ہے جیسے اجمع ہے نکل گیا کیونکہ یہ بعد تنکیر بالاتفاق منصرف ہے کیونکہ اس میں بوجہ تاکید کے معنی وصفی قبل علمیت ضعیف ہیں اس لئے کہ یہ بمعنی کل ہے اسی طرح سے اس اختلاف سے افعل اسم تفضیل جو من تفضیلہ سے مجرد ہو خارج ہوا کیونکہ یہ بھی بعد تنکیر بوجہ ضعیف ہونے معنٰی وصفی کے بالاتفاق منصرف ہے یہاں تک کہ یہ افعل اسم تفضیل اسم ہو گیا ہے اور اگر اس افعل اسم تفضیل کے ساتھ میں من تفضیلہ ہو تو یہ علی الاتفاق غیر منصرف ہے کیونکہ بسبب من تفضیلہ کے وصفی معنی اس میں ظاہر ہیں **اعتبارًا لصفته الاصلية اى انما خالف سيبويه الاخفش لاجل اعتباره الوصفية الاصلية** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ اخفش کا لفظ مرفوع بنا بر فاعلیت ہو اور سیبویہ کا لفظ منصوب بنا بر مفعولیت ہو اور مفعول کو فاعل پر استاد کی تعظیم کے لئے مقدم کیا ہو اس صورت میں استاد کی طرف مخالفت کی نسبت لازم نہیں آئے گی اور اوپر بے ادبی والا سوال بھی رفع ہو جائے گا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اعتبارًا کا لفظ منصوب بنا بر مفعول لہٗ خالف کے ہے اور مفعول لہٗ کے نصب کے لئے لام کا مقدر ماننا شرط ہے اور لام کا مقدر ہونا تین شرطوں سے مشروط ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مفعول لہٗ کا فاعل اور اس کے فعل کا فاعل ایک ہو چونکہ اعتبار کا فاعل سیبویہ ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خالف کا فاعل بھی سیبویہ ہوں گے یعنی سیبویہ نے احمر میں اخفش سے مخالفت اس لئے کی ہے کہ سیبویہ بعد تنکیر کے وصف اصلی کو اعتبار دیتے ہیں بخلاف اخفش کے کہ وہ نہیں دیتے اور اعتبارًا کے لفظ کے مفعول لہٗ ہونے کی طرف شارح نے لاجل اعتبارہ کی عبارت میں اشارہ کر دیا ہے بعد التنكير فانه مما زالت العلمية بالتنكير لم يبق فيه مانع من اعتبار الوصفية فاعتبرها وجعله غير منصرف لصفته الاصلية وسبب اخر كوزن الفعل والالف والنون المزيدتين اس میں شارح سیبویہ کے صفت اصلی کے اعتبار کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ احمر کی علمیت جب تنکیر سے زائل ہو گئی تو اب اس میں وصف اصلی کے اعتبار کا کوئی مانع نہیں رہا اس لئے سیبویہ نے وصف اصلی کو بعد تنکیر کے بھی معتبر کیا اور اس کو غیر منصرف ٹھہرایا یہ سبب پائی جانے وصف اصلی کے اور ایک دوسرے سبب کے جیسے احمر میں وصف اصلی اور وزن فعل ہے اور سکران میں وصف اصلی اور الف ونون مزیدتین ہیں تنکیر کے بعد بھی یہ سبب پائے جانے ان دو اسباب منع صرف کے سیبویہ احمر اور سکران کو غیر منصرف مانتے ہیں فان

قلت كما انه لا مانع عن اعتبار الوصفية الاصلية لا باعث على اعتبارها ايضا فلم اعتبرها و ذهب الى ما هو خلاف الاصل اعنى منع الصرف. یہ ایک اعتراض ہے جو لم یبق فیہ مانع من اعتبار الوصفیۃ کی عبارت پر وارد ہوتا ہے۔ جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسطرح کرتے ہیں کہ جس طرف وصف اصلی کے اعتبار کا مانع نہیں ہے اسی طرح اس کے اعتبار پر باعث بھی نہیں ہے پس کیونکہ اس کو معتبر کیا اور خلاف اصل یعنی منع صرف کی طرف چلے بلکہ وصف اصلی کو تنکیر کے بعد معتبر نہیں کرنا چاہیئے اور اسم کو اپنے اصل پر چھوڑ کر منصرف ٹھہرانا چاہیئے **قيل الباعث على اعتبارها امتناع اسود و ارقم من زوال الوصفية عنهما حينئذ** یہ اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ احمر میں وصف اصلی کے اعتبار کا باعث اسود وارقم کا غیر منصرف ہوتا ہے باوجود اس کے کہ ارقم اور اسود کا وصف اصلی تنکیر کے بعد زائل ہوتا ہے اور پھر بھی یہ الفاظ غیر منصرف رہتے ہیں اسی طرح احمر میں بھی تنکیر کے بعد وصف اصلی معتبر ہوگا اور یہ غیر منصرف مانا جائے گا یعنی احمر کے وصف اصلی کے اعتبار کو اسود وارقم کے اوپر قیاس کر کے سیبویہ نے احمر کو غیر منصرف مانا ہے

و فيه بحث لان الوصفية لم تزم عنهما بالكلية بل بقى فيهما شائبة من الوصفية لان اسود اسم للحية السوداء و الارقم اسم للحية التى فيها سواد و بياض و فيهما شمة من الوصفية فلا يلزم عن اعتبار الوصفية فيهما اعتبارها فى احمر بعد التنكير لانها قد زالت بالكلية

اس میں اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے۔ جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ احمر کے وصف اصلی کے اعتبار کا قیاس اسود پر قیاس مع الفارق ہے یعنی درست نہیں کیونکہ اسود اور ارقم کا وصف اصلی بعد تنکیر کے بالکل زائل نہیں ہوتا بلکہ بعد تنکیر بھی ان الفاظ کے معانیوں میں وصف اصلی کا شائبہ باقی نہیں رہتا ہے کیونکہ اسود کالے سانپ کا نام ہے اور ارقم اس سانپ کا نام ہے جس میں سیاہی سفیدی پائی جائے یعنی ابلق سانپ کو کہتے ہیں اور ان الفاظ میں اصلی کی بو پائی جاتی ہے بخلاف احمر کے کہ اس میں تنکیر کے بعد وصف اصلی کا شائبہ بھی باقی نہیں رہتا ہے پس اسود اور ارقم کے وصف کے اعتبار سے تنکیر کے بعد احمر کے وصف اصلی کا اعتبار لازم نہیں آتا کیونکہ احمر کا وصف اصلی تنکیر کے بعد بالکل زائل ہو جاتا ہے گویا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں اوپر کے جواب کا ضعف ثابت کیا ہے یہاں تک سیبویہ کی دلیل تھی۔ اب آگے چل کر اخفش کی دلیل بیان کریں گے **و اما الاخفش فذهب الى انه منصرف فان الوصفية قد زالت بالعلمية بالتنكير و الزائل لا يعتبر من غير ضرورة فلم يبق فيه الا سب واحد و هو وزن الفعل و الالف و النون و هذا القول اظهر** اس میں شارح اخفش کی دلیل بتاتے ہیں کہ اخفش احمر کو بعد تنکیر کے منصرف مانتے ہیں کیونکہ وصف اصلی علمیت سے زائل ہو گیا اور علمیت تنکیر سے زائل ہو گئی اور زائل کا اعتبار بغیر ضرورت کے نہیں ہوا کرتا ہے پس اس وقت احمر میں سوائے ایک سبب کے جو کہ وزن فعل ہے یا الف ونون مزید تین ہیں کوئی دوسرا سبب نہیں پایا جاتا اور منع صرف کے لئے ایک سبب کافی نہیں ہے اس لئے احمر کا لفظ تنکیر کے بعد منصرف رہے گا اور یہ انصراف کا قول بہ نسبت منع صرف کے قول کے زیادہ موزوں اور ظاہر ہے کیونکہ جو چیز من کل الوجوہ معدوم ہو جاتی ہے پھر اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا لہذا جب احمر کا وصف اصلی علمیت سے زائل ہو گیا ہے اور علمیت تنکیر سے بالکل زائل ہو گئی ہے تو اب اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہا ہے اس لئے یہ منصرف ٹھہرے گا گویا اس میں شارح نے اخفش کے قول کو ترجیح دے کر اپنی رائے ظاہر کی۔ **و لما اعتبر سيبويه الوصف الاصلى بعد التكبير و ان كان زائلا لزمه ان يعتبرة فى حال العلمية ايضًا فيمتنع نحو حامت من الصرف للوصف الاصلى و العلمية** یہ ایک سوال ہے جو سیبویہ کے اوپر احمر کے وصف اصلی اعتبار کرنے سے وارد ہوا ہے۔ جس کی تشریح شارح اس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب احمر میں سیبویہ نے

تنکیر کے بعد وصف اصلی کو باوجود اس کے زائل ہونے کے معتبر کیا ہے تو ان پر لازم ہے کہ حالت علیت میں بھی وصف زائل کو معتبر کرے اور حاتم کے لفظ کو غیر منصرف مانے کیونکہ حاتم میں ایک وصف اصلی ہے دوسری علیت لہٰذا ان دو اسباب کے وجود کی بناء پر سیبویہ کو لازم ہے کہ حاتم کو بھی غیر منصرف کہیں حالانکہ وہ اس کو غیر منصرف کہتے بلکہ منصرف مانتے ہیں فاجاب عنہ المصنف بقولہ یہ عبارت اوپر والے سوال کا جواب ہے یعنی اوپر والے سوال کا جواب مصنف کافیہ نے سیبویہ کی طرف سے ولا یلزمہ باب حاتم کے قول سے دیا ولا یلزمہ ای سیبویہ من اعتبارہ الوصفیۃ الاصلیۃ بعد التنکیر فی مثل احمر علما اس عبارت میں شارح نے یہ اشارہ کیا کہ لا یلزمہٗ کی ضمیر منصوب سیبویہ کی طرف راجع ہے یعنی سیبویہ نے چونکہ وصف اصلی کو احمر میں درآنحالیکہ یہ علم ہو تنکیر کے بعد معتبر مان کر احمر کو غیر منصرف کہا کہا ہے اس لئے اس پر یہ اعتراض مذکورہ بالا حاتم والا لازم نہیں آتا **باب حاتم ای کل علم کان فی الاصل وصفا مع بقاء العلمیۃ بان اعتبر فیۃ ایضا الوصفیۃ الاصلیۃ و حکم بمنع صرفہ للعلمیۃ و الوصفیۃ الاصلیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ حاتم سے مراد ہر وہ علم ہے جو اصل میں وصف ہو اور علیت بھی اس میں باقی ہو اس طرح کہ اس میں بھی وصف اصلی کو معتبر مانا جائے اور بوجہ پائے جانے وصف اصلی اور علیت کے اس کو غیر منصرف کے حکم میں لایا جائے حاتم سے یہ مخصوص لفظ مراد نہیں ہے لما یلزم فی بات حاتم علی تقدیر منعہ من الصرف یعنی حاتم میں علیت کے ساتھ وصف اصلی کو سیبویہ معتبر نہیں مان سکتے ہیں کیونکہ اگر حاتم میں وصف اصلی علیت کے ساتھ معتبر مان کر حاتم کو غیر منصرف ٹھہراتے ہیں تو اس سے اعتبار متضادین ایک لفظ کے حکم میں لازم آتا ہے اور یہ لازم باطل ہے لہٰذا ملزوم یعنی حاتم میں علیت کے ساتھ وصف اصلی کا اعتبار بھی باطل ہے۔ **من اعتبار متضادین یعنی الوصفیۃ و العمیۃ فان العلم للخصوص و الوصف للعموم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متضادین بتاتے ہیں کہ وہ وصفیت اور علیت ہیں اور یہ آپس میں متضاد ہیں کیونکہ علیت خصوصیت پر دلالت کرتی ہے اور وصف عموم پر دال ہوتا ہے اور عموم اور خصوص کے درمیان میں جو تضاد ہے وہ ظاہر محتاج تشریح کا نہیں ہے۔ **فی حکم و احد و ھو منع الصرف لفظ واحد بخلاف ما اذا اعتبرت الوصفیۃ الاصلیۃ مع سبب اخر کما فی اسود و ارقم** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وصفیت اور علیت دونوں کا اعتبار حکم واحد میں جائز ہے جیسے عمر اور احمر میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لفظ واحد کی قید بڑھا کر اس کا جواب دیا ہے کہ اعتبار متضادین کا ایک حکم میں اور ایک لفظ میں منع ہے دو لفظوں میں منع نہیں ہے جیسے عمر اور احمر میں ہے کہ دو الفاظ ہیں اس لئے ان میں علیت اور وصفیت دونوں متضادین کا اعتبار کیا گیا ہے بخلاف اس اسم کے جس میں وصف اصلی کسی دوسرے سبب کے ساتھ معتبر مانا جائے جیسے اسود ارقم میں ہے۔

فان قلت التضاد انما ھو بین الوصفیۃ المحققۃ و العلمیۃ لا بین الوصفیۃ الاصلیۃ الزائلۃ و العلمیۃ فلو اعتبرت الوصفیۃ الاصلیۃ و العلمیۃ فی منع الصرف مثل حاتم لا یلزم اجتماع المتضادین اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ سیبویہ حاتم میں وصف اصلی کو علیت کے ساتھ معتبر اس لئے نہیں کرتے کہ اس سے اجتماع متضادین لازم آتا ہے اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تضاد صرف درمیان وصف اصلی محقق اور علیت کے ہوتا ہے درمیان وصف اصلی زائل شدہ اور علیت کے تضاد نہیں ہے پس اگر وصف اصلی اور حاتم کے غیر منصرف کر دینے کے لئے معتبر مانا جائے تو اس سے اجتماع متضادین لازم نہیں آتا **قلنا تقدیرا حد الضدین بعد زوالہ مع ضد اخر فی حکم واحد و ان لم تکن من قبیل اجتماع المتضادین لا کنہ شبیۃ بہ باعتبار ھما معًا غیر مستحسن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر

والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ایک ضد کا بعد زائل ہونے کے دوسرے ضد کے ساتھ ایک حکم میں فرض کرنا اور اعتبار دینا اگر چہ اجتماع متاضدین حقیقۃ نہیں ہے لیکن یہ اجتماع کے ساتھ ایک حکم میں فرض کرنا اور اعتبار دینا اگر چہ اجتماع متضادین حقیقۃ نہیں ہے لیکن یہ اجتماع متضادین حقیقی کے شبیہ اور حکم میں ہے اس لئے وصف اصلی اور علیت کا اعتبار یہاں حاتم کے لفظ میں غیر مستحسن ہے۔ **و جمیع الباب ای باب غیر المنصرف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الباب کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور مضاف الیہ اس کا غیر منصرف کا لفظ محذوف ہے اور اس محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کیا ہے **باللام ای بدخول لام التعریف علیه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ باللام کا باسبیہ ہے اور لام ذات ہے پس ینجر بالکسر کے لئے اس کی سببیت کیوں کر صحیح ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ با کا مدخول محذوف ہے اور وہ دخول کا لفظ ہے اور لام التعریف کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ المال لاحمد کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں احمد کا لفظ لام کا مدخول ہے اور باوجود اس کے مجرور نہیں بلکہ مفتوح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لام سے مراد الف لام تعریفی ہے اور مثال مذکورہ میں لام جارّہ ہے لہٰذا قاعدہ مذکورہ درست ثابت ہوا۔ **و الاضافت ای اضافة الی غیره** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ غلام احمد کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں احمد مضاف الیہ ہے باوجود اس کے مجرور نہیں بلکہ مفتوح ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضافت سے مراد غیر منصرف کی اضافت دوسری کی طرف ہے نہ غیر کی اضافت اس کی طرف اور مثال مذکور میں غیر کی اضافت اس کی طرف ہوگئی ہے اس لئے یہ مجرور نہیں۔ **ینجر ای یصیر مجرورًا بالکسر** یعنی غیر منصرف کے سبب باب الف لام تعریفی کے داخل ہونے سے یا اس کے مضاف ہونے سے مجرور ہو جاتے ہیں **ای بصورة الکسر** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الکسرۃ تا کے ساتھ درمیان القاب بناء پر اور اعراب کے مشترک ہے یعنی یہ لفظ دونوں کے لئے مستعمل کیا جاسکتا ہے اور الکسر بدون تاء کے بناء القاب کے لئے خاص ہے اور ہمارا کلام حرکات اعرابیہ میں ہے پس مصنف کو بالکسرۃ لکھنا چاہئے تھا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں کسرہ سے مراد صورت کسرہ کی ہے نہ حقیقت کسرہ کی **لفظًا او تقدیرًا** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مررت بالحبلی بما با الحبلکم کی مثالوں میں حبلی کا لفظ مدخول لام اور اضافت ہے اور باوجود اس کے یہ مجرور بالکسر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کسرہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری مثال مذکورہ میں اگر چہ لفظی نہیں لیکن تقدیری موجود ہے **و ا لما لم یکتف بقوله ینجر لان الا نجرار قد یکون بالفتح** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف نے ینجر پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا ہے کہ انجرار کبھی فتحہ سے بھی ہوتا ہے یعنی کبھی حالت جری میں بھی فتحہ ہوتا ہے جیسے مررت باحمد میں ہے **و لا باس یقول ینکسر لان الکسر یطلق علی الحرکات البنائیة ایضًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کو چاہئے تھا کہ ینکسر کے قول پر اکتفاء کرتے کیونکہ یہاں جر کسرہ سے متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ینکسر کے قول پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ کسرہ کا اطلاق جس طرح حرکات اعرابیہ پر ہوتا ہے اسی طرح حرکات بنائیہ پر بھی اس کا اطلاق ہوتا ہے

و للنحاة خلاف فی ان هذا لاسم فی هذه الحالة منصرف او غیر منصرف فمنهم من ذهب الی

انه منصرف مطلقا لان عدم انصرافه انما کان لمشابهة الفعل فلما ضعفت هذه المشابهة بدخول ما هو من خواص الاسم اعنی اللام او الاضافة قویت جهة الاسمیة فرجع الی اصله الذی هو الصرف فدخله الکسر دون التنوین لانه لا یجتمع مع للام و الاضافة و منهم من ذهب الی انه غیر منصرف مطلقا

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کو رفع کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کو منصرف کے قول پر اکتفاء کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہاں غیر منصرف کو منصرف بنا کر بتانا مقصود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منصرف پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ اس اسم کے منصرف ہونے میں بناء پر حالت مذکورہ کے نحات کا اختلاف ہے بعض نحوی اس طرف گئے ہیں کہ یہ اسم اس حالت مذکورہ میں مطلقا منصرف یعنی الف لام اور اضافت کے ساتھ میں اس کے اسباب منع صرف باقی ہوں یا نہ ہوں کیونکہ اس کا غیر منصرف ہونا باعتبار مشابہت فعل کے تھا پس جب یہ مشابہت بہ سبب داخل ہونے خواص اسم یعنی لام الف لام اور اضافت کے ضعیف ہوگئی تو اسمیت کی جہت قوی ہوگئی پس وہ اپنے اصلی انصراف کی طرف لوٹ آیا اس لئے اس پر کسرہ بغیر تنوین کے داخل ہوا کیونکہ تنوین لام اور اضافت کے ساتھ میں جمع نہیں ہوتے اور بعضے نحات اس طرف گئے ہیں کہ یہ اسم اس حالت مذکورہ میں مطلقا غیر منصرف ہے۔

و الممنوع من غیر المنصرف بالاصالة و هو التنوین و سقوط الکسر انما تبیعة التنوین و حیث ضعفت مشابهت للفعل لم تؤثر الا فی سقوط التنوین دون تابعه الذی هو الکسر فعا د الکسر الی حاله و سقطا التنوین لا متناعه من الصرف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب صورۃ مذکورہ میں بعض النحات کی نزدیک غیر منصرف ٹھہرا تو چاہیے کہ جس طرح اس پر تنوین کا آنا منع ہے اسی طرح اس پر کسرہ کا آنا بھی منع ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ غیر منصرف پر اصل میں بالذات تنوین ہی منع ہے اور کسرہ کا ساقط ہونا صرف باعتبار طبیعت تنوین کے ہے جب اس حالت مذکورہ میں اس اسم کی مشابہت فعل سے ضعیف ہوگی تو اس صورت میں اس کا اثر صرف تنوین کے ساقط ہونے میں ہوگا اس کے تابع کے ساقط ہونے میں جو کسرہ ہے اس کا اثر نہیں ہوگا پس کسرہ اپنی حالت اصلی کی طرف لوٹ آیا اور تنوین بوجہ اسم کے غیر منصرف ہونے کے ساقط ہوگئی۔

و منهم من ذهب الی ان العلتین ان کانتا باقیتین مع اللام او الاضافة کان الاسم غیر منصرف و ان زالتا معا او زالت احدهما کان منصرفا و بیان ذالک ان العلمیة تزول باللام و الاضافة فان کانت العلمیة شرطا للسبب الأخر زالتا معًا کما فی ابراهیم و ان لم تکن شرطا کما فی احمد زالت احداهما ان لم تکن هناک علمیة کما فی احمد بقیت العلتان علی حالهما و هذا القول النسب بما عرفه به المصنف غیر المنصرف.

اور بعض نحویوں کے نزدیک حالت مذکورہ میں اس اسم میں اگر الف لام اور اضافت کے ساتھ اسباب منع صرف باقی ہوں تو اس صورت میں یہ اسم غیر منصرف ہوگا اور اگر حالت مذکورہ میں اسباب منع صرف معا زائل ہوئے ہوں یا اسباب منع صرف میں سے صرف ایک ہی سبب زائل ہوا ہو تو اس تقدیر پر یہ اسم علیت دوسرے سبب کے لئے شرط ہو تو اس صورت میں علیت کے زائل ہونے سے دونوں اسباب منع صرف کے بحکم اذا فات الشرط فات المشروط کے زائل مانے جائیں گے جیسے ابراہیم میں ہے اور اگر علیت دوسرے سبب کے لئے شرط ہو جیسے احمد میں ہے تو اس

صورت میں دو اسباب سے ایک ہی سبب زائل مانا جائے گا اور ایک سبب منع صرف کے لیے نہیں ہے لہٰذا ان دونوں صورتوں میں یہ اسم منصرف رہے گا اور اسم میں حالت مذکورہ کی بناء پر علمیت نہ ہو جیسے احمر میں ہے تو اس صورت میں دونوں اسباب منع صرف کے اپنی حالتوں پر باقی رہیں گے اور یہ اسم حالت مذکور میں غیر منصرف رہے گا اور یہ قول مصنف کے غیر منصرف کی تعریف سے زیادہ چسپاں اور مناسب معلوم ہوتا ہے یعنی مصنف نے غیر منصرف کی تعریف یہ کی ہے کہ جس میں دو اسباب منع صرف کے یا ایک سبب قائم مقام دو سبب کے پایا جائے وہ غیر منصرف ہے خواہ اس پر الف لام تعریف یا اضافت داخل ہو یا نہ ہو یہاں تک اس حالت مذکورہ میں اس اسم مذکور کے منصرف اور غیر منصرف ہونے کے متعلق تین اقوال ہوئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ثالث قول کی انسب ہونے کی تصریح کر کے یہ ظاہر کیا کہ یہ ثالث قول بہ نسبت اول دو قولوں کے بنا بر تعریف غیر منصرف کے زیادہ معقول اور مناسب معلوم ہوتا ہے اب مصنف علیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقدمہ کو ختم کر کے مقاصد بیان فرمائیں گے اور مقاصد تین ہیں اول مرفوعات، دوم منصوبات، سوم مجرورات اور مرفوعات کو منصوبات اور مجرورات پر اس لئے مقدم ذکر کریں گے کہ مرفوعات کلام عربی میں عمدہ ہوتے ہیں اور منصوبات اور مجرورات فضلہ مانے جاتے ہیں اور عمدہ اصل ہوتا ہے اور فضلہ فرع اصل فرع پر مقدم ہوا کرتی ہے۔

تمت المقدمة فلنشرع الآن في المقاصد انشاء الله تعالىٰ

المقاصد المرفوعات

یہ لفظ مرفوع بنا بر خبریت مبتداء محذوف کے ہے جس کی تقدیر ہذا بحث المرفوعات ہوگی یا مرفوع بنا بر ابتدائیت خبر محذوف کے ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر المرفوعات ہذہ ہوگی اور یہ بھی ممکن ہے کہ مرفوع بنا بر ابتداء ہو اور اس کی خبر ہو یا خبر ہو ما اشتمل کا جملہ اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ لفظ ساکن پڑھا جائے کیونکہ یہ فصل کے محل میں واقع ہوا ہے اور فصل میں اعراب کا محل نہیں ہوتا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کو منصوب بتقدیر الجث یا اشرح پڑھا جائے اس تقدیر پر یہ فعل مقدر کا مفعول ٹھہرے گا اور اسماء مرفوعہ استقراء سے آٹھ ہیں کیونکہ اسم مرفوع کا فاعل دو حالتوں سے خالی نہ ہو گا معنوی ہوگا یا لفظی اگر معنوی ہے تو معمول اس کا دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا مسند الیہ ہوگا یا مسند پس اول قسم مبتداء ہے اور مسند بہ ہو تو یہ بھی دو حالتو سے خالی نہیں یا اس میں شرط یہ ہوگی کہ یہ اسم ظاہر کا رافع ہوگا یا نہیں اگر رافع ہے تو یہ مبتداء کی دوسری قسم ہوگی جس کا ذکر آئے گا اور اگر رافع اسم ظاہر نہیں تو یہ خبر ہوگی اور دو عامل لفظی ہے پس مبتداء دو حالتوں سے خالی نہیں فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف اگر فعل ہے تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں اسم پر قائم ہے یا اسم پر واقع ہے۔ قسم اول فاعل ہوا اور قسم ثانی مفعول مفعول مالم یسم فاعلہ اور اگر معرفہ ہے تو اس کا معمول دو حالتوں سے خالی نہیں مسند الیہ ہوگا یا مسند اگر مسند الیہ ہے تو کلام موجب میں واقع ہے یا غیر موجب میں اول اسم افعال ناقصہ کا ہوگا سوائے لیس کے اور ثانی اسم لیس و اسم ما و لا مشبہتین کے ہوگا اور اگر مسند ہے تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں واقع ہوگا یا غیر موجب میں اول حروف مشبہ بالفعل کی خبر ہوگی اور ثانی لائے نفی جنس کی خبر ہوگی یہ آٹھ اسمائے مرفوع ہوئے۔

جمع المرفوع لا المرفوعة لان موصوفة الاسم و هو مذكر لا يعقل و يجمع هذا الجمع مطردا صفة المذكر الذى لا يعقل كالصافنات للمذكور من الخيل و جمال سجلات اى ضخمات و كالايام الخاليات.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مرفوعات کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں مرفوع کی جمع ہوگی یا مرفوعہ کی اور یہ دونوں درست نہیں اول اس لئے کہ جمع مؤنث سالم کا مطرد مؤنث ہی ہوتا ہے اور مرفوع مذکر ہے اور ثانی اس لئے کہ مرفوع اور منصوب اور مجرور یہ سب اسم کی صفات ہیں اور اسم مذکر ہے اور مرفوعہ مؤنث ہے لہذا درمیان موصوف صفت کے مطابقت نہیں ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مرفوع کی جمع ہے مرفوعہ کی نہیں کیونکہ اس کا موصوف اسم ہے اور وہ مذکر لا یعقل ہے اور مذکر لا یعقل میں جمع کا قاعدہ یہ ہے کہ وہ قیاسا اس قسم کے وزن کے جمع ہو کرآتا ہے جیسے صافنات جو مذکر گھوڑوں کا نام ہے اور سجلات جس کے معنی الرپہ ہونے کے ہیں یا جیسے خالیات جس کے معنی گزرنے کے ہیں یہ سب الفاظ مذکر لا یعقل ہیں اس لئے یہاں اور ان مذکورہ پر جمع ہوئے ہیں یعنی مذکر لا یعقل میں یہ قاعدہ ہے کہ اس کی جمع جمع مؤنث سالم کے وزن پر ہوگی۔ **هو اى المرفوع الدال عليه المرفوعات لان التعريف انما يكون للماهية لا للافراد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ھو کی ضمیر دو حالتوں سے خالی نہیں مرفوعات کی طرف لوٹے گی یا مرفوع کی طرف اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ مرفوعات مؤنث ہے اور ھو مذکر لہٰذا درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہ ہوگی اور ثانی اس لئے کہ اس سے اضمار قبل الذکر لازم آئے گا اور یہ درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ھو کی ضمیر مرفوع کی طرف راجع ہے اور اضمار قبل الذکر لازم نہیں آتا کیونکہ مذکور عام ہے خواہ

مطابقتاً ہو خواہ ضمناً اور یہاں اگرچہ مطابقتاً مذکور نہیں لیکن تضمناً مذکور ہے کیونکہ مرفوع پر مرفوعات کا لفظ دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ جمع ہے اور جمع کے ضمن میں مفرد پایا جاتا ہے گویا اس میں دلالت جمع کی جنس پر ہے افراد پر نہیں کیونکہ تعریف صرف شے کی ماہیت کی ہوتی ہے افراد کی نہیں۔ **ما اشتمل ای اسم ان اشتمل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا جس کی تشریح یہ ہے کہ مرفوع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں وہ حرف داخل ہوا جو اعراب کا محل ہو کیونکہ ہو بھی لفظ ہے یا شے ہے جو فاعلیت کے علامت پر مشتمل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما کا کلمہ عبارت اسم سے ہے لفظ اور شے سے نہیں کیونکہ بحث اسم کی ہے **علی علم الفاعلیۃ ای علامعہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حروف اور حرکات پر علم کا اطلاق درست نہیں کیونکہ علم اسم کے اقسام میں سے ہے اور اسم کلمہ کے اقسام میں سے اور کلمہ کے مفہوم میں وضع معتبر ہے اور حرکات اور حروف میں وضع نہیں ہوتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ علم سے یہاں مراد علامت ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے حروف اور حرکات پر علامت کا اطلاق ثابت ہوا۔ **کون الاسم فاعلا وھی الضمۃ و الواؤ و الالف.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **کون الاسم فاعلا** کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ رفع کا علامت فاعل ہونا مسلم نہیں کیونکہ علامت شے وہ ہوتی ہے جو شے سے منفک نہیں ہوتی اور رفع فاعل سے منفک ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ رفع سے مراد وہ ہے جو اسم کے فاعل ہونے کی علامت ہو نہ اس کی ذات کی علامت اور اس میں شک نہیں ہے کہ رفع اسم کے فاعل ہونے سے منفک نہیں ہوگا اور اسم کے فاعل ہونے کی علامت تین ہیں مفردات میں ضمہ اور جمع میں واؤ اور تثنیہ میں الف **فالمراد باشتمال الاسم علیھا ان یکون موصوفا بھا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر اشتمال سے اشتمال کل کا جزء پر ہے پس اس تقدیر پر مرفوع کی تعریف اس مرفوع پر صادق آتی ہے جو مرفوع بالحروف ہو نہ مرفوع بالحرکت پر کیونکہ وہ کلمہ کا جزء نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اشتمال کل کا جزء پر مراد نہیں اور یہ معلوم ہے کہ اسم فاعلیت کے لئے موصوف ہوتا ہے اور فاعلیت اس کی صفت ہوتی۔ **لفظا او تقدیرًا او محلًا و لا شک ان الاسم موصوف بالرفع المحلی اذ معنی الرفع المحلی انه فی محل لو کان ثمه معرب لکان مرفوعا لفظا او تقدیرًا فکیف یختص الرفع بما عد الرفع المحلی و ھو یبحث مثلا عن احوال الفاعل اذا کان مضمر متصلا کما سیجئی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مرفوع کی تعریف جامع نہیں ہے کیونکہ اس سے جاکل موسٰی اور جاکل ھؤلاء مرفوع خارج ہوا کیونکہ ان امثال میں مرفوع فاعلیت کی علامت پر مشتمل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل کی علامت عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے جاءنی زید میں ہے خواہ تقدیری ہو جیسے جاکل موسٰی میں ہے خواہ محلی ہو جیسے جاکل ھؤلاء میں ہے اور اس میں شک نہیں ہے کہ اسم رفع محلی سے بھی موصوف ہوتا ہے کیونکہ رفع محلی کے معنی یہ ہیں کہ وہ اسم ایسے محل میں واقع ہو کہ اگر وہاں معرب ہو تو وہ لفظاً یا تقدیراً مرفوع ہو جائے پس رفع کیونکر رفع محلی کی ماسوا سے مختص ہو سکتا ہے حالانکہ نحوی مثلاً اس فاعل کے احوال سے بحث کرتے ہیں جو ضمیر متصل ہو جیسے آگے آئے گا۔ **فمنه ای من المرفوع او مما اشتمل علی علم الفاعلیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ منہ کی ضمیر مرفوع کی طرف یا مما اشتمل کی طرف راجع ہے۔

الفاعل:......

و انما قدمه لانه اصل المرفوعات عند الجمهور و لانه جزء الجملة الفعلية التی هی اصل الجمل و لان عامله اقوی من عامل المبتداء و قیل اصل المرفوعات المبتداء لانه باق علی ما هو الاصل فی المسند الیه و هو التقدم بخلاف الفاعل و لانه یحکم علیه بکل حکم جامدٍ او مشتق فکان اقوی بخلاف الفاعل فانه لا یحکم علیه الا بالمشتق.

یعنی مرفوع میں سے ایک فاعل ہے اور مرفوع کے اصل میں دو مذہب ہیں ایک مذہب جمہور کا دوسرا مذہب علامہ زمخشری کا ہے جمہور کے مذہب میں اصل مرفوعات ہے اور زمخشری کے نزدیک اصل مرفوعات مبتداء ہے چونکہ جمہور کا مذہب مصنف کا نیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک قوی تھا اس لئے فاعل کو مقدم ذکر کر کے یہ کہہ دیا یہ جمہور کے نزدیک اصل مرفوعات فاعل ہے کیونکہ فاعل جملہ فعلیہ کا جزء ہوتا ہے اور فعل باعتبار عمل کے اصل ہوا ہے دوسری یہ کہ عامل فاعل کا لفظی ہوتا ہے اور مبتداء کا عامل معنوی ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ عامل لفظی عامل معنوی سے قوی ہوتا ہے۔ یہ فاعل کے اصل مرفوعات ہونے کی دلیلیں ہوئیں اور زمخشری کا مذہب یہ ہے کہ اصل مرفوعات میں مبتداء ہے کیونکہ مبتداء مسند الیہ کے اصل پر باقی رہتا ہے اور اصل مسند الیہ میں تقدم ہے۔ اس لئے سب سے مقدم اصل مبتداء ہے بخلاف فاعل کے کہ اس کا رتبہ تأخر ہی دوسرے سے یہ کہ مبتداء کی خبر جامد اور مشتق دونوں ہو سکتی ہے بخلاف فاعل کے کہ اس کا مسند صرف مشتق ہی ہوتا ہے اس لئے مبتداء باعتبار مسند کے فاعل سے زیادہ قوی ثابت ہوا یہ علامہ زمخشری کی دلیل ہوئی۔ **و هو ای الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہو ضمیر مرفوع فاعل کی طرف راجع ہے۔ **ما ای اسم حقیقة او حکما لیدخل فیه مثل قولهم اعجبنی ان ضربت زیدًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اعجبنی ان ضربت زیدًا کی ترکیب کا فاعل خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ او حکما کی قید بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اسم عام ہے خواہ صریحی ہو یا تاویلی اور فاعل اس مثال مذکورہ میں اگرچہ صریحی حقیقی نہیں لیکن تاویلی اور تقدیری ہے اس لئے فاعل کی تعریف جامع ہوئی اور مثال مذکورہ کا فاعل اس میں داخل ہوا۔ **اسند الیه الفعل بالاصالة لا بالتبعیة لیخرج عن الحد توابع الفاعل و کذا المراد فی جمیع حدود المرفوعات و المنصوبات و المجروررات غیر التابع** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں ہے کیونکہ اس میں جاء نی زیدٌ و عمرٌ کی ترکیب کا عمر داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما اسند الیہ الفعل ہے حالانکہ یہ فاعل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مراد اسناد سے اسناد بالاصالہ ہے اور ترکیب مذکور میں اگرچہ اسناد فعل کا عمر کی طرف بھی ہے لیکن وہ بالاصل نہیں بلکہ بالطبع ہے لہٰذا فاعل کی تعریف مانع ثابت ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لا بالتبعیۃ کی قید اس لئے بڑھائی ہے کہ فاعل کی تعریف سے فاعل کے توابع خارج ہو جائیں اور اسی طرح مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کی تعریف میں مراد مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات سے بالاصل ہیں نہ توابع **بقرینته ذکر التوابع بعدها** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کی تعریف میں اسناد مطلق ہے اور یہاں اسناد بالاصالہ مقید مراد لیا گیا اور یہ تعریف میں مجاز کا لینا ہے اور تعریفات میں مجاز کا لینا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن تعریفات میں مجاز لینا بغیر قرینہ کی درست

نہیں ہوتا اور یہاں قرینہ موجود ہے اور وہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے بعد توابع کا ذکر کرنا ہے لہٰذا یہ اخذ مجاز تعریف میں درست ہے۔ **او شبهه ای ما شبهه فی العمل و انما قال ذالک لیتناول فاعل اسم الفاعل و الصفة المشبهة و المصدر و اسم الفعل و افعل التفضیل و الظرف** یہ اوپر ما اسند الیه الفعل پر عطف ہے یعنی فاعل وہ اسم ہے جس کی طرف فعل یا شبہ فعل کی نسبت ہو اور شبہ وہ فعل ہے جو عمل میں فعل کے مشابہ ہو اور وہ عام ہے خواہ اسم فاعل ہو خواہ صفت مشبہ خواہ مصدر خواہ اسم فعل خواہ اسم تفضیل خواہ ظرف ہو کیونکہ یہ سب عمل میں فعل کے مشابہ میں جو عمل فعل کرے گا وہ ہی عمل یہ کریں گے عمل کی قید بڑھانے سے شبہ فعل ان سب کو شامل ہوا **و قدم ای الفعل او شبهه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا ہے کہ قدم کا فاعل فعل ہے یا شبہ فعل **علیه ای علی ذالک الاسم** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ علیہ کی ضمیر مجرور اسم کی طرف راجع ہے۔ **و احترز به عن نحو زید فی زید ضرب لانه مما اسند الیه الفعل لان الاسناد الی ضمیر شیء اسناد الیه فی الحقیقة لکنه موخر عنه.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قدم علیہ کا قول احترازی ہے اس سے زید ضرب کی ترکیب کے زید لفظ سے احتراز کیا کیونکہ یہ زید بھی وہ اسم ہے جس کی طرف فعل کی نسبت ہوئی ہے کیونکہ ضرب کے فعل میں جو ضمیر ہو ہے وہ زید کی طرف لوٹتی ہے ظاہر میں اس ضرب کی نسبت اگر چہ ضمیر کی طرف ہے لیکن شے کی ضمیر کی طرف اسناد حقیقت میں اس شے کی طرف مانا جاتا ہے پس اس قدم کی قید سے زید فاعلیت کی تعریف سے خارج ہو کیونکہ فعل فاعل سے مقدم ہوتا ہے اور یہاں موخر ہے اس لئے یہاں زید ترکیب میں مبتداء اور ضرب کا جملہ اس کی خبر واقع ہوئی ہے۔ **و المراد تقدیمه علیه وجوبا لیخرج عنه المبتداء المقدم علی خبره نحو کریم من یکرمک** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں کریم من یکرمك کی مثال کا مبتداء داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما اسند الیه الفعل الخ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعل اور شبہ فعل کی تقدیم سے مراد تقدیم وجوبی ہے اور خبر کی تقدیم مبتداء پر جائز ہے واجب نہیں لہٰذا فاعل کی تعریف سے مثال مذکورہ کا مبتداء خارج ہوا اور تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **فان قلت قد یجب تقدیمه اذا کان المبتدأ نکرة و الخبر ظرفا نحو فی الدار رجل.** یہ اوپر والے سوال کے جواب پر ایک اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مبتداء جب نکرہ ہو اور خبر ظرف ہو جیسے فی الدار رجل میں ہے تو اس صورت میں مبتداء کے خبر کی تقدیم واجب ہوتی ہے۔ **قلت المراد وجوب تقدیم نوعه و لیس نوع الخبر ما یجب تقدیمه بخلاف نوع ما اسند الی الفاعل** یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مراد تقدیم وجوبی سے تقدیم وجوبی نوعی ہے اور مثال مذکورہ میں تقدیم وجوبی فردی ہے اس لئے خبر کی نوع تقدیم وجوبی کے افراد میں سے نہیں بخلاف نوع فعل یا شبہ فعل کے جس کا اسناد فاعل کی طرف ہوتا ہے کہ اس کی تقدیم فاعل پر واجب ہے **علی جهة قیامه ای اسنادا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ علی جہۃ قیامہ کا قول ترکیب میں جار مجرور واقع ہوا ہے اور جار مجرور میں قاعدہ یہ ہے کہ جب یہ کسی عبارت میں واقع ہو تو اس میں اعراب محلی کی ضرورت ہوتی ہے پس اس کا اعراب محلی کونسا ہوگا؟

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ یہاں اس کا اعراب محلی بناء پر مصدریت نصب ہے واقعا علی طریقۃ قیام الفعل او شبہہ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واقعا کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصدر میں شرط یہ ہے کہ فعل کے معنی

اس پر مشتمل ہوں جیسا اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور اسند کے معنی اسناد پر مشتمل ہیں علی جہۃ قیامہ پر مشتمل نہیں لہٰذا اس کی مصدریت صحیح نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کی مصدریت مجازاً باعتبار موصوف محذوف اسناداً کے ہے اور واقعا کے بڑھانے سے اس سوال کا جواب بھی دیا جو کہ اس طرح وارد ہوتا تھا کہ جار مجرور کی ظرفیت اور مصدریت اور حالیت باعتبار متعلق کے ہوتی ہے اور علی جہۃ قیامہ کا متعلق اسند مذکور ہوا یا یہ اسناداً محذوف کا لفظ ہوگا بناء بر اول تقدیم صفت موصوف پر لازم آتی ہے اور بناء ثانی اتصاف شے بنفسہ لازم آتا ہے اور یہ دونوں باطل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ واقعا کا لفظ بڑھا کر اس سوال مذکورہ کا جواب اس طرح دیا کہ علی جہۃ قیامہ کا متعلق نہ اسند مذکور ہے نہ اسناد مذکور ہے اسناد محذوف بلکہ اس کا متعلق واقعا ہے یعنی فاعل وہ اسم ہے جس پر بطریق قیام فعل اور شبہ فعل مقدم ہو بہ ای بالفاعل اس کے بڑھا نے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بہ کی ضمیر فاعل کی طرف راجع ہے۔ **فطریق قیامہ بہ ان یکون علی صیغۃ المعلوم او علی ما فی حکمہا کالاسم الفعل و الصفۃ المشبہۃ** اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے مات زید اور طال زید کی ترکیبوں کا فاعل خارج ہوا اس لئے کہ قیام سے متبادر یہ ہے کہ اس کے حدوث کے معنی ہوں اور موت وطول ترکیب مذکورہ میں فاعل سے حادث اور صادر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل اور شبہ فعل کے قیام کا طریقہ یہ ہے کہ بصیغہ معلوم یا اس کے حکم میں ہو جیسے اسم فاعل اور صفت مشبہ میں ہے اور یہ اس تقدیر پر عام ہے خواہ فاعل سے حادث اور صادر ہو یا اس کے ساتھ قائم ہو۔

مثال مذکورہ میں اگرچہ فاعل سے صادر نہیں لیکن اس کے ساتھ قائم لہٰذا اب فاعل کی تعریف جامع ثابت ہوئی **و احترز بہذا القید عن مفعول ما لم یسم فاعلہ کزید فی ضرب زید علی صیغۃ المجہول** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف کا یہ قول علی جہۃ قیامہ احترازی ہے اس قید سے ضرب زید کی ترکیب کے زید مفعول مالم یسم فاعلہ سے احتراز کیا کیونکہ یہ بصیغہ مجہول ہے بصیغہ معلوم نہیں۔ **و الاحتیاج الی ہذا القید انما ہو علی مذہب من لم یجعلہ داخلا فی الفاعل کا لمصنف و اما علی مذہب من جعلہ داخلا فیہ کصاحب المفصل فلا حاجۃ الی ہذا القید بل یجب ان لا یقید بہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نحاۃ کی سرگروہ اور رئیس صاحب مفصل ہیں اور انہوں نے علی جہۃ قیامہ کے قول کو اپنے مفصل میں ذکر نہیں کیا ہے پس مصنف کا یہ نے اس کی مخالفت کیونکر کی حالانکہ کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قید مذکور بڑھانے کی حاجت اور ضرورت بناء بر مذہب اس کے ہے جو مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کی تعریف میں داخل نہیں مانتے ہیں جیسے مصنف کافیہ اس کے قائل ہیں اور بناء بر مذہب اس کے جو اس مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل کی تعریف میں داخل مانتے ہیں جیسے صاحب مفصل اس کے قائل ہیں بنا بر اس مذہب بڑھانے کی حاجت اور ضرورت نہیں بلکہ اس قید کا چھوڑ دینا واجب اور ضروری ہے۔ **مثل زید فی قام زید فہذا مثال لما اسند الیہ الفعل،** یہ اس فاعل کی مثال ہے جس کی طرف فعل کا اسناد ہو جیسے زید قائم ابوہ کی مثال میں ابوہ فاعل اور قائم شبہ فعل اس کی طرف مسند ہے۔

و مثل ابوہ فی زید قائم ابوہ فہذا مثال لما اسند الیہ شبہہ الفعل

اس میں فاعل کی مثال ہے جس کی طرف شبہ فعل کا اسناد ہو جیسے زید قائم ابوہ کی مثال میں ابوہ فاعل اور قائم شبہ فعل اس کی طرف مسند ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں مثل کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ مثال اوپر کی مثال پر عطف ہے۔ **و الاصل فی الفاعل ای ما**

ینبغی ان یکون الفاعل علیه اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اصل کے معنیٰ قاعدہ کے ہیں اور قاعدہ فاعل میں یہ ہے کہ فعل کے قریب ہو پس اس تقدیر پر ضربک زید کی ترکیب جائز نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہاں درمیان فعل اور فاعل کے ک ضمیر مفعول کے ساتھ فصل واقع ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل تین معنیٰ ہیں اول قاعدہ دوم **ما یتبنی علیه الشیء** سوم راجح یہاں اصل کے معنیٰ بھی مراد ہیں قاعدہ کے معنیٰ مراد نہیں یعنی فاعل قاعدہ راجح جس پر فاعل کا ہونا ضروری ہو یہ ہے کہ وہ فعل کے قریب ہو ان لم یمنع مانع اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تحریر یہ ہے کہ قاعدہ راجحہ مذکورہ فاعل میں مسلم نہیں بلکہ ممنوع ہے جیسے ما ضرب زیدٌ الا عمرٌ میں ہے کہ یہاں فاعل فعل کے قریب نہیں بلکہ مفعول فعل کے قریب واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل میں یہ قاعدہ راجحہ مذکورہ بالا جب ہے جب اس کا کوئی مانع نہ ہو اور یہاں مثال مذکور میں مانع موجود ہے اور وہ فاعل کا الا کے بعد میں واقع ہونا ہے اس مانع کی وجہ سے اس قاعدہ راجحہ کی مخالفت ہوئی ہے۔

ان یلی الفعل:......

المسند الیه ای یکون بعده من غیر ان یتقدم علیه شیء آخر من معمولات لانه کالجزء من الفعل لشدة احتیاج الفعل الیه و یدل علی ذلک اسکان اللام فی ضربت لانه للدفع توالی اربع حرکات فیما هو بمنزلة کلمة واحدة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب فاعل میں قاعدہ راجحہ یہ ہے کہ فعل کے قریب ہو تو اس تقدیر پر چاہئے کہ جاء الرجل کی ترکیب ضعیف مانی جائے کیونکہ اس میں درمیان فعل اور فاعل کے الف لام کے ساتھ فصل واقع ہوئی ہے جو مضر قرب کے ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں قرب کے معنیٰ یہ ہیں کہ درمیان فعل اور فاعل کے فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول واقع نہ ہوا ہو بلکہ فاعل فعل کے بعد میں اس طرح واقع ہو کہ فعل کے معمولات میں سے کوئی معمول اس پر مقدم نہ آئے کیونکہ فاعل بمنزلہ فعل کے جزء کے ہے کیونکہ فعل کی فاعل کی طرف اشد ضرورت اور احتیاج ہوتا ہے اس فاعل کے جزء ہونے پر ضربت کے لام کلمہ کا سکون دلالت کرتا ہے کیونکہ یہ لام کلمہ اس لئے ساکن کر دیا گیا ہے کہ ایک کلمہ میں پے در پے لگاتار چار حرکات نہ آ گئیں اور مثال مذکورہ میں الف لام فعل کا معمول نہیں ہے۔ **فلذلک للاصل الذی یقتضی تقدم الفاعل علی سائر معمولات الفعل** یہ اوپر کے قول پر تفریع ہے اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ذلک کا مشارٌ الیہ اصل ہے یعنی بسبب اس اصل جو فاعل کے تقدم فعل کے تمام معمولات پر چاہتی ہے ضرب غلامہ زید کی ترکیب جائز ہے۔ **جاز ضرب غلامه زید لتقدم مرجع الضمیر و هو زید رتبة فلا یلزم الاضمار قبل الذکر مطلقا بل لفظا فقط ذلک جائز** یہ ترکیب مذکور اس لئے جائز ہے کہ اس میں غلامہ کی ضمیر کا مرجع جو زید ہے رتبہ میں مقدم ہے اگرچہ باعتبار لفظ کے مؤخر ہے کیونکہ فعل کے بعد رتبہ فاعل ہی کا ہوتا ہے پس اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر مطلق لازم نہیں آیا بلکہ صرف لفظ میں اضمار قبل الذکر معلوم ہوتا ہے بعد رتبہ فاعل ہی کا ہوتا ہے پس اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر مطلق لازم نہیں آیا بلکہ صرف لفظ میں اضمار قبل الذکر معلوم ہوتا ہے اور یہ جائز ہے۔ **و امتنع ضرب غلامه زیدا لتاخر مرجع الضمیر و هو زید لفظا رتبة فیلزم الاضمار قبل الذکر لفظا و رتبة و ذلک غیر جائز خلافا ملا خفش و ابن جنی و مستندهما فی ذلک قول الشاعر شعر جزی ربه عنیّ عدی بن حاتم جزاء الکلاب العاویات و قد فعل** یہ ترکیب مذکورہ منع ہے اس لئے کہ اس میں غلامہ کے لفظ کو ضرب کا فاعل اور زید کو اس کا مفعول ٹھہرایا ہے اور مفعول کا درجہ فاعل کے بعد ہوتا ہے لہٰذا یہ

زید لفظاً اور رتبۃً دونوں میں مؤخر ہو اور یہی غلام کی ضمیر کا مرجع ہے لہٰذا اس تقدیر پر اس ترکیب میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور معنیً دونوں لازم آیا اور یہ
ناجائز ہے اس لئے یہ ترکیب ممنوع ٹھہرائی گئی ہے لیکن اس میں اخفش اور ابن جنی اختلاف کرتے ہیں یعنی یہ لوگ اضمار قبل الذکر لفظاً اور معنیً کو بھی
جائز ٹھہراتے ہیں اور ان کا استدلال اس شاعر کے قول سے ہے جو اوپر عبارت عربی میں مذکور ہو چکا ہے جس کے معنی یہ ہیں عدی ابن حاتم کو اس
کے رب نے کتوں کی سی سزا دی۔ اس شعر میں ربہ کی ضمیر عدی ابن حاتم کی طرف راجع ہے اور یہ ترکیب میں جزا کا مفعول ہے اور مفعول کا رتبۃً مؤخر
ہوتا ہے چونکہ یہ باعتبار لفظاً اور رتبہ کے مؤخر ہوا لہٰذا ربہ کی ضمیر میں اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آیا اگر یہ ناجائز ہوتا تو شاعر اپنے قول میں کیونکر
ذکر کرتے اس سے معلوم ہوا کہ یہ جائز ہے یہ ابن جنی اور اخفش کا استدلال ہے۔ **واجيب عنه بان هذا الضرورة الشعر و المراد
عدم جوازه فى سعة الكلام** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اخفش اور ابن جنی کے استدلال کا جواب بتایا ہے کہ اس شعر میں یہ
اضمار قبل الذکر لفظاً اور معنیً بوجہ ضرورت شعری کے واقع ہوا ہے اور مقصود عدم جواز سے سعۃ کلام یعنی نثر میں ہے۔ **و بانه لا نسلم ان الضمير
يرجع الى العدى بل الى لا المصدر الذى يدل عليه الفعل اى جزى ربه الجزاء** یہ اخفش اور ابن جنی کے استدلال کا
دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں ہے۔ جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ ربہ کی ضمیر کا عدی ابن حاتم کی طرف راجع
کردینا مسلم نہیں ہے بلکہ یہ ضمیر اس فعل کے مصدر کی طرف راجع ہے جس پر وہ فعل دلالت کرے۔ جس کی تقدیر جزاء رب الجزاء ہے یعنی یہ ضمیر
جزاء فعل میں جو مصدر ہے اس کی طرف راجع ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ **و اذا انتفى الاعراب الدال
على فاعلية الفاعل و مفعولية المفعول بالوضع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعراب کے معنی بتائے ہیں کہ اعراب اس
حرف حرکت کو کہتے ہیں جو فاعل کے فاعل ہونے پر اور مفعول کے مفعول ہونے پر بالوضع دلالت کرے۔ **لفظا فيهما اى فى الفاعل
المتقدم ذكره صريحا وفى ضمن الامثلة و المفعول المتقدم ذكره فى ضمن الامثلة** اس میں شارح رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ فیہما کی ضمیر مجرور فاعل اور مفعول کی طرف راجع ہے اور فاعل مذکور ہے اور
مفعول غیر مذکور لہٰذا یہاں اضمار قبل الذکر لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اور صراحتاً اور مثالوں کے ضمن میں مذکور ہو
چکا ہے اور مفعول اگرچہ کلام میں صریحاً مذکور نہیں ہے لیکن مثالوں کے ضمن میں مذکور ہے لہٰذا اب اضمار قبل الذکر لازم نہیں آیا۔ یعنی جب اعراب
فاعل اور مفعول کے لفظوں میں منتفی ہو اور اس پر قرینہ بھی نہ ہو یا فاعل ضمیر متصل ہو یا فاعل کا مفعول الا کے بعد آئے یا اس کے معنی کے واقع ہو تو ان سب
صورتوں میں فاعل کا مفعول پر مقدم کرنا واجب ہے۔

و القرينة:.....

اى الامر الدال عليهما لا بالوضع اذ لا يعهدان يطلق على ما وضع بازاء شىء انه قرينه عليه فلا يرد عليه ان ذكر الاعراب مستغنى عنه اذا لقرينة شاملة له و هى اما لفظية نحو ضربت موسى حبلى و معنوية نحو اكل كمثرى يحيى

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قرینہ کے ساتھ ہی اعراب کا ذکر کرنا
مستدرک اور بے کار ہے کیونکہ قرینہ امر دال علی تعیین شے کو کہتے ہیں اور یہی معنی اعراب کے ہیں درمیان میں فرق ہے وہ یہ کہ اعراب اس کو کہتے ہیں جو
فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر بالوضع دلالت کرے بخلاف قرینہ کے یہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت پر دلالت کرتا ہے لیکن بالوضع

نہیں پس اس سے یہ لازم نہیں ہوگا کہ عموما ہر جگہ یہ قاعدہ ہو جو چیز کسی شے کے مقابلہ میں موضوع ہو وہ قرینہ ہی ہوگا کیونکہ قرینہ میں وضع نہیں ہوتی ہے جب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعرودال کے ساتھ وضع کی قید بڑھائی تو اس تقدیر پر اوپر والا سوال اعراب کے ذکر کے بے کاری کا دفع ہوا کیونکہ اعراب کا ذکر قرینہ کو شامل نہیں ہوتا اور قرینہ کی دو قسمیں ہیں لفظی جیسے ضربت موسیٰ حبلی میں تائے تانیث حبلی کے فاعل ہونے کا قرینہ لفظی ہے اور دوسرے معنوی جیسے اکل الکمثری یحییٰ میں یحییٰ کے فاعل ہونے کا قرینہ معنوی ہے کیونکہ اکل کمثری سے صادر نہیں ہوسکتا ہے اور کمثری کے معنی امرود یا ناشپاتی کے ہیں۔ **او كان الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ کان کا اسم یہ فاعل کا لفظ ہے **مضمرًا متصلًا بالفعل بارزًا كضربت زيدًا او مستكنا كزيد ضرب غلامه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ متصلا کا لفظ فعل سے متعلق ہے یعنی فاعل ضمیر بارز فعل سے متصل ہوگا جیسے ضربت زیدا میں ہے یا مستتر ہوگا جیسے ضرب غلامہ میں ہے۔

بشرط ان يكون المفعول متاخرًا عن الفعل لئلا ينتقض بمثل زيدًا ضربت.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ زیدا ضربت سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فاعل ضمیر متصل بالفعل ہے اور باوجود اس کے یہاں فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تقدیم فاعل میں یہ شرط ہے کہ مفعول بہ فعل سے مؤخر ہو اور مثال مذکور میں مفعول فعل سے مقدم ہوگیا ہے اس لئے قاعدہ مذکورہ بالا اس سے منقوض نہیں اور وہ درست اور صحیح ٹھہرا **او وقع مفعوله اى مفعول الفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مفعولہ کی ضمیر مجرور فاعل کی طرف راجع ہے اور مفعول کے معنی یہاں لغوی لئے جائیں گے تاکہ اس کی اضافت فاعل کی طرف صحیح ہوسکے **بعد الا بشرط توسطها بينهما فى صورتى التقديم و التاخير نحو ما ضرب زيد الا عمرًا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا ما ضرب الا عمرًا زیدٌ سے منقوض ہے کیونکہ یہاں مفعول بعد الا کے واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے فاعل کی تقدیم مفعول پر واجب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس حکم میں یہ شرط ہے کہ الا کا لفظ درمیان فاعل اور مفعول کے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں واقع ہو جیسے ما ضرب زیدٌ الا عمرًا میں ہے اور مثال مذکور میں الا کا توسط درمیان فاعل اور نہ مفعول کے نہیں ہے اس لئے قاعدہ مذکورہ بالا کا نقض دفع ہوا۔ **او بعد معناها نحو انما ضرب زيدٌ عمرًا** یہ الا کے معنی کی مثال ہے۔

وجب تقديمه:......

اى تقديم الفاعل على المفعول فى جميع هذه الصور اما فى صورة انتفاء الاعراب فيهما و القرينة فلتحرز من التباس و اما فى صورة كون الفاعل ضميرًا متصلا فلمنا فاة الاتصال الانفعال اما فى صورة و قوع المفعول بعد الا لكن بشرط توسطها بينهما فى صورتى التقديم و التاخير لئلا ينقلب الحصر المطلوب فان المفهوم من قوله ما ضرب زيد الا عمرا انحصار ضاربته زيد فى عمر و مع جواز ان يكون عمرو مضروبا لشخص اخر المفهوم من قوله ما ضرب عمرًا لا زيدا انحصار مضروبته عمر و فى زيد مع جواز ان يكون زيد ضاربا بالشخ اخر فلو انقلب احدهما بالأخر لانقلب الحصر المطلوب.

یعنی فاعل کا مفعول پر مقدم ہونا ان تمام صورتوں میں واجب ہے اور اعراب اور قرینہ کے انتفاء کی صورت میں فاعل کی تقدیم التباس سے

واجب ہے کہ درمیان فاعل اور مفعول کے التباس سے احتراز ہو جائے کیونکہ اگر یہاں تقدیم واجب نہ مانی جائے تو پتہ نہ معلوم ہوگا کہ فاعل اول لفظ ہے یا ثانی اور فاعل کے ضمیر متصل ہونے کی صورت میں تقدیم اس لئے واجب ہے کہ درمیان اتصال انفعال کے منافات ہے اگر فاعل مفعول سے مؤخر کیا جائے تو اس صورت میں فعل سے فصل لازم آجائے گی حالانکہ فصل نہیں بلکہ اتصال ہے اور مفعول کے بعد الا کے واقع ہونے کی صورت میں بشرط توسط الا کے درمیان فاعل اور مفعول کے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں تقدیم فاعل اس لئے واجب ہے کہ حصر مطلوب منقلب نہ ہو کیونکہ ماضرب زیدٌ الاعمرا کے قول کا مفہوم زید کی ضاربت کا انحصار ہے جس کی تقدیر پر یہ معنی ہیں کہ زید ہی نے عمر کو مارا باوجود اس کے جائز ہے کہ عمر مضروب شخص آخر کا بھی ہوا اور ماضرب عمرٌ االا زید کے قول کا مفہوم عمر کے مضروبیت کا انحصار ہے یعنی زید نے عمر ہی کو مارا باوجود اس کے جائز ہے کہ زید شخص آخر کا بھی ضارب ہو پس اگر ان دو ترکیبوں میں سے ایک ترکیب دوسرے کے ساتھ پلٹے تو حصر مطلوب مذکور بھی پلٹ جائے گا اور خلاف مقصود متکلم ہو جائے گا اس لئے یہاں تقدیم فاعل کی مفعول پر واجب ٹھہری۔

و انما قلنا بشرط توسطها بينهما في صورتي التقديم و التاخير لانه لو قدم المفعول على الفاعل مع الا فيقال ما ضرب الا عمرًا زيد فالظاهر ان معناه انحصار ضياء بيته زيد في عمر و ذا لحصر انما في ما يلي الا فلا ينقلب الحصر المطلوب فلا يجب تقديم الفاعل لا كن لم يستحسن بعضهم لانه من قبيل قصر الصفة قبل تمامها.

اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بشرط توسطها بينهما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح ہو چکی ہے اب یہاں اس قید کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں بشرط توسطها بينهما کی قید اس لئے بڑھائی ہے اگر مفعول کو الا کے ساتھ فاعل پر مقدم کیا جائے اور ما ضرب الا عمرًا زيدًا بڑھا جائے تو اس تقدیر پر ظاہر یہ ہے کہ اس کے معنی زید کی ضاربیت کے انحصار کے ہوں گے کیونکہ حصر اس میں ہوتا ہے جو کلمہ الا کے قریب ہو پس یہاں چونکہ حصر مطلوب کا انقلاب نہیں ہوتا اس لئے فاعل کی تقدیم واجب نہیں لیکن بعضے نے اس کو بھی مستحسن نہیں سمجھا ہے کیونکہ اس میں صفت کے تمام ہونے سے پیشتر صفت کا قصر لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ **و انما قلنا الظاهر ان معناه كذا الاحتمال ان يكون معناه ما ضرب احدًا احدٌ الا عمرًا زيدٌ فيفيد انحصار صفته كل واحد منهما في الأخر و هو ايضا خلاف المقصود** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فالظاهر ان معناه انحصار ضاربيته زيد في عمر کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کے بڑھانے کی وجہ اور دلیل بیان کرتے ہیں کہ ہم نے اوپر فالظاہر ان معناه كذا اس لئے بڑھا کر کہا ہے کہ احتمال ہے کہ اس کے معنی ماضرب احدًا احدٌ الا عمرا زید کے ہوں پس اس تقدیر پر فاعل اور مفعول ہر ایک کے انحصار کا فائدہ مقصود ہوگا اور یہ بھی خلاف مقصود ہے اس لئے فالظاهران معناه الخ کی قید کے بڑھانے کی ضرورت واقع ہوئی۔ **و اما وجوب تقديمه على في صورة وقوع المفعول بعد معنى الا لان الحصر ههنا في الجزء الا خير فلو اخر الفاعل لا تقلب المعنى قطعا** یعنی مفعول کے بعد معنی الا کے واقع ہونے کی صورت میں فاعل کی تقدیم مفعول پر اس لئے واجب ہے کہ حصر یہاں جزء آخر میں ہے پس اگر فاعل کو مفعول سے مؤخر کیا جائے تو صورت میں یقیناً معنی کلام کے منقلب ہو جاویں گے اور خلاف مقصود لازم آئے گا۔ اس لئے فاعل کی تقدیم اس صورت میں بھی ضروری اور لازمی ہے۔ **و اذا اتصل به اى بالفاعل ضمير مفعول نحو ضرب زيدًا غلامه او وقع اى بالفاعل بعد الا المتوسطة بينهما في صورتي التقديم**

و التاخیر نحو ما ضرب عمرًا الا زید و فائدة ھذا لقید مثل ما عرفت ایضا او وقع الفاعل بعد معناھا ای معنیٰ الا نحو انما ضرب عمرًا الا زید او اتصل مفعوله به بان یکون المفعول ضمیرا متصلاً بالفعل۔ یعنی جب فاعل کے ساتھ مفعول کی ضمیر متصل ہو جیسے ضرب زیدًا غلامہ میں ہے یا فاعل بعد اس الا کے واقع ہو جو تقدیم اور تاخیر کی دونوں صورتوں میں درمیان فاعل اور مفعول کے متوسط آیا ہو جیسے ما ضرب زیدًا الا عمر کی مثال میں ہے اور اس توسط کی قید کا فائدہ اوپر معلوم ہو چکا وہاں ملاحظہ ہو یا فاعل الا کے معنیٰ کے بعد واقع ہو جیسے ضرب عمرًا زید کی مثال میں ہے یا فاعل کا مفعول فعل سے متصل ہو اس طرح کہ مفعول ضمیر متصل بالفعل ہو۔

و ھو ای الفاعل غیر ضمیر متصل به نحو ضربک زید وجب تاخیرہ ای تاخیر الفاعل عن المفعول فی جمیع ھذاہ الصور اما فی صورة اتصال ضمیر المفعول به لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر لفظًا و رتبةً و اما فی صورةِ وقوعه بعد الا او معناھا لئلا ینقلب الحصر المطلوب و اما فی صورة کون المفعول ضمیرًا متصلاً و الفاعل غیر متصل لمنافاة الاتصال الانفصال بتوسط الفاعل الغیر المتصل بنیه و بین الفعل بخلاف و اذا کان الفاعل ایضًا ضمیرًا متصلاً فانه حینئذ یجب تقدیم الفاعل نحو ضربتک۔

اور فاعل غیر ضمیر متصل بالفعل ہو جیسے ضربک زید میں ہے تو ان تمام صورتوں میں فاعل کی تاخیر مفعول سے واجب ہے مفعول کی ضمیر متصل ہونے کی صورت میں اس لئے تاخیر فاعل واجب ہے کہ اضمار قبل الذکر لفظًا اور رتبۃً لازم نہ ہو اور الا یا اس کے معنیٰ کے بعد واقع ہونے کی صورت میں اس لئے تاخیر فاعل واجب ہے کہ حصر مطلوب انقلاب لازم نہ ہو اور مفعول کے ضمیر متصل اور فاعل کے غیر متصل ہونے کی صورت میں تاخیر فاعل اس لئے ضروری ہے کہ اگر فاعل غیر متصل درمیان مفعول اور فعل کے متوسط واقع ہو تو اس صورت میں درمیان اتصال اور انفصال کے منافات ہوگی بخلاف اس کے کہ فاعل بھی ضمیر متصل ہو اس صورت میں فاعل کی تقدیم واجب ہے جیسے ضربتک میں ہے **و قد یحذف الفعل الرافع للفاعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح فعل محذوف ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل بھی محذوف ہوتا ہے پس مصنف نے فعل کے حذف کا خاص کر کے کیوں ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد رافع فاعل ہے اور وہ عام ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ فعل۔ **لقیام قرینة والة علی تعین المحذوف جوازًا ای حذف جائزًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جوازًا کا قول یحذف کے قول کا مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ فعل مذکور کے معنیٰ اس پر ایسے مشتمل ہوں کہ جیسا اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے اور یہاں فعل مذکور کے معنیٰ حذف پر مشتمل ہیں نہ جوازًا پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جوازًا مفعول مطلق ہے باعتبار موصوف محذوف حذفًا کے اب اس پر ایک سوال مقدر کا وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ صفت اپنے موصوف پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ یہ حمل مصدر علی المصدر ہے یہ اور یہ باطل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جائزًا کا لفظ بڑھا کر جواب دیا کہ جوازًا مصدر بمعنی للفاعل بمعنیٰ جائزًا کے ہے لہٰذا اب حمل درست ثابت ہوا۔ **فی مثل زید ای فی ما کان جوابًا لسوالٍ محققٍ لمن قال من قام سائلًا عمن یقوم به القیام فیجوز ان تقول زید بحذف قام ای قام زید و یجوز ان تقول قام زید**

بذکرہ. یعنی عامل رافع فاعل کا حذف وہاں جائز ہے جہاں فاعل سوال محقق کا جواب واقع ہو جیسے زید کہیں اسی شخص کے سوال کے جواب میں جو اس شخص کے متعلق سوال کرے جس سے قیام صادر ہو پس قام عامل رافع کو حذف کر کے صرف زید کہہ سکتے ہیں اور قام کو ذکر کے قام زید کہنا بھی جائز ہے۔ **و انما قدر الفعل دون الجز لان تقدير الجز يوجب حذف الجملة و تقدير الفعل حذف احد جزئيهما و التقليل في الحذف اولى** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس ترکیب کو فعل کے حذف کے باب سے مانا ہے خبر کے حذف کے باب سے نہیں ٹھہرایا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس ترکیب مذکور میں فعل اس لئے مقدر مانا ہے کہ خبر کی تقدیر سے جملہ کا حذف ہونا لازم ہوتا ہے اور فعل کی تقدیر سے صرف جملہ کے ایک ہی جزء کا حذف لازم آتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ حذف میں تقلیل اولیٰ ہے خبر کی تقدیر کو چھوڑ کر فعل کی تقدیر کی خصوصیت کی یہی وجہ ہے۔

و كذا يحذف جوازًا في ما كان جوابًا لسوال مقدر نحو قول الشاعر في مرثية يزيد بن هنشل ليبك على البناء للمفعول يزيد مرفوع على انه مفعول ما لم يسم فاعله ضارع اى عاجز ذليل و هو فاعل الفعل المحذوف الى يبكيه ضارع بقرينته السوال المقدر و هو من يبكيه و اما على روايته ليبك يزيد على البناء للفاعل و نصب يزيد فليس مما نحن فيه.

یعنی جس طرح فاعل کے سوال محقق کے جواب واقع ہونے کی صورت میں عامل کا حذف جائز ہے اسی طرح وہاں بھی یہ حذف درست ہے جہاں فاعل سوال مقدر کا جواب واقع ہو جیسے شاعر کے قول میں ہے جس کو یزید بن نہشل کے مرثیہ میں لکھا ہے اور وہ قول یہ ہے کہ لیبک بصیغہ مجہول ہے اور یزید بناء بر مفعول مالم یسم فاعلہ ہونے کے مرفوع ہے اور ضارع کے معنیٰ عاجز اور ذلیل کے ہیں اور یہی فعل محذوف یعنی یبکیہ کا فاعل ہے اور اس حذف کا قرینہ سوال مقدر ہے یعنی من یبکیہ اور بناء بر روایت مبنی للفاعل کے یعنی بصیغہ لیبک یزید اور یزید کے نصب کی بناء پر یہ مما نحن فیہ سے نہیں ہے یعنی یہاں عامل محذوف نہیں بلکہ یہی ضارع لیبک کا فاعل ہوگا۔

لخصوصة متعلق بضارع اى يبكيه من يذل و يعجز عن مقاومة الخصماء لانه كان ظهيرا للعجزة والازلاء و اخر البيت و مختبط مما تطيح الطوائح و المختبط السائل من غير وسيلة و الاطاحة الاهلا لك و الطوائح جمع مطحية على غير القياس كلوا قح جمع ملقحة و مما يتعلق بمختبط و ما مصدرية يعنى و يبكيه ايضًا من لنيل بغير وسيلة من رجل اهلاك المهلكات ماله و ما يتوسل به الى تحصيل المال لانه كان معطى السائلين بغير وسيلة.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متعلق بضارع کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لخصومۃ کا لام جارہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یبکیہ مقدر سے متعلق ہوگا یا ضارع مذکور سے اگر یبکیہ مقدر سے متعلق مانیں تو اس تقدیر پر لخصومۃ کا لام اجلیہ مانا جائے گا اور لام اجلیہ وہ ہے جو اپنے مدخول کو ماقبل کے لئے علت ٹھہرائے اور خصومت یہاں ماقبل کی علت نہیں بلکہ بکاء کی علت یزید کا فوت ہونا ہے اور اگر ضارع سے متعلق ٹھہرائیں تو اس تقدیر پر اسم فاعل کا عمل بلا اعتماد لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ضارع سے متعلق ہے اور یہ ضارع کا لفظ اصل میں موصوف محذوف شخص کی صفت ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ یزید کے

فوت ہونے پر وہ شخص روئے جو اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں عاجز اور ذلیل ہو چکا ہو کیونکہ یزید عاجزوں اور ذلیلوں کا مددگار اور معاون تھا اور مصرعہ آخیر شعر کا ومختبط مما تطیح الطوائح ہے اور مختبط کے معنٰی سائل بلا وسیلہ کے ہیں اور اطاحت کے معنٰی اہلاک کے ہیں اور طوائح خلاف قیاس جمع مطیحہ کی ہے جیسے لوقح خلاف قیاس جمع ملقحہ کی ہے اور مما میں جار اور مجرور مختبط سے متعلق ہے اور ما مصدری ہے جس کی تقدیر پر معنٰی مصرع کے یہ ہوں گے کہ یزید کے مرنے پر وہ شخص بھی روئے جو جس کے مال اور مال کے تحصیل کے ذرائع کو زمانہ کے حوادث اور مہلکات نے تباہ اور برباد کیا ہو اور وہ سوال بلا وسیلہ کرتا ہو کیونکہ یزید سائلین بلا وسیلہ کو مال دیا کرتا تھا۔

و قد يحذف الفعل الرافع للفاعل لقرينة دالةٍ علی تعينه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جملہ اوپر کے جملہ و قد يحذف الفعل پر عطف ہے یعنی کبھی بنا بر موجودگی قرینہ دالہ علی تعیین المحذوف عامل رافع فاعل کا وجوبًا بھی محذوف ہوتا ہے۔ **وجوبًا ای حذفا واجبًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد وہی سوال وجواب ہیں جن کی تشریح اوپر جوازًا کی شرح میں نحوی بیان ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

فی مثل قوله تعالیٰ و ان احد من المشركين استجارك ای فی كل موضع حذف الفعل ثم فسر لرفع الابهام الناشی فی الحذف فانه لو ذكر المفسر لم يبق المفسر مفسرًا بل صار حشوا.

یعنی قرینہ کی موجودگی میں عامل رافع فاعل کا حذف وجوبا واجب ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں ہے اور اس سے مراد ہر وہ موضع ہے جہاں فعل محذوف ہوا ہو پھر حذف میں جو ابہام پیدا ہوا ہو اس کی رفع کے لئے تفسیر کی گئی ہو اس سے قول اللہ تعالیٰ مذکور کی خصوصیت مراد نہیں ہے اور ایسے مواضع میں عامل کا حذف اس لئے واجب اور ضروری ہے کہ اگر مفسر کو ذکر کرتے ہیں تو اس صورت میں مفسر مفسر نہیں رہتا بلکہ حشو اور بیکار ثابت ہوتا ہے۔

بخلاف المفسر الذی فيه ابهام بدون حذف فانه يجوز الجمع بينه و بين مفسره و كقولك جاء نی رجل ای زيد فتقدير الاٰية و ان استجارك احد من المشركين استجارك فاحد فيها فاعل فعل محذوف و جوابًا و هو استجارك الاول المفسر باستجارك الثانی.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جمع درمیان مفسر اور مفسر کے جائز ہے جیسے جاءنی رجل ای زید کی مثال میں موجود ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ جمع درمیان مفسر اور مفسر کے اس وقت ممنوع ہے جس وقت مفسر کی تفسیر کی علت وہ ابہام ہو جو حذف عامل سے پیدا ہوا ہو اور یہاں ابہام حذف سے ناشی نہیں ہے بلکہ رجل کی نکارت سے ناشی ہوا ہے اس لئے یہاں جمع درمیان مفسر اور مفسر کے درست اور جائز ہے ممنوع نہیں ہے۔ پس آیت کریمہ مذکورہ کی تقریر ان استجارك احدٌ من المشركين استجارك ہے اس میں احد کا لفظ فعل محذوف کا فاعل ہے جو وجوبًا محذوف ہوا ہے اور وہ استجارک اول ہے جس کی تفسیر ثانی استجارک سے ہوئی ہے اب یہاں اگر دونوں کو جمع کرتے ہیں تو اس سے جمع درمیان مفسر اور مفسر کے لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اس لئے اول استجارک کا حذف واجب ہوا۔ **و انما وجب حذف لان مفسره قائم مقاما مغن عنه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حذف مذکور کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں حذف عامل اس لئے واجب ہے کہ اس کا مفسر اس کے قائم مقام ہے اور وہ اس کے ذکر سے مستغنی ہے۔ **و لا يجوز ان يكون احدٌ مرفوعا بالابتداء لامتناع دخول حرف الشرط علی الاسم بل لا بدله من الفعل** اس میں شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احد کا بنا برابتداء مرفوع ہونا اسلئے جائز نہیں کہ حرف شرط کا دخول اسم پر ممتنع ہے اس کا مدخول ہمیشہ فعل ہوا کرتا ہے۔ یہ قرینہ ہے عامل کے محذوف ہونے کا **وقد یحذفان ای الفعل و الفاعل** اسکے بڑھانے سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے یحذفان کا فاعل فعل اور فاعل ہے۔ **معًا دون الفاعل وحده فی مثل نعم جوابا لمن قال اقام زید ای نعم قام زید فحذفت الجملة الفعلية و ذكر نعم فی مقامها** یعنی کبھی فعل اور فاعل دونوں محذوف ہوتے ہیں تنہا فاعل محذوف نہیں ہوتا جیسے کوئی شخص اقام زید کہے اور تم اس کے جواب میں نعم کہو فعل اور فاعل دونوں کو محذوف کر کے اس کی جگہ نعم رکھدو کہ یہ اصل میں نعم قام زید ہوگا جملہ فعلیہ کو محذوف کر کے اس کی جگہ نعم رکھدیا۔ **هذا الحذف جائز بقرينة السوال لا واجب لعدم قيام ما يؤدى جوازه فی مقامه كالمفسر فيلزم فی الكلام استدارک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چاہئے کہ یہ حذف واجب ہو کیونکہ فعل اور فاعل محذوف کر کے اس کے قائم مقام نعم کو رکھا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حذف بقرینہ سوال جائز ہے واجب نہیں کیونکہ نعم حرف غیر مستقل ہے اور فعل اور فاعل دونوں مل کر جملہ ہے اور جملہ مستقل ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ غیر مستقل مستقل کے قائم مقام نہیں ہوسکتا مثل مفسر کے جس کے ذکر کرنے سے کلام میں استدراک لازم آتا ہو **انما قدرت الجملة الفعلية لا الاسمية بان يقال ای نعم زيد قام ليكون الجواب مطابقا للسوال فی كونه جملة فعليةً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس ترکیب مذکورہ میں جملہ فعلیہ کیوں محذوف مانا ہے جملہ اسمیہ کیونکر محذوف نہیں مانا جاتا ہے جس کی تقدیر ای نعم زید قام ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ فعلیہ اس لئے مقدر مانا ہے کہ جواب جملہ فعلیہ ہونے میں اپنے سوال کے مطابق ہو جائے بخلاف جملہ اسمیہ کے کہ اس میں جواب اپنے سوال کے مطابق نہیں ہوگا۔ **اذا تنازع الفعلان بل العاملان** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح درمیان دو فعلوں کے جاری ہوتا ہے اسی طرح غیر فعل میں بھی ہوتا ہے جیسے زید معطاد مکرم عمرا و بکرا کریم و شریف ابوہ میں موجود ہے پس فعلوں کو خاص کر کے کیونکر ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں فعلان سے مراد عاملان ہیں پس یہ عام ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ فعل اور یہ عموم اس لئے ضروری ہے اور لازمی ہے کہ تنازع غیر فعل میں بھی جاری ہوسکتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہے **و اقتصر علی الفعل لاصالته فی العمل** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مراد فعلان سے عاملان ہیں تو فعلان پر اختصار کر کے عاملان کو کیوں چھوڑا عاملان کیوں نہیں کہا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل پر اختصار اس لئے کیا کہ فعل عمل میں اصل ہوتا ہے اصل کا لحاظ کر کے خاص کر کے ذکر کیا **او انما قال الفعلان مع ان التنازع قد يقع فی اكثر من فعلين اقتصارًا علی اقل مراتب التنازع و هو الاثنان** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح دو فعلوں میں جاری ہوتا ہے اسی طرح دو فعلوں کے اکثر میں بھی جاری ہوسکتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مبارک میں کہ اصليت و سلمت الخ پس دو فعلوں پر اختصار کیونکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو فعلوں کا ذکر حد کے لئے نہیں ہے بلکہ اقل مراتب تنازع کے لئے ہے کہ کم از کم تنازع دو فعلوں میں ہوتا ہے اس سے اکثر کے تنازع کی نفی لازم نہیں آتی کیونکہ تنازع کبھی دو فعلوں کے اکثر میں بھی ہوتا ہے جیسے حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول مذکور میں واقع ہے **ظاهرا ای اسماء ظاهر و اقعًا** اس کے بڑھانے

سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ظاہرا کا لفظ موصوف محذوف اسم کی صفت ہے۔

بعدھما ای بعد الفعلین اذا لمتقدم علیھما او المتوسط بینھما معمول للفعل الاول اذ ھو یستحقہ قبل الثانی فلا یکون فیہ مجال التنازع.

یعنی جب درمیان دوفعلوں یا اکثر کے تنازع اس اسم ظاہر میں واقع ہو جائے جوان دوفعلوں کے بعد میں واقع ہو کیونکہ دوفعلوں پر اگر متقدم ہو یا دوفعلوں کے درمیان میں واقع ہو تو اس صورت میں وہ اسم ظاہر صرف فعل اول کا معمول ہوگا کیونکہ بہ نسبت ثانی کے وہ زیادہ مستحق ہے پس اس میں تنازع متصور نہیں ہوگا۔

و معنیٰ تنازعھما فیہ انھما بحسب المعنیٰ یترجھان الیہ و یصح ان یکون ھو مع وقوعہ فی ذالک المواضع معمولا لکل واحد منھما علی البدل فحینئذ لا یتصور تنازعھما فی الضمیر المتصل لان المتصل الواقع بعد ھما یکون متصلا بالفعل الثانی و ھو مع کونہ متصلا بالفعل الثانی لا یجوز ان یکون معمولا للفعل الاول کما لا یخفی.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع ذی الروح میں متصور ہوتا ہے افعال ذی الروح نہیں پس ان تنازع کی کیا صورت ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصطلاح میں تنازع کے معنیٰ توجہ عوامل کے ہیں ایک اسم کی طرف یعنی اسم ظاہر میں دوفعلوں کے تنازع کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ دونوں فعل بحسب المعنیٰ اس اسم کی طرف عمل میں متوجہ ہوں اور باوجود اس کے کہ جن مواضع میں وہ اسم واقع ہو وہاں وہ بنا بر بدل ہر ایک فعل کے معمول بن سکے پس اس تقدیر پر دونوں فعلوں کا تنازع ضمیر متصل میں متصور نہیں ہوگا کیونکہ ضمیر متصل جوان دونوں فعلوں کے بعد واقع ہوگی وہ فعل ثانی سے متصل مانی جائے گی اور باوجود اس کے کہ فعل ثانی سے متصل ہو، فعل اول کا معمول نہیں ہوگا جیسا کہ یہ پوشیدہ نہیں ہے۔

و اما الضمیر المنفصل الواقع بعدھما نحو ما ضرب و اکرم الا انا خفیہ تنازع لا کن لا یمکن قطعہ بما ھو طریق القطع عندھم و ھو اضمار الفاعل فی الاول عند البصریین و فی الثانی عند الکوفیین لانہ لا یمکن اضمار لا مع الا لانہ حرف لا یصح اضمارہ و لا بدونہ نفساد المعنیٰ لانہ یفید نفی الفعل عن الفاعل و المقصور الباتہ لہ و مراد المصنف بالتنازع ھھنا ما یکون طریق قطعہ اضمار الفاعل فلھٰذا خصہ باالاسم الظاھر و اما التنازع الواقع فی الضمیر المنفصل فعلی مذھب الکسائی یقطع بالحذف و اما علی مذھب الفراء فیملان معا و اما علی مذھب غیرھما فلا یمکن قطع لان طریق القطع عندھم الاضمار و ھو ممتنع کما عرفت.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تنازع جس طرح اسم ظاہر میں واقع ہوتا ہے اسی طرح ضمیر منفصل میں بھی جاری ہو سکتی ہے جیسے مثال مذکور میں ہے پس اسم ظاہر کو کیونکر خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر منفصل جو دوفعلوں کے بعد واقع ہو جیسے ماضرب واکرم الا انا میں ہے اس میں اگرچہ تنازع موجود ہے لیکن یہاں اس تنازع کا قطع اس طریقہ سے ممکن نہیں جس کو نحات نے تنازع کے قطع کے لئے تجویز کیا ہے اور وہ بصریین کے نزدیک فعل اول میں اضمار فاعل اور کوفیین کے نزدیک

فعل ثانی میں اضمار ہے جیسا کہ خود آگے تحقیق آئے گی اور یہاں الا کے ساتھ اضمار فاعل ممکن نہیں کیونکہ الا حرف ہے اس کا اضمار صحیح نہیں ہے اور بغیر الا کے اضمار کے بھی یہاں فاعل کا اضمار درست نہیں کیونکہ اس صورت میں معنٰی فاسد ہو جائیں گے کیونکہ یہ اضمار بدون الا فاعل سے فعل کی نفی کے مفید ہے اور مقصود اس کا فاعل کے لئے اثبات ہے نہ نفی اور مصنف کا مقصد اور تنازع سے یہاں وہ ہے جس کا طریق قطع اضمار فاعل ہو اور اسی وجہ سے اس تنازع میں اسم ظاہر کو خاص کیا ہے اور وہ تنازع جو ضمیر منفصل میں واقع ہو اس میں تین مذہب ہیں ایک مذہب کسائی دوم مذہب فراء سوم مذہب غیر کسائی وفراء بناء بر مذہب کسائی اس کا طریق قطع حذف ہے اور بنابر مذہب فراء دونوں فعلوں کا عمل کرنا ہے اور بنابر مذہب غیر ہما یہاں طریق قطع ممکن نہیں ہے کیونکہ طریق قطع ان کے نزدیک اضمار ہے اور وہ یہاں ممتنع ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **فقد یکون ای تنازع الفعلین** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یکون کا فاعل تنازع الفعلین ہے۔ **فی الفاعلیۃ بان یقتضی کل منھما ان یکون الاسم الظاھر فاعلًا لہ فیکونان متفقین فی اقتضاء الفاعلیۃ مثل ضربنی و اکرمنی زید۔** یعنی یہ تنازع الفعلین کبھی اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے میں ہوتی ہے اس طرح کہ ہر ایک فعل یہ چاہے کہ وہ اسم ظاہر اس کا فاعل ہو پس اس صورت میں وہ دونوں افعال اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے کے اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضربنی واکرمنی زید میں زید کے فاعل ہونے میں ضربنی اور اکرمنی دونوں افعال متفق ہیں **و قد یکون تنازعھا۔** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ اوپر کے جملہ پر عطف ہے۔ **فی المفعولیۃ بان یقتضی کل منھما ان یکون الاسم الظاھر مفعولا لہ فیکونان متفقین فی اقتضاء المفعولیۃ مثل ضربت و اکرمت زیدًا و قد یکون تنازعھما فی الفاعلیۃ و المفعولیۃ** یعنی کبھی تنازع الفعلین اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں ہوتی ہے اس طرح کہ ہر ایک فعل اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے کو چاہے۔ پس اس صورت میں وہ دونوں افعال اس اسم ظاہر کے مفعول ہونے کے اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضربت واکرمت زیدًا میں ضربت اور اکرمت دونوں افعال زید کے مفعول ہونے کے مقتضی ہیں اور کبھی یہ تنازع اس اسم کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے میں ہوتی ہے یعنی دونوں افعال اس اسم ظاہر کے فاعل ہونے اور مفعول ہونے کی چاہت رکھیں **و ذلک یکون علی وجھین احدھما ان یقتضی کل منھما فاعلیۃ اسم ظاھر و مفعولیۃ اسم ظاھر اخر فیکونان متفقین فی ذلک الاقتضاء مثل ضرب واھان زید عمرًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین اسم ظاہر کے فاعل اور مفعول ہونے میں بنابر اختلاف فعلین ہے تو اس صورت میں مختلفین کے قول کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ یہ تحصیل حاصل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تنازع فعلین فاعلیت اور مفعولیت میں دو طرح کے ہے اول یہ کہ ان دونوں فعلوں میں سے ہر ایک فعل اس اسم ظاہر کا فاعل ہونا چاہئے اس کے ساتھ دوسرے اسم ظاہر کا مفعول ہونا چاہئے۔ پس اس صورت میں وہ اس اقتضاء میں متفق ہوں گے جیسے ضرب واھان زید عمرًا میں ہے۔ **و لیس ھذا قسمًا ثالثا من التنازع بل ھو اجتماع القسمین الاولین** اوپر والے سوال کے جواب پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین کی دو قسمیں ہوئیں تو اس تقدیر پر تنازع کا حصر اقسام ثلثہ میں باطل ہوا کیونکہ یہ ثالث قسم ملا کر چار قسمیں ہوتی ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اس کا جواب دیا کہ یہ تنازع کی قسم ثالث نہیں بلکہ یہ اول دو قسموں کا اجتماع ہے۔ **و ثانیھا ان یقتضی احد الفعلین فاعلیۃ اسم ظاھر و الآخر مفعولیۃ ذلک الاسم الظاھر بعینہ و لا شک فی اختلاف اقتضاء الفعلین فی ھذہ الصورۃ و ھذا ھو القسم الثالث المقابل للاولین**

فقوله اور وہ دوسری قسم تنازع کی یہ ہے کہ ان دوفعلوں میں سے ایک فعل اس اسم ظاہر کا فاعل ہونا چاہئے اور دوسرا فعل بعینہ اس اسم ظاہر کی مفعولیت کی خواہش رکھے اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں دونوں فعل اقتضاء میں مختلف ہیں اور یہی قسم ثالث مقابل اول دو قسموں کا ہے پس اس تقدیر پر مختلفین کا قول اسی وجہ ثانی کی صورت کی تخصیص کے لئے ہے بیکار اور تحصیل حاصل نہیں ہے۔ **مختلفین لتخصیص هذه الصورة بالارادة يعنى قد يكون تنازع الفعلين واقعا فى الفاعلية و المفعولية حال كون الفعلين مختلفين فى الاقتضاء و ذلك لا يتصور الا اذا كان الاسم الظاهر للتنازع فيه واحدًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مختلفین کا قول فعلین سے ترکیب میں حال واقع ہوا ہے یعنی تنازع الفعلین کبھی اس اسم کے فاعل اور مفعول ہونے میں واقع ہوتی ہے درآنحالیکہ فعلین کا اقتضاء مختلف ہو اور یہ صرف اسی صورت میں متصور ہوسکتا ہے جس میں وہ اسم ظاہر متنازع فیہ واحد ہو **و انما لم يورد شالا للقسم الثالث لانه اذا اخذ فعل من المثال الاول و فعل من المثال الثانى حصل مثال للقسم الثالث و ذلك يتصور على وجوه كثيرة مثل ضربنى و ضربت زيدًا و اكرمنى و اكرمت زيدًا و ضربنى و اكرمت زيدًا و اكرمنى و ضربت زيدًا و غير ذلك مما يكون الاسم الظاهر مرفوعًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول دو قسموں کی امثال ذکر کیں اور قسم ثالث کی مثال ذکر نہیں کی حالانکہ اہم بالمثال قسم ثالث ہی ہے اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قسم ثالث کے لئے کوئی علیحدہ مثال اس لیئے ذکر نہیں کی کہ جب ایک فعل مثال اول سے اور ایک فعل مثال ثانی سے لے کر جمع کریں گے تو قسم ثالث کی مثال حاصل ہو جائے گی اس لئے علیحدہ مثال کی ضرورت نہیں اور یہ قسم ثالث کی مثال کا اخذ بہت سے وجوہ سے متصور ہوسکتا ہے اور وہ وجوہ کثیرہ شرح میں مذکور ہیں غور کر کے سمجھ لیں اور وہ وجوہ مذکور کے علاوہ بھی وجوہ ممکن ہیں جہاں وہ اسم ظاہر مرفوع ہوسکے وہاں وجوہ کثیرہ کا اخراج بھی ممکن ہوگا۔

فيختار البصريون:......

اعمال الفعل الثانى لقربه مع تجويز اعمال الاول و يختار النحاة الكوفيون الاول اى اعمال الفعل الاول مع تجويز اعمال الثانى لسبقه و للاحتراز عن الاضمار قبل الذكر فان اعملت الفعل الثانى كما هو مذهب البصريين و يداء به لانه المذهب المختار الاكثر استعمالًا.

یعنی صور مذکورہ میں نحات بصرہ فعل ثانی کے اعمال کو بوجہ قرب مع تجویز اعمال فعل اول کے مختار کرتے ہیں اور نحات کوفہ اعمال فعل اول مع تجویز اعمال فعل ثانی مختار مانتے ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے کہ فعل اول سابق ہے اس لیئے وہی مستحق ہے اعمال کا دوسرے یہ کہ اس میں اضمار قبل الذکر سے احتراز حاصل ہوتا ہے پس تم اگر مطابق مذہب بصری کے فعل ثانی کو اعمال دینا چاہو تو فعل اول میں فاعل کی ضمیر لاؤ اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بصری کے مذہب کو مقدم اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب مختار کثیر الاستعمال ہے۔ **اضمرت الفاعل فى الفعل الاول اذا اقتضى الفاعل** یعنی فعل ثانی کے اعمال کی صورت میں فعل اول میں فاعل کی ضمیر لائی جائے گی اگر فعل اول فاعل کے مقتضی ہو **بجواز الاضمار قبل الذكر فى العمدة بشرط التفسير و لزوم التكرار باالذكر و امتناع الحذف على وفق الاسم.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب تنازع بین الفعلین متحقق ہوتی ہے تو اس کے قطع کے تین طریقے ہیں حذف اضمار ذکر پس اگر اضمار کرتے ہیں تو اس سے اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور وہ درست نہیں اور اگر ذکر

کرتے ہیں تو اس صورتمیں تکرار کا لزوم عائد ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اضمار عمدہ میں بشرط تفسیر جائز ہے اس لئے یہاں اضمار قبل الذکر ضروری ہوا کہ ذکر کرنے سے تکرار اور حذف سے امتناع لازم ہوتا ہے۔ لہٰذا بدرجہ ضرورت اس اسم ظاہر کے موافق اضمار فاعل ضروری اور لازمی ٹھہرایا جائے گا۔ **علی وفق الاسم الظاهر الواقع بعد الفعلين ای علی موافقته افرادًا و تثنيةً و جمعا و تذكيرًا و تانيثًا لانه مرجع الضمير و الضمير يجب ان يكون موافقا للمرجع فی هذه الامور.** یعنی یہ اضمار فاعل اس اسم ظاہر کے موافق ہوگا جو بعد فعلین واقع ہو یعنی افراد اور تثنیہ و جمع تذکیر و تانیث ہیں یہ ضمیر فاعل اس اسم ظاہر کے موافق ہوگی کیونکہ یہی اسم ظاہر اس ضمیر کا مرجع ہے اور ضمیر کی اپنی مرجع کے ساتھ موافقت امور مذکورہ میں ضروری اور لازمی ہے۔ **دون الحذف لانه لا يجوز حذف الفاعل الا اذا سدشی مسده** یعنی اضمار فاعل ضروری ہے اور حذف درست نہیں کیونکہ فاعل کا حذف بدون سد مسد کے جائز نہیں ہے۔

خلافا لكسائی:......

فانه لا يضمر الفاعل بل يحذفه تحرزًا عن الاضمار قبل الذكر و يظهر اثر الخلاف فی نحو ضربانی واكرمنی الزيدان عند البصريين وضربنی واكرمنی الزيدان ان عند الكسائی.

صورت مذکورہ میں کسائی اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ اضمار فاعل کے قائل نہیں بلکہ وہ اضمار قبل الذکر سے احتراز کر کے حذف کے قائل ہیں اور اس اختلاف کا ثمرہ امثال مذکورہ میں ظاہر ہے کہ بصریوں کے نزدیک ضربانی واكرمنی الزيدان اور کسائی کے نزدیک ضربنی و اكرمنی الزيدان ہے **وجاز ای اعمال الفعل الثانی مع اقتضاء الفعل الاول الفاعل** یعنی اعمال فعل ثانی جائز ہے باوجود اس کے کہ فعل اول فاعل کے مقتضی ہو۔

خلافا للفراء:......

فانه لايجوز اعمال الفعل الثانی عند اقتضاء الاول الفاعل لانه يلزم علی تقدير اعماله اما الاضمار قبل الذكر كما هو مذهب الجمهور او حذف الفاعل كما هو مذهب الكسائی بل يجب عنده اعمال الفعل الاول فان اقتضى الثانی الفاعل اضمرته وان اقتضى المفعول حذفة واضمرته تقول ضربنی واكرمانی الزيدان ولا يلزم حينئذ محذور.

اوپر کے حکم میں فراء اختلاف کرتے ہیں کہ اعمال فعل ثانی اول کے اقتضاء فاعل کے وقت جائز نہیں مانتے کیونکہ یہ اس صورت میں اگر اعمال فعل ثانی فرض کرتے ہیں تو اس سے دو خرابیاں لازم آتی ہیں اضمار قبل الذکر جیسے مذہب جمہور میں ہے یا حذف فاعل جیسے مذہب کسائی میں ہے لہٰذا ایسی صورت میں فراء کے نزدیک اعمال فعل اول واجب اور ضروری ہے پس اگر فعل ثانی فاعل کی مقتضی ہو تو اس صورت میں فاعل کی ضمیر لائی جائیگی اور مفعول کے مقتضی ہو تو اس صورتمیں حذف کرنے اور ضمیر لانیکا اختیار ہے ضربنی واكرمانی الزيدان پڑھیں گے اور اس تقدیر پر محذور مذکور بالا لازم نہیں آئیگا **و قيل روی عنه تشريک الرافعين او لضماره بعد الظاهر كمافی صورة تاخير الناصب تقول ضربنی واكرمنی زيد هو ضربنی واكرمت زيدا هو وروايةالمتن غير مشهورة عنه** اور فراء

سے تشریک رافعین اور بعد اسم ظاہر کے اضمار فاعل بھی مروی ہے جیسے ناصب کی تاخیر کی صورت میں ہے پس اس تقدیر پر ضربنی واکرمنی زید هو وضربنی واکرمت زیدا هو پڑھیں گے اور تین کی روایت فراء سے مشہور نہیں ہے **حذفت المفعول تحرزا عن التکرار لوذکر وعن الاضمار قبل الذکر فی الفضلة لو اضمران استغنی عنه والا ای وان لم یستغن عنه اظهرت ای المفعول نحو حسبنی منطلقا و حسبت زیداً منطلقا لا نه لا یجوز حذف احد مفعول باب حسبت ولایجوز اضمار ه لئلا یلزم الاضمار قبل الذکر فی الفضلة** یعنی اگر دو فعلوں کا اسم ظاہر کے مفعول ہونے میں تنازع ہو تو اس کو حذف کرینگے کیونکہ اگر ذکر کرتے ہیں تو اس سے تکرار کا لزوم ہوتا ہے اور اگر اضمار کرتے ہیں تو اس صورت میں فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم ہو جاتا ہے اور یہ درست نہیں اسلئے حذف کرینگے تا کہ تکرار سے تحرز اور فضلہ کے اضمار قبل الذکر سے محفوظ رہیں لیکن یہ حذف جب ہے جب اس کے ذکر سے استغنی ہو اور اگر اسکے ذکر سے استغنی حاصل نہ ہو تو اس صورت میں مفعول کا اظہار ضروری اور لازمی ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے کیونکہ افعال قلوب میں نہ مفعول کا حذف جائز ہے نہ اس کا اضمار کیونکہ اس سے فضلہ کا اضمار قبل الذکر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے لہذا مفعول کا ذکر کرنا ضروری اور لازمی ہوگا۔

و ان اعملت الفعل **الاول** کما هو مختار الکوفیین **اضمرت الفاعل فی الفعل الثانی** لو اقتضاه نحو ضربنی و اکرمنی زید اذا جعلت زیدًا فاعل ضربنی و اضمرت فی اکرمنی ضمیرا راجعًا الی زید لتقدمه رتبةً فلا محذور فیه حینئذٍ لا حذف الفاعل ولا الاضمار قبل الذکر لفظاً و رتبةً بل لفظاً فقط هو جائزا **و** اضمرت **المفعول** فی الفعل الثانی لو اقتضاه علی المذهب **المختار** و لم تحذفه و ان جاز حذفه لئلا یتوهم ان المفعول الفعل الثانی مغائیر للمذکور فیکون الضمیر حینئذٍ راجعًا الی لفظه متقدم رتبة کما تقول ضربنی و اکرمته زید.

یعنی اگر کوفیین کے مذہب کے مطابق فعل اول کو عمل دیں یعنی فعل ثانی اگر فاعل کے مقتضی ہو تو اس میں فاعل کی ضمیر لائی جائیگی جیسے ضربنی و اکرمنی زید میں زید کو ضربنی کا فاعل ٹھہرایا گیا ہے اور اکرمنی میں فاعل کی ضمیر زید کی طرف راجع مانی گئی ہے اور یہاں چونکہ زید رتبۃً مقدم ہے اس لئے محذور مذکور وارد نہیں ہوتا جو کہ حذف فاعل اور اضمار قبل الذکر لفظا اور رتبۃً ہے بلکہ یہاں صرف اضمار قبل الذکر لفظا ہے اور یہ جائز ہے اور اگر فعل ثانی مفعول کے مقتضی ہو تو بنا بر مذہب مختار اس میں مفعول کی ضمیر لائی جائیگی اور اس کو محذوف نہیں کرینگے اگر چہ اسکا حذف جائز بھی ہے کیونکہ کوئی شخص یہ وہم پیدا نہ کرے کہ مفعول فعل ثانی مذکور کے مغائر ہے اور اس وقت یہ ضمیر مفعول کی لفظ زید کی طرف راجع ہوگی جو رتبۃً مقدم ہے جیسے ضربنی واکرمتہ کی مثال میں اکرمتہ میں مفعول کی ضمیر لائی گئی ہے جو زید مقدم رتبۃً کی طرف راجع ہے۔

الا ان یمنع مانع من الاضمار کما هو القول المختار و من الحذوف کما هو القول الغیر المختار **فتظهر** المفعول خاله اذا امتنع الاضمار و الحذف لا سبیل الا الی الاظهر نحو حسبتی و حسبتهما منطلقین الزیدان منطلقًا حیث اعمل حسبنی فجعل الزیدان فاعلا له و منطلقه مفعولاً له اضمر المفعول الاول فی حسبت و یظهر المفعول الثانی و هو منطلقین لمانع و هو انه لو اضمر مفردًا خالف المفعول الاول و لو اضمر مثنیً خالف المرجع و هو قوله منطلقاً.

یعنی اگر اضمار فاعل کا مانع موجود ہو جیسے قول مختار میں ہے یا حذف کا مانع ہو جیسے قول غیر مختار میں ہے تو اس صورت میں مفعول کو ظاہر کیا جائے گا اضمار اور حذف درست نہیں ہوگا کیونکہ جب اضمار اور حذف دونوں ممتنع ہو گئے تو اب سوائے اظہار کے اور کوئی سبیل اور چارہ نہیں رہا جیسے مثال مذکور میں حسبنی کو عمل دیکر الزیدان کو اسکا فاعل ٹھہرایا اور منطلقا اس کا مفعول مانا گیا اور حسبتھما میں مفعول اول کی ضمیر لائی گئی اور ثانی مفعول کو ظاہر کر کے لایا گیا ہے اور وہ منطلقین ہے یہ بوجہ ایک مانع کے اور وہ مانع یہ ہے کہ یہاں اگر مفرد کی ضمیر لائی جاتی ہے تو اس میں مفعول اول کی مخالفت ہوتی ہے اور اگر مثنی کی ضمیر مانی جاتی ہے تو اس صورت میں مرجع کے خلاف ہوتا ہے اور مرجع منطلقاً کا قول ہے لہٰذا بدرجہ ضرورت مفعول کو اسم ظاہر کر کے لایا جائے گا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے۔ **و لا یخفی انه لا یتصور التنازع فی هذه الصورة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ فرمائی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صورت مذکورہ میں تنازع نہیں کیونکہ تنازع میں یہ شرط ہے کہ فعلین کا اقتضاء واحد ہو اور اس صورت میں فعلین کا اقتضاء واحد نہیں کیونکہ فعل مفرد چاہتا ہے اور فعل ثانی مفعول مثنی کے مقتضی ہے **الا اذا لاحظت المفعول الثانی اسما دالًا علی اتصاف ذات ما بالانطلاق من غیر ملاحظه تثنیة و افراده و الا فالظاهر انه لا تنازع بین الفعلین فی المفعول الثانی لان الاول یقتضی مفعولاً مفردًا و الثانی مفعولًا مثنیٰ فلا یتو جهان الی امرٍ واحدٍ فلا تنازع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ فعلین کا اقتضاء یہاں اس صورت میں واحد ہے کہ جب مفعول ثانی کو ایسا اسم لحاظ کریں جو صرف ذات موصوف با لانطلاق پر دلالت کرے بغیر اس کے تثنیہ اور افراد کے ملاحظہ کے کیونکہ اگر لحاظ نہ کریں گے تو اس صورت میں یہ ظاہر ہے کہ مفعول ثانی فعلین کا تنازع نہیں کیونکہ اول فعل مفعول مفرد کو چاہتا ہے اور ثانی فعل مفعول مثنیٰ کے مقتضی ہے پس اس صورت میں فعلین امر واحد کی طرف متوجہ نہیں ہوئے جو تنازع کی ایک شرط ضروری ہے لہٰذا تنازع نہیں ہوگا۔

و لما استدل الکوفیون علی او لویته اعمال الفعل الاول بقول امری القیس شعر و لو انما اسعیٰ لادنیٰ معیشةٍ "،" کفا نی و لم اطلب قلیل من المال "،" حیث قالوا قد توجه الفعلان اعنی کفا نی و لم اطلب الی اسم و احد و هو قلیل من المال فاقتضی الاول رفعه بالفاعلیة و الثانی نصبه بالمفعولیة و امرئ القیس الذی هو افصح شعراء العرب اعمل الاول فلو لم یکن اعمال الاول اولیٰ لما اختاره اذ لا قائل ﴿اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے شاعر کے اعمال اول کے اختیار کر لینے سے اعمال اولویت ثانی لازم نہیں آتی کیونکہ اگر دونوں کا اعمال تساوی ہو تو اس صورت میں بھی اعمال اول ہے شارح نے اس کا جواب دیا تساوی اعمالین کوئی بھی قائل نہیں ہے......۱۲ منہ﴾ **متساوی الاعمالین فاجاب المصنف رحمة الله علیه عن طرف البصریین و قال.**

یہ ایک سوال مقدر کی تمہید ہے جو بصریوں پر کوفیوں کی طرف سے وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح اس طرح کرتے ہیں کہ جب کوفیوں نے فعل اول کے اعمال کی اولویت پر امرء القیس کے شعر و لو انما اسعیٰ ......الخ...... سے دلیل اور استمساک لے کر کہا کہ اس شعر میں دو فعل یعنی کفا نی اور لم اطلب قلیل من المال ایک ہی اسم یعنی قلیل من المال کی طرف متوجہ ہوئے ہیں فعل اول یعنی کفا نی بنا بر فاعلیت اس کے رفع کے مقتضی ہے اور فعل ثانی یعنی لم اطلب بنا بر مفعولیت اس کے نصب کا خواہاں ہے اور امرائ القیس نے جو شعرائے عرب میں افصح مانا گیا ہے فعل اول یعنی کفانی کو عمل دیکر قلیل کو مرفوع پڑھا ہے پس اگر فعل اول اعمال اولی انہ ہوتا تو یہ شاعر فصیح اس کو اختیار نہ کرتے کیونکہ اعمالین کے

تساوی کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اعمال فعل اول اولی ہے اور مذہب کوفی بصری کے مذہب سے زیادہ عمدہ ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بصریوں کی طرف سے کوفیوں کو اس کا جواب دیتے ہیں:

و قول امری القیس کفانی ولم اطلب قلیل من المال "،،" لیس منه ای من باب التنازع لفساد المعنیٰ علی تقدیر توجه کل من کفا و لم اطلب الی قلیل من المال لاستلزامه عدم السعی لادنی معیشة و انتفاء کفایة قلیل من المال و ثبوت طلبه المنافی لکل منها و ذلک لان لو تجعل مدخولها المثبت شرطاً کان او جزاءً او معطوفاً علی احد هما منفیاً و المنفی ذلک من مثبتًا فعلی هذا ینبغی ان یکون مفعول لم اطلب محذوفاً ای لم اطلب العزّ و المجد کما یدل علیه البیت المتاخر اعنی قوله شعر و لکنما اسعیٰ لمجد مؤثل "،،" و قد یدرک و المجد المؤثل امثالی "،،" و حینئذٍ یستقیم المعنیٰ یعنی انا لا اسعی لادنیٰ معیشة و لا یکفینی قلیل من المال و لکنی اطلب المجد الاثیل الثابت و اسعیٰ له.

یہ کوفیوں کے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ امرئ القیس کا قول کفا نی و لم اطلب من قلیل المال باب التنازع سے نہیں کیونکہ اگر کفانی اور لم اطلب دونوں فعل قلیل من المال کی طرف متوجہ فرض کرتے ہیں تو اس صورت میں شعر کے معنیٰ فاسد ہو جاتے ہیں کیونکہ اس سے معمولی معاش کیلئے عدم سعی اور قلیل مال کی کفایت کے انتفاء کا لزوم ثابت ہوتا ہے اور ہر ایک کے منافی کے طلب کا ثبوت لازم آ جاتا ہے اور یہ معنیٰ فاسد ہیں اور یہ استلزام اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ لو کا کلمہ اپنی مدخول مثبت کو خواہ شرط ہو خواہ جزاء خواہ شرط یا جزاء پر معطوف ہو منفی کر دیتا ہے اور منفی کو مثبت پس بنا بر عدم تنازع مناسب ہے کہ لم اطلب کا مفعول محذوف ہو یعنی اس کا مفعول العز والمجد محذوف ٹھہرایا جائے چنانچہ اس پر بیت آخیر و لکنما اسعیٰ لمجد مؤثل ....الخ...... بھی دلالت کرتا ہے اور اس وقت شعر کے معنیٰ مستقیم ثابت ہونگے اور اس تقدیر پر دونوں شعروں کے خلاصہ معنیٰ یہ ہوں گے کہ میں معمولی معاش کا طالب نہیں ہوں اور قلیل مال مجھے کفایت نہیں کرتا لیکن میں بزرگی دائمی ثابت کا طالب ہوں اور اس کی کوشش بھی کرتا رہتا ہوں کیونکہ میرے ساتھیوں نے کوشش کر کے بزرگی دائمی حاصل کی ہے پس میری بھی یہی خواہش ہے۔

مفعول ما لم یسم فاعل:......

ای مفعول فعل او شبه فعل لم یذکر فاعله.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں تناقض ہے۔ کیونکہ لم یسم فاعلہ کے قول سے فاعل کا عدم وجود معلوم ہوتا ہے اور حذف فاعلہ کے قول سے اس کا وجود ثابت ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں لم یسم فاعلہ کے قول میں لم یسم کے معنیٰ لم یذکر کے ہیں۔ لہٰذا اب اس تقدیر پر تناقض رفع ہوا یعنی مرفوعات میں سے وہ مفعول فعل یا شبہ فعل کا ہے جسکا فاعل مذکور نہ ہو۔ **و انما لم یفصله من الفاعل ولم یقل وضه .کما فصل المبتداء حیث قال ومنها المبتداء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات کے اقسام میں سے ایک علیحدہ قسم ہے پس مصنف نے اسکو فاعل سے ومنہ کہہ کر علیحدہ کیوں نہیں کیا جیسا کہ مبتداء کو ومنہا المبتداء کہکر ایک علیحدہ قسم ٹھہرایا تھا **لشدۃ اتصاله بالفاعل متی سماه بعض النحاۃ فاعلا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ کو فاعل سے علیحدہ اسلئے ذکر نہیں کیا کہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل کے ساتھ شدت

اتصال رکھتا ہے یہاں تک کہ بعض نحات نے اسکو فاعل ہی قرار دیا ہے لہٰذا علیحدہ لانا اسکا ضروری نہیں ہے بخلاف مبتداء کے کہ اسکا علیحدہ ذکر کرنا ضروری ہے **کل مفعول حذف فاعله ای فاعل ذلک المفعول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فاعلہ کی ضمیر مجرورہ مفعول کی طرف راجع ہے کہ مفعول مالم یسم فاعلہ ہر وہ مفعول ہے جسکا فاعل محذوف کیا گیا ہو اور اسکی جگہ یہ مفعول قائم مقام کیا گیا ہو **وانما اضیف الی المفعول لملا بسته کو نه فاعلا لفعل متعلق به** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ فاعل کی اضافت مفعول کی طرف درست نہیں کیونکہ فاعل فعل کا فاعل ہوا کرتا ہے مفعول کا نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ فاعل کی اضافت مفعول کی طرف بوجہ ایک ادنیٰ مناسبت کے ہے اور وہ مناسبت اسکا فعل متعلق بہ کیلئے فاعل ہونا ہے یعنی چونکہ فعل کا مفعول سے وقوع کا تعلق ہوتا ہے اور فاعل کا اس سے صدور کا تعلق ہوتا ہے اسی تعلق کی مناسبت کی بنا پر فاعل کی مفعول کی طرف اضافت کی ہے۔ **و اقیم هو ای المفعول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ھو کی ضمیر مفعول کی طرف راجع ہے اور اس سے ضمیر مستتر کی تاکید اسلئے کی ہے کہ یہ جملہ اوپر کے جملہ پر معطوف ہے اور ہو معطوف علیہ میں مفعول کی ضمیر ہے اگر یہاں ھو کی ضمیر سے اسکی تاکید نہ کریں تو معطوف کا ضمیر مفعول سے خالی ہونا لازم آئیگا جو خلاف محاورہ ہے۔ **مقامه ای مقام الفاعل فی اسناد الفعل او شبه الیه** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول کا فاعل کے قائم قام ہونا درست نہیں کیونکہ فعل فاعل سے صادر ہوتا ہے اور مفعول پر واقع ہوتا ہے اور ان دونوں میں تناقض ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مفعول کا فاعل کے قائم مقام ہونا فعل یا شبہ فعل کے اسناد میں مقصود ہے صدور اور وقوع میں مراد نہیں ہے۔

و شرطه:......

ای شرط مفعول مالم یسم فاعله فی حذف فاعله و اقامة مقام الفاعل اذا کان عامله فعلا.

اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ شرط مطلقا صحیح نہیں کیونکہ فعل کا تغیر فعل یا یفعل کی طرف شبہ فعل میں مستقیم نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ شرط اس صورت میں ہے جسمیں عامل مفعول کا فعل ہو یعنی مفعول مالم یسم فاعلہ کی شرط فاعل کے حذف ہونے اور اسکے فاعل کے قائم مقام ہونے میں جب ہے جب اسکا عامل فعل ہو اور اگر اس کا عامل شبہ فعل ہو تو اس صورت میں اسکی شرط اسکا تغیر مفعول کی طرف ہوتا ہے **ان تغیر صیغة الفعل الی فعل ای الی الماضی المجهول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کا مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف افتعل اور استفعل اور یفتعل اور یستفعل وغیرہا افعال مزید فیہ پر صادق نہیں آتی حالانکہ صادق آنا چاہیئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ فعل سے مراد ماضی مجہول اور یفعل سے مراد فعل مضارع مجہول ہے بحکم ذکر علم اور ارادہ وصف مشہور کے اور یہ عام ہے خواہ فعل ماضی مجرد ہو خواہ مزید فیہ اسی طرح مضارع عام ہے خواہ مجرد ہو خواہ مزید فیہ لہٰذا اب یہ تعریف سب پر صادق ہوئی **او یفعل ای الی المضارع المجهول فیتناول مثل افتعل و استفعل و یفتعل و یستفعل و غیرها من الافعال المجهولة المزید فیها** یعنی یفعل سے مراد مضارع مجہول ہے وہ عام ہے خواہ مجرد ہو خواہ مزید فیہ پس جب فعل سے مراد ماضی مجہول اور یفعل سے مراد مضارع مجہول عام مراد ہوا تو اب یہ تعریف مذکورہ بالا افتعل و استفعل و یفتعل و یستفعل وغیرہا تمام افعال مجہولہ مزید فیہا کو شامل ثابت ہوئی اور اعتراض مذکورہ بالا بالکل دفع ہوا۔

و لا یقع موقع الفاعل المفعول الثانی من مفعولی باب علمت لا نه مسندا الی

المفعول الاول اسنادًا تاماً فلو اسند الفعل الیه و لا یکون اسناده الا تاماً لزم کو نه مسندًا و مسندا الیه معامع کون کل من الا سنا دین تاماً.

یعنی باب علمت کا مفعول ثانی فاعل کی جگہ واقع نہیں ہوگا کیونکہ وہ مفعول اول کی طرف مسند ہے اور یہ اسناد تامہ ہے پس اگر اسکی طرف فعل مسند ہو جائے اور یہ اسناد تام ہی ہوا کرتا ہے تو اس صورت اس کا مسند اور مسند الیہ ہونا معاً لازم ہو جائیگا۔ باوجود اس کے یہ دونوں اسناد تام ہو دینگے اور یہ معلوم ہے کہ ایک شے کا مسند اور مسند الیہ ہونا معاً باطل ہے لہٰذا باب علیت کے مفعول ثانی کا فاعل کے مقام واقع ہو کر نائب فاعل ٹھہرانا باطل ثابت ہوا۔

بخلاف اعجبنی ضرب زیدٍ عمرًا لان احد الاسنادین ہو اسناد المصدر غیر تام.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ایک شے کا مسند اور مسند الیہ معاً واقع ہونا جائز ہے جیسے اعجبنی ضرب زید عمرًا میں واقع ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقصود ایک شے کے مسند اور مسند الیہ واقع ہونے سے یہ ہے کہ دونوں اسناد تام ہوں اور مثال مذکور میں ایسا نہیں کیونکہ اس میں ایک اسناد یعنی مصدر کا اسناد تام نہیں ہے۔

و المفعول الثالث من مفاعیل باب اعلمت اذ حکمہ حکم المفعول الثانی من باب علمت فی کو نہ مسندًا یعنی باب علمت کے مفعول ثالث بھی فاعل کے مقام پر واقع نہیں ہوتا کیونکہ وہ مسند ہونے میں باب علمت کے مفعول ثانی کا حکم رکھتا ہے اور عدم وقوع کی دلیل اوپر بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔

و المفعول لہ:......

بلا لام لان النصب فیہ مشعر بالعلیۃ فلو اسند الیہ لفات النصب و الاشعار بخلاف ما اذا کان مع اللام نحو ضرب للتادیب.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ ضرب للتادیب کے قول سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں مفعول لہ فاعل کے قائم مقام ہوا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ مفعول لہ سے یہاں مراد وہ مفعول لہ ہے جو بلا لام ہو اور مثال مذکور میں مع لام ہے یعنی مفعول لہ بلا لام فاعل کے مقام واقع ہو کر نائب فاعل نہیں ہوگا کیونکہ مفعول لہ کا نصب مشعر بالعلیت ہوتا ہے پس اگر فعل اس کی طرف مسند ہو جائے تو اس صورت میں اس کا نصب اور اشعار فوت ہو جائے گا بخلاف اس مفعول لہ کے جو مع لام ہو جیسے ضرب للتادیب میں ہے کہ یہاں بوجہ وجود لام کے علیت کے اشعار موجود ہے۔

و المفعول معہ:......

کذالک ای کل من المفعول لہ و المفعول معہ کذالک ای کالمفعول الثانی و الثالث من باب علمت و اعلمت فی انہما لایقعان موقع الفاعل اما المفعول لہ فلما عرفت و اما المفعول معہ فلانہ لایجوز اقامۃ مقام الفاعل مع الوا و التی اصلہا العطف و ہی دلیل الانفصال و الفاعل کالجزء من الفعل و لابدون الواو فانہ لم یعرف حینئذ کو نہ مفعولا معہ.

یعنی جس طرح باب علمت کا مفعول ثانی اور باب اعلمت کا مفعول ثالث فاعل کے موقع واقع نہیں ہوتے اسی طرح مفعول لہ اور مفعول معہ بھی فاعل کے مقام واقع نہیں ہوں گے مفعول لہ کے نہ واقع ہونے کی دلیل اور وجہ اوپر معلوم ہو چکی ہے اور مفعول معہ فاعل کے مقام اس لئے واقع نہیں ہوگا کہ اس کا فاعل کے مقام واقع ہونا واؤ کے ساتھ جائز نہیں کیونکہ یہ واؤ اصل میں عاطفہ ہے اور عطف انفصال اور تغیر کی دلیل ہے اور فاعل فعل سے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے اور بدون واؤ کے بھی مفعول معہ فاعل کے مقام واقع نہیں ہوسکتا کیونکہ اسکا مفعول معہ ہونا بذریعہ واؤ ہے اگر اسکے ساتھ واؤ نہ ہو تو اس صورت میں اسکا مفعول معہ ہونا معلوم نہیں ہوگا لہٰذا مفعول معہ کا فاعل کے مقام کسی صورت میں قائم ہونا درست نہیں ہے۔

و اذا وجد المفعول به فيه الكلام مع غيره من الفاعل التي يجوز وقوعها موقع الفاعل. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ اسمیں شک نہیں کہ جب کلام میں صرف مفعول بہ پایا جائے تو اسکا فاعل کے مقام واقع ہونا متعین ہوتا ہے پس اس تقدیر پر تعین لہ کے قول کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مفعول بہ سے صرف مفعول بہ مقصود نہیں بلکہ وہ مفعول بہ مراد ہے جو کلام میں ان مفاعیل کے ساتھ واقع ہو جن کا فاعل کے مقام واقع ہونا جائز ہو **تَعَيَّن اى المفعول به له اى لوقوعه موقع الفاعل لشدة شبه بالفاعل فى توقف تعقل الفعل عليها فان الضرب مثلا كما انه لايمكن تعقله بلا ضا رب كذلك لايمكن تعقله بلامضروب بخلاف سائر المفاعيلَ فانها ليست بهذه الصفة** یعنی جب کلام میں مفعول بہ موجود ہو تو وہی فاعل کے مقام واقع ہوگا کیونکہ وہ فاعل کے ساتھ تعقل فعل میں تحت مشابہت رکھتا ہے کیونکہ ضرب کا مثلاً جس طرح بغیر ضارب کے تعقل ممکن نہیں اسی طرح اسکا تعقل بغیر مضروب کے بھی ممکن نہیں ہے بخلاف دیگر مفاعیل کے کہ وہ اس صفت پر موصوف نہیں ہیں۔

تقول ضرب زيد باقامته المفعول به مقام الفاعل يوم الجمعة ظرف زمان امام الامير ظرف مكان ضربا شديدا مفعول مطلق للتنوع باعتبار الصفة.

یعنی مثال مذکور میں فاعل کے مقام زید مفعول بہ کو قائم کر کے پڑھیں گے۔ یوم جمعہ ظرف زمان کی مثال امام الامیر ظرف مکان کی تمثیل ہے ضربا شدیدا باعتبار صفت شدت کے مفعول مطلق ہے جو یہاں نوع کے لئے مستعمل ہوا ہے **وفائدة وصف الضرب بالشدة التنبيه على ان المصدر لا يقوم مقام الفاعل بلا قيد مخصص اذلافائدة فيه لدلالته الفعل عليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی مثال ضربا پر تمام ہوئی ہے۔ پس شدت کی صفت کے بڑھانے میں کیا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسکے بڑھانے میں فائدہ یہ ہے کہ مصدر جب تک کسی قید مخصص سے مقید نہ ہو فاعل کے قائم مقام نہیں ہوگا کیونکہ اسمیں بوجہ دلالت فعل کے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

فى داره جار و مجرور شبيه بالمفاعيل اقيم مقام الفاعل مثلها.

یہ جار اور مجرور مشابہ بالمفاعیل کی مثال ہے یہ جار و مجرور بھی مثل دیگر مفاعیل کے فاعل کے قائم مقام ہو کر نائب فاعل ہوتے ہیں **فتعين زيد** یعنی یہاں زید فاعل کے مقام واقع ہونے کے لئے متعین ہے **و ان لم يكن اى فان لم يوجد فى الكلام المفعول به فالجميع اى جميع ماسوئ المفعول به سواء فى جواز وقوعها موقع الفاعل** یعنی اگر کلام میں مفعول بہ نہ پایا جائے تو اس صورت میں سوائے مفعول بہ کے تمام مفاعیل فاعل کے مقام واقع ہونے کے جواز میں مستوی ہوں گے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لم یکن

کی تفسیر لم یوجد سے کی ہے اس میں یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں کان تامہ ہے ناقص نہیں۔ **و المفعول الاول من باب اعطیت ای الفعل المتعدی الی مفعولین ثانیھما غیر الاول اولی بان یقام مقامل الفاعل من المفعول الثانی لان فیہ معنی الفاعلیۃ با النسبۃ الی الثانی لانہ عاطٍ ای اخذ نحو اعطی زید و رھما مع جواز اعطی درھم زیدًا۔** یعنی باب اعطیت کا مفعول اول یعنی فعل متعدی الی مفعولین کا مفعول اول فاعل کے مقام قائم کرنے میں ثانی مفعول سے زیادہ اولی ہے کیونکہ اس کے مفعول اول میں بہ نسبت ثانی کی فاعلیت کے معنی پائے جاتے ہیں اس لئے کہ مفعول اول حقیقت میں اخذ ہے جیسے اعطی زیدٌ درہما میں زید درہم کا اخذ ہے باوجود اس کے اعطی درہم زیدًا بھی جائز ہے **و ذلک عند الا من من اللبس و اما عندعدمہ فیجب اقامۃ المفعول الاول نحو اعطی زید عمرًا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ اعطی زید عمرًا سے منقوص ہے کیونکہ یہاں فاعل کے مقام مفعول اول کا قائم کرنا متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قاعدہ وہاں ہے جہاں التباس سے امن ہو اور جہاں التباس سے امن حاصل نہ ہو وہاں فاعل کے مقام مفعول اول کا قائم کرنا واجب اور ضروری ہے جیسے اعطی زید عمرًا میں ہے۔

و منھا المبتداء و الخبر و فی بعض النسخ و منہ یعنی من جملۃ المرفوعات او من جملۃ المرفوع المبتداء و الخبر۔

یعنی بعض نسخوں میں و منہ ہے بجائے منہا کے بنابر تقدیر منہا معنیٰ یہ ہیں کہ بعضے مرفوعات میں سے مبتداء و خبر ہیں اور بنا بر نسخہ و منہ کے معنیٰ یہ ہونگے کہ جنس مرفوع کے جملہ میں سے مبتداء و خبر ہیں۔ **جمعھما فی فصلٍ واحدٍ للتلازم الواقع بینھما علی ماھو الاصل فیھما و اشترا کھما فی العامل المعنوی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء اور خبر میں سے ہر ایک مرفوعات کے اقسام میں سے علیحدہ علیحدہ قسم ہے پس مصنف کافیہ نے مبتداء اور خبر کو ایک ہی فصل میں کیونکر جمع کر دیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کو ایک فصل میں دو وجہوں سے جمع کیا ہے ایک یہ کہ ان کے درمیان میں تلازم اتصالی واقع ہے یعنی ایک کے ذکر کرنے سے دوسرے کا ذکر لازم آجاتا ہے کیونکہ مبتداء بغیر خبر اور بغیر مبتداء کے نہیں ہوتی ہے دوسرے یہ کہ مبتداء و خبر عامل معنوی میں شریک ہیں اس شرکتی اور تلازمی تعلق کی بناء پر مبتداء و خبر کو ایک فصل میں جمع کر دیا ہے۔

فا المبتداء:......

ھو الاسم لفظاً او تقدیرًا لیتناول نحو ان تصوم خیر لکم۔

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ان تصوم خیر لکم کے قول کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں ہے بلکہ فعل شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسم عام ہے خواہ اسم صریحی ہو خواہ تاویلی قول مذکور میں مبتداء اگرچہ اسم صریحی نہیں لیکن اسم تاویلی ہے یعنی ان مصدریہ کے داخل ہونے سے بتاویل صیام ہو گیا ہے۔ جب اسم عام مانا تو اب اس تقدیر پر مبتداء کی تعریف ان تصوم خیر لکم کے مبتداء کی تعریف کو بھی شامل ہوئی لہٰذا اب مبتداء کی تعریف جامع ثابت ہوئی۔ **المجرد عن العوامل اللفظیۃ ای الذی لم یوجد فیہ عامل لفظی اصلاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ تجرید سبق وجود کو چاہتی ہے اس تقدیر پر یہ معنیٰ ہوں گے کہ مبتداء میں عوامل

لفظیہ ہوتے ہیں لیکن مبتداء ان سے مجرد کیا جاتا ہے حالانکہ مبتداء میں عوامل لفظی بالکل ہی نہیں ہوتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تجرید کے معنٰی یہاں عدم وجدان کے ہیں یعنی مبتداء وہ اسم ہے جس میں عوامل لفظیہ بالکل ہی نہیں پائے جاتے ہوں۔ **و احتراز به عن الاسم الذی فیه عامل لفظی کاسمی انَّ و کانَ.** یعنی المجرد من العوامل اللفظیۃ کا قول احترازی ہے اس میں اس اسم سے احتراز کیا جس میں عامل لفظی ہو جیسے اسم انَّ و کَانَ ہے۔ **و کانه اراد بالعامل اللفظی مایکون مؤثرًا فی المعنٰی لئلا یخرج عنه مثل بحسبک درهم.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے بحسبک درہم کے قول کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ وہ عوامل لفظی سے مجرد نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عوامل لفظی سے وہ عوامل مراد ہیں جو معنٰی میں مؤثر ہوں اور مثال مذکورہ میں کلمہ باز ائدہ ہے اس کا معنٰی میں کوئی اثر نہیں ہے اور عوامل لفظی کا معنٰی میں مؤثر ہونا اس لئے ضروری ہے کہ مبتداء کی تعریف سے مثال مذکورہ کا مبتداء خارج نہ ہو۔ **مسند الیه احترز به عن الخبر وثانی قسمی المبتدی الخارج عن هذا القسم فانها لا یکونان الا مسندین** یعنی مسند الیہ کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس میں خبر اور مبتداء کی ثانی قسم سے احتراز کیا کیونکہ وہ دونوں اس قسم کے مبتداء سے خارج ہیں کیونکہ وہ صرف مسند ہی ہوتے ہیں مبتداء نہیں ہوتے۔ **او الصفة سواء کانت مشتقه کضارب و مضروب و حسن او جاریة مجرها کقریشی.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس قسم ثانی مبتداء کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اقریشی زید کا مبتداء خارج ہوا اس لئے کہ یہ صفت نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ صفت عام ہے خواہ حقیقی مشتق ہو جیسے ضارب اور مضروب وحسن میں ہے خواہ حکمی قائمقام حقیقی ہو جیسے اقریشی ہے کہ یہ اگرچہ صفت مشتق حقیقی نہیں لیکن حکمی ہے کیونکہ اس کے آخر میں یائے نسبتی ہے اور منسوب حکماً مشتق ہوتا ہے۔

الواقعة بعد حرف النفی کما و لاو الف الاستفهام:......

و نحوه کهل و ما من و عن سیبویه جواز الابتداء بها من غیر استفهام و نفی مع قبح و الا خفش یری ذلک حسنا وعلیه قول الشاعر ع۔ فیخر نحن عندالناس منکم فیخر مبتداء ونحن فاعله.

یعنی دوسری قسم مبتداء کی وہ صفت ہے جو حرف النفی اور الف استفہام کے بعد واقع ہو حرف النفی جیسے ما اور لا ہے اور الف استفہام اور اسکے مثل جیسے ہل وما ومن کے حروف ہیں ان جملہ حروف کے بعد جو صفت واقع ہوگی وہ اگرچہ مسند الیہ نہ ہو لیکن مبتداء مانی جائیگی اور سیبویہ سے جواز ابتدائیت صفت مذکورہ بغیر استفہام ونفی کے بھی مع قبح منقول ہے اور اخفش اسکو قبیح نہیں مانتے بلکہ حسن تصور کرتے ہیں اور اسی کے مطابق شاعر کا قول مذکور فی الشرح ہے کہ اسمیں خیر کا لفظ ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور نحن اسکا فاعل ہے اور باوجود اسکے یہ صفت بعد حرف النفی اور الف استفہام کے واقع نہیں ہے۔ **ولو جعل خیر خبرا عن نحن لفصل بین اسم التفضیل ومعموله الذی هو من باجنبی وهو غیر جائز لضعف عمله بخلاف مالو کان فاعلا لکونه کالجزء** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ نحن کا کلمہ ترکیب میں مبتداء اور مسند الیہ ہو اور خیر اسکی خبر مقدم ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ نحن کا مبتداء ٹھہرانا اور خیر کو اس کی خبر مقدم ماننا درست نہیں ہے کیونکہ اس سے درمیان اسم تفضیل اور اسکے معمول یعنی منکم کے اجنبی یعنی نحن سے فصل لازم آئیگی اور یہ بوجہ ضعیف ہونے عمل اسم تفضیل کے درست نہیں ہے بخلاف اسکے جو فاعل ہو کہ وہ فعل کے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ خیر ترکیب میں مبتداء مسند ہے اور نحن اسکا فاعل ہے۔

رافعةً لظاهرٍ و ما یجری مجراہ و هو الضمیر المنفصل لئلا یخرج عنه قوله تعالیٰ اراغبٌ انت عن الهتی یآ ابراهیم علیه السلام. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس ثانی قسم مبتداء کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے اراغب انت عن الهتی یا ابراهیم کے قول اللہ تعالیٰ کا مبتداء خارج ہوا کیونکہ یہ اگر چہ صفت ہے لیکن رافع اسم ظاہر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اسم ظاہر عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور وہ ضمیر منفصل ہے اور ضمیر منفصل اگر چہ اسم ظاہر حقیقی نہیں لیکن حکمی ہے۔ لہٰذا اب اس تقدیر پر تعریف جامع ثابت ہوئی اور اللہ تعالیٰ کے قول مذکور کا مبتداء اس سے خارج نہیں بلکہ داخل ہے۔ **واحترز به عن اقائمان الزید ان لان اقائمان رافع بضمر عائد الی الزید ان ولو کان رافعا لهذا الظاهر لم یجز تثنیة** یعنی رافعۃ بظاہر کا قول قید کا احترازی ہے اسمیں اقائمان الزیدان سے احتراز کیا کیونکہ اقائمان اس ضمیر کا رافع ہے جو الزیدان کی طرف راجع ہے اگر وہ اس ظاہر کا رافع ہوتا تو اسکا تثنیہ ہونا جائز نہوتا کیونکہ صفت مثل فعل کے ہوتی ہے اور فعل میں یہ قاعدہ ہے کہ اذا اسند الی الظاهر وحدا بدا **مثل زید قائم مثال القسم الاول من المبتداء.** یعنی اول قسم مبتداء کی مثال زید قائم ہے۔ **و اقائم الزیدان مثال للصفة الواقعة بعد حرف النفی** یعنی یہ اس صفت کی مثال ہے جو بعد حرف نفی کے واقع ہو۔ **و ما قائم الزیدان مثل للصفة الواقعة بعد حرف الاستفهام.** یہ اس صفت کی مثال ہے جو بعد حرف استفہام کے واقع ہو۔ **فان طابقت الصفة الواقعة بعد حرف النفی و الاستفهام** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جوابدینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ طابقت کی ضمیر مرفوع دو حالتوں کے خالی نہیں مطلق صفت کی طرف راجع ہوگی یا صفت مذکورہ کی طرف بنا بر اول قائم زید میں جواز امران ہونا چاہیئے حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ یہاں زید کا مبتداء ہونا متعین ہے اور قائم اسکی خبر مقدم ہے اور بنا بر ثانی چاہیئے کہ اقام زید میں جواز امران ہو کیونکہ اسمیں صفت بعد حرف استفہام کے واقع اور رافع اسم ظاہر ہے حالانکہ یہاں ایسا نہیں بلکہ صفت کا مبتداء ہونا متعین ہے اور زید اسکا فاعل قائمقام خبر کے ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ طابقت کی ضمیر مرفوع نہ مطلق صفت کی طرف راجع ہے اور نہ صفت مذکور کی طرف بلکہ اس صفت کی طرف راجع ہے جو بعد حرف النفی یا حرف استفہام کے واقع ہو۔ **اسما مفردا مذکورا بعدها نحو ما قائم زید وقائم احترز به عما اذا طابقت مثنی نحو اقائمان الزیدان او مجموعا نحو اقائمون الزیدون فانها حینئذ خبر لیس الا.** یعنی صفت مذکورہ اگر اس اسم مفرد کے مطابق ہو جو اس کے بعد مذکور ہو جیسے ما قائم زید اور اقائم زید کی امثال میں ہے تو اس صورت میں اس صفت کا مبتداء اور جز دونوں ٹھہرانا جائز ہوگا اور مفرداً کی قید میں اس صفت سے احتراز کیا جو اسم مثنی کے مطابق ہو جیسے اقائمان الزیدان میں ہے اور اس صفت سے بھی احتراز کیا جو جمع کے مطابق ہو جیسے اقائمون الزیدون میں ہے کیونکہ یہ صفت اسوقت صرف خبر ہی ہے مبتداء نہیں یعنی امثال مذکورہ میں صفت خبر مقدم الزیدان اور الزیدون مبتداء مؤخر ہے۔

جاز الامران:......

کو ن الصفته مبتداء وما بعدها فاعله یسد مسد الجزو کون ما بعد ها مبتداء والصفته جزا مقدما علیه فهنا ثلاث صور احد ها قائمان الزیدان وتبعیین حینئذ ان یکون الزیدان مبتداء واقائمان مقدما علیه وثانیتها اقائم الزیدان وتبعیین حینئذ ان یکون الزیدان فاعلا للصفته قائما مقام الحیزوثالثتها اقائم زید ویجوز فیه الامران کما عرفت.

یعنی اگر صفت مذکورہ اسم مفرد کے مطابق ہو تو اسمیں دونوں امر جائز ہیں یعنی صفت کا مبتداء ہونا اور اسکے مابعد کا فاعل قائمقام جز اور ما بعد صفت کا مبتداء ہونا اور صفت کا جز مقدم ہونا یہ دونوں امر جائز ہیں پس یہاں تین صورتیں متصور ہوسکتی ہیں اول اقائمان الزیدان اور اس صورت میں الزیدان کا مبتداء ہونا اور اقائمان کا خبر مقدم ہونا متعین ہوگا دوم اقائم الزیدان اور اس صورت میں الزیدان کا فاعل ہونا اور اقائم صفت کا قائم مقام خبر ہونا متعین ہوگا سوم اقائم زید اور اس صورت میں دونوں امر جائز ہیں جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے۔ **و الجز هو المجرد ای هو الاسم المجرد عن العوامل اللفظية لان الكلام في مرفوعات الاسم فلايصدق على يضرب زيد انه المجرد المسند به المغائر المصفة المذكورة لانه ليس باسم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اسمیں یضرب زید کی ترکیب کا فعل مضارع داخل ہوا کیونکہ وہ بھی عوامل لفظیہ سے خالی ہے اور مسند بہ صفت مذکورہ کے مغائر ہے حالانکہ وہ داخل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوادیا کہ مراد مجرد سے اسم مجرد ہے کیونکہ کلام مرفوعات اسم میں ہے اور وہ فعل مضارع مرفوعات فعل سے ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر جز کی تعریف یضرب زید کے فعل مضارع پر صادق نہیں ہوگی کیونکہ اگرچہ وہ مجرد مسند بہ مغائر صفت مذکورہ کے ہے لیکن اسم نہیں ہے اور ہمارا کلام اسم میں ہے۔ **المسند به ای مایوقع به الاسنادواحترز به عن القسم الاول من المبتداء لانه مسند اليه لامسند به.** یعنی المسند بہ کا قول احترازی ہے اسمیں اول قسم مبتداء سے احتراز کیا کیونکہ وہ مسند الیہ ہے مسند نہیں اور مسند بہ وہ اسم ہے جس پر اسناد واقع ہوتا ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے المسند بہ کے بعد مایوقع بہ کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ المسند اسناد سے ماخوذ ہے اور وہ متعدی بنفسہ ہے پس اسکے باء سے متعدی کرنیکی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ اسکا باء سے متعدی کرنا بنا بر تضمین ہے یعنی اس میں وقوع کے معنی پائے جاتے ہیں اس کا لحاظ کر کے متعدی بباء کردیا ہے۔ **المغائر للصفة المذكورة في تعريف المبتداء واحتراز به عن القسم الثاني من المبتداء ذلک ان تقول المراد المسند به الى المبتداء وتجعل الباء في به بمعنى الى والضمير المجرور راجعًا الى المبتداء وعلى التقديرين يخرج به القسم الثاني من المبتداء ويكون قوله المغائر للصفة المذكورة تاكيداً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب المغائر للصفۃ المذکورۃ کی قید سے مبتداء کی ثانی قسم خارج ہوئی تو اب اسکا ذکر کرنا بلا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ مراد مسند بہ سے مسند بہ الی المبتداء ہے یا بہ کا باء بمعنی الی ہے اور ضمیر مجرورہ مبتداء کی طرف راجع ہے اور ان دونوں تقدیروں کی بنا پر قید مذکور سے قسم ثانی مبتداء خارج ہوئی اور المغائر للصفۃ المذکورۃ کا قول احترازی کی تاکید کیلئے ہے بیکار نہیں ہے۔

و اعلم:......

ان العامل في المبتداء والخبرهوالابتداء اى تجريد الاسم عن العوامل اللفظية ليسند الى شئ اوليسند اليه شئ فمعنى الابتداء عامل في المبتداء والخبر رافع لهما عندالبصريين واما عندغيرهم فقال بعضهم الابتداء عامل في المبتداء والمبتداء في الجز وقال الاخرون ان كل واحد من المبتداء والخبرعامل في الاخر وعلى هذا لايكونان مجردين عن العوامل اللفظية.

اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء خبر میں عامل اور خبر مبتداء میں عامل ہے

پس المبتداء والخبر اسمان مجردان عن العوامل اللفظية کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ اس مقام میں تین مذاہب ہیں اول یہ کہ عامل مبتداء وخبر میں ابتداء ہے یعنی اسم کی تجرید عوامل لفظیہ سے تاکہ کسی شے کی طرف اسکا اسناد ہو یا اسکی طرف کسی دوسری شے کا اسناد ہو جیسے کہ مبتداء وخبر میں ہوتا ہے پس مبتداء وخبر میں عامل معنوی ابتداء ہے اور یہی مبتداء وخبر کا رافع ہے اور یہ بصریوں کا مذہب ہے دوم مذہب بصریوں کے غیر کا ہے پس بعضوں نے کہا ہے کہ عامل مبتداء میں ابتداء ہے اور خبر میں عامل مبتداء ہے سوم مذہب آخروں کا ہے وہ یہ کہ ہر ایک مبتداء وخبر میں سے ایکدوسرے میں عامل ہے اور بنابریں مذہب مبتداء وخبر مجرد عوامل لفظیہ سے نہیں بلکہ دونوں میں عامل لفظی ہوا اور چونکہ مصنف کافیہ کے نزدیک مذہب بصری کا مختار تھا اسلئے اسکو اختیار کیا۔ **واصل المبتداء ای ما ینبغی ان یکون المبتداء علیه.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قیاد راصل سے قاعدہ ہے پس اس تقدیر پر یہ معنٰی ہونگے کہ مبتداء میں قاعدہ تقدیم ہے پس چاہیے کہ فی دارہ زید کی ترکیب جائز نہ ہو کیونکہ اس میں مبتداء خبر سے مؤخر ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل کے معنٰی یہاں راجح کے ہیں یعنی جس پر مبتداء کا ہونا ضروری ہے **اذا لم یمنع مانع** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جوب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء میں تقدیم کا راجح ہونا مسلم نہیں بلکہ ممتنع ہے جیسے فی الدار رجل میں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مبتداء میں تقدیم کا راجح ہونا جب ہے جب تقدیم کا مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ مبتداء کی نکارت ہے۔ **التقديم على الجز لفظاً لان المبتداء ذات و الجز حال من احوالها و الذات مقدمة على احوالها .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مبتداء کی تقدیم کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مبتداء خبر پر لفظ میں اس لئے مقدم ہوتا ہے کہ مبتداء ذات کے درجہ میں ہے اور جز اس کے احوال میں سے ایک حال ہے اور یہ معلوم ہے کہ ذات احوال پر مقدم ہوا کرتی ہے۔ **و من ثم ای من رجل ان الاصل فی المبتداء التقديم لفظاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من ثم اجلیہ مفید علت کے ہے یعنی اس وجہ سے کہ اصل مبتداء میں تقدیم لفظی ہے فی دارہ زید کی ترکیب جائز ہے۔ **جاز قولهم فی داره زيد مع كون الضمير عائلا الى زيد المتاخر لفظاً لتقدمه رتبةً لا صالته التقديم** فی دارہ زید کی ترکیب میں اگرچہ ضمیر زید متاخر کی طرف راجع ہے لیکن چونکہ اصل میں زید کا رتبہ تقدیم ہے اس لئے یہ ترکیب جائز ہے کیونکہ اس میں اضمار قبل الذکر صرف لفظی پایا جاتا ہے اور یہ جائز ہے۔ **و امتنع قولهم صاحبها فی الدار لعود الضمير الى الدار و هو فی حيز الجز الذی اصله التاخير فيلزم عود الضمير الى المتاخر لفظاً و رتبه و هو غير جائز** اور **صاحبها فی الدار** کی ترکیب ممنوع ہے کیونکہ اس میں ضمیر دار کی طرف راجع ہے اور وہ خبر خبر میں ہے اور خبر میں اصل تاخیر ہے پس اس سے متاخر لفظی اور حقیقی کی طرف عائد ہونا ضمیر کا لازم آتا ہے اور وہ جائز نہیں کیونکہ اس سے اضمار قبل الذکر لفظاً اور رتبۃً لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے۔ لہٰذا ترکیب مذکور ممنوع ٹھہری۔

و قد يكون المبتداء نكرة و ان كان الاصل فيه ان يكون معرفة لان المعرفة معنيً معنياً و المطلوب الكثير الوقوع فی الكلام انما هو الحكم على الامور المعنية و لا كنه لايقع نكرة على اطلاق بل.

یعنی کبھی مبتداء نکرہ بھی واقع ہوتا ہے اگرچہ مبتداء میں اصل اس کا معرفہ ہونا ہے کیونکہ معرفہ کے معنٰی معین ہوتے ہیں اور مطلوب کثیر الوقوع کلام عرب میں امور معلومہ اور معینہ پر حکم لگانا ہے لاکن مبتداء نکرہ مطلق واقع نہیں ہوگا بلکہ نکرہ مخصصہ مبتداء واقع ہوگا۔

اذا تخصصت تلک النکرة بوجه ما من وجوه التخصیص اذ با التخصیص یقل اشتراکها فتقرب من المعرفته مثل قوله تعالیٰ و لعبد مومن خیر من مشرک فان البعد متناول للمؤمن و الکافر و حیث و صف بالمومن تخصص باالصفة فجعل مبتداء وخیر جزء.
یعنی جب نکرہ کی تخصیص کی وجوہ سے کسی وجہ سے تخصیص کی جاتی ہے تو وہ نکرہ مبتداء واقع ہوسکتا ہے کیونکہ تخصیص سے نکرہ کے اشتراک اور عموم میں تقلیل ہوجاتی ہے پس وہ معرفہ کے قریب ہوجاتا ہے نکرہ محض نہیں رہتا جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں عبد مومن اور کافر دونوں کو شامل تھا۔ جب مومن سے موصوف ہوا تو ایمان کی صفت کی وجہ سے اسکی کافر سے تخصیص ہوگئی پس اس تخصیص صفتی کی بناء پر اسکو مبتداء ٹھہرایا اور خیر اسکی خبر ٹھہرائی گئی۔ **و مثل قولک ارجل فی الدارام امرأة فان المتکلم بهذا الکلام یعلم ان احد هما فی الدار فیسأل المخاطب عن تعینه.** اسمیں نکرہ خصصہ بعلم متکلم کی مثال ہے کیونکہ اس کلام کا متکلم یہ جانتا ہے کہ رجل اور امرۃ میں سے ایک ضرور دار میں ہے لیکن اسکا تعین معلوم نہیں ہے اسلئے مخاطب سے اسکے تعین کا سوال کررہا ہے۔ **فکانه قال ای من الامرین المعلوم کون احد هما فی الدار کائن فیها فکل فاحد منها تخصص بهذه الصفة فجعل رجل مبتداءً وفی الدار خبره** اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء ایک امر لفظی ہے اور علم متکلم امر ذہنی ہے پس تخصیص لفظی کی امر ذہنی سے کس طرح درست ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا جوابدیا ہے کہ متکلم کا علم اگر چہ امر ذہنی ہے لیکن یہ یہاں مؤول بلفظی ہے پس گویا یہ کہدیا کہ امرین معلومین میں سے کونسا امر معلوم دار میں کائن ہے پس بنابراس صفت علم متکلم کے رجل اور امرۃ میں سے ہر ایک کی تخصیص ہوگئی لہٰذا رجل وامرۃ کو مبتداء ٹھہرایا اور فی الدار اس کی خبر ہوگئی۔ **و مثل قولک ما احد خیر منك فان النکرة فیها وقعت فی خیر النفی فافادت عموم الافراد وشمولها فتعینت وتخصصت فانه لا تعد د فی جمیع الافراد بل هو امر واحد.** اسمیں اس نکرہ کی مثال ہے جسکی تخصیص عموم اور شمول افراد کی وجہ سے ہوئی ہے جیسے ما احد خیر منك میں ہے۔ نکرہ نفی کے خیر میں واقع ہوکر مفید عموم اور شمول افراد ہوگیا ہے پس اس عموم کی بنا پر وہ نکرہ مخصص اور متعین ہوگیا کیونکہ جمیع افراد میں تعدد نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک امر واحد مانا جاتا ہے جیسے دس کا عدد ہے کہ یہ مجموعہ امر واحد مانا جاتا ہے افراد کے تعدد کا لحاظ اسمیں نہیں ہوتا۔ **و کذا کل نکرة فی الاثبات قصد بها العموم نحو تمره خیر من جرادةٍ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ حضرت خلیفۃ المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول تمرة خیر من جرادة سے منقوص ہے کیونکہ اسمیں نکرہ کلام مثبت میں واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے وہ نکرہ یہاں ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نکرہ سے مراد مطلق نکرہ نہیں بلکہ وہ نکرہ مراد ہے جس سے مقصود عموم اور شمول افراد ہو خواہ کلام منفی میں ہو خواہ کلام مثبت میں لہٰذا مثال مذکور سے قاعدہ مذکور کا انتقاض ثابت نہیں ہوا۔ **و مثل قولهم شرّاهر ذاناب لتخصصه بما یتخصیص به الفاعل لشبهه به اذ یستعمل فی موضع ماهر ذاناب الاشر و ما یتخصص به الفاعل قبل ذکره هو صحته کو نه محکو ما علیه بما السند الیه فانک اذا قلت قام علم منه ان مایذ کر بعده امره یصح ان یحکم علیه باللقیام فاذا قلت رجل هو فی قوة رجل موصوف بصحة الحکم علیه بالقیام** یہ اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص شبہ فاعل ہونے سے ہوئی ہو اور عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ شراهر ذاناب کی ترکیب

مفید تخصیص نہیں کیونکہ اس میں حروف حصر نہیں ہے جس سے خصوصیت نکرہ حاصل ہوسکے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسکا جواب دیا کہ حروف حصر اگرچہ لفظ میں نہیں لیکن معنٰی میں موجود ہیں کیونکہ یہ اصل میں ما اھر ذناب الاشر سے پس مثال مذکور کا نکرہ اس چیز سے خاص ہوا جس سے فاعل خاص ہوتا ہے کیونکہ یہ شر کا لفظ مذکور فی المثال فاعل کے مشابہ ہے۔ کیونکہ حصر کے مقام میں ما اھر ذاناب الاشر استعمال کرتے ہیں اور وہ چیز جس سے فاعل کی خصوصیت فاعل کے ذکر کرنے سے پیشتر حاصل ہوتی ہے وہ فاعل کا محکوم علیہ ہوتا ہے پس جب قام کہیں گے تو اس سے یہ معلوم ہو جاوے گا کہ اس قام کے بعد جو امر مذکور ہوگا اسکا قیام کیلئے محکوم علیہ ہونا صحیح ہوگا پس جب رجل کہیں گے تو یہ رجل موصوف بصحتہ الحکم علیہ بالقیام کے حکم اور قوت میں ہوگا یعنی وہ رجل کھڑا ہوا قیام کا محکوم علیہ ہے لہٰذا ترکیب مذکور میں چونکہ شر کا لفظ فاعل حکمی ہے اور فاعل خاص ہوتا ہے اس لیئے مبتداء واقع ہوا ہے اور اسکے مابعد خبر ہے۔

واعلم:......

ان المهر للكلب بالنباح المعتاد قديكون خيرا كما اذا كان لمجيء حبيب مثلاً وقد يكون شرا كما اذا كان مجي عدو والمهر لهم بنباح غير معتاد يتشاأم به فيكون شر الاخيراً فعلى الاول يصح القصر باالنسبة الى الخير ومعناه شر لاخيرا هر ذاناب وعلى الثاني لايصح.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلم سے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کلب کا مہر کبھی نباح معتاد سے ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ اچھا ہوگا جیسے مثلاً دوست کا آنا ہے اور کبھی غیر معتاد سے ہوتا ہے تو اس صورت میں وہ شر ہوگا جیسے دشمن کا آنا ہے اور مہر لہ نباح غیر معتاد سے بدفالی لیتے ہیں پس وہ شر ہی ہوگا نہ خیر لہٰذا بنا بر اول بہ نسبت خیر کے حصر درست ہے جسکی تقدیر پر یہ معنٰی ہوں گے شر ہی ہے خیر نہیں جس نے ذاناب کو بھونکایا اور بنا بر ثانی حصر درست نہیں ہے۔ **فيقدر وصف حتى يصح القصر فيكون المعنى شر عظيم لاحقير اهر ذاناب وهذا مثل يضرب الرجل قوى ادركه العجز في حادثة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مہر کلب کا جب نباح غیر متعاد سے ہو تو اس صورت میں نکرہ کی تخصیص وصف مقدر سے کیجائیگی جس کی تقدیر شر عظیم اھر ذاناب ہے لہٰذا وصف مقدر سے شر کی خصوصیت حاصل ہوگی اس لئے وہ مبتداء واقع ہوسکتا ہے اور یہ مثال اس شخص کے متعلق بیان کی جاتی ہے جو نہایت قوی بااقتدار آدمی ہو لیکن کسی حادثہ میں گرفتار ہوکر عاجز اور کمزور ہو جائے۔ **و مثل قولك في الدار رجل لتخصصه بتقديم الجز لانه اذ قيل في الدار علم ان ما يذكر بعده موصوف بصحة استقراره في الدار فهو في قوة التخصيص بالصفة.** یہ اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص تقدیم خبر سے ہوئی ہو رجل فی الدار کے مقدم کرنے سے خاص ہوا ہے کیونکہ جب فی الدار کہیں گے تو اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس کے بعد جو مذکور ہوگا۔ وہ دار میں استقرار کی صفت پر موصوف ہوگا پس یہ صفت کی تخصیص کے حکم اور قوت میں ہوا لہٰذا اس کا مبتداء واقع ہونا درست ہوگا **و مثل قولك سلام عليك لتخصصه باالنسبة الى المتكلم اذا صله سلمت سلاما عليك فحذف الفعل و عدل الى الرفع لقصد الدوام و الاستمرار فكانه قال سلامي اى سلام من قبلي عليك هذا هو المشهور فيما بين النحاة.**

اس میں اس نکرہ کی مثال ہے جس کی تخصیص نسبت متکلم سے ہوئی ہے یعنی مثال مذکور میں سلام کا لفظ باعتبار نسبت متکلم کے خاص ہو گیا ہے کیونکہ یہ اصل میں سلمت سلاما علیك تھا پس سلمت کا فعل محذوف کیا گیا اور اسمیہ کی طرف عدول کیا گیا۔ جس سے مقصد دوام اور استمرار ہوتا ہے پس

گویا سلام من قبلی علیک کہہ یا یہ وجوہات خصوصیت جواوپر بیان ہوئیں نحات کے درمیان مشہور اور مروج ہیں۔ **و قال البعض المحققین منهم مدار صحة الاخبار عن النكرة على الفائدة لا على ما ذكروه من الخصيصات التي يحتاج في توجيها تها الىٰ هذاه التكلفات الركيكة الراهية فعلى هذا يجوزان يقال كوكب انقض الساعة لحصول الفائدة ولا ليجوزان يقال رجل قائم بعد مه و هذا لقول اقرب الى الصواب.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بسا اوقات نکرہ غیر مخصوصہ بھی مبتداء واقع ہوتا ہے جیسے کوکب انقض الساعتہ میں کوکب نکرہ غیر مخصوصہ مبتداء واقع ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس کے جواب میں بعض محققین یعنی ابن الدیان نے کہا ہے کہ نکرہ کے مبتداء واقع ہونیکا دارو مدار مبنی بر فائدہ ہے مذکورہ تخصیصات پر مبنی نہیں جنکی توجیہات میں ان داہی اور ضعیف تکلفات کی حاجت اور ضرورت پڑتی ہے چونکہ کوکب انقض الساعۃ کی مثال میں ایک جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے اس لئے اس کا بغیر تخصیص کے مبتداء واقع ہونا درست اور جائز ہے اور رجل قائم میں چونکہ مخاطب کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لیئے یہاں رجل کا مبتداء واقع ہونا درست نہیں ہے اور یہی قول اقرب الی الصواب ہے کیونکہ اسی پر استعمال قرآن ہے جیسے و وجوہ یومئذ ناظرۃ، ویل من مزید وغیرہ میں ہے۔ **و لما كان الجز المعرف فيها سبق مختصا باالمفر دلكرنه قسما من الاسم فلم يكن الجملة داخلة فيه ارادان يشير الى ان جز المبتداء قد يقع جملة ايضا فقال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خبر جس کی ما سبق میں تعریف ہو چکی ہے وہ اسم ہے جو عوامل لفظیہ سے مجرد ہو اور یہ مفرد سے مخصوص ہے کیونکہ یہ اسم کی اقسام میں سے ایک قسم ہے پس اس کی تعریف میں جملہ داخل نہیں ہوا کیونکہ وہ مرکب ہے حالانکہ جملہ بھی خبر واقع ہوتا ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس کے جواب کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ کبھی مبتداء کی خبر جملہ بھی واقع ہوتا ہے **و الجز قد يكون جملة اسمية مثل زيد ابوه قائم و فعلية مثل زيد قام ابوه.** یعنی مبتداء کی خبر کبھی جملہ بھی واقع ہوتا ہے خواہ وہ جملہ اسمیہ ہو جیسے زید ابوہ قائم میں ہے خواہ فعلیہ ہو جیسے زید قام ابوہ میں ہے۔ **و لم يذكر الظرفية لانهما راجعة الى الفعلية** اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جملہ ظرفیہ بھی خبر واقع ہوتا ہے اس کو مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کیونکر ذکر نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ ظرفیہ چونکہ مقدر بفعل ہوتا ہے اور حقیقت میں وہ راجع فعلیہ کی طرف ہے اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا **و اذا كان الجز جملة و الحملية مشقلمية بنفسها لا تقتضى الارتباط بغيرها** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فلابد من عاید کا قول اس شرط مقدر کی جزا ہے یعنی مبتداء کی خبر جب جملہ ہو اور جملہ مستقلہ بنفسہا ہوتا ہے غیر کے ساتھ ارتباط اور تعلق کے محتاج نہیں ہوتا اس لئے اس میں عائد کی ضرورت ہے جس سے اس کا مبتداء سے تعلق حاصل ہو سکے۔ **فلا بد فى الجملة الواقعة جزّاعن المبتداء من عائد يربطها به وذلك العائد اما ضمير كما فى المثالين المذكورين اوغيره كاالام فى نعم الرجل زيداووضع المظهر موضع المضمر فى نحو الحاقته والحاقته وكون الجز تفسيرًا اللمبتداء نحو قل هو الله احد.** یعنی اصل جملہ میں جو مبتداء کی خبر واقع ہو عائد کی سخت ضرورت ہے جس سے اسکا مبتداء سے ارتباط اور تعلق حاصل ہو اور وہ عائد عام ہے خواہ ضمیر ہو جیسے امثال مذکورہ میں ہے خواہ غیر ضمیر ہو جیسے الف ولام نعم الرجل زید کے یا وضع مظہر موضع مضمر میں جیسے الحاقۃ میں ہے یا خبر کا مبتداء کیلئے تفسیر ہونا جیسے قل ھو اللہ احد میں ہے یہ سب عائد کے حکم میں ہے اسمیں اس قاعدہ کلیہ پر ایک

اعتراض وارد ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ البر الکر بستین درهمًا والسمن منوان بدرهم کی امثال کے منقوض ہے کیونکہ یہاں خبر جملہ ہے اور باوجود اسکے یہاں عائد نہیں ہے آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اسکا جواب دیتے ہیں کہ کبھی یہ عائد محذوف بھی ہوتا ہے۔
وقد يحذف العائد اذا كان ضمير القيام قرينة نحو البر الكر ستين درهما والسمن منوان بدرهم اى الكر منه بقرينة اين بائع البر والسمن لايسعير غيرهما یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ اگر وہ عاید ضمیر ہو تو وہ قرینہ کے موجودگی میں محذوف ہوگا جیسے البر الکر ستین درهما اور والسمن منوان بدرهم میں ضمیر منہ محذوف ہے اور اسکا قرینہ ہے کہ بر اور سمن کا خریدار سوائے بر اور سمن کے کسی دوسری چیز کا نرخ نہیں کرتا یہی نرخ اس کا قرینہ ہے کہ یہاں منہ محذوف ہے **وما وقع ظرفا اى الجز الذى وقع ظرف زمان او مكان او جار اومجرورًا** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ما موصولہ سے خبر کی طرف اشارہ ہے یعنی وہ خبر جو ظرف زمان یا ظرف مکان یا جار و مجرور واقع ہو وہ مقدر بجملہ ہوگی۔ **فالاكثر من النحاة وهم البصريون على** اسکے بڑھانے سے مقصد یہ ہے کہ یہاں اکثر سے مراد بصریین ہیں۔ **انه اى الجز الواقع ظرفا** اسکے بڑھانے سے اشارہ کیا کہ انہ کی ضمیر اس جز کی طرف راجع ہے جو ترکیب میں ظرف واقع ہو **مقدر اى مؤول** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ باء کا صلۂ تقدیر ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ تقدیر کا صلہ فی کا کلمہ آتا ہے باء نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ تقدیر کے معنی یہاں تاویل کے ہیں اور معلوم ہے کہ تاویل کا صلہ کلمہ باء مستعمل ہوتا ہے۔
بجملة بتقدير الفعل فيه لانه اذا قدر فيه الفعل يصير جملة بخلاف مااذا قدر فيه اسم الفاعل كماهو مذهب الاقل وهم الكوفيون فانه يصير حينئذ مفردا ووجه الاكثران الظرف لابدله من متعلق عامل فيه والاصل فى العمل هو الفعل فاذا وجب التقدير فالاصل اولىٰ ووجه الاقل انه جزو الاصل فى الجز الافراد.
اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے تشریح یہ ہے کہ مقدر صرف فعل ہی ہوتا ہے جملہ مقدر نہیں ہوتا پس مقدر بجملۃ کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہاں جملہ سے مجازا مراد فعل ہے بحکم ذکر کل مراد جز یعنی جب ظرف خبر واقع ہو تو اس میں فعل کا مقدر ہونا ضروری ہے کیونکہ جب اس میں فعل مقدر کیا جائے گا تو اس صورت میں وہ جملہ بن جاویگا بخلاف اس کے کہ جب اس میں اسم فاعل مقدر کیا جائے جیسے یہ مذہب اقل یعنی کوفیین کا ہے کہ اس صورت میں وہ مفرد مانا جائیگا اور دلیل اکثر یعنی بصریین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف میں متعلق عامل کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور عمل میں اصل فعل ہے پس جب تقدیر ضروری ٹھہری تو اصل کی تقدیر اولیٰ ہوگی اور دلیل اقل یعنی کوفیین کی دلیل یہ ہے کہ ظرف خبر ہے اور خبر میں اصل افراد ہے اور مفرد صرف اسم ہی ہوتا ہے لہٰذا ظرف میں اسم فاعل مقدر مانا جائے گا۔ **ثم ان الاصل فى المبتداء التقديم و جاز تا خيره لكن قد يجب لعارض كما اشار اليه بقوله** پھر اصل مبتداء میں تقدیم ہے خبر پر اور اس کی تاخیر بھی جائز ہے لیکن کبھی عارض کی وجہ سے اس کی تقدیم واجب بھی ہو جاتی ہے جیسے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اذا کان المبتداء ......الخ...... کے قول میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے **و اذ كان المبتداء مشتملا علىٰ ماله صدر الكلام اى على معنى وجب له صدر الكلام كا الاستفهام فانه يجب حينئذٍ تقديم حفظا لصدا رتبه مثل من ابوك فان من مبتداء مشتمل على ماله صدر الكلام و هو الاستفهام.** یعنی جب مبتداء اس معنی پر مشتمل ہو جس کے لئے صدارت کلام واجب ہو جیسے استفہام ہے تو اس صورت میں بغرض حفظ صدرت اس کی تقدیم خبر پر واجب ہے جیسے من

ابوك میں من کا کلمہ مبتداء ہے کیونکہ یہ استفہام کے معنیٰ پر مشتمل ہے جو صدرت کلام کو چاہتا ہے اور اگر موخر کرتے ہیں تو صدرت فوت ہوتی ہے اسلئے اسکا مقدم کرنا واجب ہوا۔ **فان معناه اهذا ابوک ام ذالک وابوک خبره وهذا مذهب سيبويه وذهب بعض النحاة الى ان ابوک مبتداء لکونه معرفته ومن خبره الواجب تقديمه على المبتداء لتضمنه معنى الاستفهام** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ من ابوك کی ترکیب میں کلمہ من نکرہ ہے پس اسکا مبتداء ہونا کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ من کا کلمہ ظاہری صورت میں اگرچہ نکرہ ہے لیکن معنیٰ میں معرفہ ہے کیونکہ اسکے معنیٰ اهذا ابوك ام ذاك کے ہیں پس اشارہ کرنے سے معرفہ ہوا اور ابوک من کی خبر ہے اور یہ سیبویہ کا مذہب ہے اور بعض نحات اسطرف گئے ہیں کہ ابوک مبتداء ہے کیونکہ وہ معرفہ بالاضافت ہے اور من اسکی خبر ہے بوجہ شامل ہونے معنیٰ استفہام کے مبتداء پر وجوباً مقدم ہوگئی ہے چونکہ مصنف کے نزدیک سیبویہ کا مذہب مختار تھا اسلئے اس کو ذکر کیا اور دوسرے مذہب کا ذکر چھوڑ دیا۔ **او کان ای المبتداء والخبر معرفتين متساوين فى التعريف او غير متساوين** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مبتداء اور خبر کا معرفہ ہونا عام ہے خواہ تعریف میں تساوی ہوں خواہ غیر تساوی **و لاقرينته على كون احد هما مبتداء والاخر خبرًا نحو زيد المنطلق** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ مبتداء اور خبر دونوں یہاں معرفے ہیں باوجود اسکے یہاں تقدیم مبتداء خبر پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ حکم وہاں ہے جہاں ایک کے مبتداء ہونے اور دوسرے کے خبر ہونیکا قرینہ نہ ہو اور یہاں ابو یوسف کے مبتداء ہونے اور ابوحنیفہ کے خبر ہونیکا قرینہ موجود ہے اور وہ تشبیہ ہے اور مبتداء خبر معرفتین کی مثال زید المطلق ہے۔ **او کانا متساوين فى الاصل التخصيص لافى قدره حتى لوقيل غلام رجل صالح خبر منک لوجب تقديمه ايضًا مثل** اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ غلام رجل صالح خير منك کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ یہاں درمیان مبتداء اور خبر کے تعریف میں مساوات نہیں اور باجود اسکے یہاں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مراد مساوات سے مساوات اصل تخصیص میں ہے قدر میں مساوات مقصود نہیں ہے اسی وجہ سے مثال مذکور میں بھی تقدیم مبتداء خبر پر واجب ہے۔ **افضل منى افضل منك رفعاً للاشتباه** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ فعل مقدر یجب کا مفعول لہ ہے جس کی تقدیر یجب تقديم المبتداء فى الصورتين رفعا للاشتباه ہوگی۔ **او کان الخبر فعلا له اى المبتداء احتراز عما لايكون فعلًا له كما فى قولک زيد قائم ابوه فانه لا يجب فيه تقديم المبتداء لجواز قام ابوه زيد لعدم الالتباس.** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لہ کی ضمیر مجرور مبتداء کی طرف راجع ہے اور یہ قول احتراز ہے اسمیں اس خبر سے احتراز کیا جو مبتداء کا فعل نہ ہو جیسے زيد قام ابوه کے قول میں قیام زید کا فعل نہیں ہے یہاں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب نہیں کیونکہ یہاں قام ابوہ زید بھی جائز ہے اسلئے یہاں التباس کا اندیشہ نہیں ہے۔

مثل زيد قام وجب تقديمه اى تقديم المبتداء علي الخبر فى هذه الصور اما فى الصور الاول فلما ذكرنا واما فى الصورة الاخيرة فلئلا يلتبس المبتداء بالفاعل اذا كان الفعل مفردًا مثل زيد قائم فانه اذا قيل قام زيد التبس المبتداء بالفاعل.

اس خبر کی مثال جو مبتداء کا فعل ہو زید قام ہے یعنی جب مبتداء اس معنی پر مشتمل ہو جو صدارت کلام کی مقتضی ہوں یا مبتداء اور خبر دونوں معرفے ہوں یا مبتداء اور خبر دونوں اصل تخصیص میں مساوی ہوں یا خبر مبتداء کا فعل ہو تو ان جملہ صورتوں میں مبتداء کی تقدیم خبر پر واجب اور ضروری ہے صور ثلاثہ اول میں تقدیم کی دلیل اور وجہ بیان ہو چکی ہے اور صورت آخر میں مبتداء کی تقدیم اسلئے ضروری ہے کہ مبتداء کا فاعل سے التباس نہ ہو اس صورت میں جس میں فعل مفرد ہوتا ہے جیسے زید قام میں ہے کہ اس میں اگر زید قام کہیں گے تو اس صورت میں مبتداء کا فاعل سے التباس ہو جائیگا نہ معلوم ہوگا کہ زید فاعل ہے۔

بالمبتداء او بالبدل عن الفاعل اذا کان مثنی او مجموعًا فانه اذا قیل فی مثل الزیدان قاما والزیدون قامو اقاما الزیدان وقامو الزیدون یحتمل ان یکون الزیدان والزیدون بدلاعن الفاعل فالتبس المبتداء به۔

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کے فاعل سے ملتبس ہونے کی صورت میں وہاں درست ہے جہاں فعل مفرد ہو جیسے زید قام میں ہے لیکن جہاں فعل مثنی یا جمع ہو وہاں یہ صورت درست نہیں ہے جیسے الزیدان قاما اور الزیدون قامو اکی مثال میں ہے کیونکہ یہاں مبتداء کا فاعل سے التباس نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ یہاں اگرچہ مبتداء کا فاعل سے التباس نہیں لیکن فاعل کے بدل سے التباس ضرور ہے کیونکہ اگر بجائے الزیدان قاما والزیدون قاموا کے قاما الزیدان و قاموا الزیدون پڑھیں گے تو اس صورت میں یہ احتمال ہے کہ الزیدان اور الزیدون فاعل سے بدل واقع ہوں پس اس صورت میں مبتداء فاعل کے بدل سے ملتبس ہو جائے گا اسلئے تقدیم مبتداء ضروری ٹھہری۔ **او باالفاعل علی هذا التقدیر ایضا علی قول من یجوز کون الالف والواؤ حرفًا دالًا علی تثنیته الفاعل وجمعه کالتاء فی ضربت هند** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے اعتراض کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جسکی تشریح اسطرح کرتی ہیں کہ یا مبتداء عین فاعل سے ملتبس ہوگا اس تقدیر پر بھی اس شخص کے قول کی بناء پر جو الف اور واؤ کے فاعل کے تثنیہ اور جمع پر حروف دالہ کے جواز کا قائل ہے جیسے ضربت ہند میں کلمہ تا ہے یعنی جس شخص کے نزدیک الف اور واؤ علامت تثنیہ اور جمع فاعل ہے اسکے نزدیک یہاں مبتداء کا عین فاعل سے التباس لازم آئیگا اسکے نزدیک ہر حال میں تقدیم ابتدا ضروری اور لازمی ثابت ہوئی۔ **و اذا تضمن الجز المفرد ای الذی لیس بجملة صورة سواء کان یحسب الحقیقة جملة او خیر جملة** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الجز کے الف ولام عہدی ہے اس سے اس جز کی طرف اشارہ ہے جو صورت میں جملہ نہ ہو خواہ بحسب حقیقت جملہ ہو یا غیر جملہ۔

ما له صدر الکلام:......

ای معنٰی وجب له صدر الکلام کالاستفهام مثل این زید فزید مبتداء واین اسم متضمن للاستفهام جزه وهو ظرف فان قدر یفعل کان الجز جملة حقیقه مفردًا صورة وان قدر باسم الفاعل کان الجز مفردًا صورة وحقیقة وعلی التقدیر ین لیس بجملة صورة واحترز به عن نحو زید این ابوه اذلاتبطل تباخیره صدرته ماله صدر الکلام لتصدره فی جملة۔

یعنی جب خبر معنی استفہام کے متضمن ہو جیسے این زید میں زید مبتداء ہے اور این اسم یعنی استفہام کی متضمن ہے اور یہ ظرف ہے پس اگر اسمیں فعل مقدر مانا جائے تو اس صورتمیں یہ خبر حقیقت میں جملہ ہوگا اور صورت میں مفرد اور اگر اس میں اسم فاعل مقدر کیا جائے تو اس صورتمیں خبر

حقیقۃ اور صورۃ مفرد مانا جائے گا اور دونوں تقدیروں کی بنا پر صورتمیں یہ خبر جملہ نہیں ہے اور اسمیں زید ابن ابوہ کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ اسمیں خبر کی تاخیر سے ما لہ صدر الکلام کی صدارت باطل نہیں ہوتی کیونکہ یہ جملہ کے صدر میں واقع ہے۔ **او کان الجز بتقدیمہ مصححا لہ ای للمبتداء من حیث انہ مبتداء فتقدیمہ یصح وقوعہ مبتداء نحو فی الدار رجل فان الدار جز تخصص المبتداء بتقدیمہ کما عرفت فلو احز بقی المبتداء** نکرۃ غیر مخصوصۃ یا جز کی تقدیم سے مبتداء کا مبتداء واقع ہونا صحیح ہو جیسے فی الدار رجل میں فی الدار خبر ہے جس کی تقدیم سے مبتداء یعنی رجل کی خصوصیت ہوگئی جیسا کہ اوپر معلوم ہو چکا ہے پس اگر فی الدار کے لفظ کو رجل سے موخر کریں گے تو اس صورت میں مبتداء نکرہ غیر مخصوصہ باقی رہ جائے گا جس کی بنا پر اسکی ابتدائیت درست نہیں ہوگی۔ **او کان لمتعلقہ بکسر اللام ای کان لمتعلق الجز التابع لہ بتبعیۃ یمتنع معھا تقدیمہ علی الجز فلا یرد نحو علی اللہ عبدہ متو کل** متعلق کا لفظ مکسور اللام ہے یعنی یا خبر کے متعلق کی ضمیر ہو مبتداء میں اور خبر کا متعلق خبر کا تابع ہو جس کے ساتھ تقدیم اس متعلق کی خبر پر ممتنع ہو پس اس تقدیر کی بناء پر علی اللہ عبدہ متو کل کا اعتراض وارد نہیں ہوگا کیونکہ اسمیں عبدہ کا لفظ اگر چہ مبتداء ہے اور متوکل اسکی خبر ہے اور علی اللہ خبر کا متعلق ہے اور مبتداء میں خبر کے متعلق کی ضمیر ہے اور باوجود اسکے یہاں تقدیم خبر مبتداء پر واجب نہیں لیکن یہاں متعلق خبر ایسا تابع نہیں جس کی متابعت کی بناء پر مبتداء کی تقدیم خبر پر ممتنع ہو کیونکہ یہاں علی اللہ عبدہ متو کل بھی جائز ہے اسلئے کہ متابعت سے یہاں وہ متابعت مراد ہے جسکی بنا پر تقدیم مبتداء سے اضمار قبل الذکر لفظا او معنًی لازم آتا ہو اور وہ یہاں مثال مذکور میں مفقود ہے۔ **ضمیر کائن فی جانب المبتداء** راجع الی ذلک المتعلق اذ لو اخر لزم الاضمار قبل الذکر لفظا ومعنا **مثل علی التمرۃ مثلھا زیدا مثلھا ای مثل التمرۃ مبتداء وفیہ ضمیر لمتعلق الجز وھو التمرۃ لان الجز ھو قولہ علی التمرۃ والتمرۃ متعلق بہ مثل تعلق الجزء بالکل.** یعنی مبتداء میں جو ضمیر ہو وہ اسی متعلق خبر کی طرف راجع ہو تو اس صورت میں بھی خبر مبتداء پر مقدم ہوگی کیونکہ اگر موخر کریں گے تو اضمار قبل الذکر لفظا او معنًی لازم آئیگا اور یہ باطل ہے مثال اس خبر کی جو مبتداء پر مقدم ہو اور مبتداء میں متعلق کی ضمیر ہو علیٰ التمرۃ مثلھا زیدا ہے پس مثلھا کا قول ترکیب میں مبتداء ہے اور اسمیں متعلق خبر کی ضمیر ہے اور متعلق جز التمرۃ ہے کیونکہ جز علی التمرۃ مجموعہ ہے اور تمرۃ اسکا متعلق ہے اور یہ تعلق ایسا ہے جیسا کہ تعلق جز کا کل سے ہوتا ہے۔ **او کان الجز جزاً عن أنّ المفتوحۃ الواقعۃ مع اسمھا وخبرھا الموؤل بالمفرد مبتداء اذفی تاخیرہ خوف لبس ان المفتوحۃ بالمکسورۃ فی التلفظ لامکان الذھول عن الفتحۃ لخفائھما اوفی الکتابۃ مثل عندی انک قائم وجب تقدیمہ ای تقدیم الجز علی المبتداء فی جمیع ھذا الصور لما ذکرنا.** یعنی یا جز ان مفتوحہ سے خبر واقع ہو یعنی ان حرف مشبہ بالفعل اپنے اسم وخبر سے مل کر بتاویل مفرد ہو کر مبتداء ہوا اور خبر مذکور اسکی خبر ہو تو اس صورت میں بھی تقدیم خبر واجب ہے کیونکہ تاخیر کی صورت میں ان مفتوحہ کے ان مکسورہ سے التباس کا خوف ہے کیونکہ ممکن ہے کہ فتحہ ذہن سے نکل گیا ہو یا کتابت میں رہ گیا ہو اسلئے تقدیم خبر واجب ہے اور اس خبر کی مثال جو ان کی خبر واقع ہو عندی انک قائم ہے کہ اس میں عندی کی تقدیم انک قائم پر واجب ہے کیونکہ انک قائم بتاویل مفرد ہو کر عندی کا مبتداء ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ جب ان درمیان کلام میں واقع ہو تو وہ مفتوح ہوتا ہے پس اگر یہاں عندی کو موخر کریں گے تو اس صورت میں ان مفتوحہ کا ان مکسور سے التباس واقع ہوگا لہذا ان تمام مذکور صورتوں میں خبر کی تقدیم مبتداء پر واجب اور ضروری ثابت ہوئی۔

و قد یتعد و الجز من غیر تعدد الجز عنہ فیکون اثنین فصاعدا وذلک المتعدد اما بحسب

اللفظ والمعنیٰ جمیعا و یستعمل ذلک علی وجھین بالعطف مثل زید عالم وعاقل وبغیر العطف مثل زید عالم عاقل واما یحسب اللفظ فقط نحو ھذا حلو حامض فانھمافی الحقیقة خبر واحد ای امر واحد فی ھذہ الصورة ترک العطف اولیٰ ونظر بعض النحاة الی صورة التعدد وجوز العطف.

یعنی کبھی خبریں متعدد ہوتی ہیں اور مخبر عنہ یعنی مبتداء متعدد نہیں ہوتا پس جزء دو یا اس سے زیادہ بھی ہوتی ہیں اور یہ متعدد بحسب لفظ اور معنیٰ دونوں کے ہوگا اور اسکا استعمال دو طرح کا ہے عطف کیساتھ جیسے زید عالم وعاقل میں ہے اور بغیر عطف کے جیسے زید عالم عاقل میں ہے اور یا یہ متعدد صرف فقط بحسب لفظ کے ہوگا جیسے ہذا حلو حامض میں ہے کہ یہ دونوں الفاظ حقیقت میں خبر واحد یعنی مفرد کے معنیٰ میں نہیں ہیں اور اس صورتمیں ترک عطف اولیٰ ہے اور بعضے نحات نے صوری تعدد کیطرف نظر کرکے عطف کو یہاں بھی جائز مانا ہے۔ **و لا یبعدان یقال مراد المصنف بتعدد الجز ما یکون بغیر عاطف لان التعداد بالعطف لاخفاء به لافی الجز ولافی المبتداء ولافی غیرھما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اس متعدد کی بحسب لفظ اور معنیٰ دونوں کے دو قسمیں ہوئیں ایک مع عاطف ثانی بغیر عاطف کے پس مصنف کافیہ نے اول قسم کی مثال ذکر نہیں کی اور ثانی کی مثال ذکر کردی ہے اسکی کیا وجہ ہوسکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ تعدد خبر سے مصنف کی مراد وہ تعدد ہے جو بغیر عاطف کی ہو کیونکہ تعدد بعاطف میں کوئی خفا نہیں ہے نہ خبر میں نہ مبتداء اور نہ غیر ہما میں بخلاف تعدد کے بغیر عاطف کہ اسمیں خفاء ہے کیونکہ وہ جانب مبتداء میں جائز نہیں ہے پس اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ جانب خبر میں بھی جائز نہ ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے اسی وجہ سے مصنف نے تعدد جز کی مثال لاکر جواز پر تنبیہ کی ہے۔ **و ایضا المتعدد بالعطف لیس بجز بل ھو فی توابعه ولھذا اورد فی المثال الجز المتعدد بغیر عاطف ولو جعل التعداد عم فالاختصار علیه لذالک** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متعدد بالعاطف حقیقت میں خبر نہیں بلکہ وہ خبر کے توابع میں سے ایک تابع ہے اور اسی وجہ سے مصنف نے جز متعدد کی مثال بغیر عاطف کے ذکر کی ہے اور اگر تعدد عام ٹھہرایا جائے خواہ بالعاطف ہو خواہ بغیر عطف کے تو اس صورت میں خبر متعدد کی مثال میں ترک عطف پر اختصار کرنا اسی عدم خفاء کی وجہ سے ہوگا کیونکہ خبر متعدد بالعطف میں خفاء نہیں اسلئے اسکی مثال لانے کی بھی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ **وقد یتضمن المبتداء معنیٰ الشرط و ھو سببیة الاول للثانی** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط کے معنیٰ بتائے ہیں کہ شرط کے معنیٰ سببیت اول ثانی کیلئے ہیں یعنی شرط جزا کیلئے سبب ہوتا ہے **او للحکم به فلایرد علیه نحو ما بکم من نعمة فمن اللّٰه فیشبه المبتداء الشرط فی السببیة للجز کسببیة الشرط للجزاء** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ شرط سبب اور جزا مسبب ہوتا ہے حالانکہ نعمت کا الصاق من اللّٰہ ہونا سبب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ شرط کا سبب ہونا عام ہے خواہ الصاق کا سبب ہو خواہ من اللہ ہونے کے حکم کیلئے سبب ہو یہاں یہ ثانی معنیٰ مقصود ہیں جسکی تقدیر پر آیۂ شریفہ کے معنیٰ ہونگے کہ جو کچھ نعمتیں تم کو ملتی ہیں۔ وہ اللہ کی طرف سے ہیں یعنی جب مبتداء میں شرط کے معنیٰ پائے جائیں تو اس صورت میں مبتداء اپنے خبر کیلئے سببیت میں شرط کے مشابہ ہوگا۔
یعنی جس طرح شرط جزا کے لئے سبب ہوتا ہے اسی طرح مبتداء اپنے خبر کے لئے سبب ہوگا۔

فیصح دخول الفاء فی الجز ویصح عدم دخوله فیه نظرا الی وجود تضمن المبتداء معنیٰ الشرط وما اذا قصد ولالم علیٰ ذلک المعنیٰ فی اللفظ فیجب دخول الفاء فیه واما اذا لم یقصد فلم

یجب دخول فیہ بل یجب عدمہ.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط کے معنیٰ پر دلالت کرنا متکلم کا مقصود ہے یا نہیں بنابر اول جز میں فاء کا لانا واجب اور ضروری ہے بنابر ثانی ممنوع ہے پس یصح دخول الفاء فی الحز کا قول کیونکر درست ہوسکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ خبر میں فاء کا لانا بہ نظر مجرد تضمن مبتداء کے معنیٰ شرط کے ہے قطع نظر از دلالت وعدم دلالت بہرحال اگر متکلم کا مقصود معنیٰ شرط پر لفظ میں دلالت کرنا ہے تو اس وقت خبر میں فاء کا لانا ضروری ہے اور اگر دلالت مقصود نہیں تو اس صورت میں خبر میں فاء کا لانا واجب نہیں بلکہ اس کا لانا عدم واجب ہے۔

و ذالک المبتداء المتضمن معنٰی الشرط اما الاسم الموصول بفعل او ظرف ای الذی جعلت صلۃ جملۃ فعلیۃ او ظرفیۃ موؤلۃ بجملۃ فعلیۃ ھھنا بالاتفاق وانما الشرط ان تکون صلۃ فعلاً اور ظرفًا موؤلاً بالفعل لیتا کد مشابۃ الشرط لان الشرط لایکون الا فعلاً.

یعنی وہ مبتداء جو متضمن معنیٰ شرط کے ہو وہ یا تو وہ اسم موصول ہے جس کا صلہ جملہ فعلیہ ہو یا وہ ظرف ہے جو موؤل بجملہ فعلیہ ہو اور یہاں ظرف کا موؤل بجملہ فعلیہ ہونا بالاتفاق ہے اور صلہ کا جملہ فعلیہ ہونا یا ظرف کا موؤل بجملہ فعلیہ ہونا اسلئے شرط کردیا ہے کہ شرط کی مشابہت کی تاکید ثابت ہوجائے کیونکہ شرط ہمیشہ جملہ فعلیہ ہی ہوتی ہے۔ **و فی حکم الاسم الموصول المذکور الاسم الموصوف بہ.** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جوابدینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا ان الموت الذی تفرون منہ فانہ ملاقیکم سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں موت کا لفظ ترکیب میں مبتداء متضمن معنیٰ شرط کے ہے اور باوجود اسکے یہ نہ موصول بفعل ہے اور نہ موصول بظرف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ مصنف کافیہ کی عبارت میں معطوف مقدر ہے جسکی تقدیر و ذلک الاسم الموصول بفعل اوظرف او الاسم الموصوف بالموصول المذکور ہے یعنی اس اسم موصول مذکور کے حکم میں وہ اسم بھی ہے جو اسم موصول مذکور سے موصوف ہو لہٰذا اب نقض مذکور آیت کا دفع ہوا کیونکہ اسمیں موت اسم موصول سے موصوف ہے۔ **او النکرۃ الموصوفۃ بھما ای باحدھما** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جوابدینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ او النکرۃ الموصوفۃ بہ کہنا مناسب ہے کیونکہ یہ عائد معطوف اور معطوف علیہ کی طرف راجع ہے اور اسمیں یہ قاعدہ ہے کہ اگر عطف بکلمہ او ہو تو اس صورت میں معطوف اور معطوف علیہ دونوں مفرد کے حکم میں ہوتے ہیں دیکھیئے زید او عمر قائم بولتے ہیں قائمان نہیں بولتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ مصنف کی عبارت میں مضاف یعنی احدہما مقدر ہے **و فی حکمہا الاسم المضاف الیھا.** اسکے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جوابدینا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ کل غلام رجل یاتینی او فی الدار فلہ درھم کی مثال کے منقوض ہے کیونکہ اسمیں غلام کا لفظ مبتداء متضمن معنیٰ شرط کے ہے اور باوجود اسکے یہ موصول بفعل یا موصول بظرف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مصنف کی عبارت میں یہاں بھی معطوف مقدر ہے جسکی تقدیر او النکرۃ الموصوفۃ بھما او الاسم المضاف الیھما ہے یعنی اس نکرہ موصوف کے حکم میں وہ اسم بھی ہے جو نکرہ کی طرف مضاف ہو لہٰذا نقض مذکور مندفع ہوا۔ **مثل الذی یاتینی بھذا مثال للاسم الموصول بفعل** یعنی یہ اسم موصول کی مثال ہے جس کا صلہ جملہ فعلیہ واقع ہوا ہو۔ **او الذی فی الدار ھذا مثال للاسم الموصول بظرف** یعنی یہ اس موصول کی مثال ہے جس کا صلہ ظرف موؤل بجملہ فعلیہ واقع ہو۔ **فلہ درھم اما مثال الاسم**

الموصوف بالاسم الموصول المذکور فقوله تعالیٰ قل ان الموت الذی تفرون منه فانه ملاقیکم اوراس اسم کی مثال جواسم موصول سے موصوف ہو۔اللہ تعالیٰ کا قول قل ان الموت الذی ......الخ...... ہےو **مثل کل رجل یاعبتنی ھذا مثال للاسم الموصوف بفعل** یہ اس اسم کی مثال ہے جسکی صفت جملہ فعلیہ واقع ہوا ہواو **کل رجل فی الدار ھذا مثال للاسم الموصوف بظرف.** یہ اس اسم کی مثال ہے جسکی صفت ظرف مؤول بجملہ فعلیہ ہو۔**فله درهم و اما مثال الاسم المضاف الی النکرة الموصوفة باحدهما فقولک کل غلام رجل یاتینی او فی الدار فله درهم** اوراس اسم کی مثال جو نکرہ موصوفہ باحدہما کی طرف مضاف ہو کل غلام رجل یاتینی او فی الدار ہے مثالوں کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص میرے پاس آئے گا جو شخص گھر میں ہوگا اسکو ایک درہم ملے گا اب یہاں قاعدہ کلیہ مذکور بالا پر ایک نقض وارد ہوا جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ لیت اور لعل کے مبتداء سے منقوض ہے کیونکہ یہ مبتداء متضمن معنی شرط کے ہے اور باجود اسکے اسکی خبر میں فا کا لانا درست نہیں ہے آگے چلکر مصنف خود ہی اسکا جواب دیتے ہیں۔

لیت و لعل:......

من الحروف المشبهة با لفعل اذا دخل علی المبتداء الذی یصح دخول الفاء علی جزه مانعان عن دخوله علیه لان صحته دخوله علیه انما کانت لمشابهة المبتداء والخبر للشرط والجزاء ولیت ولعل تزیلان تلک المشابهة کانهما تخرجان الکلام من الخبریته الی الانشائیة والشرط والجزاء من قبیل الاخبار وذلک المنع انما هو بالاتفاق من النحاة فلا یقال لیت او لعل الذی یأتنی اوفی الدار فله درهم.

اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لیت اور لعل جو حروف مشبہ بالفعل میں سے ہیں جب اس مبتداء پر داخل ہوں جسکی خبر میں فا کا لانا درست اور صحیح ہو تو یہ حروف خبر پر فاء کے داخل ہونے کو منع کرتے ہیں کیونکہ خبر پر فاء کا داخل ہونا اسلئے ضروری تھا کہ مبتداء شرط کے مشابہ ہو اور خبر جزاء کے مشابہ اور یہ لیت ولعل اس مشابہت کو زائل کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں حروف کلام کو خبریت سے خارج کرکے انشا بنا دیتے ہیں اور شرط و جزا اماخبار کے قبیل سے ہوتے ہیں اور یہ منع دخول فا یہاں باتفاق نحات ہے پس لیت اولعل الذی یاتنی او فی الدار فله درهم خبر پر فا داخل کرکے نہیں پڑھ سکتے ہیں۔**فان قیل باب کان و باب علمت ایضا مانعان باتفاق فماوجه تخصیص لیت و لعل** یہ اوپر والے قاعدہ مذکورہ پر ایک سوال ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کان اور علمت بھی خبر پر فا کے داخل ہونے کو بالاتفاق منع کرتے ہیں پس لیت ولعل کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے۔**قیل تخصیصهما ببیان الاتفاق انما هو بین الحروف المشبهة لامطلقا ووجه ذلک التخصیص الاهتمام ببیان الاختلاف الواقع فیهما** اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ لیت اور لعل کی تخصیص اتفاق کے بیان میں صرف بہ نسبت حروف شبہ بالفعل کے ہے مطلقا نہیں اور اس تخصیص کی وجہ اس اختلاف کے بیان کا اہتمام ہے جو حروف شبہ بالفعل میں واقع ہے۔**و الحق بعضهم قیل هو سیبویه** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ یہاں بعض سے مراد سیبویہ ہیں۔

ان المکسورة بهما ای بلیت و لعل فی المنع عن دخول الفاء علی الجز والاصح انهالاتمنع عنه لانها لاتخرج الکلام عن الجزیة الی الانشائیة یوئده قوله تعالیٰ:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا و ما تواوهم کُفَّارٌ فلن یقبل توبَتهمْ٥

یعنی سیبویہ نے ان مکسورہ کو بھی لیت ولعل سے ملحق کر کے خبر پر دخول فاء سے مانع قرار دیا ہے لیکن اصح یہی ہے کہ ان مکسورہ دخول فاء کا مانع نہیں کیونکہ یہ ان مکسورہ کلام کو خبریت سے خارج کر کے انشاء نہیں بناتا اور اسکی تائید اللہ تعالیٰ کا قول ان الذین کفروا ......لخ...... کرتا ہے کہ اسمیں ان مکسورہ کی خبر پر فاء کا کلمہ داخل ہوا ہے اگر منع ہوتا تو کلام خدا میں مستعمل نہ ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ منع نہیں ہے آیت شریفہ کے معنٰی یہ ہیں کہ بیشک جو لوگ کافر ہوگئے اور حالت کفر پر مر گئے ہیں انکی توبہ خدا کے یہاں مقبول نہیں ہے۔ **فان قیل قدالحق بعضهم ان المفتوحة ولكن بليت ولعل فماوجه تخصيص ان المكسورة بالالحاق.** یہ ایک سوال ہے جو اوپر الحق بعضهم ان ......الخ...... کے قول پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ بعض نحات نے ان مفتوحہ اور لکن کو بھی لیت ولعل سے ملحق کر کے دخول فاء کے مانع قرار دیا ہے پس الحاق مذکور میں ان مکسورہ کی تخصیص کی کیا وجہ ہے۔

قيل بعضهم الذى الحق ان بهما هو سيبويه فاعتد بقوله وذكره ولم يعتد بقول من سواه فلم يذكره مع ان كلا بقولين لايساعدهما القران وكلام الفصحاء فما يدل على عدم منع ان المكسورة عن دخول الفاء على الجز ما سبق وما يدل على عدم منع ان المفتوحة ولكن عن دخول الفاء قوله تعالىٰ واعلمو انما غنتم من شيئى فان لله خمسه وقول الشاعر شعر

فواللّٰه ما فارقتكم قاليا لكم
و لكن ما يقضٰى فسوف يكون

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ بعض سے مراد سیبویہ ہیں جنہوں نے ان مکسورہ کو لیت ولعل سے ملحق کر کے مانع دخول فا قرار دیا ہے کہ چونکہ مصنف کے نزدیک انکا قول معتبر تھا اسلئے اسکو ذکر کیا اور ان کے غیر کے قول کا اعتبار نہیں کیا اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا باجود اسکے یہ دونوں قول قرآن شریف اور کلام فصحا کے موافق نہیں پس وہ جو ان مکسورہ کے دخول فاء کی عدم ممانعت پر دلالت کرتا ہے وہ ماسبق میں بیان ہو چکا اور وہ جو ان مفتوحہ اور لکن کے دخول فاء کی عدم ممانعت پر دلالت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا قول و اعلموا انما غنتم ......الخ...... اور شاعر کا قول مذکور فی الشرح ہے شعر کے معنٰی یہ ہیں کہ بخدا تم سے دشمنی کر کے میں جدا نہیں ہوا ہوں لیکن جو حکم خدا میں منظور ہوتا ہے وہی سامنے آجاتا ہے۔ یعنی یہ فرقت خدا کو منظور تھی۔ **و قد يحذف المبتداء لقيام قرينة لفظية او عقلية.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ قرینہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ عقلی۔ **جوازاً اى حذفا جائزا لا واجباً** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ جوازا کا لفظ منصوب بنا بر مفعول مطلق ہونے کے ہے لیکن اسکی مصدریت باعتبار موصوف ہے اور اسمیں جو سوال جواب کی صورت ہے اسکی تشریح بار بار بیان ہو چکی ہے اسلئے یہاں اس سلسلہ کو بغرض اختصار چھوڑ دیا گیا ہے۔ **و قد يجب حذفه اذا قطع النعت بالرفع نحو الحمدللّٰه اهل الحمد الى هو اهل الحمد.** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قد کا کلمہ سے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کے حذف کی دو قسمیں ہیں جائز، واجب جیسے الحمد للہ اہل الحمد میں مبتداء کا حذف واجب ہے پس مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اول کو ذکر کیا اور ثانی کو چھوڑ دیا اسکی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا ہے کہ ثانی چونکہ قلیل ہے اسلئے اسکو ذکر نہیں کیا بخلاف اول کے کہ وہ کثیر ہے اسلئے اسکو ذکر

کرو یا یعنی قرینہ لفظیہ یا عقلیہ کی موجودگی میں مبتداء کا حذف کرنا جائز ہے اور کبھی قلت کے ساتھ یہ حذف واجب ہوتا ہے جیسے **الحمدللہ اهل الحمد** میں ہے جسکی تقدیر ہو اہل الحمد ہے یہ قاعدہ ہے کہ جب نعت کو منعوت سے منقطع کرتے ہیں تو اس صورتمیں اس کو مرفوع پڑھتے ہیں جیسے اہل الحمد کو اللہ کے کلمہ سے منقطع کرکے بنابر خبریت مبتداء محذوف ہونیکے مرفوع پڑھ رہا ہے۔**و انما وجب حذفه ليعلم انه كان فی الاصل صفته نقطع لقصد المدح اولزم اوغير ذلک فلوظهر المبتداء لم يتعين ذلک.** اسمیں مبتدا کے حذف کے وجوب کی دلیل ہے یعنی **الحمدللہ اهل الحمد** میں ہو کا حذف اسلئے واجب اور ضروری ہے کہ اس سے یہ معلوم ہوسکے کہ یہ اصل میں اللہ کا وصف تھا پس بغرض قصد مدح کے وصفیت سے قطع ہوکر ابتداء محذوف کی خبر ٹھہری ہے اور اس طرح بغرض ذم کے بھی خبر مبتداء محذوف ٹھہرتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں رجیم کے لفظ کو بنابر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع بھی پڑھتے ہیں اور اسی طرح مقام ترحم میں بھی پڑھتے ہیں جیسے بزید المسکین میں مسکین کے لفظ کو بنابر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع پڑھتے ہیں پس اگر مبتداء کو ظاہر کیا جائے تو اس صورت میں مقصود مدح یا ذم یا ترحم معلوم نہیں ہوگا لہٰذا مبتداء کا حذف واجب اور ضروری ثابت ہوا۔**و يجب حذفه ايضا عند من قال فی نعم الرجل زيد ان تقدير هو زيد** اور اس طرح نعم الرجل زید میں بھی مبتداء کا حذف اس شخص کے نزدیک واجب ہے جو مخصوص بالمدح کو خبر مبتداء محذوف کے مانتا ہے جس کی تقدیر ہو زید ہوگی اور جس شخص کے نزدیک بالمدح مبتداء مؤخر اور نعم الرجل کا جملہ اسکی خبر مقدم ہے اسکے نزدیک یہ ترکیب ممانحن فیہ کے باب سے نہیں ہے خوب سمجھو۔ **كقول المستهل ای المبتداء المحذوف جوازاً مثل مبتداء المحذوف فی مقول المستهل المبصر للهلال الرافع صوته ابصاره الهلال والله ای هذا الهلال والله بالقرينة الحالية** یعنی اس مبتداء محذوف کی مثال اس مستہل کے مقولہ میں ہے جو ہلال کے دیکھنے کے وقت بلند آواز کے الہلال واللہ کہے جسکی تقدیر ہذا الہلال واللہ ہے اور اسکے حذف کا قرینہ حال مستہل ہے کیونکہ اشارہ سے مقصود تعیین شے ہوتا اور اس شے معین پر حکم لگانا مدنظر ہوتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ اول ہلال کو اشارہ سے معلوم کرکے بعدہ اس پر ہلالیت کا حکم لگایا ہے۔**و ليس من باب حذف الجز بتقدير الهلال هذا لان لمقصود المستهل تعين شئی بالاشارة والحكم عليه بالهلالية ليتوجه اليه الناظرون ويروده كما يراه** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور میں جائز ہے کہ ہلال کا لفظ مبتداء خبر محذوف کے ہو جسکی تقدیر الہلال ہذا ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ خبر کے حذف کے باب سے نہیں ہے کیونکہ مستہل کا مقصود اشارہ سے تعیین شے اور اسپر ہلالیت سے حکم لگانا ہے تاکہ اسکی طرف ناظرین متوجہ ہوکر جس طرح وہ خود ہلال کو دیکھ رہا ہے اسی طرح وہ بھی دیکھیں لہٰذا اس صورت میں مبتداء کا محذوف ہونا زیادہ موزوں ہے۔**و انما اتی بالقسم جريا علی عادة المستهلين غالبا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب قسم مثال سے زائد ہے پس اس کو بلاضرورت کیونکر ذکر کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ قسم کا ذکر کرنا بنابر اس ضرورت کے ہے کہ چاند دیکھنے والوں کا قاعدہ ہے کہ وہ جب چاند کو دیکھتے ہیں تو اکثر اور اغلب یقین دلانے کے لئے قسمیں کھایا کرتے ہیں مصنف کافیہ نے اس قاعدہ کا لحاظ کرکے قسم کو ذکر کیا ہے بلاضرورت نہیں ہے۔**و لئلا يتوهم نصب الهلال عند الوقف** یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ قسم کا لانا ضروری ہے کیونکہ اگر قسم مذکور نہ ہو تو اس صورت میں یہ وہم پیدا ہوگا کہ یہ لفظ الہلال بنابر وقف منصوب ہے کیونکہ کلمہ واحد میں اصل وقف ہے اور جب اسمیں وقف کا ارادہ مدنظر رکھیں تو اس میں یہ وہم ضرور پیدا ہوگا کہ یہ اصل میں رأیت الہلال بمقابلہ کسی وقت فعل کو محذوف کرکے منصوب پڑھ رہا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا

اس سے معلوم ہوا کہ یہ خبر ہے مبتدا محذوف کی۔ **و قد يحذف الجز جواز** ای حذفا جائزا لقيام قرينة من غير اقامته شئي مقامه یعنی کبھی خبر قرینہ کی موجودگی میں بغیر اقامت کسی شے اس کے مقام جوازاً محذوف ہوتی ہے اور حذفا جائزا کے منصب ہونے کے متعلق اوپر تشریح ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔

مثل الجز المحذوف جوازا فی قولک خرجت فاذا السبع فان تقديره على المذهب ايصحح كما نص عليه صاحب اللباب خرجت فاذا لسبع واقف على ان يكون اذا ظرف زمان للخبر المحذوف من غير سادٍ مسده اى ففى وقت خروجى السبع واقف.

یعنی اس جز کی مثال جو جوازاً محذوف ہو خرجت فاذا لسبع کے قول میں ہے جسکی تقدیر بنا بر مذہب صحیح جس پر صاحب لباب نے تصریح کی ہے خرجت فاذا لسبع واقف ہے یہ بنا برین کہ اذا خبر محذوف کا ظرف زماں ہو بغیر سد مسد کے جس کی تقدیر ففی وقت خروجی السبع واقف ہے یہاں واقف خبر محذوف ہے۔ **و قد يحذف الخبر لقيام لقرينة وجوبًا** ای حذفًا واجبًا اسکے بڑھانے کی وجہ اور دلیل اوپر مذکور ہو چکی ہے۔ **فی ما التزم** ای فی ترکیب التزام اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ فیما میں کلمہ ما عبارت ترکیب سے ہے۔

فی موضوعه ای موضع الخبر غیره ای غیر الخبر وذالک فی اربعةابواب علی ماذكره المصنف اولها المبتداء الذى **بعد لو لا مثل اولازيدلكان كذا** ای لولازید موجود لان لولا لامتناع الشئی لوجود غيره فيدل على الوجود وقد التزم في موضع الخبر جواب لولا فيجب حذفه لقيام قرينية والتزام قائم مقامه.

یعنی کبھی قرینہ کے موجودگی میں خبر کا حذف کرنا اس مقام میں واجب ہوتا ہے جہاں خبر کی جگہ خبر کے غیر کو قائم مقام کیا ہو اور یہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذکر کے مطابق چار مقامات میں ہوگا اول مقام وہ مبتداء ہے جو لو لا کے بعد واقع ہو جیسے لو لا زید لکان کذا میں ہے۔ جس کی تقدیر لو لا زید موجود ہے یہاں خبر محذوف موجود ہے کیونکہ کلمہ لو لا امتناع شے کے لئے مستعمل ہوتا ہے بوجہ وجود غیر کے پس یہ کلمہ وجود پر دلالت کرتا ہے اور حالانکہ جز کے موضع میں لو لا کا جواب یعنی لکان کذا رکھا گیا ہے پس یہاں بوجہ پائے جانے قرینہ اور سد مسد کے حذف واجب ہے قرینہ دخول لو لا ہے اور سد مسد اقامت جواب لو لا ہے مقام خبر میں۔

هذا اذا كان الخبر عاما واما اذا كان خاصا فلايجيب حذفه كما فى قوله

شعر ولولا الشعر باالعلما ايزدى
لكنت اليوم اشعر من لبيد

هذا على مذهب البصريين وقال الكسائى الاسم الواقع عبد ها فاعل لفعل مقدر اے لولا وجد زيد وقال اللفراء لولا هى الرافعة للاسم الذى بعدها.

اوپر والے قاعدہ کلیہ پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے شعر مذکور فی الشرح سے منقوض ہے کیونکہ

اسمیں مبتداء بعد لولا کے واقع ہے اور باوجود اسکے اسکی خبر محذوف نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں اسکا جواب دیا ہے کہ یہ وجوب محذوف جب ہے جب خبر افعال عامہ میں سے اور اگر افعال خاصہ میں سے ہو تو وہاں خبر کا حذف واجب نہیں ہے جیسے شعر مذکور میں یزری کا فعل خاصہ ہے اور یہ وجوب حذف خبر جز کے افعال عامہ ہونے کی صورت میں بصریوں کا مذہب ہے اور کسائی نے کہا ہے کہ لو لا کے بعد جو اسم واقع ہوگا وہ فعل مقدر کا فاعل ہوگا جس کی تقدیر لو لا وجد زید ہے اور فراء نے کہا ہے کہ یہی کلمہ لولا اسم کا رافع ہے جو اس کے بعد واقع ہوتا ہے۔

فائدہ:......

افعال عامہ چار ہیں:

(۱)......کون، (۲)......حصول، (۳)......ثبوت، (۴)......وجود جیسا کہ کسی شاعر نے نظم کیا ہے ۔

افعال عموم نزد ارباب عقول

کون است وثبوت است وجود است وحصول

و ثانیها کل مبتداء کان مصدرا صورة او بتاویله منسوبا الی الفاعل اوالمفعول او کلیهما وبعده حال او کان اسم تفضیل مضافا الی ذلک المصدر وذلک مثل ذهابی راجلا وضرب زید قائما اذا کان زید مفعولا به مثل ضربی زیدا قائما او قائمین وان ضربت زیدا قائما واکثر شربی السویق ملتوتا واخطب ما یکون الامیر قائما فذهب البصریون الی ان تقدیر ضربی زیدًا حاصل اذا کان قائمًا فحذف حاصل کما تحذف متعلقات الظروف نحو زید عندک فبقی اذا کان قائمًا ثم حذف اذمع شرطه العامل فی الحال واقیم الحال مقام الظرف لان فی الحال معنیٰ الظرفیة فا لحال قائم مقام الظرف القائم مقام الخبر فیکون الحال قائم مقام الخبر قال الرضی هذا ما قیل فیه وفیه تکلفات کثیرقوالذی یظهر لی ان تقدیره نحو ضربی زیدا یلابسه قائما اذا ردت الحال عن المفعول وضربی زیدا یلا بسنی قائما اذا کانت عن الفاعل اولی ثم تقول حذف المفعول الذی هو ذوالحال فبقی اضربی زیدا یلابس قائما ویجوز حذف ذلی الحال مع قیام القرینة کما تقول الذی ضربت قائما زید الی ضربته ثم حذف یلابس الذی هو خبر المبتداء والعامل فی الحال وقائم الحال مقامه کما تقول راشدا مهدیا ای سد راشد مهدیا فعلی هذا یکونون مستر یحین من تلک التکلفات البعیدة.

یعنی مقام ثانی جہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے وہ مبتداء ہے جو حقیقۃ مصدر ہو یا تاویلی مصدر ہو اور فاعل یا مفعول یا دونوں کی طرف منسوب ہو اور اسکے بعد حال واقع ہو یا وہ مبتداء اسم تفضیل ہو جو اسی مصدر کی طرف مضاف ہو اس کی مثال ذهابی راجلا وضرب زیدا قائما ہے یہ جبکہ زید مفعول بہ ہو اول مثال اس مصدر کی ہے جو فاعل کی ضمیر کی طرف مضاف ہو اور ثانی مثال اس مصدر کی ہے جو فاعل کی طرف مضاف ہو یا مفعول کی طرف اور ضربی زیدا قائما اور قائمین اس مصدر کی مثال ہے جو فاعل اور مفعول دونوں کی طرف منسوب ہو اور ان ضربت زیدا قائما اس مصدر تاویلی کی مثال ہے اور اکثر شربی السویق اس مبتداء کی مثال ہے جو اسم تفضیل ہو اور اسی مصدر کی طرف مضاف ہو اور اخطب مایکون الامیر قائما اس اسم کی تفضیل مثال ہے جو مصدر تاویلی کی طرف مضاف ہو کیونکہ اسمیں ما مصدریہ ہے پس اس میں بصریوں کا

مذہب یہ ہے کہ امثال مذکورہ کی تقدیر ضربی زیدا حاصل اذا کان قائما ہے پس حاصل کا لفظ حذف کردیا گیا جیسے زید عندک میں ظرف کے متعلق کو حذف کرتے ہیں پس اذا کان قائما کا جملہ باقی رہا۔ پھر اذا کو مع اپنے شرط کے حذف کیا جو کہ کان ہے اور یہی کان حال کا عامل ہے اور حال یعنی قائما کو ظرف کے مقام یعنی اذا کے قائم مقام کردیا گیا کیونکہ حال میں ظرفیت کے معنٰی پائے جاتے ہیں پس حال قائم مقام ظرف کے ہوا اور ظرف قائم مقام جزء کے ٹھہرا پس حال قائم مقام خبر ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے کہ یہ توجیہ بصریوں کے مذہب کی بنا پر ہے لیکن اسمیں بہت سے تکلفات بعیدہ ہیں اور وہ تقریر جو مجھے ظاہر ہوئی ہے وہ ضربی زیدا بلا بسہ قائما ہے جبکہ مفعول سے حال ٹھہرانا منظور ہو اور ضربی زیدا یلابسنی قائما ہے جبکہ فاعل سے حال لانا منظور ہو اور یہ تقدیر بہ نسبت اول تقدیر کے اولٰی ہے بنابریں تقدیر وہ مفعول محذوف ہوا جو ذوالحال تھا پس ضربی زیدا یلابس قائما باقی رہا ذوالحال کا حذف کرنا قرینہ کے قیام کے وقت جائز ہے جیسے الذی ضربت قائما میں ذوالحال کو محذوف کرکے پڑھتے ہیں کیونکہ یہ اصل میں ضربتہ تھا پھر یلابس کو محذوف کردیا جو مبتداء کی خبر محذوف ہے اور یہی یلابس حال میں عامل ہے اور اسی کے مقام حال کو قائم مقام کردیا گیا ہے جیسے راشدا مہدیا میں سر عامل ہے جو محذوف کیا گیا ہے پس بنابریں تقدیر مذکوران تکلفات بعیدہ سے راحت پائیں گے کیونکہ بنابریں تقدیر کلام میں حذف کثیرہ سے امن ممکن ہے بخلاف تقدیر اول کے کہ اس میں حذف کثیر کا ماننا پڑتا ہے۔ **وقال الکوفیون تقدیرہ ضربی زیدا قائما حاصل بجعل قائما من متعلقات المبتداء ویلزم حذف الخبر من غیر سد شئی مسدہ وتقیید المبتداء المقصود عمومہ بدلیل الاستعمال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حکم مذکور میں کوفیون کا مذہب بتاتے ہیں کہ کوفیین کہتے ہیں کہ مثال مذکورہ کی تقدیر ضربی زیدا قائما حاصل ہے یہ لوگ قائما کو مبتداء کے متعلقات میں سے ٹھہراتے ہیں پس حاصل کو حذف کرکے ضربی زیدا قائما پڑھتے ہیں لیکن کوفیوں کا مذہب دو وجوں سے ضعیف ہے ایک یہ کہ اس سے خبر کا حذف کرنا بغیر سد مسد کے لازم آتا ہے ثانی یہ کہ اس سے مبتداء کی تقدیر جس کا عموم مقصود ہے لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے لہٰذا کوفیوں کا مذہب ضعیف ثابت ہوا و **ذھب الاخفش الی ان الخبر الذی سدت الحال محلہ مصدر مضاف الی صاحب الحال ای ضربی زیدا ضربہ قائما** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مسئلہ مذکور میں اخفش کا مذہب بتاتے ہیں کہ اخفش کہتے ہیں وہ خبر جس کے مقام حال قائم ہوا وہ وہی مصدر ہے جو ذوالحال کی طرف مضاف ہے جس کی تقدیر ضربی زیدا قائما ضربہ ہے۔ **و ذھب بعضھم الی ان ھذا المبتداء لاخبر لہ لکونہ بمعنٰی الفعل اذالمعنٰی ما ضرب زیداً الاقائما** اور بعضے نحات اس طرف گئے ہیں کہ اس مبتداء کی کوئی خبر نہیں ہے کیونکہ یہ مؤول اور بمعنٰی فعل کے ہے کیونکہ اسکے معنٰی ماضرب زیدا الاقائما کے ہیں لیکن یہ مذہب بھی ضعیف ہے کیونکہ درمیان کلام مختصر اور مطول کے مناسبت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں کوئی مناسبت نہیں ہے کیونکہ یہاں کلام مطول ادات حصر پر مشتمل ہے اور کلام مختصر ادات حصر پر مشتمل نہیں ہے۔ **و ثالثھا کل مبتداء اشتمل خبرہ علی معنٰی المقارنتہ وعطف شئی بالواو التی بمعنٰی مع وذلک مثل کل رجل وضعیۃ ای کل رجل مقرون مع وضعیۃ فھذا الخبر واجب حذفہ لان الواو یدل علی الخبر الذی ھو مقرون والیم المعطوف فی موضعہ.** اور ثالث مقام جہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے ہر وہ مبتداء ہے جسکی خبر مقارنت کے معنٰی پر مشتمل ہو اور اس پر کسی شے کا عطف اس واؤ سے کیا گیا ہو جسکے معنٰی مع کے ہوتے ہیں اور اسکی مثل کل رجل وضعیۃ ہے جسکی تقدیر کل رجل مقرون مع ضیعتہ پس یہاں خبر کا حذف کرنا واجب ہے کیونکہ وضعیہ کے کلمہ کا واؤ خبر محذوف پر دلالت کرتا ہے اور وہ خبر محذوف مقرون کا لفظ ہے اس کو حذف کرکے اسکی جگہ معطوف کو قائم کیا گیا ہے یہ اس کے حذف کے وجوب کا قرینہ ہے۔

و رابعها کل مبتداء یکون مقسما به وخبره القسم وذلک مثل لعمرك لافعلن کذا ای لعمرک وبقاء ک قسمی ای ما اقسم به فلاشک ان لعمرک یدل علی القسم المحذوف وجواب القسم قائم مقامه یجب حذفه والعمر والعمر بمعنٰی واحدولایستعمل مع اللام الاالمفتوح لان القسم موضع التخفیف لکثرة استعماله.

اور مقام رابع جہاں خبر کا محذوف کرنا واجب ہے ہر وہ مبتداء ہے جو مقسم بہ ہو اور خبر اس کی قسم ہو اور اس کی مثال لعمرك لافعلن كذا میں جس کی تقدیر لعمرك وبقاء ك قسمی ہے یعنی عمر اور بقا مقسم بہ مبتداء ہے اور قسمی اسکی خبر قسم ہے پس اسمیں شک نہیں کہ لعمرك کا کلمہ قسم محذوف پر دلالت کرتا ہے اور قسم کا جواب اس کے مقام قائم کیا گیا ہے پس یہاں خبر یعنی قسمی کا حذف کرنا واجب ہے کیونکہ یہاں قرینہ اور سد مسد دونوں موجود ہیں قرینہ مقسم بہ کا ذکر کرنا اور سد مسد اقامت جواب قسم ہے خبر کے مقام پر اور العمر کا لفظ مفتوح اور مضموم دونوں معنٰی واحد میں مستعمل ہوتا ہے۔ لیکن لام کے ساتھ صرف مفتوح ہی مستعمل ہوتا ہے کیونکہ قسم تخفیف کا مقام ہے بوجہ کثرت استعمال کے اس لئے اس میں فتحہ زیادہ مناسب ہوگا۔

خبر انّ و اخواتها:......

ای من المرفوعات جز ان و اخواتها.

یعنی مرفوعات میں سے ہے خبر ان اور اسکے اخوات کی۔ **ای اشباهها من الحروف الخمسة الباقیة وهی ان وکان ولکن ولیت ولعل.** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ان و کان و لکن و لیت و لعل پر اخوت کا اطلاق درست نہیں کیونکہ اخت وہ ہے جو تولدی مناسبت میں شریک ہو اور ان الفاظ میں یہ تولدی صورت جاری نہیں ہوسکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اخوت کے یہاں حقیقی معنٰی مقصود نہیں بلکہ مجازی معنٰی مشابہت کے مراد ہیں یعنی وہ حروف خمسہ باقیہ ان وکان ولکن ولیت ولعل جو ان کے ساتھ عمل میں مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ سب حروف مشبہ بالفعل اسم منصوب جز مرفوع چاہتے ہیں۔ **و هو مرفوع بهذا الحروف لابالابتداء علی المذهب الاصح لانها لما لشابهت الفعل المتعدی کما یجی عملت رفعا ونصبا مثله.** اور یہ خبر ان حروف مشبہ بالفعل کے داخل ہونے سے بنابر مذہب اصح مرفوع ہوتی ہے بنابر ابتداء مرفوع نہیں ہے کیونکہ جب یہ حروف فعل متعدی کے مشابہ ہیں جیسا اس کی تحقیق آویگی۔ پس یہ مثل فعل متعدی کے عمل کرینگے۔ **هو ای خبر ان و اخواتها المسند الی شئی اخر بعد دخول احد** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ ظاہر عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حروف مشبہ بالفعل سب ایک دم اسم اور خبر پر داخل ہوتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ان حروف میں سے صرف ایک حرف داخل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسکا جواب دیا ہے کہ عبارت کافیہ میں مضاف احد محذوف ہے۔

هذه الحروف علیها فقوله المسند شامل بخبر کان وخبر المبتداء خبر لاالتی لنفی الجنس وغیرها وبقوله بعد دخول لهذه الحروف خرج جمیعا.

یعنی المسند کا لفظ جنس ہے کان کی خبر اور مبتداء کی اور لائے نفی جنس کی خبر وغیرہا تمام اخبار کو شامل ہے اور بعد دخول ہذہ الحروف کا لفظ قید احترازی ہے اس سے جمیع اخبار تعریف سے خارج ہوگئے۔

و المراد بدخول لهذه الحروف علیها ورودها علیها لایراث الر فیها لفظا او معنٰی فلا تنقض التعریف بمثل یقوم فی قولنا ان زیدا یقوم ابوه فان یقوم ههنا من حیث اسناده الی ابوه لیس مما یدخل علیه

ان بهذاالمعنٰی بل انما دخل علی جملة یقوم ابوه فلا یحتاج الی ان یجاب عنه بان المراد بالمسندالمسند الی اسماء هذه الحروف ویلزم منه استدراک قوله بعد دخول هذه الحروف ولاالی ان یجاب بان المراد بالمسند الاسم المسند فیحتاج الی تاویل الجملة بالاسم حیث یکون خبرها جملة مثل ان زیدا یقوم.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے تین جواب دیے ہیں دو جوابوں کے ضعف کی طرف اشارہ کر کے بلا تشریح چھوڑ دیے ہیں اور تیسرے جواب قوی کی خوب تشریح بیان کی ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف ان زیدا یقوم ابوہ کی ترکیب کے یقوم کے جملہ پر صادق آتی ہے اور باوجود اس کے وہ خبر نہیں بلکہ جملہ ہے اسکے جواب میں لکھا ہے کہ مسند سے مراد وہ مسند ہے جو ان حروف کے اسماء کی طرف مسند ہو لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ اس سے بعد دخول هذه الحروف کے قول کا استدراک لازم آتا ہے اور دوسرا جواب یہ دیا کہ مراد مسند سے اسم مسند ہے اور یقوم فعل مسند لیکن یہ جواب بھی ضعیف ہے کیونکہ جہاں خبر جملہ فعلیہ واقع ہو تو اس کو وہاں اسم سے مؤول کرنا پڑے گا لہٰذا اولی اور قوی جواب یہی ہے کہ ان حروف کے داخل ہونے سے مراد اسم و خبر پر وارد ہوتا ہے جس سے اسم و خبر میں عمل کا اثر پیدا ہو اور وہ اثر عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ معنوی پس اعتراض مذکور دفع ہوا کیونکہ ان زیدا یقوم ابوہ کے قول میں یقوم کا جملہ اگر چہ اس حیثیت سے کہ ابوہ کی طرف مسند ہے اسی معنٰی کا لحاظ کر کے مما یدل علیہ ان میں سے نہیں بلکہ ان یقوم ابوہ کے جملہ پر داخل ہے لیکن معنٰی میں یہ جملہ مذکورہ بتاویل مفرد ہو کر ان کا مدخول ہے۔ جس میں کلمہ ان نے عمل معنوی کیا ہے لہٰذا جواب اول و دوم کی حاجت نہیں ہے کیونکہ ایک کی بناء پر بعد دخول ہذاہ الحروف کے قول کا استدراک لازم آتا ہے۔ اور دوسرے کی بناء پر جملہ میں تاویل کرنے کی ضرورت پڑتی ہے جو لا حاصل ہے۔ **مثل قائم فی ان زید قائم فانه المسند بعد دخول هذاه الحروف** یعنی اس خبر کی مثال جو حروف مذکورہ کے داخل ہونے کے بعد مسند ہو ان زیدا قائم کی ترکیب کا قائم کا لفظ ہے کہ یہ ان کے داخل ہونے کے بعد زید کی طرف مسند واقع ہوا ہے۔ **و امره کامر خبر المبتداء ای حکمه کحکم خبرالمبتداء فی اقسامه من کونه مفردًا وجملة ونکرة ومعرفة وفی احکامه من کونه واحدا ومتعددًا ومثبتا ومحذوفا وفی شرائط من انه اذا کان جملة فلابد من عائد و لا یحذف الا اذا علم.** یعنی ان اور اس کے اخوات کی خبر کا حکم مثل حکم خبر مبتداء کے ہے اقسام میں جو کہ اس کا مفرد اور جملہ اور نکرہ اور معرفہ ہوتا ہے یعنی جس طرح مبتداء کی خبر مفرد اور جملہ و نکرہ اور معرفہ ہوتا ہے اسی طرح ان کی خبر بھی ہوگی اور احکام میں جو کہ واحد اور متعدد اور مثبت اور محذوف ہوتا ہے یعنی ان کی خبر مبتداء کی خبر کے ساتھ ان احکام میں بھی شریک ہے اور شرائط میں جو کہ خبر کا جملہ ہوتا ہے اور جب خبر جملہ ہو تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ عائد بغیر وجود قرینہ کے محذوف نہیں ہوتا۔ ان کی خبر مبتداء کی خبر کے ساتھ ان شرائط میں بھی شریک ہے۔

و المراد ان امره کامره بعد ان یصح کونه خبرًا لوجود شرائط وانتفاء موانعه فلایلزم من ذلک ان کل ما یصح ان یکون خبرا للمبتداء یصح ان یقع خبرا لباب ان حتی یرد انه یجوز ان یقال این زید ومن ابوک ولایجوز ان یقال ان زیدا وان من اباک.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ چیز جس کا مبتداء کے لئے خبر واقع ہونا صحیح ہو اس کا باب ان کیلئے بھی خبر واقع ہونا درست ہوگا پس بنابریں تقدیر چاہیئے کہ این زید و من ابوک پڑھنا درست ہو جس طرح این زید و من ابوک درست ہے اور حالانکہ این زید ومن ابوک جائز ہے اور ان این زیداً وان من اباک درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کی خبر کا حکم مثل خبر مبتداء کے ہے لیکن یہ جب ہے جب کہ شرائط

موجود ہوں اور مانع نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ یہ کہ ان کا کلمہ تحقیق کے لئے آتا ہے اور این و من کے الفاظ استفہام کے لئے مستعمل ہوتے ہیں اور دو رمیان تحقیق اور استفہام کے منافات ہے اسلئے ابن زید و من ابوک جائز اور ان ابن زیدا و ان من اباك کی ترکیب نا جائز ٹھہری۔

الافی تقدیمه ای لیس امره کامر جز المبتداء فی تقدیمه فانه لایجوز تقدیمه علی الاسم وقد جاز تقدیم الخبر علی المبتداء وذلک لان هذه الحروف فروع علی الفعل فی العمل فارید ان یکون عملها فرعیًا ایضًا والعمل الفرعی للفعل ان یتقدم المنصوب علی المرفوع والاصل ان یتقدم المرفوع علی المنصوب فلما اعملت العمل الفرعی لم یتصرف فی معمولیها بتقدیم ثانیها علی الاول کما یتصرف فی معمول الفعل لنقصا نهما عن درجته الفعل.

یہ جملہ اوپر والا امرہ کامر خبر المبتداء کے جملہ سے استثناء ہے یعنی انکی خبر کا حکم تقدیم میں مثل حکم خبر مبتداء کے نہیں ہے کیونکہ ان کی خبر کی تقدیم اسم پر جائز نہیں بخلاف خبر مبتداء کے اسکی تقدیم مبتداء پر جائز ہے کیونکہ یہ حروف مذکورہ عمل میں فعل کے فروع ہیں پس انکا عمل بھی فرعی ہونا چاہیے اور فعل کے عمل فرعی منصوب کا مرفوع پر مقدم ہوتا ہے اور فعل کا اصلی عمل مرفوع کا منصوب پر مقدم ہونا ہے چونکہ یہ حروف عمل فرعی کرتے ہیں اسلئے ان کے معمولوں میں ثانی معمول کے اول پر مقدم کرنے کا تصرف اور تغیر جائز نہیں ہے جیسا کہ فعل کے معمولوں میں یہ تصرف کیا جاتا ہے کیونکہ یہ حروف مذکورہ عمل میں فعل کا درجہ رکھتے ہیں کیونکہ فعل عامل قوی ہے پس یہ معمول مقدم اور مؤخر دونوں میں علی السوی عمل کر سکتا ہے بخلاف ان حروف کے کہ یہ معمول مقدم میں عمل نہیں کر سکتے ہیں اسلئے انکی خبر کی تقدیم جائز نہیں ہے۔

الا ان یکون الخبر ظرفا ای لیس امره کامر خبر المبتداء فی تقدیمه الااذا کان ظرفًا فان حکمه اذا حکمه فی جواز التقدیم اذا کان الاسم معرفة نحو قوله تعالیٰ انا الینا ایا بهم وفی وجوبه اذاکان الاسم نکرة نحو ان من البیان لسحرا وان من الشعر لحکمة وذلک لتو سعهم فی الظروف ما لایتو سع فی غیرها.

یہ اوپر الافی تقدیمہ کے جملہ سے استثناء ہے یعنی انکی خبر کا حکم تقدیم میں مثل حکم خبر مبتداء کے نہیں ہے لیکن اگر خبر ان ظرف ہو تو اس وقت جواز تقدیم میں اسکا حکم مثل حکم خبر مبتداء کے ہوگا۔ مگر یہ جب ہے جبکہ ان کا اسم معرفہ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول:

انا الینا ایابهم○

میں اسم ان معرفہ بالاضافت ہے اسلئے پھر اس پر خبر الینا مقدم ہو گئی ہے اور اگر اسم نکرہ ہو تو اس صورت میں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے جیسے ان من البیان لسحر او ان من الشعر لحکمة لسحرا اور لحکمته کے الفاظ نکرہ ہیں اس لئے یہاں خبر کا مقدم کرنا واجب ہے اور یہ تقدیم خبر مذکورہ صورت میں اسلئے جائز یا واجب ہے کہ نحات ظروف میں گنجائش دیتے ہیں جو غیر ظروف میں نہیں دیتے۔ **خبر لا التی** الکائنته **لنفی الجنس ای لنفی صفته اذ لا رجل قائم مثلا لنفی القیام عن الرجل لالنفی الرجل نفسه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کا قول لنفی الجنس درست نہیں کیونکہ لائے نفی جنس کی نفی کیلئے نہیں بلکہ جنس کی صفت کی نفی کے لئے موضوع ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں مضاف یعنی صفت کا لفظ مقدر ہے جس کی تقدیر لنفی صفۃ الجنس ہے اور مضاف کا مقدر ماننا ضروری ہے کیونکہ لا رجل قائم فی الدار کی ترکیب میں نفی قیام رجل مقصود ہے نفس رجل کی رجولیت کی نفی مطلوب نہیں ہے کیونکہ یہ خلاف واقعہ ہے **المسند الی شئی اخر هذا شامل لخبر المبتداء وخبر ان**

و کان غیرھا یعنی مرفوعات میں سے خبر لائے نفی جنس بھی ہے اور یہ خبر لائے نفی جنس مسند ہوا کرتی ہے دوسری شے کی طرف اور مسند جنس ہے مبتداء کی خبر اور ان کی خبر اور کان کی خبر وغیرہا جملہ اخبار کو شامل ہے **بعد دخولھا ای بعد دخول لا فخرج به سائر الاخبار** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ بعد دخولھا کا لفظ قید احترازی ہے اسمیں باقی جملہ اخبار سے احتراز ہوا اور تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **و المراد بدخولھا ما عرفت فی خبر ان فلایرد نحو یضرب فی لارجل یضرب ابوہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف لا رجل یضرب ابوہ کی مثال میں یضرب ابوہ پر صادق آتی ہے اور باوجود اسکے یہ خبر نہیں بلکہ جملہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ دخول سے مراد ورود ہے جسکی تشریح ان کی خبر کی تحریح میں بخوبی معلوم ہو چکی ہے ملاحظہ ہو۔ **نحو لا غلام رجل ظریف و انما عدل عن المثال المشھور و ھو قولھم لا رجل فی الدار لاحتمال حذف الخبر وجعل فی الدار صفته بخلاف ماذکرہ لان غلام رجل معرب المنصوب لایجوز ارتفاع صفته علی ماھو الظاھر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مشہور لائے نفی جنس کی لارجل فی الدار ہے مصنف نے اس سے عدول کر کے لا غلام رجل ظریف فیھا کیوں اختیار کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جوابدیا کہ مصنف نے لارجل فی الدار مثال مشہور سے اسلئے عدول کیا ہے کہ بنا بر مثال مشہور خبر کے لغت سے التباس کا توہم ہے کیونکہ احتمال ہے کہ جز محذوف ہو اور فی الدار جار مجرور صفت ہو بخلاف مثال مذکور مصنف کے کہ اس میں غلام رجل معرب منصوب ہے اس کی صفت کا مرفوع ہونا جائز نہیں کیونکہ معرب کا تابع لفظ کا تابع ہوتا ہے محل کا نہیں جیسا کہ یہی ظاہر ہے۔ **فیھا ای فی الدار خبر لاظرف ظریف ولاحال لان الظرافة لا یتقید بالظرف ونحوہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ فیھا ترکیب میں خبر بعد خبر واقع ہے ظریف کا ظرف نہیں اور نہ حال ہے کیونکہ حال مقید ہوتا ہے اور ظرافت یہاں ظرف سے مقید نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ ظرافت جسکے معنیٰ کیاست کے ہیں دار کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ **و انما لاتی به لئلایلزم الکذب بنفی ظرافته کل غلام رجل ولیکون مثالا لنوعی جزھا الظرف وغیرہ** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مثل کی توضیح کیلئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک ہی مثال سے بھی حاصل ہو سکتی ہے پس دو امثال لانے کی کیا ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو امثال اسلئے لائے ہیں کہ جنس غلام رجل کی ظرافت کی نفی میں کذب لازم نہ ہو اور یہ خبر کے دونوعوں کی مثال ہو جائے یعنی لائے نفی جنس کی خبر کی دو قسمیں ہیں۔ ظرف اور غیر ظرف اول مثال غیر ظرف کی ہے اور ثانی ظرف کی ہے۔

فائدہ:.....

الظرف وغیرہ کے الفاظ کو ترکیب میں منصوب اور مرفوع اور مجرور تینوں طرح پڑھ سکتے ہیں منصوب بنا بر تقدیر اعنی اور مرفوع بنا بر تقدیر ھما اور مجرور بنا بر بدل لنوعی ہوں گے۔

و یحذف خبر لاھذاہ حذفا کثیرا اذا کان الخبر عاما کالموجود والحاصل لدلالته النفی علیه نحو لااله الا اللّٰه ای لااله موجود الا اللّٰه.

یعنی لائے نفی جنس کی خبر جب افعال عامہ میں سے ہو جیسے موجود اور حاصل ہے تو اس وقت اس کا حذف کرنا بہت کثیر ہوگا کیونکہ نفی اس پر دلالت کرتی ہے جیسے لااله الا اللّٰه میں موجود خبر محذوف ہے جس پر کلمہ لائے نفی دلالت کرتا ہے۔ **و بنو تمیم لایثبتونه ای لا**

يظهرون الخبر في اللفظ لان الحذف عندهم واجب او المراد انهم لا يثبتونه اصلا لالفظا ولاتقديرا فيقولون معنى قولهم لااهل ولامال انتفي لااهل والمال فلايحتاج الي تقدير خبر اور بنو تمیم لا کی خبر کو لفظ میں ظاہر نہیں کرتے کیونکہ اسکا حذف ان کے نزدیک واجب ہے یالا یثبتونہ سے مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ لا کی خبر کو بالکل ثابت نہیں کرتے نہ لفظ میں نہ تقدیر میں پس وہ لوگ لا اہل ولا مال کے معنٰی یہ بتاتے ہیں کہ اہل اور مال دونوں مفقود ہو گئے پس اس صورت میں خبر کے مقدر ماننے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔ **و علي التقديرين يحملون ما يرى خبرا في مثل لارجل قائم علي الصفته دون الخبر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ لارجل قائم کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اسمیں خبر لا مذکور ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسکا جوابدیا کہ لارجل قائم میں قائم بظاہر اگرچہ خبر معلوم ہوتی ہے لیکن بنو تمیم اس کو بنا بر دونوں تقدیروں کے صفت پر محمول کرتے ہیں جز تسلیم نہیں کرتے یعنی رجل کی صفت مانتے ہیں اس کی جز نہیں ٹھہراتے۔ **اسم ماولا المشبهتين بليس في معنى النفي والدخول علي المبتداء والخبر ولهذا تعملان عمله.** یعنی مرفوعات میں سے ماولا مشابہ بلیس کا اسم ہے اور یہ ماولا نفی اور دخول علی المبتداء والخبر میں لیس کے مشابہ ہیں یعنی جس طرح لیس مبتداء اور خبر پر داخل ہو کر نفی کے معنٰی پیدا کر دیتا ہے اسی طرح یہ ماولا بھی جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر مفید معنٰی نفی کے ہیں اور اسی مشابہت کی وجہ سے یہ ماولا لیس کا سا عمل کرتے ہیں۔ **هو المسند اليه هذا شامل للمبتداء ولكل مسند اليه** یعنی ماولا کا اسم مسند الیہ ہوا کرتا ہے اور مسند الیہ جنس ہے مبتداء اور ہر مسند الیہ کو شامل ہے۔ **بعد دخولهما خرج به غير اسم ما و لا** یعنی بعد دخولہما قید احترازی ہے اس سے غیر اسم ماولا سے احتراز کیا۔ **و بما عرفت من معنى الدخول لايرد مثل ابوه في ما زيد ابوه قائم** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جوابدیا ہے جس کہ تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف ما زید ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ پر صادق آتی ہے کیونکہ وہ بھی مسند الیہ ہے حالانکہ وہ ما کا اسم نہیں بلکہ جملہ خبر ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ دخول کے معنٰی ورود کے ہیں جس سے ایراث اثر ہوا اور وہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ معنوی اور ابوہ قائم کا جملہ بتاویل مفرد ہو کر ما کی خبر ہے۔ **مثل ما زيد قائمًا ولارجل افضل منك و انما اتى بالنكرة بعده لان لالاتعمل الافي النكرة بخلاف مافانها تعمل في النكرة والمعرفة هذا لغته اهل الحجاز واما بنو تميم فلايثبتون لهما العمل ويقولون الاسم والخبر بعد دخولهما مرفوعان بالابتداء كما كان قبل دخولهما** یعنی ماولا کی امثال ما زیدا قائما و لا رجل افضل منك ہیں اور مصنف بعد لا کے نکرہ اس لئے لائے ہیں کہ لا کا کلمہ صرف نکرہ ہی میں عمل کرتا ہے بخلاف کلمہ ما کے کہ وہ نکرہ اور معرفہ دونوں میں عمل کرتا ہے اور یہ ماولا کا عامل ہونا لغت حجاز میں ہے بخلاف لغت بنی تمیم کے وہ لوگ اپنی لغت میں ماولا کو غیر عاملہ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسم وخبر دونوں جن پر ماولا کے الفاظ داخل ہوتے ہیں جس طرح ماولا کے داخل ہونے سے پیشتر مرفوع بنا بر ابتداء وخبر تھے اسی طرح ماولا کے داخل ہونے کے بعد بھی مرفوع بنا بر ابتداء ہوینگے۔ **و علي لغة اهل الحجاز ورود القران نحو ما هذا بشرًا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ جب ماولا کے عمل سکے متعلق دو مذہب ہیں پس مصنف نے بنی تمیم کے مذہب کو چھوڑ کر حجازیین سکے مذہب کو کیونکر مختار کیا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اسکا جوابدیا کہ چونکہ اہل حجاز کی لغت اور مذہب قرآن شریف کے موافق ہے کیونکہ انکی لغت میں قرآن مجید نازل ہوا ہے جیسے ما هذا بشرا ہے کہ اسمیں ما عامل ہے اسلئے قاری بشرا کے لفظ کو منصوب پڑھتے ہیں اسلئے مصنف کافیہ نے حجازیین کے مذہب کو اختیار کر لیا ہے۔

و ہو ای عمل لیس فی لا دون ما شاذ قلیل لنقصان مشابھۃ لابلیس لان لیس لنفی الحال ولالیس کذالک فانہ النفی مطلقا بخلاف ما فانہ ایضا لنفی الحال فیقتصر عمل لا علی مورد السماع نحو قولہ شعر ۔

من صدّ عن نیرانہا
فانا ابن قیس لابراح

ای لا براح لی.

یعنی لیس کا عمل لا میں شاذ ہے یعنی قلیل ہے کیونکہ لا کی مشابہت لیس کے ساتھ کم ہے کیونکہ کلمۂ لیس نفی حال کیلئے مستعمل ہوتا ہے اور کلمہ لا ایسا نہیں کیونکہ یہ نفی مطلق کیلئے مستعمل ہوتا ہے خواہ ماضی ہو خواہ حال خواہ مستقبل ہو بخلاف کلمہ ما کے اس میں لیس کا عمل شاذ نہیں کیونکہ جس طرح کلمہ لیس نفی حال کیلئے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح یہ کلمہ ما بھی نفی حال کیلئے استعمال میں آتا ہے پس لا کے عمل کا مورد سماع پر اقتصار کیا جائیگا جیسے شاعر کے شعر لا براح میں شاعر نے لا کو عمل لیس کا دیکر مرفوع پڑھا ہے شعر کے معنٰی یہ ہیں کہ جس کا دل چاہے آتش حرب سے اعراض کرے کا گر میں قبیلہ کا بڑا ہوں لڑائی سے ہرگز گریز نہیں کروں گا۔ و لا یجوز ان تکون لنفی الجنس لا نہا اذا کانت لنفی الجنس لا یجوز فیما بعدھا الرفع مالم یتکرر و لا تکرار فی البیت اسمیں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جائز ہے کہ شعر مذکور میں کلمہ لا نفی جنس کا ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ لا کا نفی جنس کیلئے ہونا جائز نہیں کیونکہ لائے نفی جنس کے مابعد میں جب تک تکرار و لا و دیگر اسم نہ ہو رفع جائز نہیں ہے۔ اور شعر مذکور میں تکرار نہیں اس سے معلوم ہوا کہ لائے نفی جنس نہیں بلکہ لائے مشابہ بلیس ہے جس کو عمل لیس دیا گیا ہے۔

اعلم ان المراد بالمسند و المسند الیہ فی ہذہ التعریفات ما یکون مسند او مسندا الیہ بالاصالۃ لا با التبعیۃ بقرینۃ ذکر التوابع فیما بعد فلا انتقض بالتوابع.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اعلم سے ایک سوال مقدر کا جواب پر تنبیہ کی ہے جسکی تشریح فاعل کی تعریف میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی مسند اور مسند الیہ کی تعریفات میں مسند اور مسند الیہ بالاصالہ مقصود ہیں مسند اور مسند الیہ بالتبع مراد نہیں کیونکہ مابعد میں توابع کا ذکر کرنا قرینہ ہے۔ اس کا کہ مسند اور مسند الیہ بالاصل مراد ہیں پس اس تقدیر پر مسند اور مسند الیہ کی تعریفات توابع سے منتقض نہیں ہو ونگی۔

و لما فرغ من المرفوعات شرع فی المنصوبات و قدمہا علی المجرورات لکثرتہا و لخفۃ النصب فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منصوبات کی تمہید کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مرفوعات کی بحث سے فارغ ہوئے تو اب منصوبات کی بحث کو شروع کیا اور منصوبات کو مجرورات پر مقدم اس لئے ذکر کیا کہ منصوبات بہ نسبت مجرورات کے کثیر ہیں اور چونکہ نصب جو اثر ہے منصوبات کا بہ نسبت جر کے جو مجرورات کا اثر ہے خفیف ہے اسلئے بلحاظ اثر کے منصوبات کو مجرورات پر مقدم ذکر کیا یہ گویا منصوبات کی تقدیم کی دوسری وجہ ہوگی۔

المنصوبات

فائدہ......

منصوبات بحکم استقراء بارہ ہیں اور حصر کی وجہ یہ ہے کہ اسم منصوب کا عامل فعل ہوگا یا شبہ فعل یا حرف ہوگا پس اگر فعل یا شبہ فعل ہو تو اس کا معمول مفاعیل میں سے ہوگا یا ملحقات مفاعیل میں سے اول فعل کے مفہوم کا جز ہوگا یا نہیں اول مفعول مطلق ہے اور ثانی فعل اس پر واقع ہوگا یا اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہوگا اول مفعول بہ ثانی مفعول فیہ ثالث مفعول لہ رابع مفعول معہ ہے اور اگر معمول ملحقات مفاعیل میں سے ہو تو مبین ہوگا یا نہیں ثانی مستثنیٰ ہے اول مبین ذات ہوگا یا مبین صفت اول تمیز ثانی حال ہے اور اگر اسم منصوب کا عامل حرف ہو تو اس صورت میں یہ اسم مسند الیہ ہوگا یا مسند یہ اول دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا کلام غیر موجب میں اول حرف مشبہ بالفعل کا اسم اور ثانی لائے نفی جنس کا اسم ہے اور اگر مسند بہ نہ ہو تو یہ بھی دو حالتوں سے خالی نہیں کلام موجب میں ہوگا یا غیر موجب میں اول افعال ناقصہ کی خبر اور ثانی خبر لیس اور ما و لا مشابہ لیس کی خبر ہوگی۔

هو ما اشتمل علي علم المفعولية قد تبين شرحه بما ذكر في المرفوعات.

اس کی تشریح بعینہ وہی ہے جو بحث مرفوعات میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ کریں۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع اس منصوب کی طرف راجع ہے جو منصوبات کے ضمن میں پایا جاتا ہے لہذا اضمار قبل الذکر لازم نہیں ہوگا۔ **و المراد بعلم المفعولية علامته كون الاسم مفعولا حقيقةً او حكمًا.** اس کے بڑھانے سے شارح کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے ملحقات مفاعیل خارج ہو گئے حالانکہ وہ مشتمل بر علامہ مفعولیت ہیں اور باوجود اسکے وہ مفاعیل نہیں ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مفعول عام ہے خواہ حقیقی ہو جیسے مفاعیل خمسہ ہیں خواہ حکمی ہو جیسے ملحقات مفاعیل ہیں اگر زیادہ سوال و جواب کی تشریح مطلوب ہو تو بحث مرفوعات میں جو سوال و جواب کی تشریح ہو چکی بعینہ وہی تشریح یہاں بھی سمجھنا چاہیے وہاں ملاحظہ کر کے اس کو یہاں بھی چسپاں کر سکتے ہیں۔ **و هي اربع الفتحة و الكسرة و الالف و الياء نحو رايت زيدا و مسلمات و اباک و مسلمين و مسلمين.** اور وہ علامہ مفعول چار ہیں فتحہ، کسرہ اور الف اور یاء جیسے رایت زیدا اور مسلمات و اباك مسلمين اور مسلمين کے امثال میں ہے اول مثال فتحہ کی ثانی کسرہ کی ثالث الف کی رابع یاء کی ہے۔ **فمنه اى من المنصوب او مما اشتمل على علم المفعولية** اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ منہ کی ضمیر مجرور منصوب یا مما اشتمل کے ما موصول کی طرف راجع ہے۔

المفعول المطلق:......

سمي به لصحته اطلاق صيغة المفعول عليه من غيره تقيده بالباء اوفي اومع اواللام بخلاف المفاعيل الاربعة الباقية فانه لايصح اطلاق صيغة المفعول عليها الابعد تقيدها بواحدة منها فيقال المفعول به اوفيه اومعه اوله.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول مطلق کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اس کو مفعول مطلق سے اسلئے مسمی کیا کہ اس پر مفعول کے صیغہ کا اطلاق بغیر تقیید باء اوفی اومع اولام کے صحیح ہوتا ہے بخلاف باقی مفاعیل اربعہ کے کہ ان پر مفعول کے صیغہ کا اطلاق بغیر تقیید باء اوفی اورمع لام کے صحیح نہیں۔ پس یہاں المفعول به او فیه اومعه اوله مفعول کو به سے یافیه یامعه یاله سے مقید کر کے پڑھیں گے۔ **و هو ای المفعول المطلق اسم ما فعله فاعل فعل** یعنی منصوبات میں سے ایک مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق وہ اسم ہے جس کو فاعل فعل مذکور کرے۔ **و المراد بفعل الفاعل اياه قيامه بحيث يصح** ﴿قوله يصح اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے تعریف جامع کیونکہ اس سے ضربا کا مفعول ہوا کیونکہ یہ فعل فاعل فعل کا منفی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ فعل مذکور سے اسناد کا صحیح ہو خواہ وہ ایجاب سلبی ہو،۱۲﴾ **اسناده اليه لا ان يكون موثراً فيه موجداً له فلا يرد عليه مثل مات موتا وجسم جسامته و شرف شرفا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے مات موتا وجسم جسامته وشرف شرفا کی امثال کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ فعل مذکور کے فاعل کا فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ مراد فعل فاعل سے فعل کا قیام ہے فاعل کے ساتھ اس طرح کہ فاعل کی طرف اس فعل کا اسناد صحیح ہو یہ مقصود نہیں کہ فاعل اسکا مؤثر یا موجد ہو پس امثال مذکورہ کا سوال رفع ہوا کیونکہ ان میں فعل اپنے فاعل کی طرف مسند ہے لہٰذا اب تعریف جامع ثابت ہوئی۔ **و انما زيد لفظ الاسم لان ما فعله الفاعل هو المعنىٰ هو المعنىٰ و المفعول المطلق من اقسام اللفظ و يدخل فيه المصادر كلها.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف میں اسم کا لفظ کیوں زیادہ کیا حالانکہ تعریف بدون اس کے بھی تمام ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم کا لفظ یہاں اس لئے زیادہ کیا ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف معنیٰ پر صادق نہ ہو کیونکہ مافعله فاعل فعل مذکور حقیقت میں معنیٰ ہیں اور مفعول مطلق الفاظ کے اقسام میں سے ہے اور اس تعریف میں کل مصادر داخل ہوتے ہیں۔ **مذكور صفة للفعل هو اعم من ان يكون مذكورًا حقيقة كما اذا كان مذكورًا بعينه نحو ضربًا او حكما كما اذا كان مقدرًا نحو فضرب الرقاب.** یعنی یہ مذکور کا لفظ فعل کی صفت ہے اور عبارت عربی میں حقیقۃ اوحکما کے الفاظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے فضرب الرقاب کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ یہاں فعل مذکور نہیں ہے اور باوجود اس کے یہ مفعول مطلق ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور عام ہے خواہ مذکور لفظی حقیقی ہو جیسے ضربت ضربا میں ہے کہ اس میں فعل ضربته مذکور ہے خواہ مذکور حکما ہو جیسے فضرب الرقاب میں ہے کہ اس میں فاضربوا فعل مقدر ہے۔ **او اسمًا فيه معنى الفعل نحو ضارب ضربًا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضارب ضربا کی ترکیب کا مفعول مطلق ہے خارج ہوا کیونکہ اس میں فعل نہ حقیقۃً مذکور ہے نہ حکما شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور عام ہے خواہ فعل حقیقی ہو خواہ شبہ فعل ہو جس میں فعل کے معنیٰ پائے جاتے ہیں مذکورہ مثال میں فعل اگرچہ حقیقی نہیں لیکن شبہ فعل مذکور ہے۔ **و خرج به المصادر التي لم يذكر فعلها لا حقيقةً و لا حكما نحو الضرب واقع على زيد.** یعنی مذکور کی قید سے مفعول مطلق کی تعریف سے وہ مصادر خارج ہو گئے جن کا فعل نہ حقیقۃً مذکور ہو اور نہ حکمًا جیسے الضرب واقع علی زید میں ہے۔

بمعناه صفة ثانية للفعل یعنی یہ فعل کی ثانی صفت ہے۔ **و ليس المراد به ان الفعل كائين بمعنى ذالک الاسم فان معنى الاسم جز معناه بل المراد ان معنى الفعل مشتمل عليه اشتمال الكل على الجزء فخرج به مثل تاديبًا في قولك ضربته تاديبًا فانه و ان كان مما فعله فاعل فعل مذكور لكنه ليس مما يشتمل عليه معنى الفعل.** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل مذکور کا بمعنیٰ مفعول مطلق کے ہونا محال ہے کیونکہ فعل کل ہے اور مفعول مطلق اس کا جز ہے اور درمیان کل اور جز کے مغائرت ہوتی ہے پس کیونکر ایک دوسرے کے معنیٰ میں ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل مذکور کے مفعول مطلق کے ہم معنیٰ ہونے سے یہ مراد نہیں کہ وہ فعل حقیقت میں اس اسم مفعول مطلق کے ہم معنیٰ ہو کیونکہ مفعول مطلق کے معنیٰ فعل کے معنیٰ کے جز ہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ فعل کے معنیٰ اس پر ایسے مشتمل ہوں جیسا کہ اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے۔ پس بنا بر اس تقدیر کے مفعول مطلق کی تعریف سے ضربته تاديبًا کا مفعول مطلق خارج ہوا کیونکہ یہ اگرچہ مما فعلہ فاعل فعل مذکور ہے لیکن اس پر فعل کے معنیٰ مشتمل نہیں ہے لہٰذا مفعول مطلق کی تعریف جامع ثابت ہوئی۔

و كذا خرج به مثل كراهتي في نحو كرهت كراهتي فان الكراهة اعتبارين احدهما كونها بحيث قامت بفاعل الفعل المذكور و اشتق منها فعل المسند اليه و لا شك ان معنى الفعل مشتمل عليها حينئذ و ثانيهما كونها بحيث وقع عليها فعل الكراهة فاذا ذكرت بعد الفعل باالاعتبار الاول كما في قولک كراهة فهو مفعول مطلق و اذا ذكرت بعده بالاعتبار الثاني كما في قولک كرهت كراهتي فهو مفعول به لا مفعول مطلق اذ ليس ذالک الفعل مشتملاً عليه بهذا لاعتبار بل هو واقع عليه وقوع الفعل على المفعول به فخرج بهذا لاعتبار عن الحد و النطبق الحد على المحدود جامعًا و مانعًا.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول مطلق کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں کرہت کراہتی کی ترکیب کا مفعول بہ داخل ہوا کیونکہ وہ بھی مما فعلہ فاعل فعل مذکور ہے اور فعل مذکور کے معنیٰ اس پر مشتمل ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بمعناہ کے قول میں اس مفعول بہ سے بھی احتراز کیا کیونکہ اس مفعول بہ کے دو اعتبار ہیں ایک اس کا اس حیثیت سے ہونا کہ فعل مذکور کے ساتھ قائم ہو اور اس سے ایک فعل مشتق مانا جائے جس کا اس فاعل کی طرف اسناد ہو اور اس میں شک نہیں کہ اس صورت میں اس پر فعل کے معنیٰ مشتمل ہوتے ہیں اور دوسرا اعتبار یہ ہے کہ اس کو ایسی حیثیت میں مانیں کہ فعل کراہت اس پر واقع ہو پس جب یہ مفعول فعل کے بعد بنا بر اعتبار اول مذکور ہوگا جیسے کرہت کراہۃ کے قول میں ہے تو اس صورت میں یہ مفعول مطلق ہوگا اور جب کہ اس کو فعل کے بعد بنا بر اعتبار ثانی مذکور مانیں گے جیسے کرہت کراہتی کے قول میں ہے تو اس تقدیر پر مفعول بہ ہوگا مفعول مطلق نہیں مانا جائے گا کیونکہ بنا بر اس اعتبار کے فعل کے معنیٰ اس اعتبار کی بنا پر مفعول مطلق کی تعریف سے کراہتی مفعول بہ خارج ہوا اور مفعول مطلق کی تعریف جامع اور مانع ثابت ہوئی۔

و قد يكون المفعول المطلق للتاكيد ان لم يكن في مفهومه زيادة على ما يفهم من الفعل و النوع ان دل على بعض انواعه و العدد ان دل على عدده مثل جلست جلوسا للتاكيد و جلسة بكسر الجيم للنوع بفتحها للعدد فالاول الى الذى للتاكيد لا يثنى و لا يجمع لانه دال على الماهية المعراة عن الدلالة على التعدد و التثنية و الجمع ستيلزمان التعدد فلا يقال جلست جلوسين او

جلوسات الا اذا قصد به النوع او العدد بخلاف اخویه اللذین هما للنوع و العدد نحو جلست جلستین و جلسات بکسر الجیم و فتحها.

یعنی مفعول مطلق کا استعمال تین معنوں کے لئے ہوتا ہے اول تاکید اگر اس کے مفہوم میں فعل کے اصلی معنی سے زیادت ماخوذ ہو دوئم نوع اگر اپنے بعض انواع پر دال ہو سوئم عدد اگر عدد پر دلالت کرے اول کی مثال اول اور ثانی کی مثال ثانی اور سوئم کی مثال ثالث ہے جو متن کافیہ میں مذکور ہے پس اول یعنی وہ مفعول مطلق جو تاکید پر دلالت کرے وہ نہ تثنیہ ہوگا اور نہ جمع کیونکہ وہ اس صورت میں صرف اس ماہیت پر دلالت کرے گا جو تعدد سے بالکل خالی اور معرا ہو اور جمع اور تثنیہ دونوں تعدد کے مستلزم ہیں پس جلست جلوسین یا جلوسات اس صورت میں نہیں پڑھ سکتے ہیں البتہ اگر اس سے مقصود نوع یا عدد ہو تو اس صورت میں تثنیہ یا جمع کر کے پڑھیں گے بخلاف اس کے اخوات کے جو کہ نوع اور عدد ہے جیسے جلست جلستین وجلسات بکسر جیم یا فتح جیم میں ہے کہ یہاں تثنیہ اور جمع دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں۔ **و قد یکون المفعول المطلق بغیر لفظه ای مغائر اللفظ فعله اما بحسب المادة مثل قعدت جلوسًا و اما بحسب الباب نحو انبتة الله نباتًا و سیبویه یقدر له عاملا من بابه ای قعدت و جلست جلوسا و انبتة الله فنبتت نباتًا.** یعنی مفعول مطلق کبھی اپنے فعل کے لفظ کے مغائر آتا ہے اور وہ مغائرت عام ہے خواہ باعتبار مادہ کے ہو جیسے قعدت جلوسا میں ہے خواہ باعتبار باب کے ہو جیسے انبتة الله نباتًا میں ہے کہ نباتا کا مادہ نبت ہے انبت نہیں ہے اور سیبویہ امثال مذکورہ میں مفعول مطلق کا عامل مقدر مانتے ہیں جس کی تقدیر قعدت و جلست جلوسًا و انبتة الله فنبتت نباتا ہے اس تقدیر پر مفعول مطلق اپنے فعل کے لفظ کے مطابق ہے مغائر نہیں۔ **و قد یحذف الفعل الناصب للمفعول المطلق** اس کے بڑھانے سے شارح رحمة اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل تاکہ اس میں شبہ فعل بھی داخل ہو جائے **لقیام قرینة جوازًا کقولك لمن قدم من سفر خیر مقدم ای قدمت قدومًا خیر مقدم فخیر اسم تفضیل و مصدریة باعتبار الموصوف او مضاف الیه لان اسم التفضیل له حکم ما اضیف الیه** اس میں شارح رحمة اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ خیر مقدم کا مفعول مطلق ہونا مسلم نہیں کیونکہ مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ فعل مذکور کی معنی اس پر ایسے مشتمل ہوں جیسا اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے قدمت کے معنی قدومًا پر مشتمل ہیں خیر پر مشتمل نہیں ہے علاوہ ازیں مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور خیر اسم تفضیل ہے شارح رحمة اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خیر اگرچہ اسم تفضیل ہے لیکن اس کا مصدر ہونا باعتبار موصوف محذوف قدومًا کے ہے یا باعتبار مضاف الیہ مقدم کے ہے کیونکہ اسم تفضیل کا حکم بعینہ وہی ہے جو اس کے مضاف الیہ کا ہے اور اس کا مضاف الیہ مصدر میمی ہے لہٰذا یہ بھی اس کے حکم میں ہوگا یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل جوازًا ناصب محذوف بھی ہوتا ہے جب قرینہ حذف کا موجود ہو جیسے خیر مقدم میں قرینہ حذف کا قادم کا حال ہے اس لئے یہاں اس کا عامل ناصب قدمت مقدر ہے **و وجوبا ای حذفا واجبًا** اس کے بڑھانے کی وجہ بات بار بار تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے غور کر کے خود پہچان کر لیں۔ **سماعًا ای سماعیًا موقوفًا علی السماع لا قاعدة له یعرف بها سماعًا** چونکہ سماعا وجوبا کی صفت ہے اور صفت اپنے موصوف کے مطابق ہوتی ہے اس لئے جس طرح اس کو مؤول بواجبا کر کے سوال مقدر کا جواب دیا تھا اس طرح اس کو بھی مؤول بہ سماعیا کیا تاکہ حمل درست ہو اور صفت اپنے موصوف کے مطابق ہو جائے یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل ناصب واجبًا بھی محذوف ہوتا ہے جس کا حذف سماعی ہوگا یعنی موقوف علی السمع ہوگا اس کے لئے سوائے سمع کے اور کوئی قاعدہ نہیں ہوگا جس سے وہ حذف معلوم ہو۔

نحو سقیًا ای سقاک اللّٰہ سقیًا **و رعیًا** ای رعاک اللّٰہ رعیًا **خیبۃً** ای خاب جنبۃً من خاب الرجل خیبۃً اذا لم ینل ما طلب **وجدعًا** ای جدع و الجدع قطع الانف و الاذن و الشفتین و الید **و حمدًا** ای حمدت حمدًا **و شکرًا** ای شکرت شکرًا **و عجبًا** ای عجبت عجبا فانہ لم یوجد فی کلام استعمال الافعال العاملۃ فی ھذہ المصادر و ھذا ففی وجوب الحذف سماعًا.

یہ اس مفعول مطلق کی امثال ہیں جس کا عامل ناصب واجبًا محذوف ہو سقیًا کا عامل ناصب سقاک اللہ مقدر ہے اور رعیًا کا عامل ناصب رعاک اللہ محذوف ہے اور خیبۃ کا عامل ناصب خاب مقدر ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جس وقت آدمی اپنے مطلوب کے حاصل کرنے سے ناامید ہو کر رہ جاتا ہے اور جدعًا کا عامل ناصب جدع مقدر ہے جدع کے معنٰی ناک اور کان اور ہاتھ اور ہونٹ قطع کرنے کے ہیں اور حمدًا کا عامل ناصب حمدت مقدر ہے اور شکرًا کا عامل ناصب شکرت مقدر ہے اور عجبًا کا عامل ناصب عجبت مقدر ہے اور یہاں عامل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ کلام عرب میں ان افعال عاملہ کا مصادر مذکورہ کے ساتھ استعمال نہیں پایا جاتا ہے اور حذف سماعی کے وجوب کے یہی معنٰی ہیں اور یہی حذف کا قرینہ بھی ہے **قیل علیہ قد قالوا حمدت اللّٰہ حمدًا و شکرتہ شکرًا و عجبت عجبًا** یہ ایک سوال ہے جو لم یوجد فی کلامھم استعمال ......الخ...... کے قول پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ افعال عاملہ کا اپنے مصادر کے ساتھ نہ پائے جانے کا دعویٰ مسلم نہیں کیونکہ وہ اپنے لفظی مصادر کے ساتھ مستعمل ہوتے ہیں جیسے حمدت اللّٰہ حمدًا شکرتہ شکرًا اور عجبت عجبًا میں ہے **فاجاب بعضھم بان ذلک لیس من کلام الفصحاء** اس میں شارح رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مذکورہ بالا کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مراد عدم وجود سے عدم وجود کلام فصحا میں ہے اور یہ لغت غیر فصیحہ ہے کلام فصحاء میں سے نہیں ہے۔ **و بعضھم بان وجوب الحذف انما ھو فی ما یستعمل باللام نحو حمدًا لہ و شکرا لہ و عجبا لہ** یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مراد عدم وجود سے عدم وجود مع اللام ہے اور یہ مصادر مذکورہ بدوں لام کے ہیں یعنی بعضوں نے اس طرح جواب دیا ہے کہ وجوب حذف اس میں ہے جو مستعمل باللام ہو جیسے حمدًا لہ و شکرا لہ و عجبا لہ اور یہ مصادر بدون لام مستعمل ہیں لہٰذا عامل استعمال کا دعویٰ ثابت ہوا۔ **و قد یحذف الفعل الناصب للمفعول المطلق حذفا واجبًا قیاسا ای حذفا قیاسا یعلم لہ ضابطۃ کلی یحذف معہ الفعل لزوما** یہ اوپر یحذف کے جملہ پر عطف ہے یعنی کبھی مفعول مطلق کا عامل ناصب وجوبًا محذوف ہوتا ہے لیکن اس کا حذف قیاسی ہوتا ہے اس کے حذف کا کوئی قاعدہ کلی ہوگا جس کے ساتھ عامل کا حذف کرنا لازمی ہوگا اور قیاسا سے قیاسیا مراد لے کر وہی سوال وجواب کی تلمیح ہے جس کی تشریح بار بار ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ **فی مواضع متعددۃ** کے لفظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مواضع سے متبادر وہ مواضع ہیں جو متن میں مذکور ہوں حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ جس طرح ان مواضع مذکورہ فی المتن میں عامل ناصب کا حذف قیاسی ہے اسی طرح ان مواضع کے علاوہ مواضع میں بھی حذف قیاسی ہے جیسے انت قیامًا و الناس قعودًا میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد مواضع سے مواضع متعددہ ہیں محصورہ نہیں لیکن ان مواضع مذکورہ فی المتن کی خصوصیت کثرت مباحث کی وجہ سے ہے۔ **منھا ای من ھذا المواضع موضع ما وقع ای مفعول مطلق وقع مثبتًا ارید اثباتہ لا نفیہ فانہ لو ارید نفیہ نحو ما زید یسیر یسرًا لا یجب حذفہ** شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما وقع کے جملہ سے مقدم موضع کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما کلمہ دو حالتوں سے خالی نہیں مواضع سے عبارت

ہوگی یا مفعول مطلق سے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول اس لئے کہ ماتنا کے قول کا حمل کلیہ یا ہو پر صحیح نہیں کیونکہ مثبت اور محذوف مفعول مطلق ہوتا ہے نہ مواضع اور ثانی اس لئے کہ اس صورت میں کلمہ ما کا حمل منہا پر لازم آئے گا اور یہ صحیح نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کلمہ ما عبارت مفعول مطلق سے ہے اور عبارت میں مضاف یعنی موضع محذوف ہے جس کی تقدیر پر معنی کلام کے یہ ہوں گے ان مواضع میں سے جہاں عامل کا حذف قیاساً واجب ہوتا ہے وہ موضع مفعول مطلق کا ہے جہاں مفعول مطلق بعد نفی کے مثبت واقع ہو یعنی جہاں اس کا اثبات مقصود ہو نہ نفی کیونکہ اگر نفی مراد ہو جیسے ما زید سیر سیرًا کی مثال میں ہے تو اس صورت میں عامل کا حذف واجب نہیں ہوگا۔ **بعد نفي داخل على اسم لا يكون المفعول المطلق خبرًا عنه او بعد معني نفي داخل على اسم لايكون المفعول المطلق خبرًا عنه اى عن ذلك الاسم.** یعنی عامل کا حذف قیاساً وہاں واجب ہے جہاں مفعول مطلق بعد نفی یا بعد معنی نفی کے مثبت واقع ہو اور وہ نفی یا معنی نفی ایسے اسم پر داخل ہو جس سے یہ مفعول مطلق خبر نہ ہو سکے یعنی وہ اسم مبتداء اور یہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکے۔ **و انما قال على اسم لانه دخل على فعل نحو ما سرت الا سيراً و انما سرت سيرًا لا يكون منه** اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ وہ نفی اسم پر داخل نہ ہو یہاں شارح اس کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ علی اسم کہا اور علی فعل نہیں کہا یا اس لئے کہ اگر وہ نفی فعل پر داخل ہو جیسے ما سرت الا سیرًا اور انما سرت سیرًا میں ہے تو اس صورت میں یہ ما وجب حذف عاملہ قیاسًا کے باب سے نہیں ہوگا۔ **و انما وصف الّا بان لا يكون المفعول المطلق خبرًا عنه لانه لو كان خبرًا عنه نحو ما يسري الا سير شديد لكان مرفوعًا على الخبرية** یعنی اس اسم کی صفت اس طرح کی کہ مفعول مطلق اس کی خبر نہ بن سکے یہاں اس لئے کہا اگر مفعول مطلق اس کی خبر بن سکے جیسے ما یسری الا سیر شدید میں ہے تو اس صورت میں وہ مرفوع بنا بر خبریت ہوگا منصوب نہیں مانا جائے گا **او وقع المفعول المطلق مكررًا اى فى موضع الخبر عن اسم لا يصح وقوعه خبرًا عنه فلا يرد نحو دكت الارض دكًا دكًا** اس میں شارح نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ دکت الارض دکًا دکًا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مفعول مطلق مکرر واقع ہے اور باوجود اس کے عامل ناصب محذوف نہیں ہے شارح نے اس کا جواب دیا کہ مفعول مطلق اس اسم کی خبر کی جگہ مکرر واقع ہو اور مفعول مطلق کا خبر واقع ہونا درست نہ ہو پس اس تقدیر پر آیت مذکورہ سے مفعول مطلق کا اعتراض دفع ہوا کیونکہ یہاں مفعول مطلق اگرچہ مکرر ہے لیکن موضع خبر نہیں ہے **و انما جمع بين الظابطتين لاشتراكهما في الوقوع بعد اسم لا يكون خبر عنه** یعنی مصنف نے اوپر کے دو قاعدے ایک منہا میں اس لئے جمع کئے ہیں کہ یہ دونوں قاعدے اس اسم کے بعد واقع ہونے میں مشترک ہیں اور دونوں قاعدوں میں مفعول مطلق اس اسم کی خبر نہیں بن سکتا اس مناسبت سے دونوں کا ایک منہا میں جمع کرنا زیادہ موزوں معلوم ہوا نحو ما انت الا سیرًا ای تسیر سیرًا یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جس کا عامل محذوف کیا جائے اور نفی اس اسم پر داخل ہو جس کی خبر مفعول مطلق نہیں بن سکتا ہو کہ یہاں سیرًا انت کی خبر نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم ہوگا اور یہاں عامل محذوف تسیر ہے جو سیرًا کا عامل ناصب ہے و ما انت الا انت سیر البرید ای تسیر سیرًا البرید ہذان مثالان لما وقع مثبتا بعد نفی یعنی یہ دونوں مثالیں اس مفعول مطلق کی ہیں جو بعد نفی کے کلام میں مثبت واقع ہوا اور اسم مذکور کی خبر نہ بن سکے **و انما اورد مثالين تنبيهًا على ان الاسم الواقع موقع الخبر ينقسم الى النكرة و المعرفة او الى ما هو فعل للمبتداء و الى ما يشبهه به فعله او الى مفرد و مضاف.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک مثال سے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ پس دو

امثال لانے کی کیا حاجت اور ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دو امثال لانے سے مقصود اس بات کی تنبیہ ہے کہ وہ اسم جو موضع خبر میں واقع ہو اس کی دو قسمیں ہیں نکرہ معرفہ اول مثال نکرہ کی ہے ثانی معرفہ کی مثال ہے یا ایک اس کی مثال ہے جو فعل ہو مبتداء کا اور ثانی اس کی مثال ہے جو مبتداء کے فعل کے مشابہ ہو کیونکہ زید کا فعل مرسل کے فعل کے مشابہ ہوتا ہے یا اول مفرد کی مثال ہے اور ثانی مضاف کی چونکہ مثالات متعدد ہوئے اس لئے امثال بھی متعدد لائے ہیں۔ **و انما انت سیرا ای تسیر سیرا مثال لما وقع بعد معنی نفی** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو بعد معنی نفی کے واقع ہو جس کا عامل ناصب تسیر مقدر ہے۔ **و زید سیرًا سیرًا ای یسیر سیرًا مثال لما وقع مکررًا.** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے جو کلام میں واقع ہو جس کا عامل ناصب یسیر محذوف ہے اور یہاں حذف واجب ہے کیونکہ سد مسد اور قرینہ موجود ہے قرینہ نصب معمول اور سد مسد اقامت معمول مقام عامل کے ہے۔ **و منها ای من المواضع التی یجب حذف الفعل الناصب للمفعول المطلق فیها.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں فعل ناصب مفعول مطلق کا حذف کرنا واجب ہے ایک وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو **ما وقع ای موضع مفعول مطلق** وقع اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر سوال و جواب کی صورت میں تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ **تفصیلاً لاثر مضمون جملة متقدمة و المراد بمضمون الجملة مصدرها المضاف الی الفاعل او المفعول و باثره غرضه المطلوب منه و بتفصیل الاثر بیان انواعه المحتملة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ مضمون جملہ اور تفصیل کے معنی بتاتے ہیں کہ جملہ کے مضمون سے مراد وہ مصدر ہے جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہو اور اثر سے مراد وہ غرض ہے جو متکلم کا مطلوب ہو اور اثر کی تفصیل سے مقصود انواع محتملہ ہے۔ **مثل قوله تعالیٰ فشدوا الوثاق فاما منا بعد ای بعد شد الوثاق و اما فداءً فقوله فشدوا الوثاق جملة مضمونها شد الوثاق و الغرض المطلوب من شد الوثاق اما المن او الفداء فصل الله سبحانه هذا الغرض المطلوب بقوله فاما منا بعد و اما فداء ای تمنون منا بعد الشد و اما تفدون فداءً** یہ اس مفعول مطلق کی مثال ہے کہ جو جملہ متقدمہ کے مضمون کے اثر کی تفصیل واقع ہو کہ اس میں فشدوا الوثاق کا قول ایک جملہ ہے جس کا مضمون شد الوثاق ہے اور غرض مطلوب شد الوثاق سے احسان کرنا یا فدیہ لے کر چھوڑ دینا ہے پس اللہ سبحانہ تعالی نے اس غرض مطلوب کی تفصیل فاما منا و اما فداء کے قول میں فرمائی ہے جس کی تقدیر تمنون منا بعد الشد و اما تفدون فداء ہے یعنی شد الوثاق کے بعد قیدیوں پر احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر آزاد کر دو۔ ان دو باتوں کا اختیار ہے۔ **منها ای من تلک المواضع ما وقع ای موضع مفعول مطلق** وقع اس کے بڑھانے کی وجہ بھی اوپر سوال و جواب کی صورت میں تشریح کے ساتھ بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ **للتشبیه ای لان لیشبه به امر اخر.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل کا حذف قیاسا واجب ہے ایک وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو یعنی اس کے ساتھ کسی دوسرے امر کی تشبیہ دی جائے۔ **و احترز به عن نحو لزید صوت صوت حسن لانه لم یقع للتشبیه** یعنی للتشبیہ کے قول سے لزید صوت صوت حسن کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہاں مفعول مطلق تشبیہ کے لیئے واقع نہیں ہے۔ **علاجًا ای حال کونه و الاعلی فعل من افعال الجوارح** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ علاجا کا لفظ ترکیب میں مفعول مطلق سے حال واقع ہوا ہے۔ جس کی تقدیر پر معنی یہ ہوں گے کہ مفعول مطلق تشبیہ کے لئے واقع ہو درآں حالیکہ جوارح کے افعال میں سے کسی فعل پر دال بھی ہو **و احترز به عن نحو لزید زهد زهد الصلحاء لان**

الزهد ليس من افعال الجوارح. یعنی علاجًا کا لفظ بھی قید احترازی ہے۔اس میں لزہد زھد زھد الصلحا سے احتراز کیا کیونکہ زہد افعال جوارح میں سے نہیں بلکہ فعل قلب ہے۔ بعد جملة و احتراز به عن نحو صوت زيد صوت حمار. یعنی بعد جملۃ کے قول میں صوت زید صوت حمار کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہ جملہ کے بعد واقع نہیں ہے۔مشتملة تلك الجملة على اسم كائن بمعناه اى بمعنى المفعول المطلق. یعنی وہ جملہ اس اسم پر مشتمل ہو جو بمعنی مفعول مطلق کے ہو احترز به عن نحو مررت بزيد فاذا له ضرب صوت حمار یعنی بمعناہ کا قول بھی احترازی ہے۔اس میں مررت بزید فاذا له ضرب صوت حمار کی مثال سے احتراز کیا کیونکہ یہاں وہ اسم جس پر جملہ مشتمل ہے بمعنی مفعول مطلق کی نہیں ہے۔و على صاحبه اى صاحبه ذالك الاسم الذى قام به معناه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ صاحبہ کی ضمیر اس اسم کی طرف راجع ہے یعنی وہ جملہ اس اسم کے صاحب پر مشتمل ہو جس کے ساتھ مفعول مطلق کے معنی قائم ہو احترز به عن نحو مررت بالبلد فاذا به صوت صوت حمار یعنی وصاحبہ کے قول میں مررت بالبلد کے قول سے احتراز کیا۔

نحو مررت به فاذا له صوت صوت احمارٍ اى يصوت صوت حمارٍ من صات الشئى صوتًا بمعنٰى صوت تصويتًا فصوت حمارٍ مصدر واقع للتشبيه علاجًا بعد جملة هى قوله له صوت و هى مشتملة على اسم بمعنٰى المفعول المطلق و هو صوت و مشتملة على صاحب ذالك الاسم وهو الضمير المجرور فى قوله له.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صوت حمار کا مفعول مطلق ہونا مسلم نہیں کیونکہ مفعول مطلق مصدر ہوتا ہے اور صوت مصدر نہیں کیونکہ مصدر وہ ہے جس کے معنی فارسی کے اخیر میں دال و نون ہوں جیسے ضرب کے معنی میں زدن ہے یا تا و نون ہوں جیسے قتل کے معنی ہیں کشتن ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مجرد بمعنی مزید کے ہے یعنی صوت بمعنی تصویت کے ہے پس صوت حمار مصدر ہے جو تشبیہ کے لئے علاجًا بعد جملہ کے واقع ہوا ہے اور وہ جملہ لہ صوت کا قول ہے اور یہ جملہ اس اسم پر مشتمل ہے جو بمعنی مفعول مطلق کے ہے اور وہ اسم صوت کا لفظ ہے اور یہ جملہ اس اسم کے صاحب پر بھی مشتمل ہے۔اور وہ صاحب لہ کے قول میں ضمیر مجرور ہے جو زید کی طرف راجع ہے و نحو مررت به فاذا له صراخٌ صراخ الثكلى اى يصرخ صراخ الثكلى و هى امراة مات ولدها. یہ دونوں مثالیں اس مفعول مطلق کی ہیں جس کا عامل قیاسًا وجوبًا محذوف ہو مثال اول میں صوت حمار کا عامل محذوف یصوت اور ثانی مثال میں یصرخ ہے اور یہاں یہ حذف واجب ہے بوجہ وجود قرینہ اور سد مسد کے قرینہ نصب معمول اور سد مسد اقامت جملہ حتقدمہ مقام عامل کے ہے اور مثال اول نکرہ کی اور ثانی مثال معرفہ بالاضافت کی ہے اور ثکلی اس عورت کو کہتے ہیں جس کا بچہ فوت ہو جائے۔و منها اى من تلك المواضع ما وقع اى موضع مفعول مطلق وقع اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے۔ مضمون جملة لا متحمل لها اى لهذاه الجملة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لھا کی ضمیر مجرور جملہ کی طرف راجع ہے۔غيره اى المفعول المطلق اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور مفعول مطلق کی طرف راجع ہے۔نحو على الف درهم اعترافًا اى اعترفت اعترافًا فاعترافًا مصدر وقع مضمون جملة وهى له على الف درهم لان مضمونه الاعتراف و لا محتمل له سواه یعنی ان

مواضع میں سے جہاں عامل مفعول مطلق کا حذف قیاساً واجب ہو وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق جملہ کا مضمون واقع ہو اور اس جملہ سوائے مفعول مطلق کے کسی دوسرے مضمون کا احتمال نہ ہو جیسے لہ علی الف درہم اعترافا میں ہے جس کی تقدیر اعترفت اعترافا ہے پس اعترافا مصدر ہے جو لہ علی الف درہم اعترافا کے جملہ کا مضمون واقع ہوا ہے کیونکہ اس کا مضمون اعتراف ہے سوائے اعتراف کے اور احتمال اس میں نہیں ہے اور یہاں عامل ناصب اعترفت مقدر ہے۔ **و یسمی هذا النوع من المفعول المطلق تاکید النفسه ای لنفس المفعول المطلق لانه یوکد نفسه و ذاته لا امرا یغایره و لو بالاعتبار** یعنی اس قسم کے مفعول مطلق تاکید لنفسہ سے موسوم ہے کیونکہ یہ اپنے نفس اور ذات کی تاکید کرتا ہے کسی دوسرے امر مغائر کی تاکید اس میں مقصود نہیں ہوتی اگرچہ مغائرت بالاعتبار ہو یعنی درمیان لہ علی الف درہم کے قول اور اعترافا کے قول کے تغایر اعتباری بھی نہیں کیونکہ جملہ کا مضمون اس اعتبار سے کہ وہ منصوص علیہ ہے لفظ مصدر سے عین منصوص علیہ بہ لفظ جملہ ہے پس یہاں تغائر اعتباری بھی نہیں ہے۔ **و منها ما وقع مضمون جملة لها ای لهذاه الجملة محتمل غیره ای غیر المفعول المطلق نحو زید قائم حقا ای احق حقا من حق یحق اذا ثبت و وجب فحقا مصدر وقع مضمون جملة و هی قوله زید قائم و لها محتمل غیره لانها تحتمل الصدق و الکذب و الحق و الباطل.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل مصدر کا محذوف کرنا قیاساً واجب ہو ایک وہ مقام ہے جہاں مفعول مطلق جملہ متقدمہ کا مضمون واقع ہو اور اس جملہ میں سوائے مفعول مطلق کے غیر کا بھی احتمال ہو جیسے زید قائم حقا میں احق عامل مقدر اور احق اس وقت استعمال کرتے ہیں جس وقت کسی شے کا ثبوت اور وجوب مقصود ہوتا ہے پس حقا کا لفظ مصدر ہے جو زید قائم کے جملہ کا مضمون واقع ہوا ہے جس میں سوائے مفعول مطلق کے غیر کا بھی احتمال ہے کیونکہ یہ جملہ خبریہ ہے اور جملہ خبریہ میں صدق اور کذب اور حق اور باطل سب کا احتمال ہوتا ہے۔ **و یسمی هذا النوع من المفعول المطلق تاکید الغیره** یعنی اس قسم کے مفعول مطلق تاکید لغیرہ سے موسوم ہے **لانه من حیث هو منصوص علیه اللفظ المصدر یؤکد نفسه من حیث هو محتمل الجملة فالمؤکد اسم مفعول من حیث اعتبار وصف الاحتمال فیه یغائر المؤکد اسم فاعل من حیث انه منصوص علیه بالمصدر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تاکید لغیرہ محال ہے کیونکہ تاکید کے معنی تلفظ بلفظ واحد مرتین ہے اور یہ معنی مغایرت کے ساتھ حاصل نہیں ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جوب دیا کہ یہاں مغایرت سے مراد مغایرت اعتباری ہے نہ واقعی کیونکہ حقا کا لفظ اس اعتبار سے کہ منصوص علیہ بلفظ مصدر ہے حق کا مؤکد ہے جس کا جملہ بھی محتمل ہوتا ہے پس گویا یہ اپنے نفس کا مؤکد ہوا کیونکہ اس صورت میں یہ مصدر جملہ کا بھی محتمل ہے۔ پس مؤکد بصیغہ اسم مفعول باعتبار وصف احتمال کے مؤکد بصیغہ اسم فاعل سے مغائر ہے کیونکہ وہ منصوص علیہ بالمصدر ہے لہٰذا تاکید لغیرہ کی محالیت باطل ہوگئی۔ **و یحتمل ان یکون المراد انه تاکید لاجل غیره لیندفع و علی هذا ینبغی ان یکون المراد بالتاکید لنفسه انه تاکید لاجل نفسه لیتکرر و یتقرر حتی یحسن التقابل.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ تاکید لغیرہ میں احتمال ہے کہ مراد یہ ہو کہ وہ مفعول مطلق تاکید اپنے نفس ہی کی کرے لیکن یہ اس غرض سے کہ اس سے غیر کو دفع کرے اور بنا بریں تقدیر مناسب ہے کہ مراد تاکید لنفسہ سے تاکید لاجل غیرہ ہوتا کہ وہ مفعول مطلق مکرر اور مقرر ہو سکے اور عبارت میں تقابل کا حسن بھی ثابت ہو جائے اور مغائرت اس تقدیر پر بھی ثابت ہوگی کیونکہ مفعول مطلق قاعدہ اول میں صرف مؤکد لنفسہ تھا اور اس قاعدہ میں مؤکد لنفسہ مع دفع

غیرہ ہے۔ **و منها ما وقع مثنّٰی ای علی صیغة التثنیة و ان لم یکن للتثنیة بل لتکریر و التکثیر.** یعنی ان مواضع میں سے جہاں عامل مصدر کا حذف کرنا واجب ہے وہ موضع ہے جہاں مفعول مطلق مثنٰی واقع ہو یعنی تثنیہ کے صیغہ اور صورت پر واقع ہوا گرچہ حقیقت میں تثنیہ کے لئے نہ ہو بلکہ تکریر اور تکثیر کے لئے ہو۔ **و لا بد فی تمیتم هذه لقاعدة من قیل الاضافة ای مثنی مضافاً الی الفاعل او المفعول لئلا یرد مثل قوله تعالیٰ ثم ارجع البصر کرتین ای رجعًا مکرراً کثیرًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ اللہ تعالیٰ کے قول ثم ارجع البصر کرتین سے منقوص ہے کیونکہ کرتین مفعول مطلق تثنیہ کی صورت پر واقع ہے اور باوجود اس کے اس کا فعل ناصب مذکور ہے مقدر نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اس قاعدہ کلیہ کے تمیتم کے لئے قید اضافت کی ضرورت ہے یعنی مثنٰی سے مراد وہ مثنٰی ہے جو فاعل یا مفعول کی طرف مضاف ہے اور یہ مثنٰی جو آیت شریفہ میں مذکور ہے غیر مضاف ہے اور یہاں تکریر اور تکثیر کے معنٰی میں ہے جس کی تقدیر رجع مکررًا و متکثراً ہے **وفی جعل المثال من تتمة التعریف لافادة هذه القید تکلف** یہ ایک سوال مقدر ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مثال بعد تمام ہونے ممثل کے توضیح کے لیئے لائی جاتی ہے اور یہاں اس قید اضافت کے افادہ کی بنا پر مثال کو تعریف کے تتمہ سے ٹھہرا کر ممثل کو اس سے تمام کیا ہے اور یہ محض تکلف ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سوال کو ظاہر کر کے جواب نہیں دیا اس کا جواب یہ فقیر حقیر دیتا ہے اس طرح کہ مثال کے تتمہ تعریف سے ٹھہرانے میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ بلکہ اس میں ایک قسم تعقلن ہے اور اشارہ ہے مثال کی مقصودیت کی طرف کیونکہ اس کو ممثل کا جزء ٹھہرایا ہے۔

مثل لبیک اصله البُّ لک البابین ای اقیم لخدمتک و امتثال امرک و لا ابرح عن مکانی اقامة کثیرة متتالیة فحذف الفعل و اقیم بالمصدر مقامه ورد الی الثلاثی بحذف روائدة ثم حذف حرف الجر من المفعول و اضیف المصدر الیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لبیک اور سعدیک کے الفاظ دو حالتوں سے خالی نہیں مجرد کے مصادر ہوں گے یا مزید کے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں اول مسلم ہے لیکن اس سے تکریر اور تکثیر معلوم نہیں ہوتی اور مقصود یہاں تکریر اور تکثیر ہے اور ثانی صورت ممنوع ہے کیونکہ اس میں کذب لازم ہوتا ہے اس لئے کہ یہ زوائد سے مجرد ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مزید کے مصادر ہیں کیونکہ لبیک کی اصل الب لك البابين ہے جس کے معنٰی اقیم تخدمتك ......الخ...... ہیں یعنی تیری خدمت اور امتثال حکم کے لیئے ہر وقت مقیم اور حاضر ہوں اور اپنے مکان خدمت میں متواتر بہت دیر تک قائم رہوں گا خدمت کے مقام کو ہرگز نہ چھوڑوں گا پس فعل اُلث کو محذوف کیا اور اس مقام میں مصدر کو رکھا گیا اور مزید سے زوائد کو محذوف کر کے ثلاثی مجرد کی طرف رد کیا پھر لک کا حرف جر مفعول سے محذوف کیا اور اس مفعول کی طرف مصدر کی اضافت کی وجہ سے نون کی کلمہ ساقط ہو کر لبیک باقی رہا۔ **و یجوز ان یکون من لب بالمکان بمعنّٰی الب فلا یکون محذوف الزوائد** یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ مصادر مجرد کے مصادر ہیں لیکن مزید کے معنٰی میں ہیں یعنی جائز ہے کہ لبیک لب بالمکان سے ماخوذ ہو جس کے معنٰی الب کے ہیں پس اس صورت میں یہ لبیک کا لفظ محذوف الزوائد نہیں ہوگا۔ **و علی هذا القیاس سعدیك ای اسعدک اسعاذًا بعد اسعادٍ بمعنٰی اعینک الا ان اسعد یتعدی بنفسه بخلاف الب فانه یتعدی باللام** یعنی اس لبیک کی

تحقیق پر سعدیک کو بھی قیاس کر لینا چاہیئے کہ سعدیک اصل میں اسعدک اسعادین اسعاداً بعد اسعادٍ تھا جس کے معنی اعینک کے ہیں زوائد کو حذف کر کے سعدیک کر دیا ہے البتہ یہ فرق ضرور ہے کہ اسعد متعدی بنفسہ ہے۔ بخلاف الب کے وہ متعدی باللام الجارہ ہے۔

المفعول به:......

هو ما وقع ای اسم ما وقع علیه فعل الفاعل.

یعنی مفعول بہ وہ اسم ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہو۔ **و لم یذکر الاسم اکتفاء بما سبق فی المفعول المطلق.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کے ساتھ اسم کا لفظ کیوں نہیں بڑھایا جیسا کہ مفعول مطلق میں بڑھایا تھا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول مطلق پر اکتفاء کر کے بخوف طوالت یہاں لفظ اسم کو ذکر نہیں کیا ہے۔

و المراد بوقوع فعل الفاعل علیه تعلقه به بلا واسطة حرف الجر فانهم یقولون فی ضربت زیدا ان الضرب واقع علی زید و لا یقولون فی مررت بزید ان المرور واقع علیه بل تلبس به فخرج به المفاعیل الثلاثة الباقیة فانه لا یقال فی واحد منها ان الفعل واقع علیه بل فیه اوله او معه و المفعول المطلق بما یفهم من مغائرته بفعل الفاعل فان المفعول المطلق عین فعله.

اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف جامع و مانع نہیں کیونکہ اس سے ایاك نعبد کا مفعول بہ خارج ہوا کیونکہ اس پر فاعل کا فعل واقع نہیں ہے اور مررت بزید کی ترکیب کا زید داخل ہوا کیونکہ اس سے بھی فاعل کے فعل کا تعلق ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد تعلق سے تعلق ذاتی ہے اور فاعل کے فعل کے مفعول بہ پر واقع ہونے سے مراد اس کا تعلق بلا واسطہ حرف جر ہے اور مررت بزید میں تعلق بواسطہ حرف جر ہے بلا واسطہ حرف جر نہیں کیونکہ ضربت زیداً کے متعلق نحات کہتے ہیں کہ یہاں ضرب زید پر واقع ہے اور مررت بزید کی مثال میں یہ نہیں کہتے کہ مرور زید پر واقع ہے بلکہ کہتے ہیں کہ یہاں مرور کا زید سے تلبس ہے۔ پس وقوع کی قید کی بناء پر مفاعیل ثلاثہ باقی یعنی مفعول فیہ اور مفعول لہ اور مفعول معہ مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ یہاں یہ نہیں کہتے کہ فعل فاعل کا واقع ہے بلکہ کہتے ہیں کہ فعل فاعل کا اس میں یا اس کے لئے یا اس کے ساتھ ہے لہٰذا تعریف جامع مانع ثابت ہو گئی باقی رہ گیا مفعول مطلق وہ مغائرت کی قید سے خارج ہوا کیونکہ مفعول بہ فاعل کے فعل کے مغائر ہوتا ہے اور مفعول مطلق عین فعل فاعل کا ہوتا ہے۔ **و المراد بفعل الفاعل فعل اعتبر اسناده الی ما هو فاعل حقیقة او حکمًا فخروج به زید فی ضرب زید علی صیغة المجهول فانه لم یعتبر اسناده الی فاعله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں ضرب زید کا مفعول مالم یسم فاعلہ داخل ہوا کیونکہ اس سے فاعل کے فعل کا تعلق بالذات ہے حالانکہ وہ مفعول بہ نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل فاعل سے مراد وہ فعل ہے جس کا اسناد فاعل حقیقی یا حکمی کی طرف معتبر ہو اور یہاں یہ اسناد معتبر نہیں ہے پس ضرب زید صیغہ مجہول کا مفعول مالم یسم فاعلہ زید مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ یہاں فاعل کی طرف اسناد معتبر نہیں ہے لہٰذا تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **و لا یشکل بمثل اعطی زید درهما فانه یصدق علی درهما انه واقع علیه فعل الفاعل الحکمی المعتبر اسناد الفعل الیه فان مفعول ما لم یسم فاعله فی حکم الفاعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف

جامع نہیں کیونکہ اس سے اعطی زید درہما کی مثال کا مفعول بہ خارج ہوا کیونکہ اس میں فاعل کی طرف فعل کا اسناد معتبر نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی یہاں اگر چہ فاعل حقیقی کی طرف فعل کا اسناد معتبر نہیں لیکن فاعل حکمی کی طرف معتبر ہے کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ فاعل حکمی ہوتا ہے۔ لہٰذا اعطی زید درہما کی مثال کا اعتراض اور اشکال مندفع ہوا کیونکہ یہاں درہما پر فاعل حکمی کا فعل واقع ہوا ہے جس کا اسناد معتبر ہے لہٰذا تعریف جامع ہوئی و **بما ذکرنا ظهر فائدة ذکر الفاعل فلا یرد انه لو قال ما وقع علیه الفعل لکان اخصر.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اگر ما وقع علیہ الفعل کہتے تو یہ زیادہ بہتر تھا کیونکہ اس میں اختصار ہے فاعل کے بڑھانے کی کیا ضرورت ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ما ذکرنا سے فاعل کے ذکر کا فائدہ ظاہر ہے۔ لہٰذا اعتراض مذکورہ بالا وارد نہیں ہوگا۔ **نحو ضربت زیدًا فان زیدًا قد وقع علیه بلا واسطة حرف الجر فعل اعتبر اسناده الی الفاعل الذی هو ضمیر المتکلم.** یہ اس مفعول بہ کی مثال ہے جس پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے کہ اس میں زید پر بلا واسطہ حرف جر فعل فاعل کا واقع ہوا ہے جو کہ ضمیر متکلم ہے اور اس ضمیر متکلم کی طرف فعل کا اسناد معتبر بھی ہے۔ **و قد یتقدم المفعول علی الفعل العامل فیه لقوة الفعل فی العمل فیعمل فیه متقدمًا و متاخرًا اما جوازًا مثل اللّٰه اعبد ووجه الجیب اتمنی و اما وجوبًا فی ما تضمن معنی الاستفهام او الشرط نحو من رأیت و من تکرم یکرمک.** یعنی کبھی مفعول بہ اپنے فعل عامل پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ فعل عامل قوی العمل ہے پس اپنے معمول متقدم اور متاخر میں عمل کر سکتا ہے اور یہ تقدیم جائز ہوگی جیسے اللہ اعبد میں یا وجہ الجیب اتمنی میں ہے یا واجب ہوگی اور یہ وہاں جہاں مفعول بہ متضمن معنی استفہام یا متضمن معنی شرط کے ہوگا جیسے من رأیت اس و من تکریم یکرمک کی امثال میں ہے اول مثال استفہام اور ثانی مثال شرط کی ہے۔ **هذا اذا لم یکن مانع من التقدیم کوقوعه فی حیز ان نحو من البران تکف لسانک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا من البر ان تکف لسانك کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ یہاں مفعول بہ یعنی لسانک کی تقدیم فعل تکف پر جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول بہ کی تقدیم کا جواز اس وقت ہے جس وقت مانع تقدیم نہ ہو اور یہاں مانع موجود ہے اور وہ مفعول بہ کا ان کے حیز میں واقع ہونا ہے یعنی اَنْ موصول حرفی ہے اور تکف اس کا صلہ ہے اور تقدیم صلہ علی الموصول ممنوع ہے پس اسی طرح معمول کی تقدیم علی الموصول بھی جائز نہیں کیونکہ اَنْ مصدری ہے اور یہ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو اس کو بتاویل مصدر کے کر دیتا ہے پس فعل کی فعلیت ضعیف ہو جاتی ہے۔ لہٰذا متقدم معمول میں عمل نہیں کر سکے گا۔ **و قد یحذف الفعل العامل فی المفعول به.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فعل سے مراد عامل مفعول بہ ہے وہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل۔ **لقیام قرینة مقالیةً او حالیةً.** اس کے بڑھانے سے مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا قرینہ کا عموم ہے کہ خواہ وہ مقالیہ ہو خواہ حالیہ۔ **جوازًا نحو زیدًا لمن قال من اضرب ای اضرب زیدًا فحذف الفعل للقرینة المقالیة التی هی السوال او نحو مکة للمتوجه الیها ای اترید مکة فحذف الفعل للقرینة الحالیة.**

یعنی کبھی مفعول بہ کا فعل عامل جوازاً محذوف بھی ہوتا ہے جیسے زید کہے اس شخص کے جواب میں جو کہے کہ میں کس کو ماروں جس کی تقدیر اضرب زیدًا ہے پس فعل اضرب بہ سبب پائے جانے قرینہ مقالیہ کے جو کہ سوال سائل ہے محذوف ہوا یا جیسے مکۃ کہیں اس شخص سے جو مکہ معظمہ کی

طرف متوجہ ہو جس کی تقدیر ترید مکۃ ہے پس بوجہ پائے جانے قرینہ حالیہ کے ہے یہاں فعل عامل ترید مکۃ ہے پس بوجہ پائے جانے قرینہ حالیہ کے یہاں فعل عامل ترید محذوف کیا گیا جو مکۃ کا عامل ناصب ہے یہاں قرینہ حالیہ مخاطب کا ارادہ اور قصد ہے۔ **و جریانی اربعة مواضع تخصیصها بالذكر ليس للحصر لوجوب الحذف في باب الانحراء و المنصوب على المدح او الذم او الترحم بل لكثرة مباحثها بالنسبة الى هذا لابواب.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حذف وجوبی کا حصر مواضع اربعہ میں درست نہیں کیونکہ جس طرح ان مواضع اربعہ مذکورہ میں حذف فعل واجب ہے اسی طرح اغراء اور منصوب علی المدح یا منصوب علی الذم یا منصوب علی الترحم میں بھی حذف فعل واجب ہے اعزاء کی مثال اخاک اخاک ہے جس کی تقدیر خذ اخاک ہے اور منصوب علی المدح کی مثال الحمدللّٰہ الحمید ہے جس کی تقدیر اعنی الحمید ہے اور منصوب علی الذم کی مثال اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ہے۔ جس کی تقدیر اعنی الرجیم ہے اور منصوب علی الترحم کی مثال مررت بزید المسکین ہے جس کی تقدیر اعنی المسکین ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ ان مواضع اربعہ مذکورہ کی تخصیص بالذکر حصر کے لئے مقصود نہیں ہے بلکہ کثرت مباحث کے لئے ہے بہ نسبت ان ابواب کے یعنی مواضع اربعہ کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کی مباحث بہ نسبت ابواب اعزاء وغیرہ کے کثیر ہیں حصر مقصود نہیں ہے۔

الاوّل من تلک المواضع الاربعة سماعي مقصور على السماع لا يتجاوز عن امثلة محدودة مسموعةٍ بان لقياس عليها امثلة اخرى. یعنی ان مواضع اربعہ میں سے جہاں حذف فعل واجب ہوتا ہے اول موضع سماعی ہے۔ یعنی مقصود علی السماع ہے امثلہ محدودہ مسموعہ سے نہیں ہے۔ اس طرح کہ ان امثلہ محدودہ پر دوسری امثلہ قیاس کر سکے یہ سماعی ہونے کے معنیٰ ہیں۔ **نحو امرًا و نفسه اى اترک امرا و نفسه و انتهوا خيرًا لكم اى انتهوا عن التثليث و اقصدوا خيرًا لكم و هو التوحيد و اهلاً و سهلاً اى اتيت اهلاً.** یہ اس مفعول بہ کی مثال ہیں کہ جس کا عامل ناصب سماعاً محذوف ہوا ہو اول مثال میں اترک اور ثانی میں و اقصدوا ثالث میں آتیت عامل ناصب محذوف ہے اور خیرا کا عامل و اقصدوا مقدر ہے نہ و انتھوا کیونکہ اگر و انتھوا کو عامل مانیں گے تو اس صورت میں آیت کے معنیٰ فاسد ہو جاویں گے کیونکہ اس وقت تقدیر یہ ہوگی و انتھوا عن الخیر حالانکہ یہ مقصود نہیں بلکہ مقصود نفی تثلیث ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فعل ناصب مفعول بہ کا واقعدوا مقدر ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہوں گے کہ تثلیث کو چھوڑ کر توحید کو اختیار کر لو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ **اى مكاناً ما هو لاَ معمورًا لاخرابًا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل کے دو معنیٰ ہیں اول اقارب، دوم عمارت مخصوص۔ اگر بمعنیٰ اقارب منظور ہو تو اس صورت میں اس کا مفعول ہونا درست ہوگا اور اگر بمعنیٰ عمارت ہو تو اس تقدیر پر اس کی مفعولیت درست نہیں ہوگی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر اہل بمعنیٰ عمارت ہو تو اس صورت میں اس کا مفعول بہ ہونا باعتبار موصوف محذوف مکان کے ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوا کہ صفت موصوف پر محمول ہوا کرتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ اس سے حمل صرف وصف علی الذات لازم آیا ہے اور یہ باطل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ما ہو لاَ کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ اگر اہل بمعنیٰ عمارت ہو تو اس صورت میں اہل مصدر بمعنیٰ ماہول ہوگا جس کے معنیٰ اتیت مکانا ما ہو لاَ و لا خراباً ہوں گے۔ **او اهلا لا اجانب و وطيب سهلا من البلاد و لاخونا.** یہ اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل بمعنیٰ اقارب کے ہے اس صورت میں اس کا مفعول بہ ہونا بلا شک درست ہے جس کی تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہو

گی۔اتیت اھلا لا اجانب و اتیت سھلاً من البلاد و لا حزنا اور سہل کے معنٰی زمین نرم کے ہیں اور حزن کے معنٰی زمین درشت کے ہیں۔

والموضع الثانی من تلک المواضع الاربعة المنادی و ھو المطلوب اقباله. یعنی ان مواضع اربعہ میں سے جہاں عامل کوحذف سماعا واجب ہوایک موضع منادی ہے اور منادی اس اسم کو کہتے ہیں جس کا اقبال اور متوجہ کردینا مقصود ہو۔ ای **توجه الیک بوجه او بقلبا کما اذا نادیت مقبلا علیک بوجه حقیقة مثل یا زید.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ منادی خارج ہوا جس کے سامنے حائل ہو کیونکہ اس وقت اقبال ممکن نہیں۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب توجہ اور اقبال عام ہے خواہ بوجہ ہو جیسے بلا حائل کی صورت میں ہے خواہ بقلبہ ہو جیسے حائل کی صورت میں ہوتا ہے اور حقیقی توجہ کی صورت یہ ہے کہ زید مقبل اور متوجہ ہو اور اس کو متکلم یا زید سے ندا کر کے بلائے۔

او حکما مثل یا سماء و یا جبال و یاارض فانها نزلت اولا منزلة من له صلاحية النداء ثم ادخل عليها حرف النداء و قصد نداؤها فهى فى حکم من يطلب اقباله.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے یا سماء یا جبال و یا ارض کی مثل کا منادی خارج ہوا کیونکہ یہ الفاظ نہ ذات وجہ ہیں اور نہ ذات قلب لہٰذا یہاں نہ توجہ بوجہہ متصور ہے اور نہ اقبال بقلبہ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب توجہ بوجہہ اور بقلبہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اور یہاں اگرچہ حقیقی نہیں لیکن حکمی موجود ہے اس طرح کہ الفاظ مذکورہ کو اول بمنزلہ اس شخص کے ٹھہرائے جس کو صلاحیت نداء ہوتی ہے اس کے بعد ان پر حرف نداء داخل کر کے منادی مانے ہیں پس یہ الفاظ حکمی منادی میں داخل ہوئے جس کا اقبال مطلوب ہوتا ہے۔ **بخلاف المندوب لانه المتفجع ادخل عليه حرف النداء لمجرد التفجع لا تنزله منزلة المنادى و قصد ندائه فخرج لهٰذا لقيد عن تعريف المنادى و لهٰذا افراد المصنف رحمة الله تعالىٰ عليه احكامه بالذكر فيما بعد.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے کہ پس بنابر تقدیر مذکورۂ بالا چاہیے کہ مندوب منادیٰ میں داخل ہو اس طرح کہ اس کو اول بمنزلہ اس شخص کے ٹھہرائے جس کو صلاحیت نداء ہو اس کے بعد اس پر حرف نداء داخل کر کے منادی مانا جائے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یا سماء اور یا جبال و یا ارض کے الفاظ حکمی منادی ہیں بخلاف مندوب کہ وہ متفجع علیہ ہے اس پر حرف نداء کا دخول مجرد تفجع کے لئے ہے اس کے لیے نہیں کہ اس کو بمنزلہ منادی ٹھہرا کر حکمی منادی مانیں پس المطلوب اقبالہ کی قید بڑھا کر مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مندوب کو منادی کی تعریف سے خارج کر دیا ہے اور اسی وجہ سے مابعد میں اس کے احکام منادی سے علیحدہ ذکر کئے ہیں۔

و فيه تحكم فان المندوب ايضا كما قال بعضهم منادى مطلوب اقباله حكما على وجه التفجع فاذا قلت يا محمداه فكانك تناويه و تقول له تعال فانا مشتاق اليک فالاولى ادخاله تحت المنادى كما فعله صاحب المفصل و قيل الظاهر من كلام سيبويه ايضا انه داخل فى المنادى.

اس میں گویا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کا ضعف ثابت کیا ہے اس طرح کہ مندوب کے منادی کی تعریف سے خارج کر دینے میں تحکم یعنی دعوی بلا دلیل ہے کیونکہ جس طرح الفاظ مذکورہ بالا حکمی منادی میں داخل ہیں اسی طرح مندوب بھی حکمی منادی میں داخل ہے جیسا کہ بعض نحات نے کہا ہے کیونکہ اس کا بھی اقبال حکما بنا پر وجہ تفجع مطلوب ہے پس جب یا محمداہ کہو تو گویا تم نے اس کو

آواز دی اور اس سے کہا کہ ادھر آ میں تیرے دیدار کا مشتاق ہوں پس مندوب کا منادی میں داخل کردینا اولی ہے جیسا کہ صاحب مفصل نے داخل کیا ہے اور سیبویہ کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ مندوب منادی میں داخل ہے۔ اس کا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف سے یہ جواب دے سکتے ہیں کہ یہ تحکم نہیں بلکہ درمیان منادی اور مندوب کے فرق کا اثبات ہے اس طرح کہ چونکہ مندوب السنہ پر کثیر الدوران ہے اس لئے اس کا منادی کے ملحقات میں سے ٹھہرانا بعید ہے۔ بخلاف یا سماء و یا جبال و یا ارض کے الفاظ کے کہ یہ کثیر الدوران نہیں اس لئے ان کا منادی کے ملحقات میں سے ٹھہرانا بعید نہیں ہے۔ **بحرف نائب مناب ادعو من الحروف الخمسة و هي يا و ايا وهيا و اى و الهمزه و احترز به عن نحو ليقبل زيد.** یعنی منادی کا اقبال اس حرف ندا کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو قائم مقام ادعوا کے ہو اور ایسے حروف پانچ ہیں یا اور ایا و هیا والے اور ہمزہ مفتوحہ اور بحرف نائب مناب ادعوا کے قول میں لیقبل زید سے احتراز کیا کیونکہ یہ منادی نہیں اگرچہ اس کا اقبال مطلوب ہے کیونکہ یہ اقبال حرف نداء قائم مقام ادعوا کے ذریعہ سے نہیں بلکہ لیقبل امر کے واسطہ سے ہوا ہے۔

لفظاً او تقديرًا تفصيل للطلب اى طلبا لفظياً.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظا اور تقدیرًا کے الفاظ کا نصب دو حالتوں سے خالی نہیں اس بناء پر ہوگا کہ یہ الفاظ مطلوب یا نائب مصادر کے ہیں یا اقبالہ کی ضمیر مجرورہ سے حال واقع ہوئے ہیں اس لئے منصوب ہیں اور یہ دونوں حالتیں درست نہیں اول و ثانی اس لئے کہ مصدر میں یہ شرط ہے کہ فعل مذکور کے معنٰی اس پر ایسے مشتمل ہوں جیسے اشتمال کل کا جز پر ہوتا ہے اور مطلوب کے معنٰی طلب پر مشتمل ہیں اور نائب کے معنٰی نیابتہ پر مشتمل ہیں نہ لفظا اور تقدیرا پر اور ثالث صورت اس لئے درست نہیں کہ حال اپنے ذوالحال پر محمول ہوا کرتا ہے اور یہاں حمل صحیح نہیں کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مذکورہ بنا بر مصدریت مطلوب کے منصوب ہیں لیکن ان کی مصدریت مجازًا باعتبار موصوف محذوف طلبًا کے ہے۔ **بان تكون الة الطلب لفظية نحو يا زيد او تقديريًا بان تكون الته مقدرة نحو يوسف اعرض هذا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توصیف طلب لفظی اور تقدیری سے درست نہیں کیونکہ طلب درمیان طالب اور مطلوب کے ایک نسبت کا نام ہے اور نسبت ایک امر معنوی ہے۔ لفظی اور تقدیری سے اتصاف کے قابل نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ طلب کی توصیف لفظی اور تقدیری سے توصیف بحالہ نہیں بلکہ یہ توصیف بحال متعلقہ ہے جو کہ آلہ طلب ہے یعنی آلہ طلب عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے یا زید میں ہے خواہ تقدیری ہو جیسے یوسف اعرض میں آلہ طلب یا مقدر ہے۔ **او للنيابته اى نيابته لفظية بان يكون النائب ملفوظا او تقديرًا بان يكون النائب مقدراً كما فى المثالين المذكورين.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لفظا اور تقدیر کے الفاظ منصوب بنا بر مصدریت نائب کے ہیں لیکن ان کی مصدریت باعتبار موصوف محذوف نیابتہ کے ہے جس کی تقدیر نیابتہ لفظیۃ ہے جب نائب ملفوظ ہو یا اس کی تقدیر نیابتہ تقدیریۃ ہوگی جب نائب مقدر ہو جیسے امثال مذکورہ بالا میں ہے۔ **او للمنادىٰ و المنادى الملفوظ مثل يا زيد و المقدر مثل الا يا اسجدو اى الايا قوم اسجدوا.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں یا یہ لفظا اور تقدیرًا کے الفاظ منصوب بنا بر حال از منادی ہیں لیکن یہ الفاظ مؤول بملفوظا و مقدر کئے جائیں گے تا کہ حمل درست ہو سکے اور منادی ملفوظ کی مثال یا زید ہے اور منادی مقدر کی مثال الا یا اسجدوا میں ہے کہ اس میں منادی مقدر قوم ہے اس قرینہ سے کہ یا کا کلمہ اسم پر

داخل ہوتا ہے اور یہاں فعل پر داخل ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس کا منادی مقدر ہے۔

و انتصاب المنادی عند سیبویه علی انه مفعول به و ناصبه الفعل المقدر و اصل یا زید ادعوا زیدًا فحذف الفعل حذفًا لازمًا لکثرة استعماله و لدلالته حرف النداء علیه و افادته فائدته و عند المبرد بحرف النداء لسده مسد الفعل و قال ابو علی فی بعض کلامه ان یا و اخواتها اسماء الافعال فعلی هذاین المذهبین لا یکون من هذا الباب ای مما انتصب المفعول به بعامل واجب الحزف و علی المذاهب کلها مثل یا زید جملة و لیس المنادی احد جزائی الجملة فعند سیبویه جزاء الجملة ای الفعل و الفاعل مقدران و عند المبرد حرف النداء قائم مقام احدا جزائی الجملة ای الفعل و الفاعل مقدر و عند ابی علیّ احد جزائیها اسم الفعل و الأخر ضمیر مستتر فیه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادٰی اس حرف نداء سے منصوب ہے جو فعل ادعوا کے قائم مقام ہے جیسا کہ یہ مبرد کا مذہب ہے یا اس حرف نداء سے منصوب ہوگا جو اسم فعل ہو جیسا کہ یہ مذہب ابوعلی کا ہے اور بنابریں مذہب منادیٰ کا منصوب ہونا بنابر مفعول بہ ہونے فعل محذوف کے درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس مقام میں تین مذاہب ہیں (۱)...... مذہب سیبویہ، (۲)...... مذہب مبرد، (۳)...... مذہب ابوعلی۔ پس سیبویہ کے مذہب میں منادٰی فعل مقدر ادعو سے منصوب ہے بنابر مفعول بہ ہونے کے اور یا زید کی اصل ادعو زیدًا ہے۔ پس ادعو کا فعل محذوف کیا اور اس کا حذف یہاں بوجہ کثرت استعمال اور بوجہ دلالت کرنے حرف نداء کے اس پر اور بوجہ فائدہ دینے ادعو کے لازم ہے اور مبرد کے مذہب میں منادی اس حرف نداء سے منصوب ہے جو قائم مقام فعل ادعو کے ہے اور ابی علی کے مذہب میں منادٰی اس حرف سے نداء سے منصوب ہے جو اسم فعل ہو چونکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک مذہب سیبویہ مختار ہے اس لئے منادٰی کو منصوب بنابر مفعول بہ ہونے کے مانا ہے اور کل مذاہب میں یا زید جملہ ہے اور منادٰی جملہ کے دو جزوں میں سے ایک جز نہیں بلکہ یہ فضلہ ہے پس سیبویہ کے نزدیک جملہ کے دونوں جز یعنی فعل اور فاعل دونوں مقدر ہیں اور مبرد کے نزدیک حرف نداء جملہ کے ایک جُز یعنی فعل کے قائم مقام ہے اور فاعل مقدر ہے اور ابوعلی کے نزدیک جملہ کا ایک جز اسم فعل ہے اور دوسرا جز جو اس میں ضمیر فاعل مستتر ہے اور ان دو آخری مذہبوں کی بناء پر منادی بنابر مفعول بہ ہونے عامل مقدر کے جس کا حرف واجب ہو منصوب نہیں ہے بلکہ صرف سیبویہ کے مذہب میں بنابر عامل مقدر منصوب مانا گیا ہے۔ **و یبنی الی المنادی قدم بیان البناء و الخفض و الفتح علی النصب لقلتها بالنسبة الی النصب و لطلب الاختصار فی بیان النصب بقوله و ینصب ما سواهما.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یبنی میں ضمیر مرفوع منادی کی طرف راجع ہے اور اسی طرح یرفع میں بھی منادی کی طرف لوٹتی ہے اور اس تقدیر پر ایک اسم کا معرب اور مبنی ہونا لازم آتا ہے اور یہ محال ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یبنی میں ضمیر مرفوع منادی کی طرف راجع ہے اور یرفع میں اسم کی طرف راجع ہے پس ایک اسم کا معرب ومبنی ہونا لازم نہیں آیا اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے بنا اور خفض اور فتح کا بیان نصب پر مقدم اس لئے ذکر کیا کہ بناو خفض وفتحہ بہ نسبت نصب کے قلیل ہیں پس یہ بمنزلہ جز کے ہوئے اور نصب بمنزلہ کل کے اور یہ معلوم ہے کہ جز کل پر مقدم ہوا کرتا ہے، دوسرے یہ کہ و ینصب ما سواهما کے قول میں نصب کے بیان کا اختصار مطلوب ہے۔ **علی ما یرفع به ای علی الضمة او الالف او الواؤ التی یرفع بها المنادی فی غیر صورة النداء.**

ہے۔**و یا زیدان مثال للمبنی علی الالف.** یہ اس منادی کی مثال ہے جومبنی برالف ہوتا ہے۔**و یا زیدون مثال المبنی علی الواؤ.** یہ اس منادی کی مثال ہے جو مبنی بر واؤ ہوتا ہے۔**و یخفض ای ینجر المنادی.** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خفض خافض کی صفت ہے پس اس کی نسبت منادی کی طرف درست نہیں ہے۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یخفض یہاں بمعنی ینجر کے ہے اور انجزار منادی کی صفت ہے اس لحاظ سے خفض کی نسبت منادی کی طرف ہے اور یہ درست ہے۔**بلام الاستغاثة ای بلام تدخله وقت الاستغاثة وھی لام التخصیص ادخلت علی المستغاث دلالة علی انه مخصوص من بین امثاله بالدعاء.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باقی حروف استغاث سے لام کو کیونکر خاص کیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام کو اس لئے خاص کیا کہ لام استغاثہ حقیقت میں لام جارہ ہے اور لام جارہ اختصاص کے لئے مستعمل ہوتا ہے اور استغاثہ کے وقت جب یہ لام مستغاث پر داخل ہوگا تو اس کی خصوصیت پر دلالت کرے گا اس طرح کہ وہ اپنے امثال سے دعاء کے لئے مخصوص ہو گا۔پس درمیان لام استغاثہ اور لام جارہ کے مناسبت ثابت ہوئی اس مناسبت کی وجہ سے اس لام کو خاص کیا ہے۔**مثل یا لزیدٍ و انما فتحت لئلا یلتبس بالمستغاث له اذا حذف المستغاث نحو یا للمظلوم ای یا لقوم فانه لو لم تفتح لام المستغاث لم یعلم ان المظلوم فی ھذا المثال مستغاث او مستغاث له** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لام استغاثہ حقیقت میں لام جارہ ہے اور لام جارہ جب اسم ظاہر پر داخل ہوتا ہے تو اس کو مکسور کر دیتا ہے۔پس یہاں مستغاث کے ساتھ لام مفتوح کیونکر ہوا ہے۔شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لام مستغاث اس لئے مفتوح کیا گیا ہے کہ مستغاث مستغاث لہ سے ملتبس نہ ہو اس صورت میں جس میں مستغاث محذوف کیا جائے اور اس کے مقام پر مستغاث لہ رکھا جائے جیسے یا للمظلوم میں ہے کہ یہاں مستغاث یعنی قوم کو محذوف کر کے اس کے مقام مستغاث لہ یعنی مظلوم رکھا گیا ہے پس اگر یہاں لام مستغاث مفتوح نہ پڑھا جائے تو اس صورت میں یہ معلوم نہ ہوگا کہ مظلوم اس مثال میں مستغاث ہے یا مستغاث لہ۔**و لم یعکس الامر لان المنادی المستغاث واقع موقع کاف الضمیر التی تفتح لام الجر معھا نحو لک بخلاف المستغاث له لعدم وقوعه موقع الضمیر.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ التباس عکس سے بھی رفع ہوسکتا ہے پس عکس کیوں نہیں کیا۔شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عکس اس لئے نہیں کیا کہ منادی مستغاث کاف اسمی ضمیر کے مقام واقع ہے اور لام جارہ کاف اسمی کے ساتھ مفتوح ہوتا ہے جیسے لک میں ہے بخلاف مستغاث لہ کے کہ یہ ضمیر کے مقام واقع نہیں ہوتا لہٰذا عکس امر مناسب نہیں ہے۔

فان عطفت علی المستغاث بغیر یا نحو یالزید و لعمر و کسرت لام المعطوف لان الفرق بینه و بین المستغاث له حاصل بعطف علی المستغاث و ان عطفت مع یا فلا بد من فتح لام المعطوف ایضا نحو لزید و یا لعمرو.

یہ بنا بر تقدیر کسرہ لام درمیان مستغاث اور استغاث لہ کے عدم فرق کی تفریع ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اگر مستغاث پر بغیر یا کے عطف کریں جیسے یا لزید و العمرو میں ہے تو اس صورت میں معطوف کا لام مکسور پڑھیں گے کیونکہ

یہاں فرق درمیان مستغاث اور مستغاث لہ کے عطف سے حاصل ہے التباس کی صورت میں متصور نہیں۔ **و انما اعرب المنادیٰ بعد دخول لام الاستغاثة لان علة بنائه کانت مشابهة للحرف و اللام الجارة من خواص الاسم فبدخولها ضعفت مشابهة للحرف فاعرب علی ما هو الاصل فيه.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس قسم کے منادیٰ کو معرب کیونکر ٹھہرایا باوجود اس کے کہ یہاں علت بناء موجود ہے اور وہ کاف اسی کے مقام واقع ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منادیٰ کو بعد داخل ہونے لام استغاثہ کے اس لئے معرب ٹھہرایا کہ اس کے مبنی ہونے کی علت حرف کے ساتھ مشابہت تھی اور لام جارہ خواص اسم میں سے ہے پس اس کے داخل ہونے سے حرف کے ساتھ مشابہت ضعیف ہوگئی اور جہت اسمیت قوی ہوئی پس معرب ٹھہرایا کیونکہ اصل اسماء میں اعراب ہے اور مجرور اس لئے مانا ہے کہ لام استغاثہ لام جارہ ہے اور لام جارہ کا عمل جر مدخول ہے۔

قيل قد يخفض المنادی بلامی التعجب و التهديد ايضًا فلام التعجب نحو يا للماء يا للدواهي و لام التهديد نحو يا لزيد لاقتلنك فلم اهمل المصنف رحمة الله تعالیٰ عليه ذكرهما و كيف يصدق قوله في ما بعد و ينصب ما سواء هما كليًّا.

یہ ایک سوال ہے جو یخفض بلام الاستغاثة کی کلیت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادیٰ جس طرح لام استغاثہ سے مجرور ہوتا ہے اسی طرح لام تعجب اور لام تہدید سے بھی مجرور ہوتا ہے۔ لام تعجب کی مثال یا للما و یا للدواہی ہے اور دواہی جمع واہیة کی ہے اور واہیة کے معنٰی بلاء کے ہیں اور لام تہدید کی مثال یا لزید لاقتلنك ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان دو لاموں کا ذکر کیوں چھوڑا اور و ینصب ما سواھما کا قول مابعد میں کلیا کیونکر صادق ہوگا۔

اجيب بان كلا من هاتين اللامين لام الاستغاثة كان المهدد واسم فاعل يستغيث باالمهدد واسم مفعول ليحضر فينتقم منه ويستريح من الم خصوصته و كان المتعجب يستغيث بالمتعجب منه ليحضر فيقضیٰ منه العجب و يتخلص منه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لام تعجب اور لام تہدید دونوں حقیقت میں لام استغاثہ ہیں کیونکہ مہدد بصیغہ اسم فاعل مہدد بصیغہ اسم مفعول سے حضور کے لئے اور الم خصومت سے خلوص کی طلب استغاثہ کرتا ہے اور انتقام اور راحت حاصل کرنے کی خواہش ظاہر کرتا ہے اسی طرح متعجب بصیغہ اسم فاعل متعجب منہ سے حیرانی اور تعجب سے خلوص کی طلب استغاثہ کرتا ہے۔ **و اجيب عن لام التعجب لوجه اخر ذكره المصنف في الايضاح و هو المنادیٰ في قولهم يا للماء و يا للدواهي ليس الماء و لا الدواهي و انما المراد يا قوم اديا هولآء اعجبوا للماء و للدواهي.** لام تعجب کے سوال کا جواب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ایضاح شرح مفصل میں دوسرے پیرایہ میں دیا ہے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کی تشریح کرتے ہیں کہ لام تعجب کے سوال کا جواب آخر سے بھی دیا گیا جس کو مصنف نے ایضاح شرح مفصل میں اس طرح ذکر کیا ہے کہ منادیٰ یا للماء و یا للدواہی کے قول میں ماء اور دواہی نہیں بلکہ منادیٰ یہاں محذوف ہے اور وہ قوم یا ہولاء کا لفظ ہے جس کے تقدیر پر معنٰی کلام کے یہ ہوں گے کہ اے قوم ماء اور دواہی کا تعجب کرو پس یہاں قوم یا ہولاء منادی کو محذوف کر کے اس کے مقام پر مستغاث لہ کو قائم کیا گیا ہے۔

و لا یخفیٰ علیک ان القول بحذف المنادیٰ علی تقدیر کسر اللام ظاهر و اما علی تقدیر فتحرنا فمشکل الانتفاء ما یقتضی فتحها حینئذٍ کما هو الظاهر مما سبق. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کے ایضاح والے جواب کے ضعف پر تنبیہ کر کے سوال کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ قول بحذف المنادیٰ بنا بر تقدیر کسرہ لام ظاہر ہے لیکن بنا بر تقدیر فتحہ لام مشکل ہے کیونکہ فتحہ علامت مستغاث ہے اور اس وقت مقتضی فتحہ لام منتفی ہے جیسا کہ ما سبق سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال پر تنبیہ کر کے جواب چھوڑ دیا ہے اس کا جواب یہ تقریر دیتا ہے کہ چونکہ منادی محذوف نسبًا منسبًا تھا اور مستغاث لہ کو اس کے مقام پر رکھا ہے اس لئے اس کو منادی کا حکم دیا ہے۔ و یفتح ای یبنی المنادی اعلی الفتح. اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ یفتح کی ضمیر فاعل منادیٰ کی طرف راجع ہے۔ یعنی الف استغاثہ کے الحاق کی وجہ سے منادیٰ مبنی بر فتح ہو جاتا ہے۔ لالحاق الفها ای الف الاستغاثة باخره لاقتضاء الالف فتح ما قبلها. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس قسم کے منادیٰ کو مبنی کیوں مانا حالانکہ اصل اسماء میں اعراب ہوتا ہے اور فتح پر کیوں مبنی ٹھہرا مبنی برضمہ و کسرہ کیوں نہیں مانا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ مبنی اس لئے مانا ہے کہ یہ کاف اسمی کے مقام واقع ہے اور مبنی بر فتحہ اس لئے ٹھہرا ہے کہ اس کے آخر میں الف ہے اور الف ماقبل کے فتحہ کا مقتضی ہے۔ ولا لام فیه حینئذ لان اللام یقتضی الجر والالف الفتح فبین اثریهما تناف فلا یحسن الجمع بینهما . یعنی الف استغاثہ کے ساتھ لام استغاثہ جمع نہیں ہوگا کیونکہ لام استغاثہ جر کا مقتضی ہے اور الف استغاثہ فتح کو چاہتا ہے چونکہ دونوں کے اثر کے درمیان منافات ہے اس لئے دونوں کا ایک مقام میں جمع ہونا اچھا نہیں ہے لہٰذا جس جگہ الف استغاثہ ہوگا وہاں لام استغاثہ نہیں لایا جائے گا۔ مثل یا زیداه بالحاق الهاء به للوقف یہ اس منادیٰ کی مثال ہے جس کے آخر میں الف استغاثہ ملحق ہو کر مبنی بر فتح ہوا ہو اس کے آخر میں یہ کلمہ ہاء وقف کے لئے ملحق کر دیا گیا ہے۔ و ینصب ما سوانهما ای و ینصب بالمفعولیة ما سوی المنادیٰ المفرد المعرفة المستغاث مع اللام او الالف

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مذکور ما سبق میں تین اقسام ہیں اور سواہما میں ہما ضمیر تثنیہ ہے پس درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ہما کی ضمیر منادی مفرد معرفہ اور مطلق مستغاث کی طرف راجع ہے خواہ مستغاث باللام ہو خواہ مستغاث بالالف ہو لفظاً او تقدیراً ان الفاظ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا فتی القوم سے منقوض ہے کیونکہ یہ قسمیں مذکورین کے ماسوا ہے اور باوجود اس کے منصوب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نصب عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگرچہ لفظی نہیں۔ لیکن تقدیری موجود ہے۔

ان کان معربا قبل دخول حرف النداء لان علة النصب و هی المفعولیة متحققة فیه و ما غیره مغیر عن حاله و ما سوای المفرد المعرفته و اما لا یکون مفردًا بان یکون مضافًا او شبه مضافٍ و اما ما یکون مفردًا لاکن لا یکون معرفته و اما ما لایکون مفردًا و لا معرفته فالقسم الاول و هو ما لا یکون مفردًا لکونه مضافًا.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا خمسة عشرة سے منقوض

ہے کیونکہ یہ قسمیں مذکورین کے ماسواء ہے اور باجود اس کے یہ نہ لفظاً منصوب ہے اور نہ تقدیراً شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حکم اس منادیٰ میں ہے جو قبل دخول حرف ندا معرب ہو اور یا خمسة عشرة منادیٰ قبل دخول حرف ندا مبنی ہے اور ماسوائے قسمین مذکورین اس لئے منصوب ہوں گے کہ یہ علت نصب مفعولیت ہے اور وہ اس میں متحقق ہے اس کو کسی مغیر نے اپنی اصلی حالت سے مغیر نہیں کیا ہے اور ماسوائے منادیٰ مفرد معرفہ کی چار قسمیں ہیں اول یہ کہ مفرد نہ ہو بلکہ مضاف یا شبہ مضاف ہو دوم یہ کہ مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو بلکہ نکرہ ہو سوم یہ کہ مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو چہارم نہ مفرد ہو نہ معرفہ پس قسم اول یعنی اس منادیٰ کی مثال جو مفرد نہ ہو بلکہ مضاف ہو مثل یا عبداللہ ہے۔ **و القسم الثانی و هو مالا یکون مفردًا لکونه شبه مضافٍ مثل یا طالعًا جبلاً.** یعنی قسم ثانی کی مثال اور وہ وہ ہے جو مفرد نہ ہو بلکہ شبہ مضاف ہو یا طالعًا جبلاً ہے۔ **و القسم الثالث و هو ما یکون مفردًا او لا کن لا یکون معرفة مثل** اور قسم ثالث کی مثال یا رجلاً ہے اور قسم ثالث وہ ہے جو مفرد ہو لیکن معرفہ نہ ہو۔ یا رجلاً مقولاً۔ اس کے بڑھانے سے مقصود شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ رجلاً کا لفظ ترکیب میں ذو الحال کہے اور مقولاً اس کا حال ہے اور جار و مجرور اسی کے متعلق ہے۔ **لغیر معین ای لرجل غیر معین.** اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ غیر معین لرجل کی صفت ہے۔ **و هذا توقیت لنصب رجلًا لا تقید له لانه منصوبًا لا یحتمل المعین.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تغیر معین کے قول کی معنوی تحقیق کرتے ہیں کہ غیر معین کا قول رجلاً کے نصب کے توقیت کے لئے ہے۔ اس کی تقیید کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ رجلاً منصوب ہے تعین کا احتمال نہیں رکھتا یعنی رجلاً کا نصب موقت بمدہ مقولیت غیر معین ہے یعنی اس کی منصوب ہونے کی مدت یہی ہے کہ غیر معین کے لئے کہا جائے اور جب یہ مدت ختم ہو یعنی معین کے لئے بولا جائے اس وقت منصوب نہیں ہوگا اور یہ غیر معین کا قول رجلاً کے نصب کے لئے تقیید اس لئے نہیں کہ رجلاً کے نصب کی دو حالتیں نہیں کہ ایک حالت میں معین مانا جائے اور دوسری حالت میں غیر معین تا کہ ایک حالت کو دوسری حالت سے مقید کر کے ایک کا دوسرے سے احتراز کریں۔ **و القسم الرابع و هو ما لا یکون مفردًا و لا معرفةً مثل یا حسنًا وجهه ظریفًا.** یعنی قسم رابع وہ ہے جو نہ مفرد ہو اور نہ معرفہ اور اس کی مثال یا حسنًا وجهه ظریفًا ہے۔ **و لم یورد المصنف رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیه لهٰذا لقسم مثالًا اذ حیث الفتح انتفاء کل من القیدین بمثال سهل تصور انتفائهما معًا فلا حاجته الی یراد مثالٍ له علی انفراده.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اقسام ثلاثہ کی امثال ذکر کیں اور قسم رابع کی مثال چھوڑ دی ہے اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قسم رابع کے لئے علیحدہ مثال اس لئے ذکر نہیں کی جب مفرد اور معرفہ یعنی ان دونوں قیدوں کی نفی کے مثال کے ذریعہ سے واضح ہو چکی تو اب دونوں کے انتفاء کا تصور معاً آسان ہو گیا پس علیحدہ مثال لانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں رہی۔ **مع ان المثال الثانی یحمله فیمکن ان یراد بقوله یا طالعا جبلا هذاه العبادة اعمّ من ان یراد بها معین اوغیر معین فامثلة الاقسام بتمامها مذکورة وهذاه الامثلة کلها مثال لما سوی المستغاث ایضًا فلا حاجة الی ایراد مثال له علحدة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ قسم ثانی کی مثال قسم رابع کے لئے بھی مثال ہو سکتی ہے اس طرح کہ یا طالعًا جبلاً کے قول سے مراد بھی عبارت ہو اور یہ عام ہے خواہ معین ہو خواہ غیر معین اگر اس سے مراد معین ہو تو اس صورت میں قسم ثانی کی مثال ہو گی اور اگر غیر معین مراد ہو تو اس تقدیر پر یہ قسم رابع کی مثال مانی جائے گی پس اقسام اربعہ کی امثال بتمامها مذکور ثابت ہوئیں اور یہی امثال کل کے کل سوائے منادی مستغاث کے لئے بھی امثال ہو سکتی ہیں

پس اس کے لئے بھی علیحدہ مثال لانے کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے۔

و توابع المنادی المبنی علی ما یرفع به المفردة حقیقة او حکما انما قید المنادیٰ بکونه مبنیا لان توابع المنادی المعرب تابعة للفظه فقط و قیدنا المبنی بکونه علی ما یرفع به و لان توابع المستغاث بالالف لا یجوز فیها الرفع نحو یا زیدا او عمرا لا و عمرو لان المتبوع مبنی علی الفتح و قید التوابع بکونها مفردة لانها لو لم تکن مفردة لا حقیقة و لا حکما کانت مضافة بالاضافة المعنویة و حینئذٍ لا یجوز فیها الا النصب و انما جعلنا المفردة اعم من ان تکون مفردة حقیقة بان لا تکون مضافة معنویةً و لا لفظیة و لا شبه مضاف او حکمًا بان تکونا مضافة لفظیة او مشبهة باالمضاف فانهما لما انتفت فیهما الاضافة المعنویة کانتا فی حکم المفردة لتدخل فیها المضافة بالاضافة اللفظیة و الشبهة بالمضاف لانهما کاالتوابع المفردة فی جواز الرفع و النصب نحو یا زید الحسن الوجه و الحسن الوجه و یا زید الحسن وجهه والحسن وجهه.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ توابع منادیٰ مفرد کی قیودات بیان کرتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منادی کو مبنی ہونے کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ منادیٰ معرب کے توابع فقط لفظ کے تابع ہوتے ہیں اور ہم نے مبنی کو علی ما یرفع بہ کی قید سے اس لئے مقید کردیا کہ منادی مستغاث بالف کے توابع میں رفع جائز نہیں جیسے یا زیدا و عمرا لا و عمرو میں ہے کیونکہ متبوع مبنی برفتحہ ہوتا ہے اور مصنف نے توابع کو مفردۃ کی قید سے اس لئے مقید کردیا ہے کہ اگر مفرد نہ ہوں نہ حقیقۃ اور نہ حکما تو اس صورت میں مضاف باضافت معنوی ہوونگے اور اس وقت ان میں صرف نصب ہی جائز ہوگا اور ہم نے مفرد کو عام کردیا ہے خواہ مفرد حقیقۃ ہوں اس طرح کہ نہ مضاف باضافت معنوی ہوں اور نہ مضاف باضافت لفظیہ ہوں اور نہ شبہ مضاف ہوں خواہ مفرد حکما ہوں اس طرح کہ مضاف باضافت لفظیہ ہوں یا شبہ مضاف ہوں کیونکہ جب مضاف باضافت لفظی یا مشابہ بالمضاف میں اضافت معنوی منتفی ہوئی تو یہ اس صورت میں توابع مفردہ کے حکم میں ہوگئے پس اس تقدیر پر ان توابع میں مضاف باضافت لفظیہ اور مشابہ بالمضاف دونوں داخل ہوگئے کیونکہ وہ رفع اور نصب کے جواز میں مثل توابع مفردہ کے ہیں جیسے **یا زید الحسن الوجه و یا زید الحسن وجهه و الحسن وجهه** میں ہے اول دو مثالیں اضافت لفظی کی ہیں اور ثانی دو مثالیں مشابہ بالمضاف کی ہیں۔ **و لما یجر الحکم الآتی فی التوابع کلها بل فی بعضها و لم یجر فیهما هو جار فیه مطلقًا بل لابد فی لبعضها من قید فصل التوابع الجاری هذا الحکم فیها و صرح بالقید فیما هو محتاج الیه فقال.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توابع منادیٰ مفرد معرفہ کے پانچ ہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعضے کو ذکر کیا اور بعضے کو چھوڑ کر مقید کردیا ہے اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ حکم آتی کل توابع میں جاری نہیں بلکہ بعضے میں جاری ہے اور بعضے میں مطلقا جاری نہیں بلکہ مع قید معنوی وغیرہ کے جاری ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان توابع کا ذکر تفصیل کے ساتھ کیا جن میں یہ حکم جاری ہے اور اس قید کی تصریح کی جس کی طرف حاجت پڑتی ہے پس **کما من التاکید ای المعنوی لان التاکید اللفظی فی الاغلب حکمه فی الاغلب حکم الاول اعرابًا و بناءً نحو یا زید زید** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یا زید زید سے منقوض ہے کیونکہ یہاں زید ثانی تاکید ہے اور

باوجود اس کے اس میں ضمہ متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں تاکید سے مراد تاکید معنوی ہے کیونکہ تاکید لفظی اعراب وبناء میں اغلب اور اکثر اول کا حکم رکھتی ہے جیسے یا زید، زید میں زید ثانی اول کے حکم میں ہے۔ **و قد یجوز اعرابه رفعا و نصبًا و کان المختار عند المصنف رحمة الله تعالیٰ علیه ذالک ولذالک لم یقید التاکید بالمعنوی۔** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مراد تاکید سے تاکید معنوی ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تاکید کو قید معنوی کے ساتھ کیوں مقید نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کبھی اس تاکید میں اعراب اور نصب کو بھی تجویز کرتے ہیں اور چونکہ یہی مذہب سیبویہ کا ہے کیونکہ وہ مطلق تاکید میں جواز وجہین کے قائل ہیں اور یہی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک بھی مختار ہے اس لئے تاکید کو معنوی ہونے کی قید سے مقید نہیں کیا۔

و الصفة مطلقا و عطف البیان کذالک و المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه یعنی المعرف باللام بخلاف البدل و المعطوف الغیر الممتنع دخول یا علیه فان حکمهما غیر حکمهما کما سیجیئ یعنی توابع منادی مبنی میں سے تاکید معنوی اور مطلق صفت اور اسی طرح مطلق عطف بیان خواہ باللام ہو خواہ بدون لام اور وہ معطوف بحرف جس پر دخول یا ممتنع ہو یعنی جو معرف باللام ہو سب توابع اربعہ مذکورہ لفظ پر حمل کر کے مرفوع اور محل پر حمل کر کے منصوب پڑھے جائیں گے بخلاف بدل اور اس بعض معطوف کے جس پر دخول یا ممتنع نہ ہو کہ ان کا حکم ان کے حکم کے غیر ہے جیسا کہ آ ویگا۔ **ترفع حمل علی لفظه الظاهر و القدر لان بناء المنادیٰ عرضی فیشبه المعرب فیجوز ان یکون تابعه تابعًا لفظه۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادیٰ مبنی کے توابع محل کے تابع ہوتے ہیں اور منادی کا محل نصب کا محل ہے بنا بر مفعول بہ ہونے کے پس مناسب ہے کہ اس کا تابع بھی منصوب ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ منادیٰ کا مبنی ہونا عارضی ہے پس یہ معرب کے مشابہ ہوا اور تابع معرب کا لفظ کا تابع ہوتا ہے لہٰذا جس طرح منادیٰ معرب کے حکم میں ہے اسی طرح اس کا تابع بھی لفظ کے تابع ہو کر معرب مانا جائے گا اور حمل علی لفظ المنادیٰ عام ہے خواہ لفظ ظاہر پر ہو خواہ مقدر پر جیسے یا فتی میں ہے۔ **و تنصب حملًا علی محله لان حق تابع المنادی المبنی ان یکون تابعا لمحله و هو ههنا منصوب المحل بالمفعولیة** یعنی اگر توابع مذکورہ بالا کا حمل محل منادیٰ پر کریں گے تو اس صورت میں منصوب پڑھیں گے کیونکہ منادیٰ مبنی کے تابع کا حق یہ ہے کہ وہ محل منادیٰ کا تابع ہوگا اور منادیٰ کا محل یہاں بنا بر مفعولیت نصب ہے اسی طرح اس کا تابع بھی منصوب المحل ہوگا **مثل یا تیم او جمعون و اجمعین فی التاکید و یا زید العاقل و العاقل فی الصفه** یعنی تاکید کی مثال یا تیم اجمعون واجمعین ہے یہاں اجمعون کو اگر تیم کے لفظ پر حمل کریں گے تو مرفوع بالواو اجمعون پڑھیں گے اور اگر اس کے محل پر حمل کریں گے تو اس صورت میں اجمعین منصوب المحل پڑھیں گے اور صفت کی مثال یا زید العاقل والعاقل ہے اس میں عاقل کا لفظ اگر زید کے لفظ پر حمل کریں تو مضموم پڑھیں اور اگر اس کے محل پر حمل کریں تو اس صورت میں مفتوح پڑھنا چاہئے۔ **و اقتصر علی مثالها لانها اکثر و اشهر۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے صفت کی مثال پر اختصار کیوں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ صفت کی مثال اکثر اور اشہر تھی اس لئے اس پر اختصار کر کے تاکید اور عطف بیان اور معطوف کی امثال کو متروک کیا یا **غلام بشر وبشرا فی عطف البیان** اور عطف بیان کی مثال یا غلام بشر وبشرا ہے بشر کا حمل اگر

غلام کے لفظ پر کریں تو مرفوع پڑھیں اور اس کے محل پر حمل کریں تو اس تقدیر پر منصوب پڑھنا چاہیئے **و یا زید والحارث فی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه** اور اس معطوف کی مثال جس پر دخول یا ممتنع ہو یازید والحارث والحارث ہے کہ اس میں حارث کے لفظ کا حمل اگر زید کے لفظ پر کریں تو مضموم پڑھیں اور اگر اس کے محل پر حمل کرنا چاہیں تو مفتوح پڑھیں **والخلیل بن احمد وهو استاذ سیبویه فی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه یختار الرفع مع تجویزه النصب لان المعطوف بحرف فی الحقیقة منادیٰ مستقل فینبغی ان یکون علی حالته جاریته علیه علی تقدیر مباشرة حرف النداء له وهی الضمة او ما یقوم مقامها ولکن لما لم یباشرة حزف النداء جعلت تلک الحالت اعرابا فصارت رفعا** اور خلیل احمد جو کہ سیبویہ کے استاد ہیں اس معطوف میں جس پر دخول یا ممنوع ہو معہ تجویز نصب کے رفع مختار مانتے ہیں کیونکہ یہ معطوف مذکورہ حقیقت میں منادیٰ مستقل ہے پس مناسب ہے کہ یہ بہ تقدیر مباشرت حرف ندا کی اسی حالت میں رکھا جائے جس پر وہ حالت جاری ہے اور وہ حالت ضمہ ہے یا اس کے قائم مقام الف وواؤ ہیں لیکن چونکہ اس معطوف مذکورہ پر حرف ندا داخل نہیں ہوسکتا اس لئے وہ حالت اعرابی حالت ٹھہرائی گئی پس وہ حالت رفعی ہوئی نہ ضمی **وابو عمرو بن العلاء النحوی القاری المقدم علی الخلیل یختار فیه النصب مع تجویزه الرفع فانه لما فتنع فیه تقدیر حرف النداء بواسطة اللام لا یکون منادی مستقل رفله حکم التعبیة و تابع المبنی تابع لمحله و محله النصب** اور ابوعمرو بن علاء نحوی قاری جو خلیل پر مقدم ہیں معطوف مذکورہ میں نصب کو مختار اور رفع کو جائز مانتے ہیں کیونکہ جب معطوف مذکور میں حرف ندا کا مقدر ہونا بواسطہ لام کے ممتنع ہے کیونکہ اس سے اجتماع آلتی تعریف لازم آتا ہے پس وہ منادیٰ مستقل نہیں ہوگا بلکہ وہ تابع کے حکم میں ہوگا اور منادیٰ مبنی کا تابع محل کا تابع ہوتا ہے اور اس کا محل بنا بر مفعول بہ ہونے کے نصب ہے لہٰذا نصب مختار اور رفع جائز رہےگا **وابو العباس المبرد وان کان المعطوف المذکور کا الحسن ای کاسم الحسن فی جواز نزع اللام عنه فکا الخلیل ای فابو العباس مثل الخلیل فی اختیار دفعه لا مکان جعله منادی مستقلا بنزع اللام عنه والا ای وا ن لم یکن المعطوف المذکور کاسم الحسن فی جواز بنزع اللام عنه مثل النجم والصعق فکابی عمرو ای فابو العباس مثل ابی عمرو فی اختیار النصب لا متناع جعله منادی مستقلا یعنی ابو العباس** جو مبرد کی کنیت ہے اگر معطوف مذکور جواز نزع الف ولام میں مثل حسن کے اسم کے ہو یعنی جس طرح حسن کے اسم سے الف ولام کا انتزاع جائز ہے اسی طرح اگر معطوف مذکور بھی ہو تو اس صورت میں ابو العباس رفع کے اختیار کرنے میں مثل خلیل کے ہیں کیونکہ وہ الف ولام کے انتزاع کے جواز کے قائل ہیں اور اس معطوف مذکور کا منادیٰ مستقل ٹھہرانا ممکن مانتے ہیں اور اگر معطوف مذکور جواز نزع الف ولام مثل حسن کے اسم کے نہ ہو جیسے النجم والصعق میں ہے تو اس صورت میں ابوالعباس اختیار نصب میں مثل ابی عمرو کے ہیں کیونکہ وہ اس معطوف کا منادیٰ مستقل ٹھہرانا ممتنع مانتے ہیں **او المضافته عطف علی المردة وتوابع المنادیٰ المبنی علیٰ ما یرفع به المضافة الحقیقة تنصب لانها اذا وقعت منادیٰ تنصب فنصبها اذا وقعت توابع اولیٰ لان حرف النداء لا یباشرها مثل یاتیم کلهم فی التاکید ویا زید ذوالمال فی الصفة ویا رجل ایا عبدالله فی عطف البیان ولا یجئی المعطوف بحرف الممتنع دخول یا علیه مضافا لان اللام یمتنع دحولها علی المضاف بالاضافة الحقیقة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ او المضافۃ کے قول کی ترکیبی حالت بتاتے ہیں

کہ یہ المفردۃ کے قول پر عطف ہے جس کی تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے کہ منادی مبنی کے وہ توابع جو مضاف باضافت معنوی ہوں منصوب ہوں گے کیونکہ وہ جب منادی واقع ہوں تو اس صورت میں منصوب ہوتے ہیں پس جب توابع واقع ہوں تو اس تقدیر پر بطریق اولی منصوب مانے جائیں گے کیونکہ ان پر حرف نداء داخل نہیں ہوتا ہے جیسے یا تیم کلھم تاکید میں اور یاذا المال صفت میں اور یا رجل ایا عبداللہ عطف بیان میں ہے اور وہ معطوف جس پر دخول یا ممتنع ہو مضاف نہیں ہوتا کیونکہ الف ولام کا داخل ہونا اس مضاف پر جو مضاف باضافت معنوی ہو ممتنع ہے کیونکہ اس سے تحصیل حاصل لازم ہوتی ہے اور یہ باطل ہے۔ **و البدل والمعطوف غیر ما ذکر ای غیر المعطوف الذی ذکر من قبل وھو الممتنع دخول یا علیہ فغیرہ المعطوف الذی لا یمتنع دخول یا علیہ.** یعنی بدل اور معطوف غیر ماذکر یعنی وہ معطوف جس کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے اور وہ وہ ہے جس پر دخول یا ممتنع ہو پس اس کا غیر وہ معطوف ہوگا جس پر دخول یا ممتنع نہ ہو یہاں تک کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے **حکمہ ای حکم کل واحد منھما** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ کہ حکمہ کی ضمیر مجرورہ بدل اور معطوف کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے اور یہ مفرد ہے پس درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تثنیہ مؤول بکل واحد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر درمیان راجع مرجع کے مطابقت حاصل ہوگئی۔

حکم المنادی المستقل الذی باشرہ حرف النداء وذلک لان البدل ھو المقصود بالذکر والاول کالتوطیۃ لذکرہ والمعطوف المخصوص منادی مستقل فی الحقیقۃ ولا مانع من دخول حرف النداء علیہ فیکون حرف النداء مقدرا فیہ یعنی بدل اور معطوف غیر ماذکر میں سے ہر ایک کا حکم مثل اس منادی مستقل کے ہے جس پر حرف نداء داخل ہو اور یہ استقلال ضروری ہے کیونکہ مقصود بالذکر صرف بدل ہی ہوتا ہے اور اول یعنی مبدل منہ اس کے ذکر کرنے کے لئے توطیہ اور تمہید ہوتی ہے اور معطوف مخصوص حقیقت میں منادی مستقل ہے کیونکہ اس پر حرف نداء کا داخل ہونا ممنوع نہیں پس اس میں حرف نداء مقدر مانا جائے گا یہ عبارت عربی اوپر مبتداء مذکورہ کی خبر ہے **مطلقا ای حال کون کل واحد منھما مطلقا فی ھذا الحکم غیر مقید بحال من الاحوال ای سواء کانا مفردین او مضافین او مضارعین للمضاف او نکرتین فالبدل مثل یا زید عمرو ویا زید اخا عمرو ویا زید طالعا جبلاً ویا زید ورجلا صالحا** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مطلقا کا قول حکمہ کی ضمیر مجرورہ سے ترکیب میں حال واقع ہوا ہے یعنی بدل اور معطوف مذکور میں سے ہر ایک اس حکم مذکور میں احوال میں سے کسی خاص حال سے مقید نہیں بلکہ مطلق ہے خواہ دونوں مفرد ہوں یا دونوں مضاف یا دونوں مشابہ بالمضاف ہوں یا خواہ دونوں نکرے ہوں پس بدل کی امثال یا زید عمرو ویا زید اخا عمرو ویا زید طالعا جبلاً ویازید ورجلا صالحا ہیں اول مثال بدل معرفہ کی ہے اور ثانی بدل مضاف کی ہے اور ثالث مشابہ بالمضاف کی مثال ہے اور رابع بدل نکرہ کی مثال ہے اور معطوف کی امثال بعینہا یہی امثال بدل کے ہیں مگر معطوف میں کلمہ واؤ اور بڑھایا جائے گا اوپر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی برضمہ ہوتا ہے یہاں اس قاعدہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا زید بن عمر سے منقوض ہے کیونکہ یہاں منادی مفرد معرفہ ہے اور باوجود اس کے یہاں فتحہ مختار ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض کا جواب دیں گے **والعلم ای العلم المنادی المبنی علی الضم اما کونہ منادی فلان الکلام فیہ اما کونہ مبینا**

على الضم فلما يفهم من اختيار فتحه المبنى عن جواز ضمه فان جواز الضمة لايكون الافى المبنى على الضم الموصوف بابن مجرد عن التاء او ملحوق بها اعنى ابنة بلاتخلل واسطة بين الابن وموصوفه كما هو المتبادر الى الفهم فيخرج عنه مثل يا زيد الظريف ابن عمرو ومضافا اى ﴿اس میں نے یہ مضمناقا کا بہحال ہے نہ﴾ **حال كون ذالك الابن مضافا الى علم اخر فكل علم يكون كذالك يجوز فيه الضم كما عرفت من قاعدة بناء المفرد على مايرفع به لكن يختار فتحه لكثرة وقوع المنادى الجامع لهذاه الصفات والكثرة مناسبة للتخفيف خضفوه باللفتحته التى هى حركة الاصلية لكونه مفعولا به** اس عبارت میں اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وہ علم جو منادی مبنی برضمہ ہو بہر حال اس کا منادی ہونا تو اس لئے ضروری ہے کہ کلام منادی ہی میں ہے اور اس کا مبنی برضمہ ہونا اس وجہ سے لازمی ہے کہ یہ اختیار فتحہ سے جو جواز ضمہ پر دلالت کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کیونکہ جواز ضمہ صرف منادی مبنی برضمہ میں ہی ہوتا ہے ایسا علم جب ابن مجرد عن التاء یا ملحق بالتاء سے موصوف ہو جائے اور ابن مجرد عن التاء سے مقصد یہ ہے کہ ابنۃ نہ ہو اور یہ موصفیت اس طرح ہو کہ درمیان ابن اور اس کے موصوف کے کوئی واسطہ آخر حائل نہ ہو جیسا کہ متبادر الی الفہم بھی یہی ہے پس اس تقدیر پر علم مذکور کی تعریف سے یا زید الظریف ابن عمرو کی مثل خارج ہوگئی کیونکہ اس میں درمیان ابن اور اس کے موصوف کے الظریف کا لفظ حائل ہوگیا ہے اور حال یہ ہو کہ وہ ابن کسی دوسرے علم کی طرف مضاف بھی ہو پس ہر وہ علم جو ایسی صفت سے موصوف ہو اس میں ضمہ جائز ہوگا جیسا کہ اوپر المبنی علی مایرفع بہ کے قاعدہ کلیہ سے مبنی برضمہ ہونا معلوم ہو چکا ہے لیکن اس کا مبنی برفتحہ ہونا مختار ہوگا کیونکہ کلام عرب میں ایسا منادی جو ان صفات مذکورہ بالا کو جامع ہو کثرت سے واقع ہوتا ہے اور کثرت مناسب تخفیف کی ہے۔ پس اس کی تخفیف فتحہ ہی اس کی اصلی حرکت ہے اس لئے کہ وہ علم منادی حقیقت میں مفعول بہ ہے اور مفعول بہ کی حرکت اصلی فتحہ ہی ہوتا ہے اوپر مصنف رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء ممتنع ہے یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یا ایہا الرجل ویاہذا الرجل سے منقوض ہے کیونکہ الرجل ان امثلہ میں معرفہ باللام ہے اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء کا دخول درست ہے آگے چل کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **واذ انودى المعرف باللام** اى اذا اريد نداؤه **قيل مثلا** اس کے بڑھانے سے مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں شرط تمام نہیں کیونکہ اس پر جزاء کا ترتب نہیں ہوتا ہے اس لئے کہ معرفہ باللام کے نداء کے لئے عام معرفہ باللام مقصود ہے یہ خاص معرفہ باللام مذکورہ فی المتن مقصود نہیں کیونکہ اس کی ہولاء الکرام ویا ہذاہ الہرۃ ویا ہذان العالمان وغیرہا امثال بھی ہوسکتی ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ امثال مذکور فی المتن بنابر شہرت لائے ہیں اس سے مقصود مثال دینی ہے حصر مقصود نہیں ہے **يا ايهاالرجل بتوسط اى مع ها التنبيه بين حرف النداء والمنادى المعرف باللام تحرزا عن اجتماع التى التعريف بلا فاصلة ويا هذا الرجل بتوسط هذا ويا ايهذا الرجل بتوسط الامرين معا** اس میں اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معرفہ باللام کو منادی ٹھہرائیں یعنی اس کی طرف نداء کا قصد کریں گے تو مثلاً یا ایہا الرجل میں بتوسط لفظ ای معہ ہائے تنبیہ کے درمیان حرف نداء اور منادی معرف باللام کے پڑھیں گے تاکہ التی تعریف بلا فاصلہ جمع نہ ہوں اور یاہذا الرجل میں بتوسط لفظ ہذا اور یا ایھذا الرجل میں بتوسط امرین یعنی بتوسط ای وہذا پڑھیں گے خلاصہ مطلب جواب کا یہ ہوا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء بالذات ممنوع ہے بالواسطہ منع نہیں اور یہاں واسطہ موجود ہے لہٰذا یہاں دخول حرف نداء

درست ہے اوپر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا تھا کہ منادی مفرد معرفہ کے توابع میں رفع اور نصب دونوں جائز ہیں یہاں اس قاعدہ پر ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یاایہا الرجل سے منقوض ہے کیونکہ یہاں کلمہ ای منادی مفرد معرفہ ہے اور الرجل اس کا تابع ہے اور باوجود اس کے الرجل میں جواز وجہین نہیں بلکہ یہاں رفع لازم ہے آگے چل کے مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض مذکور کا جواب دیں گے **والتزموا یعنی العرب رفع الرجل** مثلا اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر تشریح کے ساتھ مذکور ہو چکی ہے۔ وان صفۃ وحقہا جواز الوجہین الرفع والنصب کما مر لانہ ای الرجل مثلا **هو المقصود بالنداء فالتزم رفعه لتكون حركة الاعرابية موافقة للحركة البنائية التي هي علامة المنادى فتدل على انه هو المقصود بالنداء.** اس میں اوپر کے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اہل عرب نے الرجل میں رفع لازم کر دیا ہے اگر چہ یہ صفت ہے اور صفت کا حق جواز وجہین ہے جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کیوں کہ یہاں الرجل مثلا مقصود بالنداء ہے پس اس کا مرفوع ہونا لازم کیا گیا تا کہ اس کی حرکت اعرابی حرکت بنائی کے موافق ہو جائے اور حرکت بنائی منادی کی علامات ہے پس یہ منادی کے مقصود بالنداء ہونے پر دلالت کرے گی یعنی جواز وجہین منادیٰ کی اس صفت میں ہوتا ہے جو مقصود بالنداء نہ ہو اور یہاں چونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اس لئے اس کا مرفوع ہونا لازمی ٹھہرا۔ **و هذا بمنزلة المستثنىٰ عن قاعدة جواز الوجهين في صفة المنادىٰ و لهٰذا لم يذكر هناک ما يخرج صفة الاسم المبهم عن تلک القاعدة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے الرجل میں رفع اور نصب دونوں جائز ہوں کیونکہ یہ منادیٰ مبنی کے توابع میں ہے اور توابع منادی مبنی کے بنا بر حمل علی اللفظ مرفوع اور بنا بر حمل علی المحل منصوب ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الرجل کا لفظ اگر چہ منادی مبنی کی صفت ہے لیکن یہ جواز وجہین کے قاعدہ سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ مقصود بالنداء ہے اور اسی وجہ سے یہاں کوئی ایسی قید ذکر نہیں کی جس کی بنا پر قاعدہ مذکور سے اس اسم مبہم کی صفت خارج ہو اوپر یہ قاعدہ باندھا تھا کہ الرجل مقصود بالنداء ہے اور منادیٰ مفرد معرفہ کے حکم میں ہے اس پر یہاں ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح منادیٰ مفرد معرفہ کے توابع میں جواز وجہین ہے اسی طرح الرجل کے توابع میں بھی جواز وجہین ہونا چاہیئے حالانکہ امر ایسا نہیں ہے آگے چل کر مصنف خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **و توابعه بالجر عطف على الرجل و التزموا رفع توابع الرجل مضافة او مفردةً نحو يا ايها الرجل الظريف و يا ايها الرجل ذو المال لانها توابع منادىٰ معرب, و جواز وجهين انما يكون في توابع المنادىٰ المبني.** اس میں اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح الرجل میں رفع لازم ہے اسی طرح اس کے توابع میں بھی رفع ضروری ہے خواہ وہ توابع مضاف ہوں خواہ مفرد جیسے یا ایہا الرجل الظریف اور یا ایہا الرجل ذو المال میں ظریف اور ذو المال کا مرفوع ہونا لازم ہے کیونکہ یہ منادیٰ معرب کے توابع ہیں اور جواز وجہین منادیٰ مبنی کے توابع میں ہوتا ہے اور توابعہ کا لفظ ترکیب میں بنا بر عطف علی الرجل مجرور ہے اوپر یہ قاعدہ باندھا تھا کہ معرفہ باللام پر دخول حرف نداء بالذات ممنوع ہے اس پر یہاں ایک نقض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ یااللہ سے منقوض ہے کیونکہ یہ معرفہ باللام ہے اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء بالذات داخل ہوا ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیں گے۔ **و قالوا بناءً على قاعدة تجويز اجتماع حرف النداء مع اللام و هي اجتماع امرين احدهما كون اللام عوضًا عن محذوفٍ و ثانيها لزومها للكلمة** یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لام کے ساتھ حرف نداء کے اجتماع کی تجویز کے قاعدہ کی بناء پر اہل عرب یااللہ خاص کر کے بولتے ہیں اور اس قاعدہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اللہ میں الف ولام

محذوف کے عوض مانیں اور دوسری صورت یہ کہ اللہ کے کلمہ میں الف ولام کا لزوم ٹھہرائیں۔ **یا الله لان اصله الآله فحذفت الهمزة و عوّضت اللام عنها و لزمت الكلمة فلا يقال فی سعة الكلام لاه و لما لم يجتمع هذان الامران فی موضع اخر اختص هذا الاسم بذالک الجواز و لهٰذا قال.** اس میں اللہ کے الف ولام عوض ہونے کی دلیل ہے یعنی یہاں الف ولام اس لئے عوضی ہے کہ اس کی اصل الآلہ ہے پس ہمزہ محذوف کیا گیا اور اس کے عوض میں الف ولام لائے ہیں اور وہ کلمہ کے ساتھ لازم ہو گئے ہیں پس اسی وجہ سے سعت کلام میں لاہ نہیں بولا جاسکتا ہے اور چونکہ یہ دوامر سوائے لفظ اللہ کے کسی دوسے مقام میں جمع نہیں ہوئے ہیں اس لئے یہ اجتماع حرف ندامع اللام کا جواز اللہ کے لفظ سے مخصوص ہوا اور اسی وجہ خاصۃ کہہ دیا۔ **خاصةً و اما مثل النجم و الصعق و ان كانت اللام لازمةً فيه لكن ليست عوضًا عن محذوف و اما الناس و ان كانت اللام فيه عوضًا عن الهمزة لان اصله الاناس لكن ليست لازمة للكلمة لانه يقال ناس فی سعة الكلام فلا يجوز ان يقال يا النجم و يا الناس** یعنی النجم اور الصعق کے الفاظ میں اگرچہ الف ولام لازم ہو گئے ہیں لیکن یہ محذوف کے عوض میں نہیں لائے ہیں اور الناس میں اگرچہ الف ولام ہمزہ کے عوض میں لائے ہیں کیونکہ اس کی اصل الاناس ہے لیکن یہ کلمہ کے ساتھ لازم نہیں اس لئے کہ سعت کلام میں ناس بولا جاسکتا ہے پس یا النجم اور یا الناس نہیں بول سکتے ہیں خلاصہ مطلب جواب کا یہ ہے کہ دخول حرف ندا معرفہ باللام پر اس وقت ممنوع ہے جس وقت الف ولام عوضی نہ ہوں اور یہاں الف ولام عوضی ہیں۔ **و لعدم جريان هذاه القاعدة فی التی قوله شعر: من اجلک یاالتی تميت قلبی "،" و انت نجيلة بالوصل عنی "،" لان لامها ليست عوضًا عن محذوف و ان كانت لازمة للكلمة حكموا عليه بالشذوذ.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے شعر مذکورۂ بالا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں الف ولام التی کے لازم غیر عوضی ہیں اور باوجود اس کے اس پر حرف نداء داخل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا التی میں جاری نہیں اس لئے کہ اس کے الف ولام محذوف کے عوض نہیں اگرچہ کلمہ کے ساتھ لازم ہیں اس وجہ سے نحات نے اس پر شذوذ کا حکم لگایا ہے شعر کے معنی یہ ہیں اے میری محبوبہ تیری محبت میں تکلیف برداشت کر رہا ہوں کیونکہ میرے قلب میں تیری محبت ہے اور تو وصال دینے میں میرے اوپر بخیلی کر رہی ہے یہ کیا انصاف ہے **و فی يا الغلامان فی قولهم فيا الغلامان اللذان "،" لانتفاء الامرين كليهما حكموا بانه شذ شذوذا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ شاعر کے قول فیا الغلامان الخ سے منقوض ہے کیونکہ اس میں الف ولام نہ لازمی ہیں اور نہ عوضی اور باوجود اس کے اس پر حرف ندا داخل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ اس میں دونوں امور منتفی ہیں اس لئے اس پر نحات نے اشذ شذوذ ا کا حکم لگایا ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا لہٰذا قاعدہ مذکورہ بالا ان نواقض سے محفوظ رہا اور پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ منادی مفرد معرفہ مبنی بر ضمہ ہوتا ہے اس پر یہاں ایک نقض واقع ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ یا تیم تیم عدی سے منقوض ہے کیونکہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے اور باوجود اس کے اس میں جواز وجہین ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس نقض کا جوب دیتے ہیں۔ **و لک ای وجاز لک** فی اس کے بڑھانے سے مقصود یہ ہے کہ لک جار ومجرور فعل مقدر جاز سے متعلق ہے یعنی یا تیم تیم عدی کی ترکیب میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں۔ **مثل يا تيم تيم عدی ای فی تركيب تكرر فيه المنادی المفرد المعرفة صورةً و ولی الثانی اسم مجرور بالاضافة فی الاول** اس

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود مثال مذکور کا عموم ہے یعنی اس ترکیب سے مراد وہ ترکیب ہے جس میں منادیٰ مفرد معرفہ صورۃ مکرر ہوا ہو اور ثانی اسم مجرور باضافت کے قریب ہو۔ **الضم و النصب و في الثاني النصب فحسب اما الضم في الاول فلانه منادىً مفردًا معرفة كما هو الظاهر و النصب على انه مضاف الى عديِ المذكور و تيم الثاني تاكيد لفظي فاصل بين المضاف و المضاف اليه و ذٰلك مذهب سيبويه او مضاف الى عدىً المحذوف بقرينة المذكور و ذالك مذهب المبرد و اليسراني اجاذ و الفتح مكان النصب على ان يكون في الاصل ياتيم بالضم تيم عدى ففتح اتباعا لنصب الثاني كما في يا زيد بن عمرو وتعين النصب في الثاني لانه اماتابع مضاف او تابع مضاف وتمام البيت ياتيم تيم عدى لاابالكم لايلقينكم وفي سؤة عمرو والبيت لجرير حين اراد عمر التيمي الشاعران يهجوه فقال جرير خطايا بني تيم لاتركو اعمران يهجوني فيلقينكم في سؤة اى مكروه من قبلي يعني مهاجاته اياهم** یعنی ترکیب مذکور میں ضمہ اور نصب دونوں جائز ہیں اور ثانی تیم میں فقط نصب ہی ہے بہر حال اول کا ضمہ اس لئے جائز ہے کہ یہ منادیٰ مفرد معرفہ ہے جیسا کہ یہی ظاہر ہے اور اس کا نصب اس لئے جائز ہے کہ وہ عدی مذکور کی طرف مضاف ہے اور تیم ثانی اس کی تاکید لفظی فاصل درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے ہے اور یہ مذہب سیبویہ کا ہے یا عدی محذوف کی طرف مضاف ہے بقرینہ مذکور عدی کے اور یہ مذہب مبرد کا ہے اور سرانی بجائے نصب کے فتح کو جائز قرار دیتے ہیں اس بناپر کہ یہ اصل میں یا تیم بضمہ تیم عدی ہے پس بنابر متابعت نصب ثانی کے مفتوح کیا گیا جیسے یازید بن عمرو میں ہے اور ثانی میں نصب اس لئے متعین ہے کہ یہ مضاف کا تابع ہے جیسا کہ یہ مذہب سیبویہ کا ہے یا تابع مضاف ہے جیسا کہ مذہب مبرد میں ہے اور پورا شعر یہ ہے **یا تیم تیم عدی لاابا لکم لایلقنکم فی سؤة عمر** اور یہ شعر جریر کا ہے جس وقت عمر تیمی شاعر نے اس کی مذمت کرنے کا ارادہ کیا تو اس وقت جریر نے بنی تیم سے خطاب کر کے کہا کہ عمر کو میری مذمت کرنے سے منع کر دو ورنہ وہ تم کو میری طرف سے تکلیف میں مبتلا کرے گا یعنی میں تمہاری مذمت کرنا شروع کر دوں گا **والمنادى المضاف الى ياء المتكلم يجوز فيه وجوه اربعة فتح الياء مثل يا غلامي وسكونها مثل يا غلامي واسقاطها لياء اكتفاء بالكسرة اذاكان قبلها كسرة احتراز عن نحو يا فتاىَ مثل يا غلام وقلبها الفا نحو يا غلاما وهذان الوجهان يقعان غالبا في النداء لان النداء موضع تخفيف لان المقصود غيره فيقصد الفراغ من النداء بسرعة ليتخلص الى المقصود من الكلام لتخفف يا غلامي بوجهين حذف الياء وابقاء الكسرة دليلا عليه وقلب الياء الفالان الالف والفتحة اخف من الياء والكسرة** یعنی وہ منادیٰ جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو اس میں چار وجوہ جائز ہیں اول فتحہ یا جیسے غلامی میں ہے دوم سکون یاء جیسے یا غلامی میں ہے سوم اسقاط یا بنابر اکتفاء بر کسرہ جب اس کا ماقبل مکسور ہو اس سے یا فتای کے قول سے احتراز کیا کیونکہ اس میں ماقبل یا مکسور نہیں ہے اسقاط یا کی مثال یا غلام ہے چہارم قلب یا بالف جیسے یا غلاما میں ہے اور یہ دو وجوہات یعنی اسقاط اور قلب یا بالف غالبا ندا میں واقع ہوتے ہیں کیونکہ ندا موضع تخفیف ہے اس لئے کہ مقصود اس کا غیر ہوتا ہے پس ندا سے جلدی فارغ ہو کر کلام کے مقصود کی تحصیل کا قصد کیا جاتا ہے لہٰذا یا غلامی میں دو طریقوں سے تخفیف کی جاتی ہے اول حذف یا اور بنابر دلیل حذف

ماقبل کا مکسور چھوڑ دینا اور دوم قلب یا بالف کیونکہ الف اور فتح میں یا کسرہ سے زیادہ تخفیف ہوتی ہے **وهما ای هذان الوجهان و ان کانا واقعین فی المنادی المضاف الی یاء المتکلم لا کن لایقعان فی کل منادی کذالک بل فیما غلب علیه الاضافت الی یاء المتکلم و اشتهر بها لتدل الشهرة علی الیاء المغیرة بالحذف او القلب فلا یقال یا عدو و یا عدوّا و قد جاء شاذًا فی المنادیٰ یا غلامَ بالفتح اکتفاءً بالفتحة عن الالف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ یاعدوی کے قول سے منقوض ہے کیونکہ اس میں منادی مضاف بطرف یاء متکلم ہے اور باوجود اس کے اس میں وجہین آخرین جائز نہیں ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ وجہین آخرین اگرچہ اس منادی میں بھی واقع ہوتی ہیں جس کی اضافت یاء متکلم کی طرف ہو لیکن یہ ہر منادی مضاف علی یاء متکلم میں واقع نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں واقع ہوتی ہیں جس میں اضافت یاء متکلم کی طرف غالب اور مشہور ہوتا کہ اس کی یہ شہرت یاء مغیرہ بالحذف یا بالقلب پر دلالت کرے لہٰذا یاعدوا اور یاعدوا نہیں پڑھ سکتے ہیں۔ اور منادی مذکور میں ایک شاذ اور نادر روایت میں یاغلام مفتوح بنابر اکتفاء برفتحہ از الف بھی آیا ہے گویا یہ پنجم وجہ ہوئی **ویکون المنادی المضاف الی یاء المتکلم بالهاء فی هذاه الوجوه کلها** یعنی وہ منادی جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو حالت وقف ہیں ہاء کے ساتھ کل وجوہات مذکورہ میں مستعمل ہوتا ہے **وقفا ای فی حالة الوقف تقول یا غلامیة ویا غلامیه وغلامه ویا غلاماه فرقا بین الوقف و الوصل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ وقفا کا لفظ منصوب بنابر ظرف ہے۔ لیکن اس کی ظرفیت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جو کہ لفظ حالت ہے یعنی منادی مذکور میں حالت وقف میں بنابر فرق درمیان وقف اور وصل کے ہا کا کلمہ بھی بڑھا سکتے ہیں۔ پس یاغلامیہ اور یاغلامیہ وغلامہ اور یاغلاماہ پڑھ سکتے ہیں **وقالو ای العرب فی محاوراتهم یا ابی ویا امی علی الوجوه الاربعة کسائر مااضیف الی یاء المتکلم مع وجوه اخر زایدةٍ علیها لکثرة استعمال ندائهما فی کلامهم کما اشار الیها بقوله** یعنی اہل عرب اپنے محاورات میں یاابی اور یاامی کے الفاظ کو وجوہ اربعہ مذکورہ پر مثل تمام ان اسماء کے جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں استعمال کرتے ہیں لیکن یہاں علاوہ وجوہ اربعہ مذکورہ کے چند وجوہات اور بھی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ الفاظ مذکورہ کا کلام عرب میں منادی کا مستعمل ہونا کثرت سے آتا ہے اس لئے ان میں وجوہ آخر بھی بڑھاتے ہیں جیسا کہ وجوہ آخر کی طرف مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یاابت اور یا امت کے قول میں اشارہ کیا ہے۔ **ویا ابت ویا امت ای قالوا یا ابت ویا امت ایضا بابدال الیاء باالتاء** یعنی اہل عرب یاء کو تاء سے بدل کر کے یاابت اور امت بھی استعمال کرتے ہیں **فتحا کسرا ای حال کون التاء مفتوحة علی وفق حرکة الیاء اومکسورة لمناسبة الیاء** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فتحا اور کسرا کے الفاظ منصوب بنابر حال از تا ہیں یعنی یاابت اور یاامت بھی پڑھ سکتے ہیں درانحالیکہ تا موافق حرکت یاء کے مفتوح ہو یا یاء کی مناسبت کی بنا پر مکسور ہو یعنی مفتوح اور مکسور دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں **وقد جاء الضم ایضا نحو یاابت ویا امت لاجرائه مجری المفرد المعرفة** یعنی الفاظ مذکورہ میں تا کا ضمہ بھی آیا ہے کیونکہ یہ الفاظ منادی مفرد معرفہ کے حکم میں ہیں اور منادی مفرد معرفہ مبنی پر ضمہ ہوتا ہے **ولم یذکره للقلته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب الفاظ مذکورہ میں ضمہ بھی آیا ہے تو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ضمہ قلیل مستعمل ہوتا ہے اس لئے اس کا ذکر نہیں کیا **وقالوا یا ابتا و امتا بالالف بعد التاء جمعا بین العوضین دون الیاء فما**

قالوا یا ابتی ویا امتی احتراز عن الجمع بین العوض والمعوض عنه فانه غیر جائز اور اہل عرب یا ابتا اور یا امتا بعد تا کے الف بڑھا کر بھی مستعمل کرتے ہیں اور اس میں جمع ہے درمیان عوضین کے یعنی تاء اور الف دونوں کو یاء کے عوض میں لاتے ہیں اور یہ جائز ہے لیکن یا نہیں بڑھاتے یعنی یا ابتی اور یا امتی نہیں پڑھتے ہیں کیونکہ اس صورت میں درمیان عوض اور معوض عنہ کے جمع لازم آتی ہے اور یہ درست نہیں ہے **وقالوا ایا ابن ام ویا ابن عم خاصة هذا الاختصاص بالنظر الی الابن ایضا فانهم یقولون یا بنت ام ویا بنت عم علی الوجوه الاربعة** یعنی عرب کے لوگ یا ابن ام اور یا ابن عم خصوصیت کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور یہ اختصاص بہ نسبت ام اور عم کے ہے یعنی یا ابن اخ و یا ابن خال نہیں بولا جاسکتا ہے بلکہ یا ابن اخی اور یا ابن خالی بول سکتے ہیں اور یہ خصوصیت بہ نسبت ابن کے بھی نہیں ہے کیونکہ عرب کے لوگ یا بنت ام اور یا بنت عم وجوہ اربعہ مذکورہ بالا کے موافق مثل یا غلامی کے استعمال کرتے ہیں **مثل باب غلامی فقالوا یا ابن امی ویا ابن عمی بفتح الیاء وسکونها ویا ابن ام ویا ابن عم بحذف الیاء والاکتفاء بالکسرة ویا ابن اما ویا ابن عما بابدال الیاء ایضا** پس یا ابن امی اور یا ابن عمی بفتحہ اور بسکون یا دونوں طرح پڑھتے ہیں اور یا ابن ام اور یا ابن عم یاء کو حذف کرکے اکتفاء بالکسرہ بھی کرتے ہیں اور یا ابن اما اور یا ابن عما یاء کو الف سے بدل کرکے بھی استعمال کرتے ہیں **وقالوا بزیادة وجه اخر شذ فی المضاف الی یاء المتکلم یا ابن ام ویا ابن عم بحذف الالف والاکتفاء بالفتحة لکثرة الاستعمال وطول اللفظ وثقل التضعیف** یعنی اس مضاف میں جو یاء متکلم کی طرف مضاف ہو ایک وجہ آخر بھی بڑھاتے ہیں یعنی الف کو حذف کرتے ہیں اور فتحہ پر اکتفاء کرکے یا ابن ام اور یا ابن عم پڑھتے ہیں لیکن یہ بوجہ کثرت استعمال اور طول لفظ اور ثقل تضعیف کے ہے اور یہ وجہ شاذ اور نادر ہے ولما کان من خصائص النداء الترخیم شرع فی بیانه فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نداء کے بعد ترخیم کا لانا بیجا معلوم ہوتا ہے کیونکہ درمیان ترخیم کے کوئی مناسبت ظاہر میں نہیں کیونکہ ترخیم کے معنٰی آخر شے سے حذف کرنے کے ہیں اور نداء کے معنٰی آواز دینے کے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترخیم منادی کی تمہید کی طرف اشارہ کرکے اس کا جواب دیا کہ چونکہ ندا کے خصائص میں سے ترخیم بھی ہے اس لئے اس کے بعد ترخیم کا لانا بیجا نہیں بلکہ موزوں ہے۔

وترخیم المنادی جائز ای واقع فی سعة الکلام من غیر ضرورة شعریة فان دعت الیه ضرورة فبا الطریق الاولیٰ یعنی ترخیم منادی ہر حالت میں جائز ہے سعۃ کلام میں بغیر ضرورت شعری کے جو اس کا داعی ہو اور اگر ضرورت شعری کلام میں واقع ہو تو اس وقت ترخیم منادی بطریق اولیٰ جائز ہوگی فائدہ ترخیم کے لغوی معنٰی دم بریدن کے ہیں اور اصطلاح لغات میں کلام کے آخر میں سے حرف کا حذف کرنا ہے جیسے خود مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **وهو فی غیره ای غیر المنادی** واقع اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور منادی کی طرف راجع ہے **ضرورة ای ضرورة شعریة داعیة الیه لافی سعة الکلام** اس میں شارح علیہ الرحمۃ نے اشارہ کیا ہے کہ یہ لفظ ترکیب میں فعل ترخیم کا مفعول لہ ہے یعنی منادی کے علاوہ کلام میں ترخیم منادی بوجہ ضرورت شعری واقع ہوگی بخلاف سعۃ کلام کے اس میں بغیر ضرورت شعری کے ترخیم منادی مانی جائے گی **وهو ای ترخیم المنادی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ضمیر مرفوع ترخیم منادی کی طرف راجع ہے **حذف اخره ای آخر المنادی** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرور منادی کی طرف راجع ہے **تخفیفا ای لمجرد التخفیف** (اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا تخفیفا کا لفظ میں حذف مفعول لہ ہے) **لابعة آخری مفضیة الی الحذف المستلزم**

للتخفيف فعلیٰ هذا يكون ذالک التعريف مخصوصا بترخيم المنادى ويعلم منه ترخيم المنادى بالقاسية اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ترخیم کی تعریف جامع نہیں اس سے ترخیم غیر منادی کی تعریف خارج ہوگئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ترخیم المنادی کی طرف ضمیر مرفوع ہو راجع مان کر یہ جواب دیا کہ یہ تعریف منادی کی ترخیم سے مخصوص ہے یعنی صرف بغرض تخفیف منادی کے اخیر میں سے حرف کے حذف کرنے کا نام ترخیم ہے کسی دوسری علت کا نام نہیں ہے جس سے حذف جو مستلزم تخفیف کا ہو معلوم ہو سکے پس اس تقدیر پر یہ تعریف منادی کی ترخیم سے مخصوص مانی جائے گی اور ترخیم غیر منادی کی اس سے قیاسا معلوم کرنا چاہیئے **ويمكن حمله اعلى تعريف الترخيم مطلقا بارجاع الضمير المرفوع الى الترخيم مطلقا وضمير المجرور الى الاسم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے طریقہ پر دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تعریف مطلق ترخیم کی مانی جائے اس طرح کہ ضمیر مرفوع ہوگی مطلق ترخیم کی طرف راجع کردی جائے اور ضمیر مجرور آخرہ کی اسم کی طرف ہو اب بصورت عموم تعریف تعریف منادی جامع ہوگی **وشرط اى شرط ترخيم المنادى على التقدير الاول وشرط الترخيم اذاكان واقعا فى المنادى على التقدير الثانى** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ شرط کی ضمیر مجرور ہ ترخیم منادی کی طرف راجع ہے اگر یہ تعریف مخصوص مانی جائے یا مطلق ترخیم کی طرف ہے اگر یہ تعریف عام سمجھی جائے یعنی ترخیم منادی کی شرط بتقدیر اول یا ترخیم کی شرط جبکہ منادی میں واقع ہو یہ تقدیر ثانی چار امور ہیں **امور اربعة ثلثة منها عدمية وهى** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شرط کی عبارت ترکیب میں مبتداء ہے اور ان لایکون معہ اپنے معطوفات کے اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ خبر یت درست نہیں اس لئے کہ معطوفات اپنے معطوف علیہ سے مل کر یہ سب جمع ہو کر خبر واقع ہوئے ہیں اور ان میں کچھ عدمی ہیں اور کچھ وجودی اور یہ معلوم ہے کہ درمیان عدمی اور وجودی کے تضاد ہے لہٰذا اس سے اجتماع اضداد لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ ولا یکون الخ مجموعہ خبر نہیں بلکہ شرط کی خبر محذوف امور اربعة ہے یعنی ترخیم کے لئے چار چیزیں شرط ہیں تین ان میں سے عدمی ہیں اور ایک وجودی اب اس تقدیر پر اجتماع اضداد لازم نہیں آیا اس لئے کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عدمی کو وجودی سے علیحدہ کیا لہٰذا اب خبریت درست ہوگئی **ان لايكون مضافا حقيقة او حكما فدخل فيه المشبه بالمضاف ايضا** یعنی ان میں عدمی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جس اسم میں ترخیم ہوئی ہو وہ اسم حقیقی یا حکمی مضاف نہ ہو اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان لا یکون مضافا کے حکم سے مشابہ بالمضاف خارج ہوا اس لئے کہ متبادر مضاف سے مضاف حقیقی ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مضاف عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی لہٰذا اس حکم میں مشابہ بالمضاف بھی داخل ہوا **اذ لا يمكن الحذف من الاول لانه ليس اخر جزاء المنادى نظرا الى المعنىٰ ولا من الثانى لانه ليس اخر جزا له نظرا الى اللفظ فامتنع الترخيم فيهما بالكلية** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم مرخم کے مضاف نہ ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ترخیم منادی کی شرط یہ ہے کہ وہ اسم مرخم مضاف نہ ہو اس لئے کہ مضاف ہونے کی صورت میں حذف اول یعنی مضاف سے ممکن نہیں ہے کیونکہ اگر وہ مرکب اضافی علم ہو تو اس صورت میں مضاف بہ نظر معنیٰ علمی کے منادی کا آخیری جز نہیں ہوا اور ثانی یعنی مضاف الیہ سے بھی حذف ممکن نہیں ہے اس لئے کہ بہ نظر لفظ کے مضاف الیہ مضاف کا آخر جز نہیں کیونکہ اعراب مضاف کے اخیر ی حرف پر آتا ہے پس اس سے معلوم ہوا کہ ترخیم مضاف مضاف الیہ دونوں میں

بالکل منع ہے۔**وان لا یکون مستغاثا لا مجرورا باللام لعدم ظهورا اثر النداء فیه من النصب او البناء فلم یرد علیه الترخیم الذی هو من خصائص المنادی و لا مفتوحا بزیادة الالف لان الزیادة تنافی الحذف** ۔یعنی دوسری شرط ترخیم منادی کی یہ ہے کہ وہ اسم مرخم مستغاث نہ ہو کیونکہ مستغاث یا تو مجرور باللام ہوتا ہے اور یا مفتوح ہوتا ہے اگر مجرور ہو تو اس صورت میں اس اسم مرخم میں ندا کا اثر جو کہ نصب یا ضمہ بنائی ہے نہیں پایا جائے گا پس اس میں وہ ترخیم جو خصوصیات منادی میں سے ہے جاری نہیں ہو سکے گی اور اگر وہ اسم مرخم مستغاث بوجہ زیادت الف آخر میں مفتوح ہو تو اس صورت میں درمیان زیادت الف اور حذف کے منافات ہو جائے گی کیونکہ مستغاث مفتوح زیادت الف کو چاہے گا اور ترخیم اس کے حذف کا مقتضی ہو گی لہٰذا ترخیم منادی میں یہ بھی ضروری شرط ہے کہ وہ اسم مرخم اسم مستغاث بھی نہ ہو **ولم یذکر المندوب لانه غیر داخل فی المنادی عنده وما وقع فی بعض النسخ فکانه من تصرف الناسخین مع ان وجه اشتراط عند دخوله فی المنادی ظاهر و هو ان الا غلب فیه زیادة الالف فی اخره لمدالصوت اظهارا للتفجع فلا یناسبه الترخیم للتخفیف** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح ترخیم منادی میں یہ شرط ہے کہ منادی اسم مستغاث نہ ہو اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وہ اسم مندوب بھی نہ ہو پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو لازم تھا کہ جس طرح مستغاث کی نفی کی مندوب کی بھی نفی کرتے حالانکہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندوب کی نفی کی طرف تعرض نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مندوب کے نفی کی طرف تعرض اس لئے نہیں کیا کہ اسم مندوب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک منادی میں داخل نہیں ہے اور جو بعض نسخ میں اس کا دخول واقع ہوا ہے گویا وہ نسخہ لکھنے والوں نے اپنی طرف سے لکھا ہے اور یہ تمام شروط ترخیم منادی کی شروط ہیں اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ مندوب منادی میں داخل ہے پس وجہ اس کی اشتراط کی ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ اغلب اسم مندوب کے آخر میں مدصوت کے لئے بغرض اظہار تفجع الف بڑھایا جاتا ہے اور حذف اس کی نفی کرتا ہے اسی وجہ سے اسم مندوب میں بھی ترخیم مناسب ہو گی **وان لا یکون جملة لان الجملة محکیة بحالها فلا تغیر** یعنی تیسری شرط منادی کی ترخیم کی یہ ہے کہ وہ منادی جملہ بھی نہ ہو اس لئے کہ جملہ جب علم ہو گا تو اس سے مقصود حالت کی حکایت ہو گی گویا یہ جملہ مثال کے مقام مستعمل ہو گا پس جس طرح امثال میں تغیر اور تبدل جائز نہیں اسی طرح اس جملہ میں بھی تغیر اور تبدل نہیں ہو گا تا کہ حکایت کا مقصد فوت نہ ہو **و الشرط الرابع احد الامرین الوجودیین وهو ان یکون المنادی ما علما زائد علی ثلثة احرف لانه لعلمیة ناسبه الخفیف بالترخیم لکثرة نداء العلم مع لشهرته فیما ابقی منه دلیل علی ما البقی والزیادة علی الثلثة لم یلزم نقص الاسم عن اقل ابنیة المعرب بلا علة موجبة** یعنی شرط رابع دو وجودی امروں میں سے ایک امر ہے اور وہ یہ ہے کہ ترخیم منادی کی ایک شرط وجودی یہ ہے کہ وہ منادی علم ہو اور اس کے حروف تین حرفوں سے زیادہ ہوں کیونکہ علم اکثر منادی واقع ہوتا ہوا اس علمیت کی بنا پر اس کی ترخیم سے تخفیف زیادہ مناسب ہو گی اور علم کی شہرت کی وجہ سے علم میں جو کچھ حروف باقی ہوں وہ محذوف پر دلیل ہوتے ہیں اور منادی علمی کا زائد علی ثلاثہ ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا نقصان اقل ابنیہ معرب سے بلا کسی علت موجبہ کے لازم نہ آئے اور اقل ابنیہ اسم معرب کی تین حروف ہیں واما اسما متلبسا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ بتاء التانیث کا متعلق محذوف متلبسا کا لفظ ہے **بتاء التانیث وان لم یکن علما ولا زائد اعلی الثلثة لان وضع التاء علی الزوال فیکفیه ادنی مقتض للسقوط فکیف اذا وقع موقعا یکثر فیه سقوط الحرف الاصلی** یعنی

دوسری شرط وجودی ترخیم منادی کی یہ ہے کہ وہ اسم منادی مرخم ملتبس بتائے تانیث ہو یعنی مشتمل بتائے تانیث ہو اگر چہ علم یا زائد علی ثلاثہ نہ ہو کیونکہ تاء کی وضع زوال کے لئے ہے پس اس کے ساقط ہونے کے لئے معمولی مقتضی سقوط کافی ہے پس یہ تاء کیونکر ساقط نہ ہوگی جبکہ اسم منادی ایسے موقع میں واقع ہو کہ جہاں حرف اصلی کا ساقط ہونا بکثرت آتا ہو **ولم يُبالوا بقاء نحو ثبة وشاة بعد الترخيم علی حرفين لان بقاء ه كذالك ليس لاجل لاجل الترخيم بل مع التاء ايضا كان ناقصا من ثلثة اذا التاء كلمة اخری برأسها** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب لہذا اسم معرب تین حرفوں سے کم حروف نہیں ہوتے تو چاہیئے کہ ثبۃ اور شاۃ کے الفاظ میں ترخیم جائز نہ ہو کیونکہ ان الفاظ کے حروف ترخیم کے بعد تین سے کم رہ جاتے ہیں حالانکہ جائز ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الفاظ مذکورہ میں ترخیم جائز ہے اور ترخیم کے بعد اگر ان الفاظ کے حروف تین سے کم ہو کر دو باقی رہ جائیں تو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ ان الفاظ کا دونوں حرفوں پر باقی رہنا ترخیم کی وجہ سے نہیں بلکہ تاء کے ساتھ بھی ان الفاظ کا حروف تین سے کم ہیں اس لئے کہ تاء ایک علیحدہ کلمہ ہے اس کا اصلی حروف سے کوئی تعلق نہیں **ولا يرخم بغير ضرورة منادی لم يستوف الشروط المذكورة الاماشذ نحو يا صاخ فی يا صاحب ومع شذوذه فالوجه فی ترخيمه كثرة استعماله منادی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ مذکورہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یا صاخ سے منقوض ہے کیونکہ یہ لفظ نہ علم ہے نہ ملتبس بتائے تانیث باوجود اس کے اس میں ترخیم واقع ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بغیر ضرورت کے کسی منادی میں ترخیم درست نہیں جب تک اس میں شروط مذکورہ پورے طور پر نہ پائی جائیں اور یا صاخ میں جو بغیر وجود شروط مذکورہ کے ترخیم واقع ہوئی ہے یہ شاذ ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں اور باوجود شذوذ کے اس کی ترخیم کی وجہ کثرت استعمال منادی ہے لہذا مصنف کا قاعدہ کلیہ مذکورہ ٹھیک اور درست ثابت ہوا۔

ولما فرغ من بيان شرائط الترخيم شرع فی بيان كمية المحذوف بسببه فقال اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد آگے عبارت کی تمہید کا بیان کرنا ہے یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ترخیم کی شرائط کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر محذوف کی مقداریت کا بیان کرنا چاہتے ہیں پس کہا **فان كان فی اخره ای اخر المنادی** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرور منادی کی طرف راجع ہے **زيادتان كائنتان فی حكم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کائنتان کا لفظ فی حکم سے مقدم بڑھا کر اشارہ کیا ہے کہ جار مجرور کا متعلق یہ کائنتان کا لفظ محذوف ہے **الزيادة الواحدة** اس میں واحدۃ کے لفظ سے مقدم جو زیادۃ کا لفظ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھایا ہے اس سے مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ واحدۃ کا لفظ ترکیب میں صفت واقع ہوئی ہے اور اس کا موصوف نہیں ہے لہذا عبارت میں نقص لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نقص لازم نہیں آتا صفت کا موصوف محذوف زیادۃ کا لفظ ہے **فی انهما زيدتا معا** یعنی اگر منادی کے آخر میں دو حروف معا زیادہ ہو گئے ہوں اور ان کا زیادہ ہونا زیادت واحدہ کے حکم میں ہو **واحترز به عن نحو ثمانية ذو مرجانة فان الياء والنون فيهما زيد تاء اولا ثم زيدت تاء التانيث فلم يحذف منها الاالاخير** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زیادۃ کے ساتھ معا کی قید بڑھائی تھی اب یہاں یہ بتاتے ہیں کہ یہ قید احتراز کی ہے اس سے ثمانیۃ اور مرجانیۃ سے احتراز مقصود ہے کیونکہ ان الفاظ مذکورہ میں اول یا دونوں بڑھے ہیں پھر تائے تانیث بڑھائی گئی ہے اس لئے ان الفاظ میں سے صرف آخری حرف محذوف ہوگا دونوں حروف

محذوف نہیں ہونگے کاسماء اذاجعلتها فعلا من الوسامة الحسن کما هو مذهب سیبویه لاافعالا جمع اسم علی ماهو مذهب غیره لانه یکون حینئذٍ من باب عمار یہ اس منادی کی مثال ہے جس میں دوحروف معازیادہ ہوگئے ہوں لیکن یہ جب کہ اس لفظ کوفعلا کے وزن پروسامت سے جس کے معنی حسن کے ہیں مشتق مانا جائے جیسا کہ یہ سیبویہ کا مذہب ہے اورافعال کے وزن پر جوجمع اسم کی ہے نہ مانا جائے جیسا کہ یہ سیبویہ کے علاوہ علماء کا مذہب ہے کیونکہ اگر یہ لفظ جمع اسم کی مانی جائے تواس وقت یہ عمار کے قاعدہ میں داخل ہوگا جس کا ذکر آگے خود آئے گا ومروان یہ بھی اس منادی کی مثال ہے جس میں دوحرف معازیادہ ہوگئے ہوں او کان فی اخره حرف صحیح اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ اشارہ کرنا ہے کہ یہ اوپر کی عبارت فان کان فی آخره ......الخ پر عطف ہے۔ ای صحیح اصلی لتبادره الی الذهن لان الغالب فی الحرف الصحیح الاصالة فیخرج منه نحو سعلاة لا یحذف منه الا التاء اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ سعلات سے منقوض ہے کیونکہ اس کے آخر میں حرف صحیح قبلہ مدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں دوحرف محذوف نہیں ہوتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صحیح سے مراد صحیح اصلی ہے کیونکہ ذہن کا تبادر اسی کی طرف ہوتا ہے کیونکہ غالب حرف صحیح میں اصالت ہے پس اس قاعدہ کی بناء پر سعلات کا لفظ خارج ہوا کیونکہ اس میں تاء زیادہ ہے اصلی نہیں ہے اس لئے اس سے تاء ہی محذوف ہوگی وهو اعم من ان یکون حقیقة او حکما فیشمل مثل مرمی ومدعو فان الحرف الاخیر منهما فی حکم الصحیح فی الاصالة اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مرمی اور مدعو سے منقوض ہے کیونکہ ان الفاظ کے آخر میں کوئی حرف صحیح نہیں ہے باوجود اس کے ان الفاظ میں سے دوحرف محذوف ہوگئے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ صحیح عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی اوران الفاظ کا آخری حرف اگر چہ حقیقت میں صحیح نہیں لیکن اصالت میں صحیح کے حکم میں ہے پس اس تقدیر پر اس قاعدہ کلیہ میں یہ الفاظ بھی داخل ہوگئے قبله ای الف او واؤ او یاء ساکنة حرکة ما قبلها من جنسها اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مدہ کا بتانا ہے کہ مدہ الف یا واؤ یا یاء ساکنہ کو کہتے ہیں جس کے ماقبل کی حرکت اس کے جنس سے ہو یعنی الف ما قبل مفتوح اور واؤ ماقبل مضموم اور یاء ماقبل مکسور کو مدہ کہتے ہیں اوراس کے عکس کو لین بتاتے ہیں و المراد بها المدة الزائدة لتبادرها ای الذهن لغلبتها و کثرتها فیخرج منه نحو مختار فانه لا یحذف منه الا الحرف الاخیر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار کے لفظ سے منقوض ہے کیونکہ اس کے آخر میں حرف صحیح ماقبل حرف مدہ ہے اور باوجود اس کے آخر میں سے دوحروف محذوف نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی حرف محذوف ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں مدہ سے مراد زائدہ ہے کیونکہ ذہن کا تبادر اسی طرف کو جاتا ہے اور غالباً استعمال میں اکثر مدہ زائدہ ہی آتا ہے پس جب مدہ سے مراد مدہ زائدہ ہوا تو اس تقدیر پر قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا سے مختار خارج ہوا کیونکہ اس کی ترخیم میں ایک حرف آخر میں سے محذوف ہوگا دوحرف محذوف نہیں ہوں گے۔ وهو ای، والحال ان مافی اخره حرف صحیح قبله مدة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ دھو کا جملہ حالیہ ہے اور ضمیر مجرورہ آخرہ کی اس کا ذوالحال ہے یعنی درآنحالیکہ جس اسم کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ آیا ہو اس کے حروف چار حروف سے زیادہ ہوں۔ اکثر من اربعة من الحروف اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اربعۃ کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اوراس کا موصوف محذوف حروف کا لفظ ہے کمنصور وعمار و مسکین

لئلا یلزم من حذف حرفین منه عدم بقائه علی اقل ابنیة المعرب یہ اس مرخم کی مثالیں ہیں جس کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ ہو اسمائے مذکورہ میں سے دو حروف محذوف نہیں ہوتے بلکہ ایک ہی حرف محذوف ہوگا کیونکہ اگر دو حروف محذوف کئے جائیں تو یہ الفاظ معرب کی اقل ابنیہ پر باقی نہیں رہیں گے بلکہ دو حروف باقی رہ جائیں گے اور معرب کی ابنیہ کے لئے کم از کم تین حروف ضروری ہیں و انما یاخذ هذا القید فی قوله زیادتان فی حکم الواحدة لانا نحو ثبون وقلون یرخم بحذف زیادیة لان بقاء الکلمة فیه علی حرفین لیس للترخیم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا ثبون اور قلون سے منقوض ہے کیونکہ ان الفاظ کے آخر میں حرف صحیح ماقبل مدہ ہے اور باوجود اس کے ان الفاظ کی ترخیم میں دو حروف محذوف ہوتے ہیں ایک نہیں لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو لازم تھا کہ اکثر من اربعة کی قید کو زیادتان فی حکم الواحدة کے قول میں ملحوظ رکھتے ہوئے ذکر کرتے تاکہ ثبون اور قلون کے نقض سے احتراز ہو جاتا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس قید مذکور کو زیادتان فی حکم الواحدة کے قول میں اس لئے ملحوظ نہیں رکھا کہ ثبون اور قلون کی ترخیم میں اگرچہ دو حروف محذوف ہوتے ہیں اور یہ کلمے بعد ترخیم کے دو حروف پر باقی رہ جاتے ہیں لیکن ان کلموں کا دو حروف پر باقی رہ جانا ترخیم کی وجہ سے نہیں ہے حذفتا ای الحرفان الاخیر ان فی کلا القسمین اما فی الاول فلما کانتا فی حکم الواحدة فکما زیدتا معا حذفتا معا واما فی الثانی فلانه لما حذف الاخیر مع صحة واصالة حذفت المدة الزائدة لئلا یردو المثل السائر صلت علی الاسله وبلت عن النقد یعنی اوپر مذکورہ دونوں قسموں میں اخیری دو حرف محذوف ہوں گے اول قسم میں اس لئے کہ جس طرح ایک دم زیادہ ہوگئے تھے اسی طرح معا محذوف بھی ہوں گے اور ثانی قسم میں اس لئے کہ جب آخیر حرف باوجود صحیح اور اصلی ہونے کے حذف ہوگیا تو مدہ زائدہ بطریق اولی محذوف ہوگا ورنہ مثال مشہورہ صلت علی الاسد وبلت من النقد وارد ہو جائے گی جس کے معنٰی یہ ہیں تو نے شیر پر تو حملہ کیا لیکن گو سفند سے خوف کھا کر پیشاب کیا وان کانا مرکبا ویعلم من بیان شرط الترخیم اولا یکون مضافا ولاجملة مثل بعلبک وخمسة عشر علمین اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مرکب میں ترخیم جائز نہیں کیونکہ پیشتر مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے کہا تھا کہ شرط ان لایکون مضافا ولا جملة شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جواب دیا کہ ترخیم کی شرط کے بیان سے یہ معلوم ہوا کہ اس مرکب سے مراد وہ مرکب ہے جو مضاف اور جملہ نہ ہو جیسے بعلبک اور خمسة عشر جن کو دو علم تسلیم کر لئے جائیں حذف الاسم الاخیر فیقال فی بعلبک یا بعل وفی خمسة عشر یا خمسة لنزوله منزله تاء التانیث فی کون کل منهما کلمة علی حدة صارت بمنزلة الجزء یعنی اگر وہ اسم مرخم مرکب ہو دو اسموں سے تو ترخیم میں آخیری اسم محذوف ہوگا پس بعلبک میں ترخیم کر کے یا بعل بولا جائے گا اور خمسة عشر میں ترخیم کے وقت یا خمسة استعمال ہوگا کیونکہ اسم آخیر بمنزلہ تائے تانیث کے ہے عروض میں کیونکہ تاء تانیث بھی ایک علیٰحدہ کلمہ ہے اور یہ اسم اخیر بھی ایک جداگانہ کلمہ شمار کیا جاتا ہے لہٰذا یہ کلمہ بمنزلہ جزء کے ہوگیا وان کان غیر ذالك المذکور من الاقسام الثلثة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مذکور کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذالک کا مشار الیہ اقسام ثلاثہ ہیں اور وہ جمع ہیں اور ذالک اسم اشارہ مفرد کا ہے لہٰذا درمیان مشار الیہ اور اسم اشارہ کے مطابقت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ذالک کا مشار الیہ وہ اقسام ثلاثہ ہیں مگر وہ مؤول بمذکور ہیں اور مذکور کا لفظ مفرد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر درمیان مشار الیہ اور اسم اشارہ کے مطابقت حاصل ہوگئی فحروف

واحد ای فیحذف حرف واحد لحصول الفائدة المقصورة وعدم موجب حذف الاکثر اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف واحد کے لفظ سے مقدم فیحذف نکالا ہے اس میں اشارہ کیا کہ حرف واحد کا لفظ مرفوع ہے بنا بر فاعلیت اور بعل اس کا محذوف فیحذف ہے یعنی اگر وہ اسم مرخم اقسام ثلاثہ کے علاوہ ہو تو اس کی ترخیم میں ایک ہی حرف محذوف ہوگا کیونکہ فائدہ مقصودہ ترخیم سے تخفیف ہے اور وہ ایک ہی حرف کے حذف کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے اور چونکہ ایک حرف سے زیادہ کے حذف کرنے کا کوئی موجب نہیں ہے اس لئے ایک ہی حرف کے حذف کرنے پر اکتفاء کیا جائے گا **نحو یا حارو یا مال فی یا حارث ویا مالک** اس میں اس اسم مرخم کی مثال ہے جس کے ترخیم میں ایک ہی حرف محذوف ہو گیا ہو دیکھئے یا حارث میں ترخیم کر کے یا حار اور یا مالک میں ترخیم جاری کر کے یا مال بولا جاتا ہے **وهو ای المنادی لمرخم** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ ہو کی ضمیر مرفوع منادی مرخم کی طرف راجع ہے **فی حکم المنادی الثابت بجمیع اجزائه فیبقی الحرف الذی صار اخر الکلمة بعد الترخیم علی ماکان علیه قبله علی الاستعمال الاکثر** یعنی وہ منادی جس میں ترخیم واقع ہوئی ہو وہ منادی ثابت بجمیع اجزائہ کے حکم میں ہوگا پس وہ حرف جو کلمہ کا آخر ٹھہرا ہے ترخیم کے بعد اسی حالت پر باقی رہے گا جس پر ترخیم کے قبل تھا اور اکثر استعمال اس کا ایسا ہی ہے **فیقال فی یا حارث بکسر الراء علی ماکان قبل الترخیم وفی یاثمود یا ثموبو او متطرفته بعد ضمة وفی یا کروان یاکرو بواد متحرکة بعد فتحة** پس یا حارث کی ترخیم میں یا حار بکسر راء بولا جائے گا جس طرح ترخیم سے قبل یہ راء مکسور تھی اسی طرح بعد ترخیم کے بھی مکسور رہے گی اور ثمود کو مرخم کر کے یا ثمو بواو متطرفہ بعد ضمہ کے اور کرا وان کی ترخیم میں یا کروا بواو متحرکہ بعد فتحہ کے مستعمل کیا جائے گا ان جملہ مثالوں میں آخری حرف اپنی اصلی حرکت پر باقی رہا ہے غور کر کے سمجھ لو **وقد یجعل** قد للتقلیل **ای ویجعل المنادی المرخم علی الا ستعمال الاقل** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں قد کا لفظ مفید تقلیل کا ہے کیونکہ یہ لفظ جب فعل مضارع پر داخل ہوتا ہے تو فائدہ تقلیل کا کرتا ہے اور جب ماضی پر آتا ہے تو تحقیق کا فائدہ پیدا کرتا ہے چونکہ یہاں فعل مضارع پر داخل ہوا ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا ہے کہ یہاں قد تقلیل کے لئے ہے یعنی بہت کم استعمال میں منادی مرخم اسم برأسہ مانا جاتا ہے **اسما بؤاسر کانه لم یحذف منه شیٔ فیکون له فی بنائه واعلاله وتصحیحه حکم نفسه لاحکم الاصل** گویا اس منادی سے کوئی حرف محذوف ہی نہیں ہوا پس اس تقدیر پر اس کا حکم مبنی ہونے اور اعلال اور صحیح ہونے میں اپنے نفس کا ہوگا اصل کا نہیں ہوگا **فیقال یا حار بالضم کانه اسم مفرد معرفة براسه فیضم ویا ثمی لانه لما جعل ثمو اسما برأسه صارت الواد طرفا بعد ضمة فلا جرم قلبت الواو یاء وکسر ما قبلها کاول فی ادلو ویا کوالانه لما جعل کرو اسما براسه ارتفع مانع الاعلال وهو وقوع الساکن بعد الواو فانقلبت الواو الفالتحر کها وانفتاح ماقبلها** پس یا حارث کو مرخم کر کے یا حار بضمہ راء بولا جائے گا گویا یہی لفظ اسم مفرد معرفہ برأسہ ہے چونکہ منادی مفرد معرفہ مبنی برضمہ ہوتا ہے اس لئے راء کو ضمہ دے کر یا حار مستعمل کیا جائے گا اور یا ثمود کی ترخیم میں یا ثمی بولا جائے گا کیونکہ جب یا ثمو اسم برأسہ مانا گیا تو واو کلمہ کی طرف میں بعد ضمہ کے واقع ہوا پس اب صرفی قاعدہ ضروری لازم ہوا اور وہ یہ کہ واو کو یا سے بدلا جائے اور ماقبل یا کو مکسور کر دیا جائے پس ایسا ہی کر کے اول کا اعلال اس میں جاری کیا اور یا کروان کی ترخیم میں یا کرا بولا جائے گا کیونکہ جب یہ لفظ اسم برأسہ مانا گیا تو اب مانع اعلال مرتفع ہوا اور وہ ساکن کا بعد واو واقع ہوتا ہے پس واو الف سے بدلا جاتا ہے لہٰذا کرا بولا جائے گا **وقد استعملوا یعنی العرب** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ

ہے کہ استعملوا کا فاعل لفظ عرب ہے یعنی عرب کے لوگ صیغہ ندا یعنی یاء کا لفظ خاص کر مندوب میں استعمال کرتے ہیں **صیغة النداء یعنی یا خاصة** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہاں صیغہ ندا سے مراد یا ہے اگرچہ یہ مطلق عام ہے لیکن خاص کر یا ہی کا لفظ مقصود ہے اور اس کی دلیل آگے چل کر بیان کریں گے **فی المندوب لانه لا یدخل علیه سواها لکونها اشهر صیغها فکانت اولی بان یتوسع فیها باستعمالها فی غیر المنادی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مندوب میں یاء کی خصوصیت استعمال کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ مندوب پر سوائے یاء کے دوسرا کوئی حرف ندا داخل نہیں ہوگا کیونکہ یہ یاء کا جملہ ندا کے لفظوں سے زیادہ مشہور ہے پس اس کا غیر منادی میں استعمال کرنے کا حق بہ نسبت دوسری ندا کے لفظوں کے زیادہ ہے اس لئے اس میں توسیع کر کے منادی اور مندوب میں عام مانا گیا ہے **والمندوب فی اللغة میت یبکی علیه احد و یعد محاسنه لیعلم الناس ان موته امر عظیم لیعذروه فی البکاء و یشارکوه فی التفجع وفی الاصطلاح** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف مندوب کے لغوی معنی بتانے ہیں کہ مندوب لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جس پر مرنے کے بعد آدمی روئے اور اس کے محاسن شمار کریں جس سے لوگوں کو یہ بتانا مقصود ہو کہ اس کی موت ایک امر عظیم ہے تاکہ لوگ اس کو اس رونے میں معذور سمجھیں اور رونے اور تفجع میں شرکت کریں اور اصطلاح میں متفجع علیہ کو کہتے ہیں جیسا کہ خود مصنف علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں **هو المتفجع علیه** وجودًا او عدمًا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کرنا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وارد کیا ہے اس سوال کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے مندوب کی دو قسموں میں سے ایک قسم یعنی متفجع منہ پر بھی واؤ داخل کیا جیسے وا ویلا وا حسرتا حالانکہ یہ الفاظ غیر ذوالعقول ہیں ان پر تفجع کس طرح متصور ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مندوب وہ متفجع علیہ ہے جس پر یاء یا وا سے تفجع کیا جائے وہ عام ہے خواہ وجودی ہو خواہ عدمی **بیا او وا فالمتفجع علیه عدما ما یتفجع علی عدمه کالمیت الذی یبکی علیه النادب والمتفجع علیه وجودا ما یتفجع علی وجوده عند فقد المتفجع علیه عدما کالمصیبة والحسرة والویل اللاحقة النادب لفقد المیت فالحد شامل لقسمی المندوب مثل یا زیداه ویا عمراه ومثل یاحسرتاه ویامصیبتاه ویاویلاه** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مندوب کی دونوں قسمیں بتاتے ہیں کہ متفجع علیہ عدما وہ ہے جس کے عدم پر تفجع کیا جائے وہ میت جس پر مرنے کے بعد نادب رو کر تفجع کرے اور متفجع علیہ وجوداً وہ ہے جس کے وجود پر بوجہ فقد متفجع علیہ عدما کے تفجع کیا جائے جیسے مصیبت اور حسرت اور ویل جو نادب کو میت کے فقدا اور عدم سے لاحق ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر تعریف مندوب کی دونوں قسموں کو شامل ہو کر جامع مانع ثابت ہوئی اور دونوں قسموں کی مثالیں **یا زیداہ** اور **یا عمراہ** اور **یا حسرتاہ** اور **یا مصیبتاہ** اور **یا ویلاہ** ہیں اب آگے چل کر مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ مندوب کا حکم بناء اور اعراب میں مثل منادی مفرد معرفہ کے ہے پس اس کی کیا وجہ ہے کہ مندوب کو منادی میں داخل نہیں کیا **واختص المندوب** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ اختص کا فاعل مندوب ہے **بوا ممتازا به عن المنادی لعدم دخول علیه بخلاف یا فانه مشترک بینهما** یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مندوب کے منادی میں داخل کرنے کی وجہ یہ ہے کہ مندوب وا سے مختص ہے چونکہ وا کا لفظ منادی پر داخل نہیں ہوتا بلکہ مندوب ہی پر داخل ہوا کرتا ہے اسی لئے یہ منادی سے جدا اور ممتاز ہوا اور منادی میں داخل نہیں مانا بخلاف لفظ یا کے کہ یہ درمیان منادی اور مندوب کے مشترک ہے دونوں میں علی الاشتراک مستعمل ہوتا ہے **وحکمه ای حکم المندوب** اس کے بڑھانے سے

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ حکمہ کی ضمیر مجرورہ مندوب کی طرف راجع ہے **فی الاعراب والبناء حکم المنادی ای مثل حکمه یعنی اذا وقع المندوب علی صورة قسم من اقسام المنادی فحکمه فی الاعراب والبناء مثل حکم ذالک القسم من المنادی کما اذا کان مفردا معرفة بضم واذا کان مضافا او مشابه نصیب** یعنی مندوب جب منادی کی قسموں میں سے ایک قسم کی صورت پر واقع ہو تو اس وقت اس کا حکم اعراب اور بناء میں مثل اسی قسم منادی کے ہوگا مثلاً اگر مندوب مفرد معرفہ ہو تو جس طرح منادی اس صورت میں مبنی بر ضمہ ہوتا ہے اسی طرح یہ مندوب بھی مبنی بر ضمہ ہوگا اور اگر مندوب مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو تو اس صورت میں جس طرح منادی منصوب ہوتا ہے اسی طرح یہ مندوب بھی منصوب مانا جائے گا **ولایلزم من ذالک جواز وقوعه علی صورة جمیع اقسام المنادی یرد علیه انه لایقع نکرة لانه لایندب الاالمعرفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے حکمہ کے قول سے سمجھ کر وارد کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ منادی کی اقسام میں سے ایک قسم منادی کا نکرہ ہونا بھی ہے پس چاہئے کہ مندوب بھی نکرہ واقع ہو حالانکہ مندوب معرفہ ہی واقع ہوتا ہے نکرہ بالکل واقع نہیں ہوتا کیونکہ مذبہ معرفہ ہی کا ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مندوب کا حکم منادی کی اقسام سے کسی ایک قسم کے ہے اب اس تقدیر پر یہ لازم نہیں آتا کہ مندوب جملہ اقسام منادی کی صورت پر واقع ہو جس کی بناء پر مندوب کے نکرہ نہ واقع ہونے کا سوال وارد ہو سکے کہ مندوب نکرہ اس لئے واقع نہیں ہو سکتا کہ مذبہ معرفہ ہی کا ہوتا ہے **وجازلک زیادة الالف فی اخرة** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جاز کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ زیادۃ کا لفظ مرفوع بنا بر فاعلیت فعل محذوف جاز کے ہے **ای اخر المندوب لمد الصوت المطلوب فی الندبة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ مندوب کی طرف راجع ہے یعنی مندوب کے آخر میں وقت مذبہ میں جو مد صورت مطلوب ہوتا ہے اس کے حاصل کرنے کے لئے الف کا بڑھانا جائز ہے اس قاعدہ کلیہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر ایک سوال وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الف بڑھانے کی صورت میں درمیان مذبہ غلام مخاطب اور مخاطبہ کے اور درمیان مذبہ غلام مثنی اور غلام جمع کے التباس لازم آتا ہے لہٰذا الف کا بڑھانا جائز نہیں ہونا چاہئے مصنف آگے چل کر خود ہی اس سوال مذکورہ بالا کا جواب ارشاد فرماتے ہیں کہ **فان خفت اللبس ای التباس ذلک اللفظ عند زیادة الالف بغیره علالت الی حرف مد مجانس لحرکة اخر المندوب من کسرة او ضمة کما اذا اردف مذبة غلام مخاطبة** یہ سوال مذکورہ بالا کا جواب ہے کہ اگر وہ لفظ جس میں مذبہ واقع ہوا ہے الف بڑھانے کی وجہ سے غیر سے ملتبس ہوتا ہو تو اس صورت میں حرف مد کی طرف عدول کیا جائے گا جو کہ مندوب کے آخری حرکت کسرہ یا ضمہ کے مجانس اور موافق ہو جیسا کہ اگر مخاطبہ کے غلام کا مذبہ مطلوب ہو تو **قلت و اغلامکیه** کہا جائے گا **لا واغلا مکاه لالتباسه بندیة غلام مخاطب واغلامکاه** نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کا مخاطب کے غلام کے مذبہ کے ساتھ التباس واقع ہو جائے گا اور یہ درست نہیں ہے **و اذا اردت مذبة غلام جماعة مخاطمین قلت واغلامکموه اذا لمیم اصله الضم لا واغلا مکماه لالتباسه بندیه غلام مخاطبین اثنین** اور اگر جمع مخاطب کے غلام کا مذبہ مقصود ہو تو واغلامکموہ کہا جائے گا کیونکہ اس میم میں ضمہ اصلی ہے وغلامکماہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس صورت میں اس کا تثنیہ مخاطب کے غلام کے مذبہ سے التباس ہو جائے گا اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو **اذا لمیم اصله الضم** کی عبارت بڑھا کر علت بیان فرمائی ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ واو کا لفظ مندوب کے آخری حرکت کا

مجانس کس طرح ہوسکتا ہے کیونکہ غلامکم کا آخر ساکن ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ میم جمع اصل میں مضموم ہوتا ہے چنانچہ بعض قاری انتم و کم کے میم کو مضموم کر کے انتمو و کمو بھی پڑھتے ہیں **و جاء ذلك الهاء** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جاز کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ الہاء کا لفظ ترکیب میں مرفوع بنا بر فاعلیت فعل محذوف جاز کے ہے ای الحاقها بهذه المدات اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ الہاء کا لفظ اصل میں مضاف الیہ محذوف الحاق کا ہے یعنی حالت وقف میں مدات مذکورہ پر الحاق ہا بھی جائز ہے **في حال الوقف** لبيانها یعنی مدات کے اظہار کے لئے ہائے وقفی بھی بڑھانا جائز ہے **ولا يندب من قسم المندوب المتفجع عليه عدما الاسم المعروف** یعنی اقسام مندوب میں سے متفجع علیہ عدمی کا ندبہ جائز نہیں جب تک کہ وہ اسم معروف نہ ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معروف کے لفظ سے مقدم اسم کا لفظ بڑھایا ہے اس میں اشارہ کیا کہ معروف کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور اس کا موصوف محذوف اسم کا لفظ ہے **الذي اشتهر المندوب به ليعذر النادب بمعرفة في مذبة و التفجع عليه** اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ کہا تھا کہ متفجع علیہ عدمی کے ندبہ کے لئے یہ ضروری ہے کہ مندوب شخص معروف ہو اب یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ معروف ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ مندوب کا اس اسم سے مشہور اور معروف ہونا اس لئے ضروری ہے کہ نادب کا ندبہ اور تفجع میں بوجہ اس کے مشہور اور معروف ہونے کے معذور سمجھا جائے اور لبکاء اور تفجع میں اس کے ساتھ شرکت ہو **فلا يقال وارجلاه اذا اشتهر بهذا اللفظ مندوب خاص انتقل الذهن اليه ويعرف به ليعذر النادب بالندبة عليه** اس میں اوپر والی عبارت پر تفریع ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا کے بنا پر وارجلاہ نہیں بولا جاتا ہے کیونکہ رجل کے لفظ سے کوئی خاص مندوب مشہور و معروف نہیں ہوتا جس کی طرف ذہن انتقال کرے اور اس سے شخص مندوب کو معلوم کر سکے اور اس کے نادب کو ندبہ اور تفجع میں معذور سمجھا جائے لہٰذا یہ ترکیب درست نہیں ہے **وامتنع الحاق الالف بصفة المندوب هل يجب ان يلحق بالموصوف مثل وازيداه الطويل لان اتصاله بالصفة ليس كاتصال المضاف بالمضاف اليه لانه جئ به لتمام المضاف فهو كاجزءه بخلاف الصفة فانه جئ بها بعد تمام الموصوف للتخصيص او التوضيح فلهٰذا جاز مثل يا امير المومنيناه** یعنی مندوب کی صفت کے آخر میں الف کا الحاق منع ہے بلکہ موصوف کے آخر میں بڑھانا ضروری ہے جیسے وازیداہ الطویل میں ہے کیونکہ موصوف کا اتصال اپنی صفت سے ایسا نہیں جیسا کہ مضاف کا اتصال اپنے مضاف الیہ سے ہوتا ہے کیونکہ مضاف الیہ صرف مضاف کے اتمام کے لئے لایا جاتا ہے پس یہ بمنزلہ جزء کے ہوا بخلاف صفت کے کہ صفت بعد تمام ہونے موصوف کے تخصیص یا توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اسی وجہ سے یا امیر المومنیناہ کی ترکیب جائز ہے اور وازید الطویلاہ کی ترکیب جائز نہیں **ولم يجوّ مثل وازيد الطويلاه خلافا ليونس** یعنی یہ ترکیب سوائے یونس کے جملہ نحاۃ کے نزدیک جائز نہیں ہے **فانه يجوز الحاق الالف باخر الصفة فان اتصال الموصوف بالصفة وان كان في اللفظ انقص من الاتصال بين المضاف والمضاف اليه الا انه اتم منه من جهة المعنى لاتحاد هما بالذات فان الطويل هو زيد لاغير بخلاف مضاف والمضاف اليه فالهما مستغا عمران** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونس کی دلیل عقلی بیان فرمائی ہے کہ مندوب کی صفت کے آخر میں یونس الحاق الف اس لئے جائز کہتے ہیں کہ موصوف کا اتصال صفت سے اگرچہ لفظ میں مضاف اور مضاف الیہ کے اتصال سے ناقص ہے لیکن معنی کے اعتبار سے یہ اتم ہے کیونکہ معنی میں موصوف اور صفت متحد بالذات ہیں کیونکہ طویل حو زید کی صفت ہے حقیقت میں زید ہی ہے کوئی اور چیز نہیں بخلاف مضاف اور مضاف الیہ کے کہ یہ دونوں ذات میں متغائر ہیں جیسے غلام زید میں کہ

غلام اور چیز ہے اور زید اور چیز اور اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ نحوی لفظ سے بحث کرتے ہیں معنٰی سے نہیں **وحکی یونس ان رجلا ضاع لہ قد حان فقال واجمجمتی الشامتیناہ و الجمجمۃ القدح** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یونس کی دلیل نقلی ظاہر کی ہے کہ یونس نے حکایۃً یہ کہا ہے کہ کسی شخص کے دو کاسے ضائع ہوئے تو اس نے فوراً یہ مثال کہی اور جمجمہ کے معنٰی قدح کے ہیں اس مثال مذکور میں صفت کے آخر میں الحاق الف ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ صفت کے آخر میں الحاق الف جائز ہے اور اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ شاذ اور نادر ہے **ویجوز** لقیام قرینۃ **حذف حرف النداء** الا اذا کان مقارنا **مع اسم الجنس** یعنی حذف کا قرینہ موجود ہو تو اس وقت منادی سے حرف ندا کا حذف کرنا جائز ہے لیکن اسم جنس اور اشارہ اور مستغاث اور مندوب کے ساتھ اگر حرف ندا مقارن ہو کر آیا ہو تو ان مقامات سے اس کا حذف کرنا جائز نہیں ہوگا یجوز کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لقیام قرینۃ کا لفظ بڑھایا ہے اس سے اس طرف اشارہ کیا کہ حرف ندا کا حذف مطلقاً درست نہیں اور مع اسم الجنس سے مقدم اذا کان مقارنا کا جملہ بڑھا کر اشارہ کیا کہ مع کا متعلق یہ جملہ محذوفہ ہے **ویعنی به ماکان نکرۃ قبل النداء سواء تعرف بالنداء کیا رجل اولم یتعرف مثل یا رجلا لان هذاء لم یکثر کثرۃ نداء العلم فلو حذف منه حرف النداء لم یسبق الذهن انی انه منادی** اس میں ﴿اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح جس طرح اسم جنس حرب ہذا جائز طرح نکرہ قبل بھی جائز نہیں حالانکہ ایسا نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب مراد اسم جنس قبل النداء ہے معرفہ بالنداء ہو یا رجل میں ہے معرفہ النداء یا رجلا میں ہے ﴾...... شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حذف حرف ندا قبل النداء ہو خواہ ندا سے معرفہ ہو گیا ہو جیسے یا رجل میں کہ اس میں رجل اسم جنس معرفہ بندا ہے خواہ ندا سے معرفہ نہ ہو جیسے یا رجلا کہ اس میں ندا کے ساتھ بھی نکرہ ہے جائز نہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اسم جنس کی ندا علم کے ندا کی طرح استعمال میں کثیر نہیں ہے پس اگر اس سے حرف ندا کو حذف کیا جائے تو ذہن اس کے منادی ہونے کے طرف سبقت نہیں کرے گا لہٰذا اسم جنس اگر منادی واقع ہو تو اس سے حرف ندا حذف نہیں ہوگا بلکہ مذکور مانا جائے گا **والاشارۃ ای والا مع اسم الاشارۃ لانه کاسم الجنس فی الابهام** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ والاشارۃ کا لفظ مع اسم الجنس کے قول پر عطف ہے اگر منادی اسم اشارہ واقع ہو تو اس سے بھی حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ اسم اشارہ ابہام میں مثل اسم جنس کے ہے اگر اس سے حرف ندا محذوف ہو جائے تو اس کا منادی ہونا معلوم نہیں ہوگا اس لئے ضروری ہے کہ اس کا حرف ندا مذکور ہو **والمستغاث والمندب لان المطلوب فیهما مد الصوت و تطویل الکلام والحذف ینا فیه** یہ الفاظ بھی مع اسم جنس پر عطف ہیں اگر مستغاث اور مندوب منادی واقع ہوں تو ان الفاظ سے بھی حرف ندا کا حذف جائز نہیں کیونکہ مستغاث اور مندوب سے مقصود مد صوت اور تطویل کلام ہے اور حذف اس کا منافی ہے لہٰذا یہاں بھی حرف ندا مذکور ہوگا تاکہ مقصود کلام فوت نہ ہو **فبقی علی هذا من المعارف التی یجوز فیها حذف حرف النداء العلم سواء کان مع بدل عن حرف النداء کلفظۃ اللہ فانه لا یحذف منه الا مع ابدال المیم المشدودۃ منه نحو اللهم او بغیر بدل نحو** پس ان معرفوں میں سے جن میں حرف ندا حذف کرنا جائز ہے اس حذف کے حکم میں علم باقی رہا یعنی علم میں سے حرف ندا کا حذف جائز ہوگا خواہ علم سے حرف ندا حذف ندا کو حذف کر کے اس کے بدل اور عوض میں کوئی دوسرا حرف لایا جائے جیسے لفظ اللہ میں کہ اس سے حرف ندا کا حذف بغیر ابدال میم مشددہ کے درست نہیں اگر اس سے حرف ندا کا حذف کرنا منظور ہو تو اس کے بدلے میں میم مشدد ضرور لایا جائے گا جیسے اللّٰهم میں کہ یہاں حرف ندا کو محذوف کر کے اس کے عوض میں میم مشدد لایا گیا ہے اور اگر حرف ندا کا

حذف بغیر بدل ہوتو اس کی مثال یوسف ہے **نحو یوسف اعرض عن هذا ای یا یوسف** یہ اس منادی کی مثال ہے جس سے حرف ندا بغیر بدل اور عوض کے محذوف ہو گیا ہو کہ اصل میں یہ یا یوسف تھا حرف ندا کو محذوف کر دیا گیا **و لفظة ای اذا وصف بذی اللام نحو ایها الرجل ای یا ایها الرجل او بالموصوف بذی اللام نحو ایهذا الرجل ای یا ایهذا الرجل فلا یجوز الحذف من ایهذا من غیر ان یتصف هذا بذی اللام والمضاف الی ای معرفة کانت نحو غلام زیدا فعل کذا والموصولات نحو من لا یزال محسنا احسن الی** یعنی معارف میں سے حذف کے حکم میں صرف چار الفاظ باقی رہیں ایک علم خواہ مع بدل ہو جیسے لفظ اللہ میں خواہ بیدل ہو جیسے یوسف میں ہے دوسرا لفظ ای جو ذی اللام سے موصوف ہو جیسے ایھا الرجل میں کہ اصل میں یا ایھا الرجل تھا یا موصوف معرفہ باللام سے موصوف ہو جیسے ایھذ الرجل میں کہ اصل میں یا ایھا الرجل تھا پس ایھذا سے حرف ندا کا حذف جب تک ہذا کو معرفہ باللام سے موصوف نہ کر دیا جائے جائز نہیں ہے تیسرا مضاف سے حذف حرف ندا جائز ہوگا جو مطلق معرفہ کی طرف مضاف ہو جیسے غلام زید میں کہ یہ اصل میں یا غلام زید افعل کذا تھا چوتھا اسم موصول سے حرف ندا کا حذف کرنا درست ہے جیسے من لا یزال محسنا احسن الی میں کہ یہ اصل میں یا من لا یزال محسنا احسن الی تھا حرف ندا کو محذوف کر دیا **واما المضمرات فیشذ نداؤه نحو یا انت ویا ایاک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الفاظ مذکورہ سے حذف حرف ندا جائز ہے پس چاہیئے کہ یا انت اور یا ایاک سے بھی حرف ندا کا حذف جائز ہو حالانکہ یہ جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمائر کا منادی واقع ہونا چونکہ شاذ اور نادر ہے اس لئے ان الفاظ سے حذف حرف ندا درست نہیں ہے بخلاف الفاظ اربعہ مذکورہ کے کہ ان کا استعمال نادر اور شاذ نہیں اس لئے حرف ندا کا حذف ان سے درست ہے **وشذ حذف حرف النداء من اسم الجنس فی اصبح لیل** اوپر مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ لکھا تھا کہ منادی جب اسم جنس ہو تو اس سے حرف ندا کا حذف کرنا جائز نہیں اس پر اصبح لیل اور افتد مخنوق اور اطرق کرا کا اعتراض وارد ہوا کہ ان جملوں میں لیل اور مخنوق اور کرا اسمائے اجناس ہیں اور باوجود اس کے ان سے حرف ندا محذوف ہوا ہے مصنف علیہ الرحمۃ نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ ان اسمائے اجناس سے حرف ندا کا حذف ہونا شاذ اور نادر ہے یعنی اصبح لیل میں لیل سے حرف ندا کا حذف ہونا شاذ ہے **ای اصر صبحا یا لیل حذف حرف النداء من اللیل مع انه اسم جنس شذوذا قالته امرأة امری القیس حین کراهته** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ اصبح کا لفظ یہاں بمعنی صار ہے جس کے معنی یہ ہوئیں کہ یا لیل تو صبح ہو جا اس میں لیل کے لفظ سے حرف ندا محذوف ہوا باوجود اس کے کہ یہ اسم جنس ہے لیکن یہ حذف شاذ ہے اور یہ امرئ القیس کی بیوی کا مقولہ ہے جب شب کو یہ شخص اس کا حق خدمت ادا نہ کر سکا تو اس کی بیوی ناراض ہو کر حسرت سے اصبح لیل کہتی رہی **وفی افتد مخنوق ای یا مخنوق قاله شخص وقع فی اللیل علی قائم مستلق فخنقه وقال افتد مخنوق حذف حرف النداء عن المخنوق مع انه اسم جنس شذوذا** یعنی اسی طرح افتد مخنوق میں بھی حذف شاذ ہے یہ اصل میں افتد یا مخنوق تھا اور یہ کسی چور کا مقولہ ہے جن سے رات میں کسی پشت پر لیٹے ہوئے شخص پر حملہ کیا اور اس کا گلا گھونٹ کر یہ قول کہا اس میں مخنوق سے باوجود اس کے کہ یہ اسم جنس ہے حرف ندا محذوف ہوا ہے لیکن یہ حذف شاذ اور نادر ہے **وفی اطراق کرا ای یا کروان وفیه شذوذان حذف حرف النداء من اسم الجنس وترخیم غیر العلم** اور اسی طرح اطراق کرا میں بھی حرف ندا کا حذف شاذ ہے یعنی یہ اصل میں یا کراوان تھا حرف ندا محذوف ہوا بلکہ اس میں دو شذوذ ہیں ایک اسم جنس سے حرف ندا کا حذف ہونا دوسری غیر علم کی ترخیم قیل هی

رقیة یصیدون بھا الکروان ویقولون اطرق کرا اطراق کرا ان النعامة فی القرای فیسکن ویطرق حتی یصادو المعنیٰ ان النعامة الذی ھو اکبر منک قد اصطید وحمل الی القری فلا تخلی ایضا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اطراق کرا کے معنی بتاتے ہیں کہ منقول ہے کہ یہ ایک قسم الفسون اور منتر کے الفاظ ہیں جن کے ذریعہ سے عرب کروان کو اطرق کرا اطرق کر دبول کر شکار کرتے ہیں جس کے معنی یہ ہیں کہ اے کرا سر نیچے کر کے ادھر آ۔ کہ شتر مرغ دیہات میں ہے پس یہ پرندہ یہ سن کر ٹھہر جاتا ہے اور شکاری کے سامنے آجاتا ہے یہاں تک کہ بیچارہ شکار کیا جاتا ہے اور اس مقولہ کے پورے معنی یہ ہیں کہ وہ شتر مرغ جو جسامت میں تجھ سے بڑا ہوا ہے وہ شکار ہو کر دیہات میں پہونچایا گیا تو بھی شکار کیا جائے گا چھوڑا نہیں جائے گا۔ فائدہ کرا ایک پرندہ کا نام ہے جو لبط کے مشابہ ہے اور رات کو سوتا نہیں ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ اس شخص کی مثال ہے جو اپنے بڑوں کے سامنے بات کرے یا اشراف کے سامنے تکبر اور غرور ظاہر کرے **وقد یحذف المنادی لقیام قرینة جوازا نحو الایا اسجدوا بتخفیف الاعلی الا انه حرف تنبیه ویا حرف النداء ای یا قوم اسجدوا والقرینة امتناع دخول یا علی الفعل بخلاف قراء ة الایسجدوا تبشدید اللام لانه لیس من ھذا الباب فان حینئذ ناصبة للمضارع اوغمت نونھا فی لام لا یسجدوا فعل مضارع سقط نونه بالنصب** جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حرف ندا کے حذف کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب منادی کے حذف کا بیان شروع کر دیا کہ جس وقت قرینہ حذف کا موجود ہو تو اس وقت منادی کا بھی حذف جائز ہے جیسے الایا اسجدوا میں ہے الا کے لفظ کے تخفیف کے ساتھ اس بناء پر کہ یہ الا کا لفظ حرف تنبیہ اور یا حرف ندا مانا جائے یعنی اصل میں یہ یا قوم اسجدوا ہے قوم کا لفظ اس میں منادی محذوف ہے اور اس حذف پر قرینہ امتناع دخول یا علی الفعل ہے کیوں کہ یا کا لفظ فعل پر داخل نہیں ہوتا اور یہاں فعل پر داخل ہوا ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا مدخول منادی محذوف قوم کا لفظ ہے بخلاف الایسجد وابتشدید لام کے یہ کہ اس صورت میں اس حذف کے باب سے نہیں ہوگا بلکہ یہ اصل ان لایسجد وا ہوگا پس اس وقت یہ ان ناصبہ مضارع کا مانا جائے گا اور اس ان کا نون لا کے لام میں ادغام کیا جائے گا اور یسجد وا فعل مضارع مانا جائے گا اور اصل میں یہ فعل مضارع یسجدون صیغہ جمع مذکر غائب ٹھہرایا جائے گا جس کا نون ان ناصبہ کی وجہ سے ساقط ہوا ہے لہٰذا یہ مما نحن فیه سے نہیں ہوگا **الثالث من تلک المواضع الاربعة التی وجب حذف ناصب المفعول به فیھا** یعنی ان مواضع اربعہ میں سے کہ جہاں مفعول بہ کے ناصب کا حذف واجب ہے تیسری جگہ ما ای المفعول بہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ما کا کلمہ دو حالتوں سے خالی نہیں مفعول بہ سے عبارت ہے یا مفعول مطلق سے اور یہ دونوں صورتیں درست نہیں ہیں اول اس لئے کہ اس سے تعریف خاص بالعام لازم ہو جاتی ہے اور یہ درست نہیں ہے اول اس لئے کہ تعریف مانع دخول غیر سے نہیں ہوگی کیونکہ اس میں یوم الجمعة صمت فیه کی ترکیب کا مفعول فیہ داخل ہو جاتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ ما کا کلمہ عبارت مفعول بہ سے ہے اور کل اسم سے مراد مفعول بہ ہے مجازاً ذکر عام مراد خاص کے قبیل سے ہے اضمر ای قدر عامله الناصب یعنی تیسری جگہ ان مواضع اربعہ میں سے جہاں مفعول بہ کے ناصب کا حذف واجب ہے وہ مفعول یہ ہے کہ جس کا عامل ناصب بشرط تفسیر مقدر کیا گیا ہو اور عاملہ کے بعد جو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ناصب کا لفظ بڑھایا ہے اس میں ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر عامل سے فعل ہے اس سے شبہ فعل نکلا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عامل سے مراد مطلق ناصب ہے خواہ فعل ہو خواہ شبہ **فعل علی شرائطة التفسیر الشریطة والشرط واحد واماتتھا الی التفسیر بیانیة ای ما اضمر عامله بناء علی شرط ھو**

تفسیرہ ای تفسیر العامل بما بعدہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شریطہ کے لغوی معنیٰ تحقیق کرتے ہیں کہ شریطہ اور شرط دونوں الفاظ معنی واحد رکھتے ہیں اور شریطہ کی اضافت تفسیر کی طرف بیانیہ ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مفعول بہ جس کا عامل بنا بر ایک شرط مقدر کیا گیا ہو اور وہ شرط عامل کی مابعد کی تفسیر ہے اور اضافت بیانیہ میں مضاف اور مضاف الیہ میں اتحاد ہوتا ہے **وانما وجب حذفہ حینئذ احترازا عن الجمع بین المفسر والمفسر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول بہ کے عامل ناصب کے حذف کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کی مفعول بہ کے عامل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ درمیان مفسر و مفسر کے جمع لازم نہ ہو جو ذکر سے لازم ہوگی **وھو ای ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ضمیر مرفوع ھو کی ما اضمر عاملہ کی طرف راجع ہے **کل اسم بعدہ فعل اوشبھہ احترز بہ عن نحو زید ابوک** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ بعدہ فعل اوشبہ کا قول احترازی ہے اس سے زید ابوک سے احتراز ہوا اس لئے کہ یہاں زید کے بعد فعل یا شبہ فعل نہیں بلکہ اسم ہے **ولا یرید بہ ان یلیہ الفعل اوشبھہ متصلا بہ بل ان یکون الفعل او شبھہ جزء الکلام الذی بعدہ نحو زیدا عمرو ضربہ وزیدا انت ضاربہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف مفعول بہ کی اپنے افراد کو جامع نہیں ہے اس سے زیدا عمرو ضربہ اور زیدا انت ضاربہ کی ترکیبوں کا مفعول بہ نکلتا ہے حالانکہ ان ترکیبوں میں زید مفعول بہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بعدیت سے مراد یہ نہیں کہ مفعول بہ کے ساتھ فعل اور شبہ فعل متصل واقع ہو بلکہ مراد یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل اس کلام کا جزء واقع ہو جو مفعول بہ کے بعد آیا ہو جیسے تراکیب مذکورہ میں واقع ہے لہٰذا مفعول بہ کی تعریف جامع ہوئی **مشتغل ذالک الفعل اوشبھہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مشتغل کا فاعل وہی فعل یا شبہ فعل ہے **عنہ ای عن العمل فی ذالک الاسم** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عنہ کی ضمیر عمل کی طرف راجع ہے یعنی مفعول بہ ہر وہ اسم ہے جس کے بعد میں فعل یا شبہ فعل آیا ہو اور یہ فعل یا شبہ فعل اس مفعول کی ضمیر یا اس کی ضمیر کے متعلق میں عمل کرے **بضمیرہ ای بالعمل فی ضمیرہ** یعنی اس کی ضمیر میں عمل کرے اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ بضمیرہ کا با بمعنٰی فی کے ہے **اوفی متعلقہ ای متعلق ذالک الاسم او متعلق ضمیرہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ متعلقہ کی ضمیر مجرور وہ اس اسم مفعول بہ کی طرف راجع ہے یا اس کی ضمیر کی طرف یہ دونوں درست ہیں **وحاصلہ ان یکون الفعل او شبھہ مشتغلا بالعمل فی ضمیر ذالک الاسم او متعلقہ فارغا عن العمل فیہ بسبب ذلک الاشتغال** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مشتغل کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں ہے یا بمعنٰی فراغ ہے یا بمعنٰی تسلیط ہے بنا بر معنٰی اول اس کا عن سے متعدی ہونا باء سے درست نہیں اور بنا بر معنٰی ثانی اس کا متعدی ہونا باء سے درست ہے عن سے صحیح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت مذکور میں اس کا جواب دیا کہ یہاں دو اشتغال ہیں ایک مذکور دوسرا مقدر ہے مذکور بمعنٰی فراغ متعدی بعن ہے اور دوسرا مقدر بمعنٰی تسلیط متعدی بباء ہے حاصل کلام یہ کہ وہ فعل یا شبہ فعل اس اسم کی ضمیر یا اس کے متعلق میں عمل کرے خود اس اسم کے عمل سے فارغ ہو یعنی اس میں عمل نہ کرے بسبب اس اشتغال مذکورہ کے **لا بسبب اخر بحیث** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں زید ضربت کی ترکیب کا مبتداء داخل ہوا اس لئے کہ اس کے بعد بھی فعل ہے جو اس کی ضمیر میں عمل کرتا ہے اور حالانکہ یہ ما اضمر عاملہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ عبارت مذکور

بڑھا کر اس کا یہ جواب دیا کہ ما اضمر عاملہ میں شرط یہ ہے کہ فعل یا شبہ فعل کے عمل کا مانع مجرد اشتغال بالضمیر ہو دوسرا کوئی سبب نہ ہو اور ترکیب مذکور میں ضربتہ کے عمل کا مانع مجرد اشتغال بالضمیر نہیں بلکہ اس کے ساتھ ایک امر آخر بھی مانع ہے اور وہ عامل معنوی کے رفع کا عمل بنا بر ابتداء ہے لہٰذا تعریف مانع ثابت ہوئی آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کی مفصل تحقیق کریں گے **لو سلط** بجرد رفع ذالك الاشتغال یعنی وہ فعل یا شبہ فعل مفعول بہ کی ضمیر میں عمل اس حیثیت سے کرے کہ اگر یہ فعل یا شبہ فعل اشتغال بالضمیر کو چھوڑ کر خود اس اسم مفعول بہ پر مسلط ہو جائے تو اس کو منصوب کر سکے **علیه** ای علی ذالك الاسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ علیہ کی ضمیر مجرور اس اسم کی طرف راجع ہے جو ترکیب میں مفعول بہ واقع ہوتا ہو **هو** ای احد الامرین الفعل او شبهه بعینه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ھو ضمیر واحد مذکر فعل شبہ فعل کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے پس درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا فعل شبہ فعل مؤل باحد الامرین ہے اور احد کا لفظ مفرد ہے لہٰذا اب درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت حاصل ہوئی یعنی فعل یا شبہ فعل معینہ اس اسم پر داخل کیا جائے **او مناسبه** ای ما یناسبه بالترادف او اللزوم یا فعل شبه فعل کا مناسب یعنی اس کا مترادف یا جو اس سے لازم آتا ہے اس اسم پر داخل کر دیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں یہ اشارہ کیا کہ مناسبت کی دو قسمیں ہیں ایک ترادف کی دوسری لزوم کی **لنصبه** ای لنصب احد هذین الامرین الاسم بالمفعولیة کما هو الظاهر المتبادر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لنصبہ کی ضمیر منصوب فعل مشبہ فعل کی طرف راجع ہے اور وہ تثنیہ ہے پس درمیان مرجع اور راجع کے مطابقت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ فعل وشبہ فعل مؤل باحد الامرین ہے لہٰذا مطابقت حاصل ہوئی یعنی اگر فعل شبہ فعل یا مناسب خود بعینہ اس اسم پر داخل کر دیا جائے تو یہ ضرور اس کو نصب بنا بر مفعولیت دے سکے جیسا کہ یہ ظاہر اور متبادر ہے **فبقید الاشتغال بالضمیر او متعلقه خرج نحو زیدا ضربت** یہاں سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیودات احترازیہ کا بیان کرنا چاہتے ہیں کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اشتغال بالضمیر او متعلقہ کی قید سے زیدا ضربت کی ترکیب کا مفعول بہ، مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ اس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر او متعلقہ نہیں ہے **وبقید الفراغ عن العمل فیه بمجرد ذالک الاشتغال خرج نحو زید ضربته فان المانع عن عمل ضربته فی زید لیس بمجرد اشتغاله بضمیره فان عمل معنیٰ الابتداء فیه ورفعه ایاه ایضا مانع عن ذلک** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فارغا عن العمل کی قید بڑھائی تھی جس سے ایک سوال مقدر کا جواب دینا منظور تھا اب یہاں اس کا مفصل اظہار اور اس قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ فراغ عن العمل کی قید سے زید ضربتہ کی ترکیب کا زید مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہو کر مبتداء کی تعریف میں داخل ہوا کیونکہ زید میں ضربتہ کے عمل سے مانع صرف اس کا اشتغال بالضمیر نہیں ہے بلکہ اس میں عامل معنوی یعنی ابتداء کا عمل رفعی بھی مانع ہے **وبقید النصب بالمفعولیة خرج خبر کان فی نحو زیدا کنت اباه** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نصب کے ساتھ بالمفعولیۃ کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس قید کا فائدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ قید ایک سوال مقدر کے جواب کے لئے بڑھائی ہے سوال کی تشریح یہ ہے کہ مفعول بہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں زیدا کنت اباہ کی ترکیب کی کان کی خبر داخل ہوئی اس لئے کہ اس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر ہے اگر یہ فعل اس پر مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دے گا اور باوجود اس کے یہ ما اضمر عاملہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نصب سے مراد نصب بنا پر مفعولیت ہے اور یہاں یہ نصب بنا بر جزیت کان ہے لہٰذا نصب بالمفعولیۃ کی قید سے جز کان زیدا کنت اباہ کی

ترکیب کی مفعول بہ کی تعریف سے خارج ہوئی اور مفعول بہ کی تعریف جامع مانع ثابت ہوئی ور **ههنا صور اربع احدنها اشتغال الفعل بالضمير مع تقدير تسليطه بعينه والثانية اشتغاله بالضمير مع تقدير تسليط مايناسب الفعل بالترادف والثالثه اشتغال الفعل بالضمير مع تقدير تسليط ماينا سب الفعل باللزوم والرابعة اشتعال الفعل بالمتعلق ولا يتصور حينئذ الاتقدير تسليط الفعل المناسب باللزوم ولهذا** اور **دالمصنف رحمة الله تعالىٰ عليه اربعة امثله ثلثة منها للمشتغل بالضمير باقسامه الثلثة وواحد للمشتغل بالمتعلق والاحسن فى ترتيبها تاخير مثال المشتغل بالمتعلق كما لا يخفى وجهه** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور یہاں ایک ہی مثال سے توضیح ہو سکتی ہے پس تعدد امثلہ کی کیا حاجت اور ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ تعدد امثلہ باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے یہاں ممثلات کا تعدد ہے کیونکہ یہاں چار صورتیں ہیں اور اشتغال فعل بالضمير معه تسلط بعينه کے دوم اشتغال فعل بالضمير معه تسلط ماينا سب الفعل بالترداف کے سوم اشتغال فعل بالضمير معه تسلط ماينا سب الفعل باللزوم کے چہارم اشتغال فعل بالمتعلق اور اشتغال فعل بالمتعلق کی صورت میں سوائے تسلیط فعل مناسب باللزوم کے کوئی دوسری صورت متصور نہیں ہو سکتی ہے چونکہ یہاں یہ چہار صورتیں میں پائی جاتی ہیں اس لئے ان صورتوں کے تعدد کی بنا پر مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے چہار مثالیں وارد کی ہیں تین مشتغل بالضمير باقسامه امثلاثة کے لئے اور ایک مشتغل بالمتعلق کے لئے اور اس وقت مثالوں کی ترتیب کے لحاظ کی بنا پر مشتغل بالمتعلق کی مثال کا مؤخر کرنا زیادہ موزوں اور مناسب ہے جیسا کہ اس کی وجہ پوشیدہ نہیں ہے **نحو زيدا ضربته مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط بعينه** اس میں مثال اس فعل کی ہے جو مشتغل بالضمير معه تسليط بعينه ہو۔ **و زيدا امورت به مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط ما يناسبه الترادف فان مررت بعد لقدية بالباء مرادف لجاوزت** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس فعل کی مثال دی ہے جو مشتغل بالضمير معہ تسلیط ماینا سب بالترادف ہو کیونکہ مررت باء سے متعدی بنا دینے کے بعد جاوزت کا مرادف ہے **وزيدا ضربت غلامه مثال الفعل المشتغل بالمتعلق معه تقدير تسليط الفعل المناسب باللزوم** اس میں اس فعل کی مثال ہے جو مشتغل بالمتعلق معہ تسلیط فعل مناسب باللزوم ہو کیونکہ زید کے غلام مارنے سے اس کی اہانت لازم آتی ہے پس یہ ہی اس کا ناصب ہے **وزيدا حبست عليه مثال الفعل المشتغل بالضمير مع تقدير تسليط ما نیاسبه باللزوم فان حبس الشئ على الشئ تلزمه ملابسة للمحبوس عليه** یہ اس فعل کی مثال ہے جو امشتغل بالضمير معہ تسلیط ماینا سب باللزوم ہو کیونکہ جنس شے علی الشے سے محبوس علیہ کی ملابست لازم آتی ہے اور حبس کے معنی فارسی میں گرفتار کرنے کے ہیں فیصب زید فی هذه الامثله اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ نصب کا فاعل امثلہ مذکورہ میں زید کا لفظ ہے **بفعل مضمر يفسره ما بعده اى ضربت يعنى ان الفعل المفسر الناصب فى زيدا ضربة ضربت المقدر فان الاصل فيه ضربت زيدا ضربته اضمر ضربت الاول لوجود مفسره اعنى ضربت الثانى وعلى هذا القياس** یعنی زید کا لفظ ان جملہ امثلہ مذکورہ میں فعل مضمر سے منصوب ہے جس کی تفسیر اس کے مابعد یعنی ضربتہ کر رہا ہے یعنی فعل مفسر ناصب زید کا زیدا ضربتہ کی ترکیب میں ضربت مقدر ہے کیونکہ اصل میں عبارت یوں ہے ضربت زیدا ضربتہ اول فعل یعنی ضربت بوجہ پائے جانے مفسر یعنی

ضربت ثانی کے مقدر کیا گیا اور اسی پر باقی افعال قیاس ہیں جاوزت فانہ مفسر بما برادفہ اعنی مررت بہ یعنی اسی طرح جاوزت کا لفظ مقدر ہے کیونکہ اس کی تفسیر اس کے مرادف یعنی مررت بہ کر رہا ہے واھنت فانہ مفسر بما یستلزمہ اعنی ضربت غلامہ فان ضرب الغلام یستلزم اھانۃ سیدہ اسی طرح ناصب زید کا اھنت کا لفظ ہے جو زیدا ضربت غلامہ میں مقدر ہے کیونکہ اس کی تفسیر وہ فعل کر رہا ہے جس سے یہ لازم آتا ہے یعنی ضربت غلامہ کیونکہ غلام کے مارنے سے مالک کی اہانت لازم آتی ہے ولا بست فانہ مفسر بما یستلزمہ اعلی جسست علیہ یعنی زیدا جسست علیہ کی ترکیب میں زید کا عامل ناصب لابست مقدر ہے جس کی تفسیر جسست علیہ کر رہا ہے جس پہ لابست کا فعل لازم آتا ہے ثم ان الاسم الواقع فی مظان الاضمار علی شریطۃ التفسیر اما المختار او الواجب فیہ الرفع او النصب او یستوی فیہ الامران والی ھذہ الصور الخمس اشارا لمصنف فقال اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے عبارت کی تمہید پر تنبیہ کر کے منصوب علی شریطۃ التفسیر اسم کے رفعی نصبی اقسام بتاتے ہیں کہ وہ اسم جو مظان اضمار علی شریطۃ التفسیر کے مقام میں واقع ہو پانچ قسموں پر منقسم ہے اول وہ قسم ہے جس میں رفع معہ جواز نصب مختار ہو دوم جس میں نصب معہ جواز رفع مختار ہو سوئم جس میں رفع متعین ہو چہارم جس میں نصب متعین ہو پنجم جس میں دونوں امر مستوی ہوں یعنی رفع ونصب دونوں پڑھ سکے اور ان ہی پانچ صورتوں کی طرف اشارہ کر کے مصنف کا لیہ نے کہا **ویختار فی الاسم المذکور الرفع بالابتداء** ای بکونہ لمبتدا لان تجردہ عن العوامل اللفظیۃ لصحیح رفعہ بالابتداء ویرجح عند عدم قرینۃ خلافہ یعنی اسم مذکور میں رفع بنا بر ابتداء مختار ہوگا جب کہ وہ مبتدا واقع ہو کیونکہ اس کا تجرد عوامل لفظیہ سے اس کے رفع کو بنا بر ابتداء چاہے گا اور جب اس کے خلاف کا قرینہ نہ ہوگا۔ تو اس رفع کی ترجیح ہوگی اس لئے اس میں رفع مختار مانا جائے گا ای قرینۃ ترجح خلاف الرفع یعنی النصب لان قرینتی الصحۃ فیھا معساویتان لان وجود مالہ صلاحیۃ التفسیر قرینۃ مصححۃ للنصب متی لم ترجح النصب اخری ترجح الرفع بسلامۃ عن الحذف نحو زیدا ضربتہ اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب رفع کے خلاف کا کوئی قرینہ نہ ہوگا تو اس وقت رفع متعین ہوگا نہ مختار شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد عدم قرینہ سے عدم قرینہ مرجحہ ہے نہ مصححہ یعنی در صورت نہ پائے جانے اس قرینہ کے جو رفع کے خلاف یعنی النصب کو ترجیح دے اسم مذکور میں رفع ہی مختار ہوگا اور یہاں قرینہ سے مراد قرینہ مرجحہ اس لئے ہے کہ رفع اور النصب میں صحت کے قرینے دونوں برابر ہیں کیونکہ وجود اس چیز کا جس کو صلاحیت تفسیر حاصل ہو قرینہ مصححہ النصب کا ہے پس جب النصب کی ترجیح کا کوئی دوسرا قرینہ نہیں ہے تو اس صورت میں رفع ہی کو ترجیح دی جائے گی علاوہ ازیں رفع کی صورت میں حذف سے بھی سلامتی حاصل ہوگی جیسے زید ضربتہ میں ہے کہ اس میں اگر رفع کو ترجیح نہ دی جائے اور النصب پڑھا جائے تو ناصب مقدر اور محذوف ماننا پڑے گا **او عند وجود** قرینۃ المرجحۃ من الجانبین ولکن تکون القرینۃ المرجحۃ للرفع **اقوی منھا** ای من تلک القرینۃ المرجحۃ للنصب یعنی جب اسم مذکور میں قرینے مرجح جانبین سے پائے جائیں لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا النصب کے قرینہ مرجحہ سے زیادہ قوی ہو تو اس صورت میں بھی رفع ہی مختار ہوگا یعنی جس طرح قرینے صحت کے جانبین سے موجود تھے اسی طرح قرینے ترجیح کے بھی جانبین سے پائے جائیں لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا النصب کے قرینہ مرجحہ سے زیادہ قوی ہو تو اس صورت میں بھی رفع ہی مختار مانا جائے گا کاما الداخلۃ علی ذلک الاسم یعنی جیسے اما کا لفظ جب یہ اس اسم پر داخل ہوا اور اس کے ساتھ طلب نہ ہو تو اس صورت میں یہ دخول اما قرینہ مرجحہ تو یہ رفع کا ہے **مع غیر الطلب** ای بشرط ان لا یکون الفعل المشتغل

عنه طلبا كالامر والنهى والدعاء نحو لقيت القوم واما زيد فاكرمه فالعطف على الفعلية قرينة النصب وكلمة اما قرينة الرفع وهى اقوى لانها لاتقع بعدها غالبا الا المبتداء بخلاف عطف الاسمية على الفعلية فانه كثير الوقوع فى كلامهم مع انها تابدت بالسلامة عن الحذف ايضا وانما قال مع غير الطلب احترازا عما اذا كانت مع الطلب نحو اما زيد فاضرب به فان المختار حينئذ هو النصب فان الرفع يقتضى وقوع الطلب خبر او هو لا يجوز الابتاويل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اشارہ کیا کہ مع کا کلمہ بمعنی شرط کے ہے یعنی بشرطیکہ وہ فعل جو مشتغل بالمضمر ہو طلب نہ ہو یعنی امر اور نہی اور دعا نہ ہو طلب سے یہاں یہی چیزیں مراد ہیں جیسے لقیت القوم واما زید فاکرمه میں ہے پس زید کا تجرد عامل لفظی سے قرینہ مصححہ رفع کا ہے اور وجود ماله صلاحية التفسير قرينه مصححه نصب کا ہے اور اما کا دخول قرینہ مرجحہ رفع ہے اور عطف جملہ فعلیہ قرینہ مرجحہ نصب کا ہے لیکن قرینہ مرجحہ رفع کا قرینہ مرجحہ نصب سے زیادہ قوی ہے کیونکہ اما کے بعد اکثر اور غالبا مبتداء ہی واقع ہوتا ہے بخلاف عطف جملہ اسمیہ علی الفعلیہ کہ یہ کلام عرب میں اکثر الوقوع ہے علاوہ ازیں کلمہ اما کا دخول حذف سے بھی بچاتا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے مع غیر الطلب اس لئے کہا کہ اس سے اما سے احتراز ہو جو مع طلب ہو جیسے اما زید فاضربه میں ہے کیونکہ اس میں اس وقت نصب ہی مختار ہے اس لئے کہ رفع طلب کی خبریت کے وقوع کو چاہتا ہے اور یہ بغیر تاویل کے درست نہیں کیونکہ انشاء کا خبر واقع ہونا کلام عرب میں بغیر تاویل صحیح نہیں ہے یعنی فاضربه کو جب تک مؤول بمقول فی حقه فاضربه نہ کیا جائے اس کا زید کے لئے خبر واقع ہونا درست نہیں ہے لہذا اس سے معلوم ہوا کہ اما کے داخل ہونے کے بعد یہ اسم مرفوع جب ہوگا جب طلب کے ساتھ نہ ہوگا و مثل اما مع غير الطلب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر کا اما مع غیر الطلب پر عطف ہے اذا الوقعة على الاسم المذكور للمفاجات فى كونها من اقوى القرائن یعنی مثل اما کے وہ اذا مفاجاتی ہے جو اسم مذکور پر داخل ہوا ہو یعنی جس طرح اما کا دخول قرینہ مرجحہ قویہ رفع کا ہے اسی طرح اذا مفاجاتی کا دخول بھی قرینہ مرجحہ قویہ رفع کا ہے مثل خرجت فاذا زيد يضربه عمرو فان المختار فيه الرفع فان اذا للمفاجاة لا تدخل الا على الجملة الاسمية غالبا اس میں اس اذا مفاجاتی کی مثال ہے جس کا مدخول مرفوع بنا بر مبتداء ہو چونکہ کلام عرب میں اذا مفاجاتی کا دخول اکثر اور اغلب جملہ اسمیہ ہی پر ہوتا ہے اس لئے مثال مذکور میں زید کا مرفوع پڑھنا مختار ہے اور نصب جائز وما وقع فى بحث الظروف من ان اذا للمفاجاة تلزم بعدها الاسمية فالمراد بلزوم الاسمية غلبة وقوعها بعدها فلا تناقض اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے ایک سوال جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے بحث ظروف میں اذا مفاجاتی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کے بعد میں جملہ اسمیہ کا آنا لازم ہے اور یہاں مقصود یہ ہے کہ یہ غالبا جملہ اسمیہ پر داخل ہوتا ہے لہذا عبارت میں مخالفت اور تناقض ثابت ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بحث ظروف میں جو یہ واقع ہوا ہے کہ اذا مفاجاتی کے بعد جملہ اسمیہ کا آنا لازم ہے اس سے یہ مراد ہے کہ اذا مفاجاتی کے بعد غالبا جملہ اسمیہ واقع ہوگا یعنی اس لزوم سے مراد غلبہ وقوع ہے لہذا اب عبارت میں تناقض نہیں رہا ویختار النصب فى الاسم مذكور بالعطف اى بسبب عطف جملة على جملة فعلية متقدمة للتناسب اى الرعاية التناسب بين الجملة المعطوفة والجملة المعطوف عليها فى كونهما فعليتين نحو خرجت فزيد القيته اور اسم مذکور میں نصب مختار ہے اس لحاظ سے کہ جس جملہ میں یہ اسم واقع ہے اس جملہ کا عطف اس جملہ فعلیہ متقدمہ پر کیا جائے جس میں یہ اسم نہیں ہے یعنی اس لحاظ سے یہ عطف جملہ فعلیہ علی الفعلیہ کیا جائے کہ درمیان جملہ معطوفہ اور

جملہ معطوف علیہا کے مناسبت پیدا ہو جو کہ دونوں جملوں کا فعلیہ ہونا ہے تو اس صورت میں اسم مذکور میں نصب مختار اور رفع جائز ہو گا جیسے خرجت فزید القیۃ میں اگر لقیتہ کے جملہ کا عطف خرجت کے جملہ پر منظور ہو تو زید کو بفعل مقدر کا مفعول بہ ٹھہرا کر منصوب پڑھنا مختار ہے تا کہ خرجت جملہ فعلیہ پر عطف جملہ فعلیہ کا ہو اور اگر یہ عطف منظور نہ ہو تو اس صورت میں زید مرفوع پڑھا جائے گا اور جملہ اسمیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر مانا جائے گا **وبعد حرف النفی بعنی ما ولا وان ولیس ولم ولما ولن من هذه الجملة اذ هی عاملة فی المضارع ولا یقدر معمولها لضعفها فی العمل** یعنی جب وہ اسم مذکور حرف نفی یعنی ما ولا وان کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں اس کا نصب مختار اور رفع جائز ہو گا اور حرف نفی سے یہاں مراد ما ولا وان ہیں کیونکہ لم اور لما اور لن کو یہ حکم شامل نہیں اس لئے کہ یہ حروف مضارع میں عمل کرتے ہیں اور چونکہ یہ حروف عمل میں ضعیف اور کمزور ہیں اس لئے ان کا معمول یعنی فعل مضارع مقدر نہیں مانا جاسکتا ہے جس کی بنا پر اسم مذکور منصوب علی شریطۃ التفسیر ہو سکے بخلاف ما ولا وان کے کہ یہ حروف فعل مضارع میں عمل نہیں کرتے ہیں اس لئے ان کے بعد فعل ناصب اسم مذکور کا مقدر مانا جائے گا اور اسم مذکور منصوب علی شریطۃ التفسیر ہو گا **نحو ما زیدا ضربته ولا زیداً ضربته ولا عمرا وان زیداً ضربته الاتادیبًا** یہ اس اسم کی مثال ہے جو حرف نفی کے بعد واقع ہو اور نصب اس میں مختار اور رفع جائز ہو چونکہ ما اور لا اور ان عوامل فعل کے نہیں ہیں اس لئے ان کے بعد فعل ناصب مقدر اور محذوف مانا جائے گا اور زید جملہ مذکورہ مثالوں میں منصوب علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے گا اور بہ نسبت رفع کے اس کا یہ نصب مختار ہو گا اور لا زیدا ضربتہ ولا عمرا میں لا کے تکرار سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لا کا لفظ جب معرفہ پر داخل ہو گا تو تکرار لا اور تکرار اسم لا ضروری مانی جائے گی **وبعد حرف الاستفهام** نحو ازید ضربتہ اس عبارت میں حرف الاستفہام کی عبارت سے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعد کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر بعد حرف النفی کی عبارت پر عطف ہے یعنی اسم مذکور جب حرف استفہام کے بعد واقع ہو گا تو اس صورت میں بھی منصوب ہو گا اور نصب اس کا مختار ہو گا **واما قال حرف استفهام لانه یختار الرفع اسم الاستفهام مثل من اکرمته** اس عبارت سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف الاستفہام کہا اور اسم الاستفہام نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف الاستفہام اس لئے کہا کہ اسم استفہام میں رفع مختار ہے جیسے من اکرمتہ میں کہ یہاں مبتداء میں رفع مختار ہے اور نصب جائز **ولم یقل همزة الاستفهام لیشمل مثل هل زیدا ضربته فانه یجوز وان استقبحه النحاة لا قتضا هل لفظا لفعل لانه بمعنٰی قد فی الاصل فلا یکفی فیه تقدیر الفعل** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حرف الاستفہام کہا ہمزۃ الاستفہام کیوں نہیں کہا شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ہمزۃ الاستفہام اس لئے نہیں کہا ہل زیدا ضربتہ کی ترکیب کو بھی شامل ہو جائے کیونکہ اس ترکیب میں بھی زید کا منصوب ہونا بنا بر شرطیہ التفسیر جائز ہے اگرچہ اس کو نحات نے قبیح بھی مانا ہے اس لئے کہ ہل کا لفظ فعل کو چاہتا ہے یعنی اس کا مدخول فعل ہوتا ہے کیونکہ یہ اصل میں بمعنٰی قد کے ہے پس اس میں تقدیر فعل کافی نہیں ہے تا کہ مما اضمر عاملہ کے باب سے سمجھا جائے **وبعد اذا الشرطیة الدالّة علی المجازاة فی الزمان نحو اذا عبدالله تلقه فاکرمه** یہ بھی اوپر والی عبارت بعد حرف النفی پر عطف ہے یعنی اسم مذکور جب اذا شرطیہ کے بعد واقع ہو گا جو کہ مجازات فی الزماں پر دلالت کرتا ہے یعنی جس جملہ میں یہ اذا شرطیہ کا لفظ ہو گا وہ جملہ شرط اور اس کے بعد کا جملہ جزا ہو کر ٹھہرے گا جیسے اذا عبداللہ تلقہ فاکرمہ میں اس میں اذا عبداللہ تلقہ کا جملہ شرط اور فاکرمہ کا جملہ اس کی جزا ہے **وبعد حیث الدالة علی المجازاة فی المکان نحو حیث زیداً تجده فاکرمه**

یہ بھی اوپر شروع والی عبارت پر عطف ہے یعنی اسم مذکور آ کر حیث کے لفظ کے بعد جو مجازات فی الامکان پر دلالت کرتا ہے واقع ہوگا تو اس صورت میں بھی منصوب علی شریطۃ التفسیر ہوگا اور نصب اس کا مختار ہوگا جیسے حیث زیدا تجدہ فاکرمہ میں زید کا لفظ منصوب علی شریطۃ التفسیر ہے وفی ما قبل **الامر و النھی** یعنی موضع وقوع الاسم المذکور قبل الامر والنھی مثل زیدا اضربہ وزیدا لاتضربہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں اشارہ کیا کہ ما کے کلمہ سے مراد موضع ہے یعنی اگر اسم مذکور کے واقع ہونے کا مقام امر اور نہی کا ماقبل ہو تو اس صورت میں بھی یہ اسم منصوب علی شریطۃ التفسیر ہوگا نصب اس کا مختار ہوگا جیسے زیدا اضربہ اور زیدا لاتضربہ میں ہے پہلی مثال امر کی ہے اور دوسری مثال نہی کی ہے **وانما اختیر فی ھذہ المواضع ای ما بعد حرف الاستفھام والنفی واذا الشرطیۃ و حیث وما قبل الامر والنھی النصب فی الاسم المذکور اذ ھی ای ھذہ المواضع مواقع الفعل** اس میں وانما اختیر الخ کی عبارت کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اذھی الخ کی عبارت دلیل ودعویٰ ہے اور اس کے مدعی کا کہیں ذکر نہیں پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں دعویٰ بلا دلیل لازم آیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اذھی کی عبارت دعویٰ مدعی مقدر کا ہے یعنی حرف استفہام اور نفی اور اذا شرطیہ اور حیث کے الفاظ کے بعد اور امر اور نہی کے قبل جب اسم مذکور واقع ہوگا تو ان مواضع میں اس کا نصب اس لئے مختار ہوگا کہ یہ مقامات فعل کے واقع ہونے کے مقامات ہیں **ای مواضع وقوع الفعل فیھا اکثر فاذ النصب الاسم المذکور وقع فیھا الفعل تقدیرا والا فلا** یعنی ان مقامات مذکور میں اکثر فعل واقع ہوتا ہے پس جب ان مقامات میں اسم مذکور منصوب واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا ناصب فعل مقدر مانا جائے گا اور اگر مرفوع واقع ہوگا تو اس تقدیر پر اس کا ناصب مقدر نہیں ہوگا بلکہ یہ اسم مذکور مرفوع بنا پر ابتداء ٹھہرے گا **وکذلک یختار النصب فی الاسم المذکور عند خوف لبس المفسر ای التباس ما ھو مفسر فی حال النصب لکن لا من حیث ھو مفسر فی ھذہ الحالۃ بل من حیث ھو خبر فی حال الرفع** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ التباس مفسر بالصفۃ محال ہے کیونکہ مفسر نصب کی حالت میں ہوتا ہے اور صفت رفع کی حالت میں بوجہ اختلاف ان حالتوں کے یہ دونوں ایک ترکیب میں جمع نہیں ہو سکتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفسر سے مراد خبر ہے لیکن خبر پر مفسر کا اطلاق بطریق مجاز ہے باعتبار اس کے کہ یہ خبر نصب کی حالت میں مفسر ہوتا ہے یعنی اسی طرح اسم مذکور میں نصب مختار ہے جب صفت سے مفسر کے التباس کا خوف ہو یعنی التباس اس کا جو کہ حالت نصب میں مفسر ہو لیکن اس حیثیت سے نہیں کہ وہ اس حالت میں ہو بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ حالت رفع میں خبر ٹھہرے **بالصفۃ فلا یعلم انہ خبر عن الاسم المذکور فی حال الرفع مع موافقۃ للمعنی المقصود او صفۃ لہ مع مخالفۃ للمعنی المقصود فلالتباس انما ھو بین خبریتہ ذات ما ھو مفسر علی تقدیر النصب ووصفیۃ لا بنیہ بوصف التفسیر وبین الصفۃ فان الترکیب لا یحتملھا معا** گویا اس میں اوپر والے سوال وجواب کی تشریح ہے کہ اگر مفسر صفت سے ملتبس ہو جائے تو اس صورت میں یہ نہ معلوم ہوگا کہ یہ مفسر رفع کی حالت میں اسم مذکور کی خبر ہے باوجود اس کے کہ یہ اس حالت میں معنیٰ مقصود کے موافق ہوگا یا اس کی صفت ہے باوجود اس کے کہ یہ معنیٰ مقصود کے مخالف ثابت ہوگا پس یہ التباس نصب کی صورت میں صرف درمیان خبریت ذات مفسر اور اس کے وصفیت کے ہوگا نہ درمیان اس کے وصف تفسیر اور صفت کے کیونکہ ترکیب واحد دونوں کا متحمل نہیں ہو سکتی ہے اور ایک شے کا ایک ہی حالت میں مرفوع اور منصوب ہونا لازم نہیں ہوتا مثل قولہ تعالیٰ **انا کل شئی خلقناہ بقدر بنصب کل علی**

الاضمار بشريطة التفسير ولو رفع بالابتداء وجعل خلقناه خبرا له كان موافقا للنصب في اداء المقصود ولكن خيف لبسه بالصفة لاحتمال كون قوله تعالىٰ خلقناه صفة بشئى و قوله بقدر خبرا له وهو خلاف المقصود فان المقصود الحكم على كل شئى بانه مخلوق لنا بقدر لا الحكم على كل شئى مخلوق لنا انه بقدر فانه يوهم كون بعض الشياء الموجودة غير مخلوقة لله تعالىٰ كما هو ملهب المعتزلة في الافعال الاختيارية للعباد یعنی مثال اس اسم کی جو بوجہ التباس مفسر بالصفۃ کے منصوب ہو یہ قول اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں کل کا لفظ منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر ہے اور اگر اس کو بنا بر ابتداء مرفوع کر دیا جائے اور خلقناہ کا جملہ اس کی خبر ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں یہ مقصود کے ادا کرنے میں نصب کے موافق ہوگا لیکن اس تقدیر پر اس کے صفت سے التباس کا خوف ہو جائے گا کیونکہ یہ احتمال ہے کہ خلقناہ کا جملہ اس صورت میں شئی کی صفت ہو اور بقدر کا قول جار مجرور اس خبر ہو اور یہ خلاف مقصود ہے کیونکہ مقصود اللہ کا اس حکم سے یہ ہے کہ سب چیزیں ہماری مخلوق ہیں اور سب ہمارے اندازہ میں محدود ہیں یہ مقصود نہیں کہ جو چیزیں ہماری مخلوق ہیں وہی ہمارے اندازہ میں ہیں اس لئے کہ اس معنی سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ بعضے اشیاء موجودہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق نہیں ہیں جیسا کہ یہ افعال اختیاریہ للعباد میں معتزلہ کا مذہب ہے ان بداعتقادوں کا مذہب ہے کہ نماز وصوم وزکوٰۃ وحج قیام وقعود وغیرہ جملہ افعال کا خالق بندہ ہوتا ہے نعوذ باللہ من سوء اعتقادہم یعنی اس ترکیب میں اگر کل کا لفظ منصوب بفعل مقدر علی شریطۃ التفسیر مانا جائے تو اس صورت میں یہ ترکیب مذکور مفید معنٰی صحیح کے ہو جائے گی اور اگر اس کو بنا بر ابتداء مرفوع ٹھہرایا جائے تو اس تقدیر پر اس ترکیب میں دو ترکیبیں احتمالی اور بھی ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ یہ اسم مرفوع بنا بر ابتداء ہو اور اس کے مابعد کل اس کی خبر ہو اور اس تقدیر پر بھی یہ ترکیب مفید معنٰی صحیح کے ہے دوسرا احتمال یہ کہ یہ اسم مذکور مرفوع بنا پر ابتداء ہو اور خلقناہ کا جملہ اس کی صفت ہو اور بقدر اس کی خبر ہو اور اس تقدیر پر یہ ترکیب مفید معنٰی فاسد کے ہو جائے گی پس اسی وجہ سے یہاں نصب مختار ہے کیونکہ نصب کی صورت میں معنٰی فاسد کا احتمال نہیں اور رفع کی صورت میں معنٰی کا احتمال ہے اور کلام کا عمل ایسے معنٰی پر جس میں احتمال معنٰی فاسد نہ ہو اولیٰ ہے اس سے جس میں معنٰی فاسد کا احتمال ہو لہٰذا یہاں یہ کل کا لفظ منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے گا اور یہ نصب مختار مانا جائے گا ويستوى الامر ان اى الرفع والنصب للمتكلم ان تخيار كل واحد منهما بلا تفاوت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا کہ امران سے مراد رفع اور نصب ہے پس متکلم کو اختیار ہے کہ وہ رفع اور نصب میں جس کو جی چاہے بلا فرق اختیار کرے یعنی خواہ رفع کو اختیار کرے خواہ نصب کو دونوں امر مستوی ہیں في مثل زيد قام وعمرا اكرمته یعنی اس ترکیب میں متکلم کو اختیار ہے کہ وہ عمرا کے لفظ کو مرفوع بنا بر ابتداء پڑھے یا منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر قرار دے اى عنده او في داره ونحو ذلک والا لايصح العطف على الصغرى العدم الضمير اى يستوى الامر ان فيما اذا عطفت الجملة التي وقع فيها الاسم المذكور على جملة ذات وجهين اى جملة اسمية خبرها جملة فعلية فيصح رفعه بالابتداء و نصبه بتقدير الفعل و الوجهان مستويان لحصول التناسب فيهما ففي الرفع تكون اسمية فتعطف على الجملة الكبرىٰ و هي اسمية و في النصب تكون فعلية فتعطف على الصغر اى وهي فعلية اس میں شروع والی عبارت عندہ او فی دارہ کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عمرا اکرمتہ کے جملہ کا عطف صغریٰ یعنی زید قام کے جملہ میں قام پر درست نہیں کیونکہ صغریٰ مبتداء کی ضمیر عائد پر مشتمل ہے اور معطوف میں یہ ضمیر نہیں ہے لہٰذا درمیان معطوف علیہ اور معطوف کے مناسبت نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر

عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری اور یہاں اگرچہ ضمیر لفظی نہیں لیکن تقدیری ضمیر موجود ہے اور وہ عندہ یا دارہ کی ضمیر ہے جو معطوف علیہ مبتداء کی طرف راجع ہے لہٰذا یہ عطف درست ہوا اور یہ عندہ اور دارہ وغیرہ الفاظ کی تقدیر اس لئے ضروری ہے کہ صغریٰ پر عطف درست ہو جائے ورنہ یہ عطف درست نہیں ہوگا کیونکہ بظاہر معطوف میں کوئی ضمیر نہیں ہے یعنی اس مقام پر رفع اور نصب دونوں پڑھ سکتے ہیں جہاں اس جملہ کا عطف جس میں وہ اسم مذکور واقع ہو اس جملہ پر کیا جائے جو ذات وجہین ہو یعنی وہ جملہ اسمیہ جس کی خبر جملہ فعلیہ واقع ہوا ہو پس اس صورت میں رفع بنا بر ابتداء صحیح مانا جائے گا اور نصب بنا بر تقدیر فعل اور یہ دونوں وجوہات یعنی رفع بنا بر ابتداء اور نصب بنا بر تقدیر فعل دونوں صحیح اور درست ہیں کیونکہ ان صورتوں میں تناسب بین الجملتین موجود ہے رفع کی حالت میں جملہ اسمیہ ٹھہرایا جائے گا پس کبریٰ کے جملہ یعنی زید قام پر عطف ہوگا اور یہ جملہ اسمیہ ہے لہٰذا اس صورت میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر ہو جائے گا اور نصب کی صورت میں جملہ فعلیہ مانا جائے گا پس اس کا عطف صرف صغریٰ یعنی قام پر مانا جائے گا اور یہ جملہ فعلیہ ہے لہٰذا اس صورت میں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر ہوگا اور جملہ ذات وجہین سے مراد زید قام کا جملہ ہے کہ یہ باعتبار مبتداء کے جملہ اسمیہ ہے اور باعتبار خبر کے فعلیہ ہے پس کبریٰ پر عطف رفع کو چاہتا ہے اور صغریٰ پر عطف مقتضی نصب کا ہے اور ان دونوں میں سے ترجیح ایک کی بھی نہیں اس لئے دونوں امر مستوی ٹھہرے فان قلت السلامة من الحذف مرجحة للرفع اس میں اوپر یستوی الامران والے قاعدے پر اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ رفع کی حالت میں سلامتی از حذف قرینہ مرجحہ رفع کا ہے لہٰذا رفع مختار ثابت ہوا اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یستوی الامران کا قاعدہ غلط ٹھہرا قلنا هی معارضة بقرب المعطوف علیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مذکورہ کا جواب دیا جس کی تشریح اس کرتے ہیں کہ سلامتی حذف معطوف علیہ کے قرب کا معارض ہے یعنی اگر سلامتی حذف کا لحاظ کیا جائے تو رفع مختار ہونا چاہیئے اور اگر اس کا لحاظ کیا جائے کہ عمرا اکرمته کا جملہ چونکہ قام جملہ معطوف علیہ سے قرب کا تناسب رکھتا ہے اس لئے اس کا نصب مختار ہونا چاہیئے لہٰذا اس تعارض کی بنا پر دونوں امر مستوی ٹھہری فان قلت لاتفاوت فی القرب والبعد بینهما اذا الکبریٰ ایضا قریبة غیر مفعولة عنها اس میں اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ اس طرح کرتے ہیں کہ صغریٰ اور کبریٰ کے درمیان قرب اور بعد میں کوئی فرق نہیں بلکہ کبریٰ بھی قریب ہے اور غیر مفصول عنہا ہے قلنا هذا باعتبار المنتهی واما باعتبار المبدا فا الصغریٰ اقرب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے اعتراض مذکورہ کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ عدم تفاوت درمیان صغریٰ اور کبریٰ کے قرب اور بعد میں باعتبار ختمی جملوں کے ہے اور باعتبار مبتداء جملوں کے تو صغریٰ کبریٰ سے زیادہ قریب ہے لہٰذا اس تقدیر پر رفع اور نصب دونوں برابر پڑھ سکتے ہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یستوی الامران والا قاعدہ بالکل درست ہے اور صحیح ثابت ہوا **و یجب النصب** ای نصب الاسم المذکور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ النصب کا لفظ ترکیب میں مضاف اور اس کا مضاف الیہ محذوف اسم کا لفظ ہے محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے **بعد حرف الشرط** و المراد به هنها ان ولو فان اما وان کانت من حروف الشرط فحکمها ما سبق من اختیار الرفع مع غیر الطلب و اختیار النصب مع الطلب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اما شرطیہ کے بعد حرف شرط کا ذکر کرنا بیکار ہے اور مستدرک ہے کیونکہ حرف شرط اما بھی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حرف شرط سے اس جگہ مراد ان اور لو ہے اما نہیں کیونکہ اما اگرچہ حروف شرط میں سے ہے لیکن اس کا حکم سابق میں مذکور ہو چکا ہے جو کہ مع غیر طلب اختیار رفع اور مع طلب اختیار نصب ہے لہٰذا اما

کے بعد حرف شرط کا ذکر کرنا بیکار ثابت نہیں ہوا و کذا یجب نصبه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ واجب النصب پر عطف ہے **بعد حرف التحضیض** یعنی اسی طرح اسم مذکور بعد حرف تحضیض بھی واجب النصب ہے یعنی جس طرح اسم بعد حرف شرط واجب النصب ہے اسی طرح جب حرف تحضیض کے بعد واقع ہوگا واجب النصب ہوگا وھو **ھلا والا ولولا ولوما** ۔ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد حروف تحضیض کا بتانا ہے یعنی حروف تحضیض چار ہیں اول ہلا دوئم الا سوئم لولا چہارم لوما جب اسم مذکور ان حروف کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں واجب النصب ہوگا۔ **والما وجب النصب بعد ھما لوجوب دخولھما علی الفعل لفظا او تقدیرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اسم مذکور کے نصب کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جب اسم مذکور حروف شرط اور حروف تحضیض کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا نصب اس لئے واجب ہوگا کہ حروف شرط اور حروف تحضیض کا دخول فعل پر لفظا یا تقدیرا واجب ہے اور جب ان کے بعد نہ فعل لفظی ہو نہ تقدیری تو اس سے یہ معلوم کر لینا چاہئے کہ فعل مقدر ہوگا اور وہی اسم مذکور کا عامل نصب مانا جائے گا **نحو ان زیدا ضربته ضربك مثال لحروف الشرط** یہ اس حرف شرط کی مثال ہے جس کے بعد اسم مذکور منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر ہوتا ہے یہاں حرف شرط کا اسم پر داخل ہونا قرینہ فعل کی تقدیر کا ہے کیونکہ حرف شرط فعل پر داخل ہوتا ہے اسم پر نہیں **والا زیدا ضربته مثال الحرف التحضیض** یہ اس حرف تحضیض کی مثال ہے جس کے بعد اسم مذکور واجب النصب ہوتا ہے کیونکہ حرف تحضیض فعل پر داخل ہوتا ہے اور یہاں اسم پر داخل ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں فعل مقدر ہے اور پر مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا تھا کہ جب اسم مذکور حرف استفہام کے بعد واقع ہوگا تو اس صورت میں اس کا نصب بہ نسبت رفع کے زیادہ مختار ہوگا اب یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ ازید ذھب بہ سے منقوض ہے کیونکہ اس مثال میں زید بعد حرف استفہام کے واقع ہوا ہے اور باوجود اس کے اس میں نصب مختار نہیں بلکہ یہاں اس کا رفع ہی متعین ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیتے ہیں **ولیس مثل ازید ذھب به منه ای من باب الاضمار علی شریطة التفسیر فان زیدا فیه وان کان یظن فی بادی النظر انه مما اضمر عامله علی شریطة التفسیر والمختار فیه النصب لوقوع الاسم المذکور فیه بعد حرف استفهام لکن یظهر بعد تعمق النظر انه لیس منه فانه وان صدق علیه انه اسم بعده فعل مشتغل عنه بضمیره لکنه لیس بحیث لوسلط علیه هو اومناسبه لنصبه لان ذهب به لایعمل النصب** اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور میں زید کا رفع اس لئے متعین ہے کہ یہ اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں کیونکہ مثال مذکورہ میں زید کا لفظ اگرچہ بادی النظر میں گمان کیا جاتا ہے کہ یہ مما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے ہے اور نصب اس میں مختار ہے کیونکہ اس میں اسم مذکور بعد حرف استفہام کے واقع ہے لیکن تعمق نظر کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں ہے کیونکہ اس مثال میں زید کے لفظ پر اگرچہ یہ صادق آتا ہے کہ یہ ایک اسم ہے جس کے بعد فعل مشتغل بالضمیر ہے لیکن یہ اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اگر اس اسم مذکور پر فعل بعینہ یا اس کا مناسب مسلط کر دیا جائے تو اس کو نصب دے سکے کیونکہ ذھب بہ نصب کا عمل نہیں کر سکتا ہے۔ لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہ مما اضمر عاملہ کے باب سے نہیں اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قاعدہ کلیہ مذکورہ صحیح اور درست ثابت ہوا **و کذا مناسبه اعنی اذھب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اذھب فعل متعدی مقدر کیا جائے اور زید کے لفظ کو منصوب بنا بر اضمار علی شریطۃ التفسیر پڑھا جائے اور فعل مذکور کو قاعدہ کلیہ مذکورہ میں داخل کر دیا جائے اس کا شارح رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ اذھب فعل مجہول جس طرح ذھب بہ فعل مجہول لازمی نصب کا عمل نہیں کرسکتا اسی طرح اس کا مناسب یعنی اذھب بھی نصب کا عمل بنابر مفعولیت نہیں کرسکتا لہٰذا یہ مثال مذکور قاعدہ کلیہ مذکورہ سے خارج ہوئی **فان قلت لا ینحصر المناسب فی اذھب فلیقدر مناسب اخر ینصبہ مثل یلابس اواذھب علی صیغۃ المعلوم فیکون تقدیرہ زیدا یلابسہ احد بالذھاب بہ او اذھبہ احد** اس میں اوپر والے سوال مقدر کے جواب پر اعتراض کرنا منظور ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ فعل کا مناسب اذھب میں منحصر نہیں پس چاہیئے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا مناسب مقدر کردیا جائے۔ اور اس سے اسم مذکور کو منصوب بنابر اضمار علی شریطۃ التفسیر ٹھہرایا جائے جیسے یلابس یا اذھب بصیغہ معلوم ہے پس اس تقدیر پر مثال مذکور کی تقدیر یہ ہوگی زیدا یلابسہ الذھاب بہ اویلابسہ احد باالذھاب بہ اوراذھب بہ اور معلوم ہے کہ یہ فعل کے مناسبتی الفاظ مذکور سب کے سب نصب کا عمل کرسکتے ہیں **قلنا المراد باالمناسب ما یرادف الفعل المذکور یلازمہ مع اتحاد ما اسند الیہ فالاتحاد ما اسند الیہ فالاتحاد فیما ذکر تہ مفقود** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مذکور کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مناسب سے مراد فعل مذکور کا مرادف یا اس کا لازم ہی ہے مع اتحاد مسند الیہ کے اور یہاں مذکورہ امثال میں مسند الیہ کا اتحاد مفقود ہے کیونکہ مثال اول میں مسند الیہ ذھاب ہے اور ثانی اور ثالث میں احد ہے تغیر بالکل ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں ہے **واذا کان الامر کک** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فالرفع کا لفظ جزا شرط مقدر کی ہے یعنی جب مناسب سے مراد فعل مذکور کا مرادف یا اس کا لازم مع اتحاد مسند الیہ ہے پس اس تقدیر پر مثال مذکور میں زید کا رفع واجب ثابت ہوا **فالرفع ای رفع زید فی المثال المذکور واجب باالابتداء** ۔اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ رفع کا لفظ مضاف اور اس کا مضاف الیہ زید کا لفظ مقدر ہے۔ اور عوض میں محذوف کے مضاف پر الف لام داخل کردیا ہے اور عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے واجب کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ فالرفع ترکیب میں مبتداء ہے اور اس کی خبر کا کہیں ذکر نہیں لہٰذا مبتداء بلا خبر ٹھہرا اور یہ درست نہیں ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا کہ مبتدا کی خبر واجب کا لفظ محذوف ہے لہٰذا اب ترکیب درست ہوئی اور مبتداء کا بلا خبر ہونا ثابت نہیں ہوا۔ **و نصبہ غیر جائز بالمفعولیۃ فلیس من باب الاضمار علی شریطۃ التفسیر فکیف مما یختار فیہ النصب** یعنی مثال مذکور میں زید کا رفع بنابر ابتداء واجب ہے اور اس کا نصب بنابر مفعولیت جائز نہیں ہے۔ پس اس صورت میں یہ مثال اضمار علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں ہوئی پس اس میں نصب کیونکر مختار ہوسکتا ہے اور مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ اسم مذکور میں جب دو قرینے رفع جانبین سے پائے جائیں۔ لیکن قرینہ مصححہ رفع کا نصب کے قرینہ مصححہ سے زیادہ قوی ہو تو اس میں رفع مختار ہے۔ پس اس پر یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ و کل شئی فعلوہ فی الزبر کے قول سے منقوض ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی اس قبیل سے ہے اور باوجود اس کے اس میں رفع مختار نہیں بلکہ متعین ہے آگے چل کر اس کا مصنف خود ہی جواب دیتے ہیں **وکذا ای مثل ازید ذھب بہ قولہ تعالیٰ** یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے کہ ازید ذھب بہ کی مثل اللہ تعالیٰ کا قول **کل شئی فعلوہ فی الزبر** بھی ہے یعنی جس طرح ازید ذھب بہ مما اضمر عاملہ علی شریطتہ التفسیر کے باب سے نہیں۔ اسی طرح یہ اللہ تعالیٰ کا قول مذکور بھی اس باب سے نہیں ہے **کل شئی فعلوہ فی الزبر** ای فی صحائف اعمالھم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ زبر سے مراد صحائف اعمال عباد ہیں **فھو لیس من باب الاضمار علی شریطۃ التفسیر لانہ لو جعل من لصار التقدیر**

فعلوا کل شی فی الزبر فقوله فی الزبر ان کان متعلقا بفعلوا فسد المعنیٰ لان صحائف اعمالهم لیست محلا لفعلهم لانهم لم یوقعوا فیها فعلا بل الکرام الکاتبون اوقعوا فیها کتابة افعالهم وان کان صفة لشئی مع انه خلاف ظاهر الآیة فات المعنیٰ المقصود اذا المقصود کل شئی هو مفعول لهم کائن فی الزبر مکتوب فیها موافقالقوله تعالیٰ وکل صغیر وکبیر مستطر لا ان کل شئی کائن فی صحائف اعمالهم مفعول لهم فالرفع لازم علی ان یکون کل شی مبتداء اوالجملة الفعلیة صفة لشئی والجارو المجرور فی محل الرفع علی انه خبر المبتداء تقدیره کل شئی هو مفعول لهم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرة ولا کبیرة یعنی یہ قول کل شئی فعلوہ فی الزبر بھی مااضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں کیونکہ مااضمر عاملہ میں یہ شرط ہے کہ فعل مفسر ممکن التسلیط ہو اور اس مقام میں فعل مفسر ممکن التسلیط نہیں کیونکہ اگر ممکن التسلیط مانا جائے تو اس تقدیر پر آیۃ شریفہ کی معنوی تقدیر یہ ہوگی فعلوا کل شئی فی الزبر پس فی الزبر کا قول دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا فعلوا سے متعلق ہوگا یا شئی کی صفت ہوگی اگر یہ جار و مجرور فعلوا سے متعلق مانا جائے تو اس صورت میں آیت شریفہ کے معنٰی بالکل فاسد ہو جائیں گے کیونکہ صحائف اعمال عباد سے فعل کے محل ٹھیریں گے حالانکہ صحائف اعمال عباد کے فعل کے محل نہیں اس لئے کہ صحائف اعمال میں عباد فعل کتابت واقع نہیں کرتے بلکہ کرام الکاتبین ان کے نامہ اعمال میں ان کے تمام افعال کو درج کرتے ہیں اور اگر یہ فی الزبر جار و مجرور کا قول شئی کی صفت ٹھہرائی جائے باوجود اس کے کہ یہ آیت شریفہ کے ظاہر کے مخالف ہے پس اس صورت میں معنٰی مقصودی فوت ہو جائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ اجل شانہ کا مقصد اس سے یہ ہے کہ ہر شئے جو عباد کا مفعول ہے وہ ان کے صحائف اعمال میں ثابت اور لکھی ہوئی ہے بدلیل اس قول اللہ تعالیٰ کے وکل صغیر وکبیر مستطر یعنی ہر صغیر اور کبیر چیز نامہ اعمال عباد میں لکھی جاتی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقصد نہیں کہ ہر شئے جو صحائف اعمال عباد میں درج ہے وہ عباد کا مفعول ہے یعنی اس کو عباد زبر میں واقع کرتے ہیں لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کل شئی کا رفع بنا برابتداء لازم ہے اور فعلوہ کا جملہ فعلیہ شئے کی صفت ہے اور فی الزبر جار و مجرور بنا بر خبریت مبتداء رفع کے محل میں واقع ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی کل شئی ہو مفعول الہم ثابت فی الزبر بحیث لایغادر صغیرة والا کبیرة یعنی ہر وہ چیز جو عباد کا مفعول ہے وہ ان کے نامہ اعمال میں اس طرح ثابت اور درج ہے کہ نامہ اعمال میں نہ صغیرہ گناہ کو چھوڑا ہے نہ کبیرہ کو بلکہ سب کو اس میں درج کیا ہے اور ہر ایک ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا لہٰذا بوجہ فساد معنٰی مقصودی کے یہ کل شئی فعلوہ فی الزبر بھی مما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے باب سے نہیں ہوا اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قاعدہ کلیہ مذکورہ صحیح اور درست ثابت ہوا واعلم انه قد سبق ان الاسم المذکور اذا کان الفعل المشتغل عنه بضمیره او متعلقه امرا ونهیا فالمختار فیه النصب والظاهران قوله تعالیٰ الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة داخل تحت هذه القاعدة مع ان القراء اتفقوا فیه علی الرفع الافی روایة شاذة عن بعضهم فاضطر النحاة الی ان تمحلو الاخر اجه عن القاعدة المذکورة لئلا یلزم اتفاق القراء علی غیر المختار فاشار المصنف ای ماتمحلو الاخراجه عنها فقال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اعلم کہہ کر ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ سابق میں مصنف کافیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا ہے کہ اسم مذکور جب امر اور نہی کے ماقبل واقع ہوگا تو اس میں نصب بنا بر مفعولیت مختار ہوگا اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول الزانیة والزانی اس قاعدہ کلیہ مذکور کے تحت میں داخل ہے لہٰذا اس میں نصب مختار ہونا چاہیئے حالانکہ تمام قاریوں کا اتفاق الزانیة والزانی کے رفع پر ثابت ہے سوائے ایک روایت شاذہ

بعض قاریوں کے سب قاری رفع ہی پڑھتے ہیں پس نحات قاعدہ کلیہ مذکورہ سے اس ہے کے خارج کرنے کے حیلہ کی طرف مضطر ہو گئے تا کہ قاریوں کا غیر مختار پر اتفاق کرنا لازم نہ ہو۔ پس اس جواب اور حیلہ کی طرف جس کو نحات قول الزانیۃ الخ کو قاعدہ کلیہ مذکورہ سے خارج کر دینے کے لئے مضطر ہو کر قائم کیا ہے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آگے چل کر اشارہ کرتے ہیں کہ **ونحو الزانية والزاني فاجدوا كل واحد منهما مائة جدة الفاء فيه مرتبة بمعنٰى الشرط عند المبرد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بمعنی کے لفظ سے مقدم مرتبطۃ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ جار مجرور کا متعلق محذوف مرتبطۃ کا لفظ ہے یعنی آیت شریفہ میں فاجلدوا کا فا مبرد کے نزدیک بمعنٰی شرط کے ہے **لكون الالف واللام فى الزانية والزانى مبتداء موصولا فيه معنٰى الشرط واسم الفاعل الذى هو صلة كا لشرط فخبر المبتداء كا الجزاء والفاء الداخلة عليه مرتبطة بالشرط لدلالعها على منبية للجزاء ومثل هذه الفاء لا يعمل ما فى حيزها فى ما قبلها فامتنع تسليط الفعل المذكور بعدها على ما قبلها فتعين فيها الرفع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ مبرد کی دلیل بتاتے ہیں کہ آیت شریفہ میں فا جزائیہ اس لئے ہے کہ الزانیہ والزانی میں الف ولام موصولی اور زانیہ وزانی کے الفاظ ترکیب میں اس کا صلہ واقع ہوئے ہیں پھر یہ موصول اور صلہ دونوں مل کر مبتداء ٹھہراتے ہیں اور ت مبتداء جب موصول ہو تو وہ متضمن معنٰی شرط کے ہوتا ہے لہٰذا الزانیہ والزانی کا قول موصول اور صلہ مل کر مبتداء متضمن معنٰی شرط کے ہے پس اس تقدیر پر مبتداء کی خبر بمنزلہ جزا کے ہوئی اور فاء جو جزاء پر داخل ہے وہ مربوط بالشرط ہے کیونکہ یہ فاء شرط کی سبیت اور جزاء کی مسببیت پر دلالت کرتی ہے اور اس قسم کے فاء اپنے مابعد کو قبل کے عمل سے روکتی ہے پس اس فاء کے بعد کے فعل مذکور کی تسلیط ماقبل میں ممکن نہیں ہے بلکہ یہ منع ہے اور چونکہ ما اضمر عاملہ میں فعل مفسر کا ممکن التسلیط ہونا شرط ہے اس لئے یہاں الزانیہ والزانی کے قول میں رفع ہی متعین ہوا یہ مبرد کی دلیل کا خلاصہ ہوا **والأية جملتان مستقلتان** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ آیت مذکورہ کے اضمار علی شریطۃ التفسیر کی صورت میں بھی دو جملے ہیں لہٰذا آیت کے دو جملے ہونے کی بنا پر یہ قول قاعدہ کلیہ مذکورہ سے کیونکر خارج ہو سکتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بے شک اضمار علی شریطۃ التفسیر کی صورت میں بھی آیت شریفہ کے دو جملے ہیں لیکن وہ مستقل جملے نہیں ہیں کیونکہ جملہ ثانیہ بوجہ مفسرہ ہونے جملہ اول کے مستقل نہیں ہے **عند سيبويه اذا الزانية مبتداء محذوف المضاف والزانى عطف عليه والخبر محذوف اى حكم الزانية والزانى فيما يتلى عليكم بعد وقوله فاجلد واجملة ثانية لبيان الحكم الموعود والفاء عنده ايضا للسببية اى ان ثبت زناهما فاجلد واو قيل زايدة او للتفسير وجزاء الجملة لا يعمل فى جزء جملة آخرى فيمتنع التسليط فلا تدخل فى الضابطه فتعين الرفع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سیبویہ کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ آیت مذکورہ سیبویہ کے نزدیک مشتمل بر دو جملہ اس لئے ہے کہ الزانیہ والزانی کا قول معطوف علیہ اور معطوف دونوں مل کر ترکیب میں مبتداء محذوف المضاف ہے اور اس کی خبر بھی محذوف ہے تقدیر عبارت کی یہ ہے حکم الزانية والزانی فیما یتلی علیکم بعد حکم مضاف الزانیة معطوف علیه والزانی معطوف معطوف علیه اپنے معطوف سے مل کر مضاف الیہ مضاف مقدر حکم کا مضاف اور مضاف الیہ دونوں مل کر مبتدا فیما یتلی علیکم جملہ اس کی خبر ہے اور فاجلدوا کا قول جملہ ثانیہ ہے جس کو بیان حکم موعود کے لئے لایا ہے اور فا سیبویہ کے نزدیک بھی سببیت کے لئے ہے یعنی جزائیہ ہے جس کی تقدیر پر آیت مبارک کے معنٰی یہ ہیں کہ اگر زانیہ اور زانی کا فعل زنا بحکم شریعت ثابت ہو جائے تو ان پر حد شرعی جاری کر دو اور کسی نے کہا ہے کہ یہ فاء زائدہ ہے یا تفسیریہ ہے

بہر حال اس صورت میں فاجلد واجملہ کا ایک جزء ہے۔ اور جزء جملہ دوسرے جملہ کے جزء میں عمل نہیں کر سکتا پس فعل مذکور ممکن التسلیط نہیں ہوا لہٰذا آیت کریمہ ما اضمر عاملہ علی شریطۃ التفسیر کے قاعدہ کلیہ مذکورہ میں داخل نہیں ہوئی اس لئے یہاں رفع متعین ٹھہرا **والا ای وان لم تکن الفاء بمعنی الشرط ولم تکن الآیۃ جملتین ایضا فھی تکون داخلۃ تحت الضابطۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ الفاء بمعنی الشرط وجملتان سے استثناء ہے یعنی اگر یہ فاء بمعنی شرط یعنی جزائیہ نہ ہو اور یا آیۃ کریمہ دو جملوں پر مشتمل نہ ٹھہرائی جائے تو اس صورت میں یہ آیت مبارک قاعدہ کلیہ مذکورہ کے تحت میں داخل ہو کر اس میں نصب مختار ہو جائے گا **فالمختار حینئذ فیھا النصب** یعنی جب فاء جزائیہ نہ ہو اور نہ آیت دو جملوں پر مشتمل ہو تو اس وقت اس میں نصب مختار ہوگا۔ **واختیار النصب باطل لاتفاق القراء علی الرفع فلا بد من جعل الفاء بمعنی الشرط او جعل الآیۃ جملتین لتعیین الرفع** اور یہ معلوم ہے کہ نصب کا مختار ہونا یہاں باطل ہے کیوں کہ یہاں الزانیۃ والزانی کے رفع پر تمام قراء سبعہ کا اتفاق ہے پس یہاں فاء کو بمعنی شرط اور آیت مکرمہ کو رفع کے تعیین کے لئے دو جملوں پر مشتمل ٹھہرانا ضروری ہے۔ ورنہ قاریوں کا غیر مختار پر اتفاق کرنا لازم آئے گا لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ آیت شریفہ میں فاء بمعنی الشرط و بمعنی جزائیہ اور آیۃ کریمہ دو جملوں پر مشتمل ہے **الرابع من تلک للواضع التی وجب حذف الناصب للمفعول به فیھا** یعنی چوتھا مقام ان مقامات میں سے جہاں مفعول بہ کے عامل ناصب کا حذف واجب ہے تحذیر ہے **التحذیر وانما وجب حذف الفعل فیه لضیق الوقت عن ذکرہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفعول بہ کے فعل ناصب کے حذف کے وجوب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں تحذیر کے مقام میں مفعول بہ کے فعل ناصب کا حذف اس لئے واجب ہے کہ وقت تنگ ہوتا ہے ذکر کی گنجائش نہیں ہوتی اس لئے محذوف کر دیا جاتا ہے **وھو فی اللغۃ تخویف شئی عن شئی وتبعیدہ منه** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد تحذیر کے لغوی تحقیق اور معنی بتانا ہے کہ تحذیر لغت میں تخویف شئے کو کہتے ہیں یعنی کسی شئے کو کسی شے سے ڈرانے اور اس کو اس سے بعید کرنے کے معنی تحذیر کے ہیں وفی اصطلاح النحاۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد تحذیر کے اصطلاحی معنی بتا کر ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ھو پر معمول کا حمل درست نہیں کیونکہ یہ ھو ضمیر مرفوع واحد مذکر غائب کی تحذیر کی طرف راجع ہے اور وہ صرف وصف مصدر ہے اور معمول ذات مع الوصف ہے لہٰذا اس سے ذات مع الوصف کا حمل صرف وصف پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ھو کی ضمیر تحذیر اصطلاحی کی طرف راجع ہے بطریق استخدام کے نہ تحذیر لغوی کی طرف لہٰذا اب ذات مع الوصف کا حمل صرف وصف پر لازم نہیں ہوا فائدہ استخدام اس کو کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں اول معنی لفظ صریح سے مراد لئے جائیں دوسرے اس کی ضمیر سے اور اس میں شک نہیں کہ تحذیر کے دو معنی ہیں۔ ایک لغوی دوسرے اصطلاحی اول معنی لفظ صریح سے مراد ہیں دوسرے معنی یعنی اصطلاحی معنی اس کی ضمیر سے مراد ہیں **معمول ای اسم عمل فیه النصب باالمفعولیۃ** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے کہ جس کی تشریح یہ ہے کہ تحذیر کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں ضمیر مستکن اتق کی داخل ہوئی کیونکہ وہ بھی بتقدیر اتق معمول ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس عبارت میں اس کا جواب دیا کہ معمول سے مراد معمول نصب کا ہے یعنی وہ اسم مراد ہے جس کو بنا بر مفعولیت نصب کا عمل دیا گیا ہو اور اتق کی ضمیر معمول رفع کا ہے لہٰذا تحذیر کی تعریف مانع ثابت ہوئی **بتقدیر اتق تحذیرا ای حذر ذلک المعمول تحذیرا فیکون مفعولا مطلقا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ او ذکر المحذر منه مکررا کا قول بصیغہ فعل ماضی مجہول کے لفظ مفرد پر عطف ہے پس اس سے عطف جملہ کا مفرد پر لازم

آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ معمول کے لفظ مفرد پر عطف نہیں بلکہ یہ حذر یا ذکر مقدر پر عطف ہے اور یہ جملہ ہے لہٰذا اس میں جملہ کا عطف جملہ پر ہوا ہے اور یہ درست ہے اور حذر مقدر ماننے کی صورت میں تحذیرا کا لفظ مفعول مطلق یعنی حذر کا مصدر مانا جائے گا **او ذکر تحذیرا فیکون مفعولا لہ** اور اگر ذکر مقدر مانا جائے تو اس صورت میں تحذیرا کا لفظ مفعول لہ تصور کیا جائے گا یہ تحذیرا کے لفظ کے منصوب ہونے کی تحقیق اور دلیل اور وجہ ہوئی **مما بعدہ ای مما بعد ذالک المعمول** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ بعدہ کی ضمیر مجرور اسم معمول کی طرف راجع ہے **او ذکر المحذرمنہ مکرارا علی صیغة المجهول عطف علی حذرا و ذکرا المقدر** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ذکر کا لفظ بصیغہ فعل ماضی مجہول حذر یا ذکر مقدر پر عطف ہے **فان قلت فعلی هذا لابد من ضمیر فی المعطوف کما فی المعطوف علیہ** یہ ایک سوال ہے جو ذکر کے حذر یا ذکر پر عطف کرنے سے وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ حذر اور ذکر مقدر پر بھی عطف درست نہیں۔ اس لئے کہ حذر اور ذکر میں معمول کی ضمیر ہے اور معطوف میں اس کی کوئی ضمیر نہیں ہے پس اس تقدیر پر ضروری ہے کہ جس طرح معطوف علیہ میں معمول کی ضمیر ہے اسی طرح معطوف میں بھی معمول کی طرف ضمیر راجع ہو جب یہ عطف درست ہوگا **قلنا نعم لكنه وضع فی المعطوف المظهر موضع المضمر اذا تقدير الكلام او معمول بتقدير اتق ذكر مكرارا الا انه وضع المحذر منه موضع الضمير العائد الى المعمول اشعار ابا نه محذر منه لا محذر** اس میں اوپر والے سوال مذکور کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ مسلم ہے لیکن یہاں معطوف میں بھی معمول کی ضمیر ہے۔ مگر بغرض تنبیہ اس کے کہ یہاں معمول سے مراد محذر منہ ہے نہ محذر ضمیر کی جگہ اسم ظاہر رکھا ہے کیونکہ کلام کی تقدیر یہ ہے اور معمول بتقدیر اتق ذکر مکررا یہاں محذر منہ کا لفظ اس ضمیر کی جگہ رکھا گیا ہے جو معمول کی طرف عائد ہے اور یہ وضع اسم ظاہر موضع ضمیر اس لئے کر دیا ہے کہ معمول سے مراد محذر منہ ہے محذر نہیں عرب کے محاورہ میں یہ عمل کئی فوائد کے لئے کرتے ہیں مگر یہاں یہی فائدہ مقصود ہے۔ فائدہ تحذیر جب محذر ہو تو اس میں محذر منہ کا ذکر مخاطب کے آگاہ کرنے کے لئے شرط ہے اور جب محذر منہ ہو تو اس میں محذر منہ کا مکرر ذکر کرنا ضروری اور شرط ہے اور جب تحذیر محذر ہو تو محذر منہ دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اسم صریح ہوگا یا اسم تاویلی۔ اگر اسم صریح ہوگا تو اس کے ذکر کرنے کے دو طریقے ہوں گے ایک واو دوسرا من اور اگر اسم تاویلی ہو تو اس کے ذکر کرنے کے تین طریقے ہوں گے اول واو دوئم من سوئم تقدیر من **مثل ایاك والاسد وایاك وان تحذف هذا ان مثالان لاول نوعی التحذیر ومعنا هما بعد نفسک من الاسد والاسد من نفسک وبعد نفسک عن حذف الانب و هو ضربهم بالعصاو بعد حذف الارنب عن نفسک و علی التقدیرین المحذرمنه هو الاسد والحذف فان المراد من تبعيد الاسد او الحذف من نفسک تحذير منهما لا تحذير هما منها** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس تشریح یہ ہے کہ مصنفوں کا طریقہ یہ ہے کہ امثال مطابق ممثلات کے وارد کرتے ہیں پس ظاہر یہ ہے کہ اول مثال تحذیر کے اول قسم کی ہے اور ثانی مثال ثانی قسم کی ہے اول مثال تو درست ہے لیکن ثانی مثال درست نہیں دو وجہوں سے اول یہ کہ قسم ثانی میں تحذیر کا محذر منہ کا ہونا شرط ہے اور یہاں تحذیر محذر ہے محذر منہ نہیں ہے ثانی یہ کہ قسم ثانی میں محذر منہ کا مکرر ہونا شرط ہے اور یہاں محذر منہ مکرر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دونوں مثالیں تحذیر کے اول کی قسم کی ہیں اور ان دونوں مثالوں کے معنی یہ ہیں کہ اے مخاطب تو اپنے نفس کو شیر سے بچا اور اسد کو اپنے نفس سے بچا اور خرگوش کے مارنے سے تو

اپنے نفس کو بچا اور حذف کے معنٰی یہاں خرگوش کے عصا سے مارنے کے ہیں اور اپنے سے خرگوش کو بچا اور ان دونوں تقدیروں پر یہاں محذر منہ اسد اور حذف ہے کیونکہ اسد اور حذف کے تعبید سے مراد نفس کا اسد اور حذف سے ڈرانا ہے اسد اور حذف کا نفس سے ڈرانا مقصود نہیں ہے **والطریق الطریق مثال لثانی نوعیہ ای اتق الطریق الطریق** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور یہاں توضیح ایک ہی مثال سے ہوسکتی تھی پس تعدد امثلہ کی کیا حاجت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعدد امثلہ باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے چونکہ ممثلات متعدد ہیں اس لئے امثلہ بھی متعدد لائی گئی ہیں یعنی اول مثالیں تحذیر کے اول قسم کی ہیں اور یہ ثانی مثال تحذیر کے ثانی قسم کی ہے جس میں محذر منہ مکرر ہو اول مثال میں مفعول بہ کا ناصب بعد کا لفظ اور ثانی مثال میں اتق کا لفظ مقدر ہے جس نے مفعول بہ میں نصب کا عمل کیا ہے اور اول مثالوں میں اول مثال اس تحذیر کی ہے جس میں تحذیر محذر اور محذر منہ اسم صریح مذکور بالواؤ ہو اور ثانی مثال اس تحذر کی ہے جس میں تحذیر محذر اور محذر منہ اسم تاویلی **ہو ولا یخفی علیک ان تقدیر اتق فی اول النوعین غیر صحیح لانہ لا یقال اتقیت زیدا من الاسد فینبغی ان تقدیر فیہ مثل بعد ونح وتقدیر بعد فی مثال النوع الثانی غیر مناسب لان المعنٰی علی الاتقاء عن الطریق لا علی بتعیدہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تقدیر اتق نوع اول میں درست نہیں کیونکہ وہ فعل لازمی بنا بر مفعولیت نصب کا عمل نہیں کرسکتا کیونکہ اتقیست زیدا من الاسد نہیں بولا جاتا ہے پس مناسب ہے کہ اس میں بعد رنح کے الفاظ مقدر کئے جائیں اور بعد کی تقدیر نوع ثانی میں درست نہیں کیونکہ معنٰی مثال ثانی کے نفس کا طریق سے بچانے کے ہیں بعید طریق نفس سے مقصود نہیں ہے **فالصواب ان یقال بتقدیر بعد او اتق و نحوھما فیقدر مثل بعد فی جمیع افراد النوع الاول وفی بعض افراد النوع الثانی مثل نفسک نفسک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علی نے اوپر والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ وہ اسم مذکور بتقدیر بعد یا اتق معمول ہے اور بعد یا اتق کی تقدیر سے اس کا معمول ہونا صواب بھی ہے پس قسم اول کے تمام افراد میں بعد کا لفظ مقدر کیا جائے گا اور نوع ثانی کے بعضے افراد میں بھی بعد کا لفظ مقدر مانا جائے گا جیسے نفسک نفسک میں ہے اور نوع ثانی کے بعضے افراد میں اتق مقدر کیا جائے گا جیسے الطریق الطریق میں ہے **فان المعنٰی علی بعد نفسک مما یو ذیک کا لاسد ونحو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نفسک کے افراد نوع ثانی میں سے ہونا مسلم نہیں کیونکہ نوع ثانی میں تحذیر کا محذر منہ ہونا شرط ہے اور نفسک محذر ہے محذر منہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس کا جواب دیا ہے کہ نفسک کے معنٰی بعد نفسک مما یوذیک کے ہیں یعنی اپنے نفس کو مما یوذی یعنی عجب اور تکبر سے دور رکھ کیونکہ ان چیزوں سے نفس گمراہ ہوتا ہے **ویقدر مثل اتق فی بعضھا کا المثال المذکور** یعنی نوع ثانی کے بعضے افراد میں اتق کا لفظ مقدر کیا جائے گا جیسے مثال مذکورہ میں ہے **قیل لفظ الاسد فی ایاک والاسد خارج عن النوعین فینبغی ان لا یکون تحذیرا ولیس کک فانہ ایضا تحذیر** یہ ایک سوال ہے جس کا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیل سے نقل کرکے بیان کرتے ہیں کہ تحذیر کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے ایاک والاسد کی ترکیب کا اسد نکلتا ہے اس لئے کہ وہ دونوں نوعوں سے خارج ہے پس مناسب ہے کہ یہ تحذیر نہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے یعنی یہ بھی تحذیر کی تعریف میں داخل ہے **واجیب بانہ تابع للتحذیر والتوابع خارجۃ عن المحدود بدلیل ذکرھا فیما بعد** اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اگر اسد تحذیر کی طرف سے خارج ہو جائے تو

اس کا کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ یہ تحذیر کا تابع ہے مین تحذیر نہیں ہے اور توابع اپنے متبوع محدود سے خارج ہوتے ہیں بدلیل اس کے کہ ان کا مابعد میں ذکر کیا جاتا ہے اگر یہ توابع توابع نہ ہوتے تو ان کا مابعد میں ذکر نہ کیا جاتا **وتقول فی قسمی النوع الاول ایاک من الاسد کما کنت تقول ایاک والاسد** یعنی جس طرح تحذیر کے اول دو قسموں میں ایاک والاسد واو کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اسی طرح ایاک من الاسد بجائے واو کے من کے ساتھ بھی استعمال کر سکتے ہیں **ومن ان تحذف کما کنت تقول ایاک وان تحذف** یعنی نوع ثانی میں جس طرح ایاک وان تحذف واو کے ساتھ پڑھ سکتے ہیں اسی طرح من ان تحذف من کے ساتھ بھی ادا کر سکتے ہیں **وتقول فی المثال الاخیر ایاک ان تحذف بتقدیر من ای ایاک من ان تحذف لان حذف حرف الجر عن ان وان قیاس** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چاہیئے کہ یہاں بھی حرف عاطف مقدر مانا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حروف جارہ کا حذف ان اور انّ سے قیاس کے موافق ہے اور ان حروف کے علاوہ اور حروف کا حذف شاذ اور نادر ہے اور حرف عطف کا حذف بھی نادر ہے اس لئے یہاں حرف عطف مقدر نہیں مان سکتے ہیں **ولا تقول فی المثال الاول ایاک الاسد لامتناء تقدیر من وشذوزہ مع غیر ان وان** یعنی اول دو مثالوں میں سے اول مثال میں ایاک الاسد نہیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ تقدیر من ان اور ان کے علاوہ حرف کے ساتھ منع اور شاذ ہے اس لئے اس کو بمن ملفوظ یا بواو مذکور استعمال کرینگے **فان قلت فلیکن بتقدیر العاطف** یہ ایک سوال ہے جو ایاک الاسد کے امتناع پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مناسب ہے کہ یہ ترکیب مقدر بعاطف ٹھہرائی جائے یعنی اس میں حرف عاطف مقدر مانا جائے **قلنا حذف العاطف اشذ شذوذ الان حذف حرف الجر قیاس مع ان وان فشاذ کثیر فی غیرھما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف عاطف کا حذف بہت ہی شاذ اور نادر ہے کیونکہ ان اور ان سے حرف جر کا حذف کرنا قیاس کے موافق ہے لیکن ان حروف کے علاوہ حروف سے حرف جر کا حذف کرنا بہت شاذ و نادر ہے اس لئے یہاں حرف عاطف مقدر نہیں مان سکتے ہیں **واما حذف العاطف فلم یثبت الانادرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ پس حرف عاطف کو محذوف کر دیا جائے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا کہ حرف عطف کا حذف نادرا ثابت ہے چونکہ شاذ کثیر میں ممکن نہیں لہٰذا نادر میں بطریق اولیٰ عاطف کا حذف ممکن نہیں ہوگا **المفعول فیہ ھو ما فعل فیہ** فعل مفعول فیہ کا لفظ ترکیب میں مرفوع ہے اور اس کے مرفوع ہونے کی تین وجوہ ہو سکتی ہیں اول کہ یہ مبتداء ہے اس کی خبر مقدم محذوف ہے یعنی ومنہ المفعول فیہ ثانی یہ کہ یہ خبر مبتداء محذوف کی ہے یعنی ہذا باب مفعول فیہ ثالث یہ کہ یہ مبتداء ہی اور اس کی خبر ما فعل فیہ فعل مذکور کا جملہ ہے **ای حدث مذکور** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ متبادر فعل سے فعل اصطلاحی ہے جو کہ مرکب نسبت فاعلی اور نسبت زمانی اور معنی لغوی حدث سے ہوتا ہے اور ذکر کی قابلیت صرف حدث ہی میں پائی جاتی ہے نسبت فاعلی اور زمانی میں نہیں پائی جا سکتی ہے پس ما فعل فیہ فعل مذکور کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد فعل لغوی حدث ہے اور یہ قابل ذکر ہے **تضمنا فی ضمن الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب فعل سے مراد فعل لغوی حدث ہے پس اس تقدیر پر مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں ہوئی کیونکہ اس سے ضربت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ اس میں حدث غیر مذکور ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مذکور ہونا عام ہے خواہ مطابقۃ ہو جیسے ضربی یوم الجمعۃ میں ہے خواہ فعل

کے ضمن میں ہو جیسے ضربت یوم الجمعۃ میں ہے الملفوظ المقدر اس قید کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے یوم الجمعۃ صمت فیہ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ یہاں حدث بالکل مذکور نہیں ہے نہ مطابقۃ نہ فعل کے ضمن میں کیونکہ یہاں کوئی فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگرچہ لفظی نہیں لیکن تقدیری فعل ہے لہذا مفعول فیہ کی تعریف جامع ثابت ہوئی **او شبهه كذالك** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے انا ضارب یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ خارج ہوا کیونکہ یہاں نہ فعل لفظی ہے نہ تقدیری شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ شبہ فعل ہو اور یہاں اگرچہ فعل حقیقی نہیں لیکن شبہ فعل موجود ہے **او مطابقة اذا كان العامل مصدرا** یہ او تضمنا کے قول پر عطف ہے یعنی خواہ فعل تضمنا مذکور ہو خواہ مطابقۃ مذکور ہو یعنی صریحا مذکور ہو جیسے اعجبنی جلوسک امام زید میں ہے **فقوله ما فعل فيه دخل شامل لاسماء الزمان والمكان كلها فانه لا يخ زمان او مكان عن ان يفعل فيهما فعل سواء ذكرا لفعل الذى فعل فيهما او لاد قوله مذكور خرج به الايذكر فعل فعل فيه نحو يوم الجمعة يوم طيب فانه وان كان فعل فيه فعل لامحالة لكنه ليس بمذكور** اس مین شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ عبارت مذکورہ کی جنسیت اور احترازیت کا اظہار فرماتے ہیں کہ فعل فیہ فعل کا قول جنس ہے یہ تمام اسمائے زماں اور مکان کو شامل ہے کیونکہ فعل سے نہ کوئی زمانہ خالی ہوتا ہے اور نہ کوئی مکان بلکہ ان دونوں میں ضرور فعل واقع ہوتا ہے خواہ وہ فعل جو ان میں واقع ہوتا ہے مذکور ہو خواہ مذکور نہ ہو اور مذکور کا قول احترازی ہے اس سے وہ مفعول فیہ نکلا جس میں فعل مذکور نہ ہو جیسے یوم الجمعۃ یوم طیب میں ہے کیونکہ اس ترکیب میں یوم جمعہ اگرچہ فعل سے خالی نہیں۔ بلکہ اس میں فعل ضرور بالضرور واقع ہوتا ہے لیکن وہ فعل یہاں مذکور نہیں ہے۔ **لكن بقى مثل شهدت يوم الجمعة واخلافيه فان يوم الجمعة يصدق عليه انه فعل فيه فعل مذكور فان شهود يوم الجمعة لايكون الافى يوم الجمعة ملو اعتبر فى التعريف قيل الحيثية اى المفعول فيه ما فعل فيه فعل مذكور من حيث انه فعل فيه فعل مذكور لخرج مثل هذا المثال منه فان ذكر يوم الجمعة فيه ليس من حيث انه فعل فيه فعل مذكور بل من حيث انه وقع عليه فعل مذكور** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول فیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں شہدت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول بہ داخل ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ترکیب مذکور میں یوم جمعہ مفعول فیہ کی تعریف میں داخل ہے کیونکہ یوم جمعہ کے لفظ پر یہ صادق آتا ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے اس لئے کہ یوم جمعہ کا شہود یوم جمعہ میں ہی ہوتا ہے لیکن یوم جمعہ کا دخول مفعول فیہ کی تعریف میں اس وقت ہوگا جس وقت حیثیت کی قید مفعل فیہ کی تعریف میں مراد نہ ہو اور اگر مفعول فیہ کی تعریف میں حیثیت کی قید معتبر مانی جائے یعنی تقدیر عبارت اس طرح ہو اے المفعول فيه مافعل فيه فعل مذكور من حيث انه فعل فيه فعل مذکور یعنی مفعول فیہ وہ اسم ہے جس میں فعل مذکور کیا جائے اس حیثیت سے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے تو اس تقدیر پر مفعول فیہ کی تعریف سے مثال مذکور کا مفعول فیہ یوم جمعہ کا خارج ہو جائے گا کیونکہ اس میں یوم جمعہ کا ذکر اس حیثیت سے نہیں ہے کہ اس میں فعل مذکور کیا جائے بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اس پر فعل مذکور واقع ہوا ہے لہذا یہ مفعول بہ ہوگا **و لا يخفى انه على تقدير اعتبار قيد الحيثية لا حاجة الى قوله مذكور** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لاتخفی سے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اگر حیثیت کی قید

مفعول فیہ کی تعریف میں معتبر کی جائے تو اس تقدیر پر مذکور کے قول کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت نہ ہوگی بلکہ اس کا ذکر بلا فائدہ ہوگا الالزیادۃ تصویر المعرف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر حیثیت کی قید کا اعتبار کیا جاتا ہے تو اس صورت میں مذکور کے ذکر کرنے میں کوئی فائدہ معلوم نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ یہ کہا جائے کہ معرف کی زیادت تصویر کے لئے مذکور کا قول لایا گیا ہے **من زمان او مکان بیان لما الموصولة او الموصوفة اشارة الی قسمی المفعول فیه وتمهید البیان حکم کل منهما وهو ای المفعول فیه ضربان ما یظهر فیه فی وهو مجرور بها وما بقدر فیه فی وهو منصوب بتقدیرها وند اختلاف اصطلاح القوم فانهم لایطلقون المفعول فیه الاعلی المنصوب بتقدیر فی واما المجرور بها فهو مفعول به بواسطة حرف الجر لامفعول فیه وخالفهم المصنف رحمة الله تعالیٰ علیه حیث جعل المجرور ایضا مفعولا فیه ولذلک قال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ من زمان اور مکان کے من کا لفظ بیانیہ ہے یعنی مفعول فیہ کی تعریف میں ما موصولہ یا موصوفہ مجمل تھا یہاں مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا بیان کر کے مفعول فیہ کے دو قسموں کی طرف اشارہ کر دیا کہ مفعول فیہ زمانہ ہوتا ہے یا مکان اور زمان اور مکان ہر ایک کے حکم کے بیان کی تمہید کی طرف بھی تلمیح فرمائی یعنی مفعول فیہ کے دو قسمیں ہیں اول وہ ہے جس میں فی کا کلمہ ظاہر مذکور ہو اور مفعول فیہ بسبب اس فی جارہ کے مجرور ہو دوم جس میں فی کلمہ مقدر ہوتا ہے اس صورت میں مفعول فیہ بتقدیر فی منصوب ہوگا اور یہ قوم کی اصطلاح کے خلاف ہے کیونکہ وہ لوگ سوائے منصوب بتقدیر فی کے کسی دوسرے مفعول فیہ پر مفعول فیہ کا اطلاق نہیں کرتے ہیں اور وہ مفعول فیہ جو بواسطہ حرف جر مجرور ہو اس کو مفعول بہ قرار دیتے ہیں اس کو مفعول فیہ نہیں سمجھتے ہیں مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ان لوگوں کی مخالفت کر کے مجرور کو بھی مفعول فیہ ٹھہرایا ہے اور اسی وجہ سے آگے چل کر وشرط نصبہ الخ کہہ دیا ہے **وشرط نصبه ای شرط النصب المفعول فیه** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ نصبہ کی ضمیر مجرورہ مفعول فیہ کی طرف راجع ہے **تقدیر فی** اذا لتلفظ بها یوجب الجر یعنی مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط کا مقدر ہونا ہے کیونکہ فی کے ذکر کرنے سے جر واجب ہوتا ہے **وظروف الزمان کلها بهما کان الزمان او محدودا تقبل ذالك ای تقدیر فی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ذالک کا مشار الیہ تقدیر فی ہے یعنی کل ظروف زمان خواہ مبہم ہوں خواہ محدود فی کی تقدیر کو قبول کرتے ہیں یعنی سب میں فی کا کلمہ مقدر مانا جاسکتا ہے۔ **لان لمبهم منها جزء مفهوم الفعل فیصح انتصابه بلاواسطة کالمصدر والمحدود ومنها محمول علیه ای علی المبهم لاشتر اکهما فی الزمانیة نحو صمت دهرا وافطرت الیوم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ظروف زمان کے فی کی تقدیر کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ ظروف زمانیہ مبہمہ فی کی تقدیر کو اس لئے قبول کرتے ہیں کہ یہ فعل کے مفہوم کے جزء ہوتے ہیں اس لئے مثل مفعول مطلق کے ان کا بلا واسطہ حرف جر منصوب ہو جانا درست اور صحیح ہے۔ اور ظروف زمانیہ محدودہ مبہمات پر محمول کئے جائیں گے کیونکہ زمان مبہم اور زمان محدود دونوں زمانیت میں مشترک ہیں لہٰذا جب ایک شریک میں بتقدیر فی نصب درست ہوگا تو دوسرا شریک بھی اس حکم میں داخل مانا جائے گا جیسے صمت دہرا وافطرت الیوم میں ہے اس مثال میں دھرا کا لفظ زمان مبہم اور یوم کا لفظ زمان محدود ہے اور دونوں منصوب بتقدیر فی ہیں یوم کو دھرا پر محمول کیا ہے **وظروف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ ظروف الزمان پر عطف ہے **المکان ان کان المکان** اس کے بڑھانے سے یہ مقصد ہے کان فعل ناقص کا اسم مکان کا لفظ ہے **مبهما قبل ذلك ای تقدیر فی حملا علی الزمان**

المبهم لاشتر اکھما فی الابھام نحو جلست خلفک یعنی ظروف مکان اگر مبہم ہوں گے تو تقدیر فی قبول کریں گے اس لئے کہ ان کا اس صورت میں زمان مبہم اور زمان مبہم پر حمل ہوگا کیونکہ مکان مبہم دونوں ابہام کی صفت میں مشترک اور موصوف ہیں مکان مبہم کی مثال جلست خلفک ہے والا وان لم یکن مبھما بل یکون محدودا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ ان کان مبہما سے استثناء ہے یعنی اگر مکان مبہم نہ ہو بلکہ محدود ہو تو تقدیر فی کو نہیں چاہے گا فلا یقبل تقدیر فی اذ لم یمکن حمله علی الزمان المبھم لاختلافھما ذاتا وصفة نحو جلست فی المسجد اس لئے کہ اس صورت میں مکان محدود کا حمل زمان مبہم پر ممکن نہیں کیونکہ یہ دونوں باعتبار ذات اور صفات کے آپس میں مختلف ہیں ذاتی اختلاف تو ظاہر ہے کہ ایک مکان ہے اور دوسرا زمان اور صفتی یہ ہے کہ ایک کی صفت محدودیت ہے دوسرے کی صفت ابہام اور ان دو صفتوں میں تضاد ہے اگر ایک کا دوسرے پر حمل کرتے ہیں تو اس سے ایک متضاد کا حمل دوسرے متضاد پر لازم آتا ہے لہٰذا مکان محدود کا زمان مبہم پر حمل نہ کیا جائے اور اس میں فی کی تقدیر نہ ہوگی بلکہ فی ملفوظ مانی جائے گی جیسے جلست فی المسجد میں فی ملفوظ ہے۔ و فسر المبھم من المکان بالجھات الست وھی امام وخلف و یمین و شمال و فوق و تحت و ما فی معناھا یعنی مکان مبہم کی جہات ستہ سے تفسیر کی گئی ہے یعنی وہ الفاظ مذکورہ بالا ہیں اور جو ان کے معنی میں ہیں یعنی قبل دوبرو علو وسفل وجنوب وشمال فان امان زید مثلا یتناول جمیع ما یقابل وجھه الی انقطاع الارض فیکون مبھما اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جہات ستہ کے مبہم ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جہات ستہ میں ابہام اس لئے ہے کہ مثلاً امام کے لفظ کا اطلاق زید کے منہ کے مقابلہ میں زمین کے ختم ہونے کے مقام تک، پر ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ مسافت مبہم ہے لہٰذا امام جہات ستہ مبہمہ میں سے ٹھہرا ولما لم یتنال ھذا لتفسیر بعض الظروف المکانیة الجائز نصبھا قال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکور بالا عند ولدی ودون وسوئے سے منقوض ہے کیونکہ یہ الفاظ جہات ستہ میں سے نہیں ہیں اور باوجود اس کے یہ بتقدیر فی منصوب مانے جاتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ سوال ظاہر فرما کر کہہ دیا کہ اس کا جواب آگے چل کر مصنف کافیہ خود فرمائیں گے وحمل علیه ای علی المبھم المفسر بالجھات الست وعند ولدی و شبھھما نحو دون وسوئے لا بھا مھما ای لابھام عند ولدی اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عند ی ولدی اور ان کے شبہ یعنی دون وسوئے کے الفاظ منصوب بتقدیر فی اس لئے ہیں کہ یہ اس مبہم مفسر بجہات ستہ پر محمول ہیں کیونکہ جس طرح وہ مبہم تھا اسی طرح یہ الفاظ بھی مبہم ہیں اس صفت مشترکہ کے بنا بر ان کا مبہم مفسر بجہات ستہ پر حمل کیا گیا ولم یذکر وجه حمل شبھھما علیه لان حکمه حکمھما یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دون وسوی کی مشابہت کے حمل کی وجہ بیان نہیں کی کیونکہ جو حکم مبہم مفسر بجہات ستہ کا ہے وہ ہی دون وسوی کا ہے وفی بعض النسخ لابھامھا کما ھو الظاھر یعنی بعض نسخوں میں کافیہ کے لابہامہا کی جگہ لابہامہا ہے جیسا کہ ظاہر بھی ہے اس نسخہ کی تقدیر پر لابہامہا کی ضمیر واحد مؤنث غائبہ عند ولدی دون وسوئے ان جملہ الفاظ کی طرف راجع مانی جائے گی نہ صرف عند ولدی کی طرف وکذا احمل علی المبھم من المکان اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ وحمل علیہ پر عطف ہے لفظ مکان وان کان معیناہ نحو جلست مکانک لکثرة فی الاستعمال مثل الجھات الست لا لابھامه یعنی اسی طرح مکان مبہم پر مکان کے لفظ کا حمل کیا جائے گا اور منصوب بتقدیر فی مانا جائے گا اگرچہ وہ معین ہے جیسے مثال مذکور میں ہے اور یہ حمل اس لئے ہے کہ جس طرح جہات ستہ کثیر الاستعمال ہیں اسی طرح یہ لفظ مکان بھی کثیر الاستعمال ہے اسی مشابہت سے اس کا حمل ہوگا ابہام کی وجہ سے اس کا حمل

نہیں مانا جائے گا اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ قاعدہ کلیہ ذکر کیا تھا کہ مکان محدود میں تقدیر فی نہیں ہوگی اس پر ایک سوال مقدر وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا دخلت کے بعد جو مکان ہوتا ہے اس سے منقوض ہے جیسے دخلت الدار میں کیونکہ دار مکان محدود ہے اور باوجود اس کے اس میں تقدیر فی ہوتی ہے آگے چل کر و ما بعد دخلت کے قول سے اس کا جواب خود ہی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دیں گے وہ یہ ہے

وكذا حمل عليه ما بعد دخلت وان كان معينا نحو دخلت الدار لكثرة في الاستعمال لا لا بها مه على الاصح اى على المذهب الاصح یعنی اسی طرح مکان مبہم پر مابعد دخلت کا حمل ہوگا اگر چہ وہ معین بھی ہو جیسے دخلت الدار میں یہ حمل بھی کثرت استعمال کی بناء پر ہوگا ابہام کی وجہ سے نہیں ہوگا اور یہ مابعد دخلت کو مکان مبہم پر حمل کر کے مفعول فیہ منصوب بتقدیر فی ٹھہرانا مذہب اصح کی بناء پر ہے **فانه ذهب بعض النحاة اي انه مفعول به لاكن الاصح انه مفعول فيه** کیونکہ بعض نحات اس کو مفعول بہ ٹھہراتے ہیں لیکن اصح مذہب یہی ہے کہ یہ مفعول فیہ ہے **والاصل استعماله بحرف الجر لكنه حذف لكثرة استعماله** یعنی اصل میں مابعد دخلت کا استعمال حرف جر سے ہوتا ہے لیکن اس کی کثرت استعمال کی وجہ سے حرف جر حذف کیا جاتا ہے **وهذه محل تامل فان الفعل لايطلب المفعول فيه الابعد تمام معناه ولاشك ان معنى الدخول لايتم بدون الدار و بعد تمام معناه انما يطلب المفعول فيه كما اذا قلت دخلت الدار في البلد الفلا في فالظاهر انه مفعول به لا مفعول فيه ومما يويد ذلك ان كل فعل نسب الى مكان خاص بوقوعه فيه يصح ان ينسب الى مكان شامل له ولغيره فانه اذا قلت ضربت زيدا في الدار التي هي جزء من البلد فكما يصح ان تقول ضربت زيدا في الدار كذلك يصح ان تقول ضربته في البلد وفعل الدخول بالنسبة الى الدار ليس كذلك فانه اذا قال الداخل في البلد دخلت الدار لايصح ان يقول دخلت البلد فنسبة الدخول الى الدار ليست كنسبة الافعال الى امكنتها التي فعلت فيها فلا تكون الدار مفعولا فيه بل مفعولا به** اس مقام میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال مقدر پر تنبیہ کرتے ہیں کہ جو **لاكن الاصح انه مفعول فيه** پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مابعد دخلت کے مفعول فیہ ہونے میں تامل ہے کیونکہ فعل اپنے معنی تمام ہونے کے بعد ہی مفعول فیہ کو چاہتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ دخول کے معنی بدون ذکر دار کے تمام نہیں ہوتے بلکہ دار سے اس کے معنی تمام ہوتے ہیں اس کے بعد مفعول فیہ کو چاہتا ہے جیسے دخلت الدار فی البلدار الفلانی کی ترکیب میں ہے پس ظاہر یہ ہے کہ مابعد دخول مفعول بہ ہے مفعول فیہ نہیں اور اس کی تائید میں ہے یہ کہ جب ہر فعل کی نسبت اس خاص مکان کی طرف ہوتی ہے جہاں یہ واقع ہوتا ہے پس اس میں یہ صحیح ہے کہ فعل کی نسبت اس مکان کی طرف کی جائے جو اس مکان خاص اور اس کے غیر کو بھی شامل ہو کیونکہ جب ضربت زیدا فی الدار التی ہی جزء من البلد کہا جائے یعنی میں نے زید کو اس دار میں مارا جو کہ وہ شہر کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے تو جس طرح ضربت زیدا فی الدار صحیح ہے اسی طرح ضربتہ فی البلد بھی کہہ سکتے ہیں اور دخول کا فعل بہ نسبت دار کے اس طرح نہیں کیونکہ اس وقت اگر شہر کا مقیم دخلت الدار بولے گا تو اس کو دخلت البلد کہنا نہیں چاہیئے اس لئے کہ یہ کلام لغو ہے لہذا دخول کی نسبت دار کی طرف مثل نسبت ان افعال کے نہیں ہے جن کی نسبت ان امکنہ کی طرف ہوتی ہے۔ جہاں یہ افعال واقع ہوتے ہیں پس اس تقدیر پر دار مفعول فیہ نہیں ہوا بلکہ مفعول بہ ٹھہرا یا یہ سوال کی تشریح ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب کی طرف التفات نہیں کیا لیکن اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ حکم اس فعل میں ہے جس کے مفہوم میں نقل خارج سے داخل کی طرف یا داخل سے خارج کی طرف معتبر ہو اور دخول کے مفہوم میں صرف نقل

خارج سے داخل کی طرف معتبر ہے لہذا مابعد دخلت مفعول فیہ ٹھہرا **وقیل معناہ علی الاستعمال الاصح فیکون اشارۃ الی ان الاستعمال دخلت مع فی نحو دخلت فی الدار صحیح لکن الاصح استعمالہ بدون فی ونقل عن سیبویہ ان استعمالہ بفی شاذ** یعنی اصح کے معنی میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مابعد دخول بنابر استعمال (اصح مفعول فیہ ہے پس اس تقدیر پر اس سے اس طرف اشارہ ہوجائے گا کہ دخلت کا استعمال معہ کلمہ فی صحیح ہے) معہ کلمہ فی صحیح ہے لیکن اس کا اصح استعمال بدون فی کے ہے **وینصب ای المفعول فیہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ منصب کا فاعل ضمیر مستتر مفعول فیہ کی ہے **بعامل مضمر بلاشریطۃ التفسیر نحو یوم الجمعۃ فی جواب من قال متی سرت ای سرت یوم الجمعۃ** یعنی مفعول فیہ بلاشرط تفسیر عامل مضمر ومقدر سے منصوب ہوسکتا ہے جیسے متی سرت کے سائل کے سوال کے جواب میں یوم الجمعۃ کہا جائے جس کی تقدیر سرت یوم الجمعۃ یعنی یوم جمعہ عامل مقدر سرت سے منصوب ہے وبعامل مضمر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر وینصب بعامل مضمر پر عطف ہے۔ **علی شریطۃ التفسیر نحو یوم الجمعۃ صمت فیہ والتفصیل فیہ بعینہ کما مر فی المفعول بہ** یعنی مفعول فیہ عامل مقدر سے بنابر اعتبار علی شریطۃ التفسیر بھی منصوب ہوسکتا ہے جیسے یوم الجمعہ صمت فیہ کی ترکیب میں یوم جمعہ مفعول فیہ منصوب بفعل مقدر ہے جس کی تفسیر اس کے بعد کا فعل صمت کررہا ہے اور اس میں اختیار رفع ونصب اور **یستوی الامران والی** تفصیل بعینہ وہی ہے جو مفعول بہ کی بحث میں مذکور ہوچکی ہے وہاں پر ملاحظہ ہو دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے **المفعول لہ ہو مافعل لاجلہ** ترکیب میں یہ خبر ہے مبتداء محذوف کی یا مبتداء ہے اس کی خبر محذوف ہے یا یہ مبتداء ہے اور اس کے مابعد کی عبارت اس کی خبر ہے اور ہو ضمیر فصل ہے اور لہ کی ضمیر مجرور المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے جو بمعنی الذی کے ہے اور لہ کا لفظ ترکیب میں مفعول مالم یسم فاعلہ مقام رفع میں ہے اسی طرح بہ ومعہ وفیہ کے الفاظ کو بھی قیاس کرلینا چاہئے **ای لقصد تحصیلہ او بسبب وجودہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مفعول لہ کی دو قسمیں ہیں اول وہ جو فعل کے لئے علت غائی ہو جیسے ضرب کے لئے تادیب ہے اور ثانی وہ ہے جو ایسا نہ ہو جیسے قعود کے لئے جبن ہے قسم اول بحسب تعقل فعل کی علت ہوگی اور بحسب وجود خارجی کے اس کا معلول ہوگا اور قسم ثانی بحسب وجود کے فعل کی علت ہوگی یعنی مفعول لہ وہ اسم ہے جس کی تحصیل کی بنا پر یا جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا جاتا ہے **وخرج بہ سائر المفاعیل مما فعل مطلقا او بہ او فیہ او معہ** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لاجلہ کی قید قید احترازی ہے۔ اس قید سے باقی تمام مفاعیل یعنی مفعول مطلق اور مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول معہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہوگئے **فعل ای حدث** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے اور سوال وجواب کی تشریح مفعول فیہ کی بحث میں ہوچکی ہے وہاں ملاحظہ ہو دوبارہ ذکر کرنے سے طوالت ہوگی **مذکور ای ملفوظ حقیقۃ او حکما** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول لہ کی تعریف سے تادیبا نکلا جو لم ضربت زیدا کے جواب میں کہا جائے کیونکہ یہاں فعل مذکور نہیں اور باوجود اس کے یہ مفعول لہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مذکور عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی یہاں اگرچہ فعل حقیقۃ مذکور نہیں لیکن حکما مذکور ہے لہذا اب مفعول لہ کی تعریف سے وہ مفعول لہ خارج نہیں ہوا جس کا فعل مقدر ہو جیسے مثال مذکور میں ہے۔ **فلا یخرج عنہ ما کان فعلہ مقدرا کما اذا قلت تادیبا فی جواب من قال لم ضربت زیدا** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر حکما کی قید کے بڑھانے پر تفریع کی ہے یعنی جب ہم نے مذکور کو عام مانا کہ خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی تو اس تقدیر پر تادیبا جو لم

ضربت زیدا کے جواب میں کہا جائے مفعول لہ کی تعریف میں داخل ہوا کیونکہ یہاں پر اگر چہ فعل مذکور لفظاً نہیں لیکن حکماً مذکور ہے۔ **فقولہ مذکور احتراز عن مثل اعجبنی التادیب** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کا نیک کے مذکور کا قول احترازی ہے اس سے اعجبنی التادیب کی مثال سے احتراز ہوا کیونکہ اس میں فعل نہ حقیقۃً مذکور ہے نہ حکماً یعنی یہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہوا **فان قلت کیف یصح الاحتراز بہ عنہ وھو ای الفعل الذی فعل لاجلہ مذکور فی الجملۃ کما فی ضربت زیدا** یہ ایک سوال ہے جو احتراز عن مثل اعجبنی التادیب کی عبارت پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مذکور کی قید سے اعجبنی التادیب سے احتراز کیونکر درست ہوگا۔ کیونکہ اس میں وہ فعل جو مفعول لہ کے حصول کی بناء پر یا اس کے وجود کے سبب سے کیا جاتا ہے فی الجملہ مذکور ہے لہٰذا یہ بھی مفعول لہ کی تعریف میں داخل ہوا جیسے ضربت زیدا کی ترکیب میں ہے **قلنا المراد مذکور معہ** یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مذکور سے مراد یہ ہے کہ اس اسم مفعول لہ کے ساتھ میں مذکور ہو یہ ظاہر ہے کہ مثال مذکور میں فعل اس کے ساتھ مذکور نہیں ہے لہٰذا مذکور کے قول کی احترازیت درست ہوئی **فان قلت ھو مذکور معہ کما فی ضربتہ تادیبا** یہ اوپر والے سوال مقدر کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل اس کے ساتھ مذکور ہے جیسے ضربتہ تادیبا میں ہے لہٰذا مذکور کی احترازیت جائز نہیں ہے **قلنا المراد مذکور معہ فی الترکیب الذی ھو فیہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مذکور سے مراد یہ ہے کہ جس ترکیب میں یہ اسم واقع ہو اسی ترکیب میں اسم کے ساتھ فعل مذکور ہو اور مثال مذکور میں ایسا نہیں ہے لہٰذا مذکور کے قول کی احترازیت پر درست ثابت ہوئی **و یرد حینئذ نحو اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجلہ** یہ اوپر والے سوال کے جواب پر اعتراض ہے جس کی تشریح اس طرح ہے کہ جب مذکور سے مراد یہ ہے کہ جس ترکیب میں یہ اسم واقع ہو اسی ترکیب میں اس اسم کے ساتھ فعل مذکور ہو تو اس وقت اعجبنی التادیب الذی ضربت لاجلہ کی ترکیب پر اعتراض وارد ہو جائے گا کیونکہ اس ترکیب میں اس اسم کے ساتھ فعل مذکور ہے اگر چہ ذکر میں موخر ہے (اس میں اللّٰھم سے جواب کا اشارہ کیا منہ) **اللّٰھم الا ان یراد بذکرہ معہ ایرادہ معہ للعمل فیہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مفعول لہ کے ساتھ فعل مذکور ہونے سے مراد یہ ہے کہ مفعول لہ کے ساتھ فعل اس میں عمل نصب پیدا کرنے کی غرض سے ذکر کر کے لایا جائے اور یہ معلوم ہے کہ ترکیب مذکور میں مفعول لہ کے ساتھ فعل عمل کے لئے مذکور نہیں ہے لہٰذا مذکور کی احترازیت پھر بھی درست اور صحیح ٹھہری **مثل ضربتہ تادیبا مثال لما فعل لقصد تحصیلہ فعل وھو الضرب فان التادیب انما یحصل بالضرب ویترتب علیہ** یہ اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے قصد تحصیل کے لئے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل مذکور مثال مذکور میں ضرب ہے کیونکہ تادیب ضرب ہی سے حاصل ہوتی ہے اور ضرب ہی پر مرتب ہوتی ہے **قعدت عن الحرب جبنا مثال لما فعل بسبب وجودہ فعل وھو القعود فان القعود انما وقع بسبب الجبن** اس میں اس مفعول لہ کی مثال ہے جس کے وجود کے سبب سے فعل مذکور کیا گیا ہو اور وہ فعل مذکور یہاں قعود ہے کیونکہ قعود بسبب پائے جانے جبن کے جس کے معنی نامردی کے ہیں واقع ہوا ہے کیونکہ اگر نامرد نہ ہو تو وہ حرب سے قعود کبھی بھی اختیار نہیں کرے گا **والقائل بکون المفعول لہ معمولا مستقلا غیر داخل فی المفعول المطلق یخالف** اس عبارت کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس عبارت میں خلافاً کا لفظ مفعول مطلق ہے اور مفعول مطلق میں شرط یہ ہے کہ اس میں فعل مذکور کے معنی پائے

جائیں اور اس پر فعل مذکور کا اشتمال ایسا ہو جیسا کہ اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور یہاں اس کے قبل کوئی ایسا فعل مذکور نہیں ہے جس کے معنی اسم مفعول مطلق پر مشتمل ہوں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے عبارت عربی مذکورہ میں یخالف کا لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری یہاں اگر چہ لفظی فعل مذکور نہیں لیکن تقدیری موجود ہے جو کہ یخالف ہے یعنی جو شخص کہ مفعول لہ کو معمول مستقل مان کر اس کو مفعول مطلق میں داخل نہیں کرتا وہ اس سے زجاج کی مخالفت کرتا ہے۔ **خلافا ظاهر اللزجاج فانه ای المفعول له عنده ای عند الزجاج مصدر** یعنی اس میں زجاج کی مخالفت بالکل ظاہر ہے کیونکہ مفعول لہ زجاج کے نزدیک مصدر ہے باقی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فانہ کے بعد مفعول لہ ظاہر کیا اور عندہ کے بعد زجاج نکال کر یہ اشارہ کیا ہے کہ پہلی ضمیر مفعول لہ کی طرف ہے اور دوسری ضمیر عندہ کی زجاج کی طرف راجع ہے باقی مطلب بالکل صاف ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے **من غير لفظ فعله فالمعنیٰ عنده فی المثالين المذكورين ادبته بالضرب تاديبا وجنبت فی القعود عن الحروب جبنا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کی طرف سے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصدر میں یہ شرط ہے کہ اس پر فعل مذکور کے معنی ایسے مشتمل ہوں جیسا کہ اشتمال کل کا جزء پر ہوتا ہے اور یہاں ضربت کے معنی ضرب پر مشتمل ہیں نہ تادیب پر اور قعدت کے معنی کا اشتمال قعود پر ہے جبنا پر نہیں ہے لہٰذا تادیبا اور جبنا کے الفاظ کی مصدریت صحیح نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کی طرف سے اس کا جواب دیا کہ اشتمال عام ہے خواہ صریحی ہو خواہ تاویلی یہاں اگر چہ صریحی اشتمال نہیں لیکن تاویلی موجود ہے کیونکہ زجاج کے نزدیک امثال مذکورہ کے معنی **ادبته بالضرب تاديبا وجنبت فی القعود عن الحروب جبنا** ہیں لہٰذا اشتمال تاویلی موجود ہونے پر الفاظ مذکورہ کے مصدریت زجاج کے نزدیک درست اور صحیح ثابت ہوئی **او ضربته ضرب تاديب وقعدت قعود جبن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا الفاظ مذکورہ کی مصدریت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جس کی تقدیر عبارت عربی میں مذکور ہے پس اس تقدیر پر بھی اشتمال پایا گیا لہٰذا الفاظ مذکورہ کی مصدریت درست ثابت ہوئی اور الفاظ مذکورہ زجاج کے نزدیک مصادر ٹھہرے اب آگے چل کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ زجاج کے قول کا رد بیان کریں گے۔ **ورد قول الزجاج بان صحة تاويله نوع بنوع لاتدخله فی حقيقة الاترای ان صحة تاويل الحال بالظرف من حيث ان معنیٰ جاء زيد راكبا جاء زيد وقت الركوب من غير ان تخرج عن حقيقتها** ۔ یعنی زجاج کے قول کو اس طرح رد کر سکتے ہیں کہ ایک نوع کی صحت دوسرے نوع کو اس کی حقیقت میں داخل نہیں کر سکتی ہے دیکھو حال کی تاویل ظرف سے درست ہے کیونکہ جاء زید راکبا کے معنی حقیقت میں جاء زید وقت الرکوب ہیں اور باوجود اس کے یہ ظرف کے تاویلی حال کو اپنے حالیت کی حقیقت سے خارج نہیں کر سکتے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ الفاظ مذکورہ اگر چہ بذریعہ تاویل مذکور مصادر بھی ہو جائیں لیکن وہ اس تاویل سے اپنے مفعول لہ ہونے کی حقیقت سے خارج نہیں ہوئے گے بلکہ اس تاویل کی صورت میں بھی مفعول لہ ہی قرار پائیں گے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے زجاج کے قول کو خوب رد کیا۔ جزاہ اللہ دار الجنان آمین ثم آمین **وشرطه نصبه ای شرط انتصاب المفعول له لا شرط كون الاسم مفعولا له فالسمن والاكرام فی قولک جئتک للسمن ولاكرامک الزائر عنده مفعول له علی ما يدل عليه حده وهذا كما قال فی المفعول فيه ان شرط نصبه تقدير فی وهذا ايضا خلاف اصطلاح القوم** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ نصبہ کی ضمیر مجرور مفعول لہ کی طرف راجع ہے یعنی مفعول لہ کے منصوب ہونے کی شرط تقدیر لام ہے یہ تقدیر لام اسم کے مفعول لہ ہونے کی شرط نہیں ہے پس اس تقدیر پر وہ مفعول لہ جو معرف باللام ہو جیسے

السمن والاکرام کے الفاظ جئتك للسمن ولا کراملك الزائر کی ترکیبوں میں ہیں مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک مفعول لہ ہے جیسا کہ اس پر مفعول لہ کی تعریف دلالت کرتی ہے اور ایسا ہی ہے جیسا کہ مفعول فیہ کی بحث میں کہا تھا کہ مفعول فیہ کے منصوب ہونے کی شرط تقدیر فی ہے اور اس میں بھی وہی قوم کی اصطلاح کے خلاف کا مضمون ہے جس کا ذکر مفعول فیہ کی بحث میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے وہاں پر ملاحظہ کریں **تقدیر اللام لانها اذا ظهرت لزم الجر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مفعول لہ کے بتقدیر لام منصوب ہونے کی دلیل اور وجہ بیان فرمائی ہے کہ بتقدیر لام اس لئے منصوب ہوگا کہ اگر لام کو ظاہر کر کے ذکر کیا جائے تو اس سے مفعول لہ کا مجرور ہونا لازم ہوجائے گا **وخص اللام بالذكر لانها الغالب في تعليلات الافعال فلا يقدر غيرها من او الباء او في مع انها من ودواخل المفعول له كقوله تعالىٰ خاشعا متصدعا من خشية الله وقوله تعالىٰ فبظلم من الذين هادوا حرمنا وقوله عليه السلام ان امراة دخلت النار في هرة اي لاجلها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح لام تعلیل کے لئے آتا ہے اسی طرح من اور با اور فی کے الفاظ بھی تعلیل کے معنوں میں مستعمل ہوتے ہیں پس لام کے ذکر کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لام کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ افعال کی تعلیلات کے لئے اکثر و اغلب لام ہی مستعمل ہوتا ہے لہذا مفعول لہ کے منصوب ہونے کے لئے سوائے لام کے من اور با و اور فی کے الفاظ مقدر نہیں ہوں گے بلکہ لام ہی مقدر ہوگا باوجود اس کے کہ یہ الفاظ مذکورہ بھی مفعول لہ کے دواخل میں سے ہیں من کی مثال اللہ کے قول خاشعا متصدعا من خشیة اللّٰه میں ہے اور با کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول فبظلم من الذین ہادو احرمنا میں ہے اور فی کی مثال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول ان امرة دخلت النار ہرة میں ہے ان جملہ امثال میں من اور با و اور فی کے الفاظ تعلیل کے لئے مستعمل ہوئے ہیں لیکن یہ اکثر اور اغلب نہیں اور ای لاجلہا میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فی کے تعلیلی معنٰی کی طرف اشارہ کیا ہے چونکہ فی کا تعلیل میں استعمال بہت ہی کم ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول مذکور میں فی تعلیل کے لئے مستعمل ہوئی ہے۔ **ولما كان تقدير اللام عبارة عن حذفها عن اللفظ وابقائها في النية وكان الاصل ابقاءها في اللفظ والنية فلا حاجة في ابقائها في النية الى شرط بل الحاجة اليه انما يكون في حذفها من اللفظ ولهذا قال** اس میں آگے عبارت کی تمہید ہے اور ایک سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے جس کی تشریح آگے آتی ہے اور جب کہ تقدیر لام کے لفظ سے حذف کرنے اور نیت میں باقی رکھنے سے عبارت تھی اور اصل میں اس کا لفظ اور نیت میں باقی چھوڑنا ہے اس لئے نیت میں اس کے باقی رکھنے کی کوئی حاجت کسی شرط کی طرف نہیں ہے بلکہ حاجت صرف اس کے باقی رکھنے میں لفظ سے حذف کرنے میں ہے اور اسی وجہ سے کہا ہے **وانما يجوز حذفها ولم يكتف بارجاع ضمير الفاعل الى تقدير اللام فيجوز حذفها كما يجوز ذكرها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یجوز میں ضمیر مستتر فاعل کی تقدیر اللام نہیں مانی ہے باوجود اس کے کہ یہ بھی مقصود پر دال ہے اور مختصر بھی ہے خیر الکلام ماقل ودل حذفہا کے لفظ کو یجوز کا فاعل بنایا ہے اس میں کیا نکتہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تقدیر کے معنٰی اسقاط لفظ کے اور ابقاء فی النیۃ کے ہیں اور حذف کے معنٰی مطلق اسقاط کے ہیں خواہ ابقاء فی النیۃ ہو خواہ نہ ہو اس لئے مصنف کا لیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ضمیر متمکن فاعل کی تقدیر اللام کی طرف راجع مان کر کے اکتفاء نہیں کیا جس کی تقدیر پر معنٰی یہ ہوتے ہیں کہ جس طرح لام کا ذکر کرنا جائز ہے اسی طرح اس کا حذف کرنا بھی درست

ہے کیونکہ اگر یجوز میں ضمیر مستتر فاعل کی تقدیر باللام کی طرف راجع مان کر اکتفاء کرتے تو اس صورت میں یہ وہم پیدا ہوتا کہ اسقاط لفظ سے اور بقاء فی النیۃ دونوں آنے والی شرطوں سے مشروط ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ بقاء فی النیۃ اصل ہے وہ محتاج کسی شرط کے نہیں ہے یہ وجہ ہے ضمیر مستتر کی تقدیر باللام کی طرف نہ راجع کرنے کی **اذا کان المفعول لہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ کان کا اسم مفعول لہ ہے فقط **فعلا احتراز عما اذا کان عینا نحو جئتلک للسمن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بتانا چاہتے ہیں کہ فعلا کا لفظ قید احترازی ہے اس سے احتراز اس مفعول لہ سے ہوا جو فعل نہ ہو بلکہ ذات جو جیسے مثال مذکور میں سمن ہے کہ یہ فعل نہیں ہے بلکہ عین ذات ہے **لفاعل الفعل المعلل بہ ای اتحد فاعلہ و فاعل عاملہ احتراز عما اذا کان فعلا لغیرہ نحو جئتک لمجیئک ایای** یعنی لام کا حذف کرنا جائز ہے جبکہ مفعول لہ فعل معلل بہ کے فاعل کا فعل ہو یعنی مفعول لہ کا فاعل اور اس کے عامل یعنی فعل معلل بہ کا فاعل ایک ہی ہو یہ بھی قید احترازی ہے اس سے اس مفعول لہ سے احتراز ہوا جو کہ فعل غیر کا ہو جیسے مثال مذکور میں لمجیئک ایای ہے کہ یہ مفعول لہ ہے لیکن فعل غیر ہے اس لئے یہ مفعول لہ کی تعریف سے خارج ہوا **و مقارنا لہ ای للفعل المذکور** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لہ کی ضمیر مجرور فعل مذکور کی طرف راجع ہے۔ **فی الوجود بان یتحد زمان وجودھما نحو ضربتہ تادیبا اذ زمان الضرب والتادیب واحد اذ لا مغایرۃ بینھما الا بالاعتبار** اور وہ مفعول لہ وجود خارجی میں فعل مذکور کا مقارن بھی ہو اس طرح کہ دونوں کے وجود کا زمان ایک ہی ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں ضرب اور تادیب دونوں کا زمانہ ایک ہی ہے سوائے مغایرت اعتباری کے ان کے درمیان دوسری کوئی مغایرت نہیں ہے صرف مغایرت اعتباری ہے کیونکہ یہی ضرب حدث جو فاعل سے صادر ہوتا ہے اس اعتبار سے کہ یہ ایک درد والم ہے ضرب سے مسمی کیا جاتا ہے اور اس اعتبار سے کہ یہ مضروب کے اخلاق حسنہ سے موصوف ہونے کا سبب ہے تادیب سے مسمی کیا جاتا ہے واقع میں دونوں ایک ہی چیز کا نام ہے **او یکون زمان وجود احد ھما بعضا من زمان وجود الاخر نحو قعدت عن الحرب جبنا فان زمان الفعل اعنی القعود عن الحرب بعض زمان المفعول لہ اعنی الجبن و نحو شھدت الحرب ایقاعا للصلح بین الفریقین فان زمان المفعول لہ اعنی ایقاع الصلح بعض زمان الفعل اعنی شھود الحرب** یہ جملہ اوپر بان یتحد زمان وجودھما کے جملہ پر عطف ہے یعنی یا مفعول لہ اور فعل معلل بہ میں سے ایک کے وجود کا زمانہ دوسرے وجود کے زمان سے بعض ہو جیسے قعدت عن الحرب جبنا میں ہے کہ اس میں فعل یعنی قعود عن الحرب کے وجود کا زمانہ مفعول لہ یعنی جبن کے وجود کے زمانہ سے بعض ہے یا جیسے شھدت الحرب ایقاعا للصلح میں ہے کہ اس میں بھی زمانہ مفعول لہ یعنی ایقاع صلح بین الفریقین کا زمانہ فعل یعنی شھود حرب کے زمانہ سے بعض ہے یہ سب مفعول لہ کی امثال ہیں **و احترز بذلک القید مما اذا لم یکن مقارنا لہ فی الوجود نحو اکرمک الیوم لوعدی بذلک امس و انما اشترط ھذہ الشرائط لانہ بھذہ الشرائط یشبہ المصدر فیتعلق بالفعل بلا واسطۃ تعلق المصدر بہ بخلاف ما اذا اختل شئ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مقارنا لہ کا قول بھی احترازی ہے یعنی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ قید لاکر اس مفعول لہ سے احتراز کیا جو فعل معلل بہ سے وجود میں مقارن نہ ہو جیسے مثال مذکور میں لوعدی مفعول لہ کے وجود کا زمانہ امس ہے اور اکرام کے وجود کا زمانہ الیوم ہے اور الیوم اور امس میں عدم مقارنت ظاہر ہے محتاج شرح نہیں ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حذف لام کے لئے یہ شرائط اس لئے شرائط قرار دی ہیں کہ ان شرطوں کی بنا پر مفعول لہ مصدر سے مشابہ ہوتا ہے پس جس طرح مصدر بلا واسطہ حرف فعل سے

متعلق ہوتا ہے اسی طرح مفعول لہ بھی فعل سے بلا واسطہ متعلق ہوگا بخلاف اس کے کہ جب ان شرائط مذکورہ میں سے کسی شرط میں کوئی نقصان واقع ہو کہ اس وقت یہ مفعول لہ مصدر سے مشابہ نہیں ہوگا پس اس صورت میں فعل سے بواسطہ متعلق ہوگا لہذا لام اس وقت محذوف نہیں ہوگا **المفعول معه ای الذی فعل لمصاحبة بان یکون الفاعل مصاحبا فی صدور الفعل عنه والمفعول به فی وقوع الفعل علیه** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معہ کی ضمیر مجرورہ دو حالتوں سے خالی نہیں المفعول کے الف لام کی طرف راجع ہوگی یا مفعول کے لفظ کی طرف راجع ٹھہرائی جائے گی اور یہ دونوں درست نہیں اولی اس لئے کہ اس سے اضمار حروف کا لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے اور ثانی اس لئے درست نہیں کہ اس سے معیت شئے بنفسہ لازم ہوتی اور یہ صحیح نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معہ کی ضمیر مجرورہ المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے لیکن یہ الف ولام حرفی نہیں بلکہ موصولہ ہے بمعنی الذی کے اور مفعول بمعنی فعل کے ہے جس کی تقدیر الذی فعل معہ ہوگی یعنی وہ مفعول معہ جس کی مصاحبت کے سات فعل مذکور کیا جائے اور مصاحبت اس طرح ہوگی کہ فاعل اس مفعول معہ کے ساتھ صدور فعل میں شریک اور مصاحب ہوگا یعنی جس طرح فاعل سے صدور فعل ہوتا ہے اسی طرح مفعول معہ سے بھی فعل صادر ہو یا مفعول بہ وقوع فعل میں اس کا شریک اور مصاحب ہو یعنی جس طرح مفعول بہ پر فاعل کا فعل واقع ہوتا ہے اسی طرح اس مفعول معہ پر بھی فعل واقع ہو۔ **فقوله معه مفعول مالم یسم فاعله اسند الیه المفعول کما اسند الی الجار والمجرور فی المفعول به وفیه وله الضمیر المجرور راجع ای اللام** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فعل فعل ماضی مجہول ہے مفعول مالم یسم فاعلہ کو چاہتا ہے پس اس ترکیب میں اس کا مفعول مالم یسم فاعلہ معہ کا لفظ ہے جس طرح جار ومجرور کی طرف مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہ میں اسناد واقع ہوا ہے اسی طرح یہاں بھی معہ کی طرف مفعول کا اسناد مانا جائے گا یعنی جس طرح مفعول بہ اور مفعول فیہ اور مفعول لہ میں بہ اور فیہ اور لہ کے الفاظ جار ومجرور مفعول مالم یسم فاعلہ واقع ہوئے ہیں اسی طرح یہاں بھی معہ کا لفظ مفعول مالم یسم فاعلہ ہے اور معہ کی ضمیر مجرورہ المفعول کے الف ولام کی طرف راجع ہے۔ **واعتذر عن نصبه بما جوزه بعض النحاة من اسناد الفعل الی لازم النصب وترکه منصوبا جریا علی ماهو علیه فی الاکثر والیه ذهب فی قوله تعالیٰ لقد تقطع بینکم** ﴿بعض قاری ن بھی پڑھتے یہ لفظ ترکیب فاعل ہے خواہ پڑھا جائے نون ۱۲ منہ﴾ **علی قرأة النصب وفی بعض الحواشی ان هذا الرائے شریف جدا** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معہ کے لفظ کا مفعول مالم یسم فاعلہ ہونا درست نہیں کیونکہ مفعول مالم یسم فاعلہ مرفوعات میں سے ہوتا ہے اور یہ معہ کا لفظ ظرف لازم النصب منصوب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن اس کے منصوب ہونے کا عذر اور وجہ بعضے نحات نے یہ بیان کی ہے کہ یہ معہ کا لفظ ان ظروف میں سے ہے جن کا منصوب ہونا لازم اور ضروری ہے اس لئے یہاں لازم النصب کی طرف فعل کا اسناد ہوا ہے اور اس کو حالت رفعی میں بھی منصوب چھوڑ دیا ہے۔ اکثر استعمال میں اس لازم النصب میں یہی قاعدہ جاری کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے قول لقد تقطع بینکم نصب کی قرأۃ کی صورت میں بھی اسی کی طرف ذہاب کیا ہے یعنی اگر چہ اس آیت شریفہ میں بین کا لفظ ترکیب میں تقطع کا فاعل واقع ہوا ہے لیکن قاری اس کو اس بناء پر منصوب پڑھتے ہیں کہ یہ لازم النصب ہے یعنی اس کا نصب ہر حالت میں لازم ہے اسی طرح یہاں معہ کا لفظ اگر چہ ترکیب میں مرفوع واقع ہوا ہے لیکن اس کو منصوب اس لئے پڑھتے ہیں کہ یہ بھی لازم النصب ہے اور بعض حاشیوں میں لکھا ہے کہ معہ کے لفظ کا

منصوب ہونا بنا بر قاعدۂ لازم النصب کے بجز ہے۔ اور یہاں نے نہایت عمدہ اور اسائل ہے۔ **وقیل الوجه ان یجعل من قبیل وقد حیل بین العیر والنزوان فان مفعول ما لم یسم فاعله فیه الضمیر الراجع الی مصدره ای حیل الحیلولة لان بین للزوم ظرفیة لا یقام مقام الفاعل فعلی هذا یکون معناه الذی فعل فعل بمصاحبة علی ان یکون مفعول ما لم یسم فاعله ضمیرا راجعا الی مصدره والضمیر المجرور للموصول۔** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے دوسرے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ معہ کے لفظ کے منصوب ہونے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اس کو شاعر کے قول کے قبیل سے کر دیا جائے یعنی جس طرح شاعر کے قول مذکور میں مفعول مالم یسم فاعلہ فعل مجہول کا مصدر ہے اور اس مصدر کی طرف حیل میں ضمیر راجع ہے جس کی تقدیر حیل الحیلولۃ ہے اور یہ مصدر اس لئے مفعول مالم یسم فاعلہ ہے کہ بین کا لفظ لازم ظرفیت ہے فاعل کے قائم مقام نہیں ہو سکتا ہے اسی طرح مفعول مالم یسم فاعلہ مفعول معہ میں مفعول کا مصدر ہے اور معہ کا لفظ ظرف لازم النصب ہے اس تقدیر پر اس کے معنی یہ ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے کہ جس کی مصاحبت سے فعل کیا جائے پس اس تقدیر پر مفعول مالم یسم فاعلہ المفعول میں ضمیر ہے جو اس کے مصدر کی طرف راجع ہے اور ضمیر مجرور معہ کی الف ولام موصولی کی طرف راجع مانی جائے گی **هو مذکور بعد الواو احتراز عن المذکور بعد غیره کالفاء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ مذکور بعد الواو کا قول بھی احترازی ہے یعنی مفعول معہ وہ اسم ہے جو واو کے بعد مذکور ہو اس سے اس مفعول معہ سے احتراز ہوا جو واو کے غیر کے بعد مذکور ہو جیسے فاء ہے **لمصاحبة معمول فعل اللام متعلق بمذکور ای یکون ذکره بعد الواو لاجل مصاحبة معمول فعل وافادته ایاها سواء کان ذلک المفعول فاعلا نحو استوی الماء والخشبة او مفعولا نحو کفاک وزیدا درهم** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لام جارہ لمصاحبۃ کی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ لام مذکور سے متعلق ہے جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ مفعول معہ وہ اسم ہے جس کا ذکر بعد واو کے ہوتا ہے جس کی وجہ سے مفعول معہ کے معمول فعل سے مصاحبت حاصل ہو اور یہ واو مفید مصاحبت کے ہوتا ہے کہ وہ معمول فاعل ہو جیسے استوی الماء والخشبۃ میں ماء کا لفظ فعل کا معمول فعل ہے اور خشبۃ مفعول معہ ہے جو بعد واو کے مذکور ہے یا مفعول ہو جیسے کفاک وزیدا درہم میں ک ضمیر خطاب کفا فعل کا معمول مفعول ہے اور زید مفعول معہ ہے جو بعد واو کے مذکور ہے مثال کے معنی یہ ہیں کہ تجھ کو زید کے ساتھ ایک روپیہ کافی ہے **سواء کان ذالک الفعل** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظا اور معنی کے الفاظ کس بنا پر منصوب ہیں اگر منصوب بنا پر مصدریت ہوں تو مصدر میں یہ شرط ہے کہ اس پر فعل مشتمل ہو اور یہاں کوئی فعل ایسا نہیں جو اس پر مشتمل مانا جائے اور اگر منصوب بنا بر حال ہوں تو حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے یہاں ان الفاظ کا حمل درست نہیں کیونکہ یہ صرف اوصاف ہیں اور اگر منصوب بنا بر ظرف ہوں تو ظرف زمان ہوتا ہے یا مکان اور یہ الفاظ نہ زمان ہیں نہ مکان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ منصوب بنا بر خبریت کان مقدر کے ہیں یعنی خواہ وہ لفظی فعل ہو خواہ معنوی **لفظا ای لفظیا کا لمثالین المذکورین** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لفظا اور معنی کے الفاظ کی خبریت صحیح نہیں کیونکہ کان کی خبر کان کے اسم پر محمول ہوتی ہے اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ یہ الفاظ مصادر صرف اوصاف ہیں اور اسم کان کا ذات ہے وصف کا ذات پر حمل درست نہیں ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ الفاظ مؤول بہ لفظیا ومعنویا ہیں اب اس تقدیر پر حمل درست ثابت ہوا یعنی خواہ وہ فعل لفظی ہو

خواہ معنوی اور لفظی کی مثال مذکورہ مثالوں میں ہے۔ **او معنیً ای معنویا نحو مالک وزیدا ای ما تصنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے معنیً سے معنویا نکالا ہے اس کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی فعل معنوی کی مثال مالک وزیدا ہے اس میں معنوی ماتصنع ہے جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ظاہر کیا ہے۔ **والمراد لمبصاحبة لمعمول الفعل مشارکة له فی ذلک الفعل فی زمان واحد نحو سرت و زیدا ومکان واحد نحو لو ترکت الناقة و فصیلتها لرضعتها فلا ینتقض بالمذکور بعد الواو العاطفه نحو جاء فی زید وعمر و فانها لاتدل الاعلی المشارکة فی اصل الفعل دون المصاحبة.** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول معہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں جاءنی زید عمر کی ترکیب کا معطوف داخل ہوا کیونکہ یہ بھی بعد واو کے مذکور ہے اور صدور فعل میں فعل کے معمول کا مصاحب اور شریک ہے باوجود اس کے یہ مفعول معہ نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مفعول معہ کے معمول فعل کے ساتھ مصاحبت ہونے سے مراد اس کا معمول فعل کے ساتھ صدور فعل میں شریک ہونا ہے خواہ یہ شرکت فعل زمانہ واحد میں ہو جیسے سرت وزیدا کی مثال میں ہے کہ اس میں مفعول معہ یعنی زید فعل کے معمول یعنی سرت کے فاعل کے ساتھ سیر میں شریک ہے زمانہ واحد میں خواہ یہ شرکت مذکورہ مکان واحد میں ہو جیسے **لو شرکت الناقة و فصیلتها** کی مثال میں موجود ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہیں کہ اگر ناقہ اپنے بچہ کے ساتھ ایک مکان میں چھوڑ دیا جائے تو اس کا بچہ ضرور اس کا دودھ پئے گا۔ **واعلم ان مذهب جمهور النحاة ان العامل فی المفعول معه الفعل او معناه بتوسط الواو التی بمعنیٰ مع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفعول معہ کا معمولات فعل سے شمار کرنا درست نہیں کیونکہ وہ منصوب بواو ہے جیسا کہ شیخ عبدالقاہر نے نواصب اسم کی بحث میں اس پر تصریح کی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا کلام مبنی پر مذہب جمہور ہے اور جمہور کے مذہب میں عامل مفعول معہ میں فعل لفظی یا معنوی ہے بتوسط اس واو کے جس کے معنیٰ مع کے ہیں **وانما وضعوا الواو موضع مع لکونها اخصر** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب الواو کے معنیٰ مع کے ہیں پس اس تقدیر پر مع ہی کو کیوں ذکر نہیں کیا اس کی جگہ واو کو کیوں کر رکھا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ واو کو مع کی جگہ اس لئے رکھا ہے کہ واو مع سے زیادہ مختصر ہے یہ لحاظ کر کے مع کے لفظ کو ذکر نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ واو رکھ دیا **و اصلها واو للعطف التی فیها معنیٰ الجمع فناسب معنیٰ المعیت** اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح واو مختصر ہے اسی طرح فاء بھی مختصر ہے پس واو کو فاء پر کیوں ترجیح دی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اصل میں یہ واو عاطفہ ہے جس میں جمعیت کے معنیٰ پائے جاتے ہیں لہٰذا اس جمعیت کے معنیٰ مناسبت سے واو کو مع کی جگہ رکھ دیا کیونکہ معیت کے معنیٰ سے اس کی مناسبت ہے بخلاف فاء کے کہ اس کی معیت کے معنیٰ سے کوئی مناسبت نہیں ہے یہ وجہ ہے ترجیح کی **فان کان ای وجد** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان تامہ ہے جس کے معنیٰ وجد کے ہیں **الفعل ای ما یدل علی الحدث فیعم الفعل اسمی الفاعل والمفعول و الصفة المشبهة وغیرها** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حکم جس طرح فعل میں جاری ہوتا ہے اسی طرح شبہ فعل میں بھی جاری ہو سکتا ہے پس اس حکم کے لئے شبہ فعل کو چھوڑ کر فعل کو کیوں خاص کیا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل سے یہاں مراد امر دال علی الحدث ہے اور وہ عام ہے خواہ فعل حقیقی ہو خواہ شبہ فعل۔ لہٰذا اب اس

تقدیر پر فعل شبہ فعل یعنی اسم فاعل اور مفعول اور صفت مشبہ وغیرہ کل مشتقات فعل کو شامل ہوا۔ **لفظا وجاز ای لم یجب** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حکم ضربت زیدا وعمروا کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فصل لفظی ہے اور عطف جائز ہے اور باوجود اس کے اس میں عطف متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جواز عطف سے مراد عدم وجوب ہے اور مثال مذکور میں عطف واجب ہے لہٰذا حکم مذکور اس مثال سے منقوض نہیں ہوا۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں جواز بمعنٰی امکان خاص ہے **العطف ولم یمتنع فلا ینتقض بمثل ضربت زیدا او عمروا لوجوب العطف فیہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد اوپر والے سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں اور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہاں جواز سے مراد عدم وجوب وامتناع ہے **فالوجھان ای العطف والنصب علی المفعولیۃ جائزان** یعنی جب فصل لفظی ہو اور عطف جائز ہو تو اس تقدیر پر دونوں وجہیں یعنی عطف اور نصب بنا بر مفعولیت دونوں جائز ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جائزان کے لفظ بڑھانے سے یہ اشارہ کیا کہ یہ فالوجھان کی ترکیب میں خبر محذوف واقع ہوئی ہے **نحو جئت انا وزید بالرفع علی العطف** یعنی زید کا لفظ اس ترکیب میں مرفوع بنا بر عطف ہے کیونکہ یہاں عطف جائز ہے **وزیدا بالنصب علی المفعولیۃ** یعنی وزیدا کے لفظ کو منصوب بنا بر مفعولیت بھی پڑھ سکتے ہیں **والا ای وان لم یجز العطف بل یمتنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جاز العطف سے استثناء ہے یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو **تعین النصب مثل جئت وزیدا فان العطف فیہ ممتنع لعدم الفاصلۃ لا بتاکید المتصل بالمنفصل ولا بغیرہ** پس اس صورت میں نصب متعین ہوگا جیسے مثال مذکور میں زید کے لفظ کا نصب متعین ہے۔ کیونکہ اس میں عطف ممتنع ہے کیونکہ یہاں کوئی فاصل نہیں ہے نہ ضمیر متصل کی تاکید ضمیر منفصل سے ہوئی ہے نہ اس کے غیر سے فصل حاصل ہوئی ہے اور یہ عطف کے جواز کے لئے ضروری ہے **وان کان الفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کا اسم فعل ہے **معنٰی ای امرا معنویا مستنبطا من اللفظ** اس میں معنٰی سے امرا معنویا اس لئے نکالا ہے کہ یہ کان کی خبر واقع ہوئی ہے اور خبر محمول ہوتی ہے اور یہ صرف وصف ہے اس کا حمل صحیح نہیں ہوتا تھا اس لئے مؤل بمعنوی کر دیا تا کہ حمل درست ہو جائے۔ سوال وجواب کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی اگر فعل ایک امر معنوی مستنبط من اللفظ ہو اور عطف جائز ہو تو اس صورت میں عطف متعین ہوگا **وجاز ای لم یمتنع** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں امکان سے مراد امکان عام ہے جو کہ مقید بجانب وجود ہوتا ہے یعنی اس عدم عطف کا یہ عدم ضروری نہیں خواہ اس کا وجود ضروری ہو خواہ ضروری نہ ہو **العطف تعین العطف حیث لا یحمل علی عمل العامل المعنوی اے حتہ مع جواز وجہ آخر وھو العطف** یعنی اگر فعل امر معنوی ہو اور عطف ممتنع نہ ہو تو اس صورت میں ورن متعین ہوگا کیونکہ عامل معنوی پر بلا ضرورت کے اس کا حمل نہیں کیا جا سکتا ہے باوجود اس کے کہ اس میں وجہ آخری بھی یعنی عطف جائز ہے **نحو ما زید وعمرو** یہ فعل معنوی کی مثال ہے یہاں عمرو کا عطف زید پر متعین ہے **والا ای وان لم یجز العطف بل امتنع** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ جاز العطف کے جملہ پر عطف ہے اور اس سے استثناء ہے یعنی اگر عطف جائز نہ ہو بلکہ ممتنع ہو تو اس وقت نصب متعین ہوگا عربی عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بل امتنع کی عبارت بڑھا کر یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں جواز سے مراد جواز بمعنٰی امکان عام ہے جو مقید بجانب عدم ہوتا ہے **تعین النصب حیث لا وجہ سواہ** کیونکہ یہاں اس کے سوا کوئی اور وجہ نہیں ہے۔ **نحو مالك**

وزیدا وما شانك وعمرا فانه امتنع العطف فیهما لان العطف علی الضمیر المجرور بلا اعادة الجار غیر جائز ولم یجز عطف عمراً علی الشان اذا السوال عن شانهما لا عن شان احدهما ونفس الآخر یہاں دونوں مثالوں میں عطف ممتنع ہے کیونکہ ضمیر مجرورہ پر عطف بغیر اعادہ جار کے جائز نہیں ہے اور عمروا کا عطف شان کے لفظ پر اس لئے جائز نہیں کہ مثال مذکور میں سوال زید وعمر دونوں کی شان سے مقصود ہے ایک ذات اور دوسرے کی شان سے سوال مقصود نہیں ہے لہٰذا یہاں نصب ہی متعین ہوگا **وانما حکمنا بمعنویة الفعل فی هذا الا مثلة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فعل کی معنویت پر دلیل قائم کی ہے اور کلام میں مدعی مذکور نہیں لہٰذا یہ دلیل بلا مدعی مقدر ہوئی اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ دلیل مدعی مقدر کی ہے اور مدعی مقدر وانما حکمنا ہے لہٰذا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل بامدعی ہوئی بلامدعی نہیں ہے **لان المعنٰی ما تصنع وما یمائله فمعنٰی ما شانک وزیدا ما تصنع وزیدا ومعنٰی مالک وزیدا ما تصنع وزیدا ومعنی مالزیدوعمرو وما یصنع زید عمر** شروع میں وما یمائلہ کی عبارت بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ دلیل مدعی کے مطابق نہیں کیونکہ مدعی امثال ثلاثہ میں فعل کی معنویت ہے اور دلیل صرف مثالیں آخرین میں فعل کی معنویت پر قائم کی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں معطوف وما یمائلہ مقدر ہے۔ جس کی تقدیر پر معنی یہ ہیں کہ تو زید کے ساتھ کیا کر رہا ہے اور زید اور عمر کیا کر رہے ہیں لہٰذا اب اس تقدیر پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دلیل مدعی کے مطابق ثابت ہوئی۔ یہ مذکور مثالیں سب کے سب فعل معنوی کی مثالیں ہیں **والحال لما فرغ من المفاعیل شرع فی الملحقات بها وهو** یعنی جب مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفاعیل کے بیان کرنے سے فارغ ہوئے تو اب مفاعیل کے ملحقات کے بیان کو شروع کیا اور ملحقات میں سے ایک حال ہے **مایبین هیأة الفاعل او المفعول به ای من حیث هو فاعل او مفعول به کما هو الظاهر** اس حیث کی قید کی بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے۔ جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں جاء نی رجل عالم ورایت رجلا عالما کی ترکیبوں کے فاعل اور مفعول بہ کی صفت داخل ہوئی کیونکہ ان مذکورہ ترکیبوں میں فاعل اور مفعول بہ کی صفت عالم بھی فاعل اور مفعول بہ کی ہیہاتوں کو بیان کرتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حیثیت کی قید حال کی تعریف میں مراد اور ضروری ہے یعنی حال فاعل اور مفعول بہ کی ہیہاتوں کا بیان اس حیثیت سے کرتا ہے کہ فاعل فاعل ہو اور مفعول بہ مفعول بہ ہو بخلاف فاعل اور مفعول بہ کی صفت کے کہ یہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات فاعل اور مفعول بہ ہونے کی حیثیت سے بیان کرتی ہے۔ **فبذکر الهیأة یخرج ما یبین الذات کالتمیز** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کی تعریف جامع مانع ہونے کے لئے قیودات کی تشریح کرتے ہیں کہ ھیئات کے ذکر سے حال کی تعریف سے تمیز نکلی کیونکہ وہ ذات کو بیان کرتی ہے **وباضافتها ای الفاعل او المفعول به یخرج ما یبین هیئاة غیر الفاعل او المفعول به کصفة المبتداء نحو زید العالم اخوک** یہاں ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے۔ جس کے جواب کی طرف مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا ہے اس عربی عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس سوال وجواب کی تشریح کرتے ہیں سوال کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں زید العالم کی ترکیب کی صفت داخل ہوئی کیونکہ اس ترکیب میں مبتداء کی یہ صفت بھی زید کی ہیئات کو بیان کرتی ہے باوجود اس کے یہ حال نہیں ہے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فاعل اور مفعول بہ کی طرف ہیئات کی اضافت کی اس سے مبتداء کی

صفت حال کی تعریف سے خارج ہوئی کیونکہ وہ فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات کو بیان نہیں کرتی بلکہ مبتداء کی ہیئات بیان کرتی ہے جیسے ترکیب مذکور میں ہے **وبقید الحیثیۃ تخرج صفۃ الفاعل و المفعول بہ فانھا تدل علی ھیئاۃ الفاعل و المفعول بہ مطلقا لا من حیث ھو فاعل او مفعول** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا جو مقصد ہے وہ اوپر سوال وجواب کی صورت میں بیان ہو چکا ہے ملاحظہ ہو **وھذا لزید علی سبیل منع الخلو لا الجمع فلا یخرج عنہ مثل ضرب زید عمرا راکبین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضرب زید وعمرو راکبین کی ترکیب کا حال خارج ہوا کیونکہ یہ حال فاعل اور مفعول بہ دونوں کی ہیئات کو بیان کرتا ہے ایک کی ہیئات کو بیان نہیں کرتا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ او کا کلمہ تردیدیہ یہاں منع خلو کے لئے ہے منع جمع کے لئے نہیں ہے لہٰذا حال کی تعریف جامع ثابت ہوئی اور مثال مذکور کا حال اس سے خارج نہیں ہوا **لفظا ای سواء کان الفاعل او المفعول الذی وقع الحال عنہ لفظا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں یہ کلمہ منصوب بنا بر خبریت کان مقدر کے ہے اور یہاں بھی وہی سوال وجواب کی صورت ہے جس کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وہاں ملاحظہ ہو یعنی برابر ہے کہ وہ فاعل یا مفعول بہ جس سے حال واقع ہوتا ہے لفظی ہو۔ **ای لفظا بان تکون فاعلیۃ الفاعل او مفعولیۃ المفعول باعتبار لفظ الکلام و منطوقہ من غیر اعتبار معنیٰ خارج عنہ یفھم من فحوی الکلام** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب لفظا کان مقدر کی خبر ٹھہری تو اس صورت میں حمل درست نہیں ہے کیونکہ یہ صرف وصف ہے اور صرف وصف کا حمل ذات پر درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ لفظا مؤول بہ لفظیا ہے اب حمل درست ثابت ہوا یعنی خواہ وہ فاعل اور مفعول بہ جس سے حال واقع ہوتا ہے لفظی ہو اسی طرح کہ فاعل کی فاعلیت اور مفعول کی مفعولیت باعتبار لفظ کلام اور منطوق کلام کے ہو بغیر خارجی معنٰی اعتبار کے جو رانداش کلام سے معلوم ہوتے ہیں **سواء کان ملفوظین حقیقۃ او حکما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے زید فی الدار قائما کی ترکیب کا حال نکلا کیونکہ وہ نہ فاعل ہے اور نہ مفعول شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اور مفعول عام ہیں خواہ ملفوظ حقیقی ہوں خواہ حکمی مثال مذکور میں اگرچہ لفظ میں زید نہ فاعل ہے اور نہ مفعول لیکن یہ ملفوظ حکمی ہے کیونکہ اس کی فاعلیت باعتبار لفظ کلام کے ہے لہٰذا اب حال کی تعریف جامع ثابت ہوئی **او معنیٰ ای معنویا بان تکون فاعلیۃ الفاعل او مفعولیۃ المفعول باعتبار معنیٰ یفھم من فحوی الکلام لا باعتبار لفظہ و منطوقہ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو معنٰی سے معنویا نکالا ہے اس میں وہ ہی سوال وجواب ہیں جن کی تشریح لفظا کی شرح میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو یعنی خواہ فاعل اور مفعول لفظی ہوں خواہ معنوی اس طرح کہ فاعل کا فاعل ہونا اور مفعول کا مفعول ہونا باعتبار ایک خارجی معنٰی کے ہو جو رانداش کلام سے معلوم ہوتے ہیں نہ باعتبار لفظ اور منطوق کلام کے جیسے **ھذا زیدا قائما** کی ترکیب میں فاعل کا فاعل ہونا اور مفعول کا مفعول ہونا باعتبار ایک خارجی معنٰی کے ہے جو کہ اشیر یا انبہ بصیغہ متکلم ہے اس فعل کی تقدیر کی وجہ سے ترکیب مذکور میں فاعل اور مفعول معنوی ٹھہرتے ہیں **والمراد بالفاعل او مفعول بہ اعم من ان یکون حقیقۃ او حکما فیدخل فیہ الحال عن المفعول معہ لکونہ فی معنیٰ الفاعل او المفعول بہ و کذا المفعول المطلق مثل ضربت الضرب شدیدا فانہ بمعنیٰ احدثت الضرب شدیدا کذا ید خل فیہ الحال عن المضاف الیہ کما اذا کان المضاف**

فاعلا او مفعولا یصح حذفه وقیام المضاف الیه مقام فکانه الفاعل او المفعول نحو بل متبع ملة ابراهیم حنیفا وان یاکل لحم اخیه میتاً فانه یصح ان تقول بل نتبع ابراهیم مقام بل نتبع ملة ابراهیم وان یاکل اخاه مقام ان یاکل لحم اخیه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ضربت الضرب شدیدا کی ترکیب کا حال خارج ہوا کیونکہ یہ مصدر ہے نہ فاعل ہے اور نہ مفعول اور اسی طرح ملة ابراہیم حنیفا کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ ابراہیم مضاف الیہ ہے نہ فاعل ہے نہ مفعول اور اسی طرح ان یاکل لحم اخیه میتا کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ یہ بھی نہ فاعل ہے نہ مفعول اور اسی طرح جئت انا وزیدا راکبین کی ترکیب کا حال بھی خارج ہوا کیونکہ یہ مفعول معہ ہے نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل اور مفعول بہ سے مراد عام ہے خواہ حقیقی فاعل اور مفعول بہ ہوں خواہ حکمی لہٰذا اب اس عموم کی صورت میں حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہوا جو مفعول معہ سے واقع ہوتا ہے مفعول معہ اگر فعل کے معمول کے ساتھ صدور فعل شریک ہو تو یہ بمعنٰی فاعل کے ہوگا اور اگر وقوع میں شریک ہو تو اس صورت میں یہ بمعنٰی مفعول بہ کے ہوگا لہٰذا یہ حکمی فاعل اور مفعول بہ ہوا اس لئے اس سے حال کا واقع ہونا درست اور صحیح ہے اور اسی طرح وہ حال بھی ہوا جو مفعول مطلق سے واقع ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں ہے کیونکہ اس کے معنٰی احدثت الضرب کے ہیں اب یہ مصدر احدثت کا مفعول بہ ہوا اس لئے اس سے حال کا آنا درست ہے اور اسی طرح حال کی تعریف میں وہ حال بھی داخل ہوا جو مضاف الیہ سے واقع ہوتا ہے کیونکہ مضاف الیہ بھی حکمی فاعل یا مفعول بہ ہوتا ہے جبکہ مضاف کلام میں فاعل یا مفعول بہ واقع ہوا ہو اور مضاف کو حذف کر کے اس کی جگہ مضاف الیہ کا قائم کرنا درست ہو گویا اس صورت میں مضاف الیہ ہی فاعل یا مفعول بہ ہوگا جیسے آیات مذکورہ میں نتبع ملة ابراہیم کی جگہ نتبع ابراہیم اور ان یاکل لحم اخیه کی جگہ ان یاکل اخاه کہہ سکتے ہیں لہٰذا اس تقدیر پر مضاف الیہ مفعول بہ حکمی ثابت ہوا اس لئے اس سے یہ حال آسکتا ہے۔ او کان المضاف فاعلا او مفعولا وهو جزء المضاف الیه فکان الحال عن المضاف الیه هو الحال عن المضاف وان لم یصح قیامه مقامه کما فی قوله تعالیٰ ان دابر هو لاء مقطوع مصبحین فقوله مصبحین حال عن هو لاء باعتبار ان الدابر المضاف الیه جزء ه فان دابر الشئی اصله اس سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ مضاف کے حذف کرنے اور اس کے مقام پر مضاف الیہ کو قائم مقام کرنے کا قاعدہ ان دابر هو لاء الخ کو قول سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مصبحین کا لفظ ترکیب میں مضاف الیہ یعنی ہولاء سے حال واقع ہوا ہے۔ اور باوجود اس کے یہاں مضاف کا حذف کرنا اور اس کی جگہ مضاف الیہ کو قائم مقام رکھنا درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ حذف اور قیام درست نہ ہو لیکن اگر مضاف فاعل یا مفعول ہو اور مضاف الیہ کا جزء ہو جیسے آیت کریمہ مذکورہ میں مصبحین کا لفظ ہولاء سے باعتبار اس کے حال واقع ہوا ہے کہ یہ دابر کا لفظ مضاف مضاف الیہ ہولاء کا جزء ہے کیونکہ دابر شے کی اصل کو کہتے ہیں گویا اس مضاف کی جزئیت کے اعتبار کی بنا پر مضاف الیہ سے حال کا آنا بعینہ مضاف سے آتا ہے چونکہ مضاف کی جگہ مضاف الیہ کا رکھنا درست نہیں ہے لہٰذا اوپر والا قاعدہ کلیہ حذف وقیام کا درست اور صحیح ثابت ہوا۔ والدابر مفعول مالم یسم فاعله باعتبار الضمیر المتکن فی المقطوع فکانه حال عن مفعول مالم یسم فاعله . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حال فاعل سے آتا ہے یا مفعول سے اور دابر کا لفظ ترکیب میں نہ فاعل ہے اور نہ مفعول بلکہ ان کا اسم ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ دابر کا لفظ باعتبار ضمیر مستتر مقطوع کے مفعول مالم یسم

فاعلہ ہے یعنی مقطوع میں ضمیر پوشیدہ دابر کے لفظ کی طرف راجع ہے اس اعتبار سے یہ حال واقع ہوا ہے گویا یہ مفعول مالم یسم فاعلہ یعنی فاعل حکمی سے حال واقع ہوا ہے **ولو قرئ تبين على صيغة الماضي المعلوم من باب التفعيل او تبين على صيغة المضارع المجهول من باب التفعيل وجعل الجار والمجرور متعلقا به لابالمفعول دخل فيه الحال من المفعول معه او المفعول المطلق من غير حاجة الى تعميم الفاعل والمفعول الا لدخول ما وقع حالا من المضاف اليه .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تبین کی صیغوی تحقیق کرتے ہیں کہ اگر بجائے تبین کے تبین بصیغہ ماضی معلوم باب تفعل سے پڑھا جائے یا تبین بصیغہ مضارع مجہول باب تفعیل سے پڑھیں اور بہ کا جارو مجرور اسی تبین کے صیغہ کے متعلق کر دیا جائے نہ مفعول کے تو اس تقدیر پر حال کی تعریف میں وہ حال جو مفعول معہ اور مفعول مطلق سے واقع ہوتا ہے بغیر فاعل اور مفعول کے تعمیم کے داخل ہو جائے گا البتہ فاعل اور مفعول کے تعمیم اس حال کے دخول کے لئے جو مضاف الیہ سے ہوتا ہے ضروری لازمی ہوگی جمہور نحات مفعول معہ اور مفعول مطلق سے حال کا آنا بغیر تاویل تعمیم کے جائز نہیں سمجھتے ہیں بخلاف دوسرے لوگوں کے کہ وہ مفعول معہ اور مفعول مطلق سے بغیر تاویل کے بھی حال کا آنا جائز قرار دیتے ہیں اس عبارت مذکورہ میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے خوب سمجھ لو۔ **مثل ضربت زيدا قائما مثال للفظي الملفوظ حقيقة فان فاعلية تاء المتكلم ومفعولية زيدا انما هي باعتبار لفظ هذا الكلام ومنطوقه من غير اعتبار معنى خارج عنه وهما ملفوظان حقيقة .** یہ اس فاعل اور مفعول کی مثال ہے جو کہ لفظی ملفوظ حقیقی ہو کیونکہ اس مثال مذکور میں تائے متکلم کی فاعلیت اور زیدا کی مفعولیت باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے ہے باعتبار کسی خارجی معنی کے نہیں ہے اور یہ فاعل اور مفعول مثال مذکور میں ظاہر ہے کہ دونوں ملفوظ حقیقی ہیں۔ **وزيد في الدار قائما مثال للفظي الملفوظ حكما فان فاعلية الضمير المستكن في الظرف انما هي باعتبار لفظ هذا الكلام ومنطوقه من غير اعتبار معنى خارج عنه والضمير المستكن ملفوظ حكما .** یہ اس فاعل کی مثال ہے جو ملفوظ حکمی ہو کیونکہ مثال مذکور میں ضمیر مستتر کی فاعلیت جو ظرف میں ہے باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے ہے۔ اس میں اعتبار کسی معنی خارجی کا نہیں ہے اور ضمیر مستتر جو ظرف میں ہے ملفوظ حکمی ہے۔ **وهذا زيدا قائما مثال للمعنوي لان مفعولية زيد ليس باعتبار لفظ هذا الكلام و منطوقه بل باعتبار معنى الاشارة و التنبيهة المفهومين من لفظ هذا .** اس میں مفعول معنوی کی مثال ہے کیونکہ ترکیب مذکور میں زید کی مفعولیت باعتبار لفظ اور منطوق اس کلام کے نہیں بلکہ باعتبار معنی اشارہ اور تنبیہ کے ہے جو کہ ہذا کے لفظ سے مفہوم ہوتی ہے **ولا شك انما ليسا مما يقصد المتكلم الاخبار بهما عن نفسه حتى يقدر في نظم الكلام اشير او انبه ويصير زيدا مفعولا به لفظيا بل مفعولية انماهي باعتبار معنى اشير او انبه الخارج عن منطوق الكلام المعتبر لصحة وقوع القائم حالا في معنوية لا لفظية .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اشیر اور انبہ کے الفاظ نظم کلام میں مقدر ہوں اور یہ زید مثال مذکور میں ملفوظ حکمی ہو۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگر اشیر اور انبہ کے الفاظ نظم کلام میں مقدر مانے جائیں تو اس صورت میں متکلم کا مقصد ان الفاظ کے ذریعہ سے اپنے نفس کی خبر دینی ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اس سے متکلم کا مقصود زید کے اوپر مشار الیہ ہونے کا حکم لگانا ہے پس اس سے معلوم ہو کہ زید کا مفعول ہونا صرف باعتبار معنی اشیر یا انبہ کے ہے جو کہ منطوق کلام سے خارج ہے اور قائما کے حال صحیح واقع ہونے کے لئے معتبر مانا گیا ہے لہٰذا یہ الفاظ مذکورہ کلام کے منطوق میں مقدر نہیں ہوں گے اور مثال مذکور میں زید کی

مفعولیت معنوی ہوگی وعاملها ای عامل الحال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عاملہا کی ضمیر مجرور حال کی طرف راجع ہے اور حال کا لفظ عربی محاورہ میں مؤنث ہے **واما الفعل الملفوظ او المقدر نحو ضربت زیدا قائما وزید فی الدار قائما ان کان الظرف مقدرا بالفعل** یعنی حال کا عامل ناصب فعل ملفوظ ہوگا یا فعل مقدر جیسے امثال مذکورہ میں ہے اول مثال فعل ملفوظ کی ہے اور ثانی فعل مقدر کی ہے اگر جار و مجرور کا متعلق فعل مقدر استقر ہو جیسا کہ یہ مذہب بصری کا ہے **او شبهه وهو ما یعمل عمل الفعل و هو من ترکیبه کاسم الفاعل نحو زید ذاهب راکبا وزیدفی الدار قاعدا ان کان الظرف مقدرا باسم الفاعل و کاسم المفعول نحو زید مضروب قائما و الصفة المشبهة نحو زید حسن ضاحکا** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شبہ فعل بتاتے ہیں کہ حال کا عامل یا شبہ فعل ہوگا اور شبہ فعل وہ ہے جو فعل کی طرح عمل کرے اور فعل کی ترکیب سے بھی ہو یعنی فعل سے ماخوذ ہو جیسے اسم فاعل جو کہ زید ذاھب قائما اور زید فی الدار قاعدا کی ترکیبوں میں ہے اول مثال شبہ فعل ملفوظ کی ہے ثانی مقدر کی اگر ظرف مقدر باسم فاعل یعنی مقدر بمستقر کے ہو اور اسم مفعول اور صفت بھی شبہ فعل میں داخل ہیں جن کی امثال مذکور ہو چکی ہیں بلکہ جملہ مشتقات فعل شبہ کہلاتے ہیں۔ **او معناه المستنبط من فحوی الکلام من غیر التصریح به او تقدیره کا لا شارة والتنبیه فی نحو هذا زید قائما کما مر کا لنداء و التمنی و الترجی و التشبیه فی نحو یا زید قائما و لیتک عندنا مقیما و لعله فی الدار قائما وکانه اسد صائلا** یا حال کا عامل معنوی فعل ہوگا جو کہ فحو کلام سے بغیر تصریح اور تقدیر کے معلوم اور مستنبط ہوتا ہے جیسے ہذا زید قائما کی ترکیب کا اشارہ اور تنبیہ ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے یا جیسے نداء اور تمنی اور ترجی اور تشبیہ ہیں جن کی مثالیں ترتیبا او پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہیں ملاحظہ ہوں ان سب مثالوں میں حال کا عامل معنوی ہے اول مثال میں عامل معنوی ادعوا ثانی میں تمنیت اور ثالث میں ترجیت اور رابع میں شبہ فعل معنوی ہے اور یہی حال کا عامل ہے **وشرطها** ای شرط الحال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ شرطہا کی ضمیر مجرور حال کی طرف راجع ہے۔ **ان تکون نکرة لان النکرة اصل و الغرض و هو تقیید الحدث المنسوب الی صاحبها یحصل بها والتعریف زائد علی الغرض** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کے نکرہ ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ حال میں شرط یہ ہے کہ وہ نکرہ ہو کیونکہ نکرہ اصل ہے اور مقصود حال سے تقیید اس حدث کی ہے جو ذوالحال کی طرف منسوب ہو اور یہ مقصود صرف نکرہ ہونے سے حاصل ہوتا ہے اور معرفہ ہونا اس کا غرض اور مقصد سے ایک زائد امر ہے لہٰذا حال کا نکرہ ہونا شرط اور ضروری ہے۔ **وان یکون صاحبها معرفة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحبہا سے مقدم ان یکون کی عبارت بڑھائی ہے اس میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ صاحبہا معرفۃ کا قول ان یکون کی ضمیر مرفوع پر عطف ہے یعنی حال کا نکرہ ہونا اور اس کے ذوالحال کا معرفہ ہونا شرط ہے **لانه محکوم علیه فی المعنیٰ فکان الاصل فیه التعریف** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ذوالحال کے معرفہ ہونے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ حال کے ذوالحال کا معرفہ ہونا اس لئے شرط ہے کہ ذوالحال حقیقت میں محکوم علیہ ہوتا ہے پس اس میں معرفہ ہونا غالبا شرط ہے۔ **غالبا ای لیس اشتراطها بکون صاحبها معرفة فی جمیع موادها بل فی غالب موادها ای اکثر ها وبیان ذلک ان مراد وقوع الحال علی قسمین احدهما ما یکون ذوالحال فیه نکرة موصوفة نحو جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا او مغنیة غناء المعرفة لاستغراقها نحو قوله تعالیٰ فیها یفرق کل امرحکیم امرا من عندنا ان جعلت امرا حال من کل امراد واقعة فی خیر الاستفهام نحو هل**

اتاک رجل راکبا او بعد الانقضا للنفی نحو ما جاء نی رجل الاراکبا او مقدما علیه الحال نحو ماجاء نی رجل وثانیها مایکون ذوالحال فیه غیر هذه لامور وغالب مواد وقوع الحال واکثرها هو هذا القسم ووقوع الحال فی هذا القسم مشروط بکون صاحبها معرفة فقوله غالبا قید لاشتراط کون صاحبها معرفة لا یکون صاحبها معرفة حتی یقال ان غالبیة کون صاحبها معرفة المنبئة ﴿قوله منبئة به عبارت کے قول کی ہے یعنی غالبیت حضیے مواضع میں شرطیت ارطت اور ت کی عبر ہے منہ﴾ عن تخلفه فی بعض المواد تنا فی الشرطیة ویحتاج الی ان یصرف الکلام عن ظاهره ویجعل قوله وصاحبها معرفة مبتداء وخبرا معطوفا علی قوله وشرطها ان تکون نکرة ۔ اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غالبا کی قید شرطیت کے منافی ہے کیونکہ شرط عدم جواز تکلف کا مقتضی ہے اور یہ غالبا کی قید جواز تکلف کا خواہاں ہے اوران دونوں کے درمیان منافات ظاہر ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ قید مذکور شرط کی قید نہیں بلکہ یہ اشتراط کی قید ہے یعنی حال کی اشتراط جملہ اورا کثر مقامات استعمال میں ذوالحال کا معرفہ ہونا نہیں بلکہ غالب مواد میں ہے اوراس کا مفصل بیان یہ ہے کہ حال کے وقوع کے مواد دو قسموں پر منقسم ہیں اول یہ کہ ذوالحال نکرہ موصوفہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے یا ذوالحال نکرہ مغنیہ بوجہ استغراق کے ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں ہے اگر امرا کو کل امر سے حال مانا جائے یا ذوالحال نکرہ استفہام کے خیز میں واقع ہو جس کی مثال مذکور ہو چکی ہے دوسری قسم یہ کہ ذوالحال ان امور مذکورہ کے غیر ہو اور غالب اورا کثر وقوع حال کے مواد اسی قسم ثانی میں ہوتے ہیں اوراسی قسم میں حال کے واقع ہونے کے لئے ذوالحال کا معرفہ ہونا شرط ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ غالبا کی قید ذوالحال کے معرفہ ہونے کے اشتراط کے لئے ذوالحال کے معرفہ ہونے کے لئے قید نہیں ہے جس کی تقدیر پر یہ اعتراض وارد ہو کہ ذوالحال کا معرفہ ہونا شرطیت کے منافی ہے جس کی تشریح ابھی اوپر بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو اور اوپر والے سوال مقدر کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر کلام ظاہری صورت سے پھیر دیا جائے اور صاحبھا معرفہ کے قول کو مبتداء وخبر وشرطھا ان تکون نکرۃ کے قول پر معطوف ٹھہرایا جائے تو اس صورت میں سوال مذکور وارد نہیں ہوگا اوراس میں جملہ اسمیہ کا جملہ اسمیہ پر عطف ہوگا چونکہ یہ جواب ضعیف تھا کیونکہ اس میں بلا ضرورت صرف کلام ظاہر سے لازم آتا ہے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس جواب کو پسند نہیں کیا بلکہ اوپر مذکور جواب کو پسند فرمایا اس لئے اس کی تشریح فرمائی اوراس دوسرے جواب کی طرف صرف اشارہ کر کے چھوڑ دیا۔ اب یہاں مصنف کا نیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تم نے کہا ہے کہ حال کا نکرہ ہونا اور ذوالحال کا غالبا معرفہ ہونا شرط ہے پس یہ قاعدہ کلیہ شاعر کے قول وار سلہا العراك اور مررت به وحده اور فعلت جهدك سے منقوض ہے کیونکہ شاعر کے قول میں عراک حال ہے اور باوجوداس کے یہ معرفہ باللام ہے اور دوسری مثال میں وحدہ کا لفظ حال واقع ہوا ہے اور باوجوداس کے یہ معرفہ بالاضافت ہے اور تیسری مثال میں جہدک کا لفظ حال ہے اور باوجوداس کے یہ بھی معرفہ بالاضافت ہے آگے چل کر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خود ہی اس کا جواب دیں گے وارسلها العراك ولم یذدها ولم یشفق علی نغض الدخال البعث للبید یصف حمار الوحش والاتن یقوم ارسل حمارا لوحش الاتن ۔ یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس میں صرف شاعر کے مصرع اول سے مصرع دوئم ملا کر اس کے شعر کو پورا ظاہر کر کے یہ دکھایا ہے کہ یہ شعر لبید شاعر کا شعر ہے اس شعر میں گدھے اور گدھیا کی تعریف اور صفت بیان کرتے ہیں کہ گدھے نے گدھیا کو روانہ کر دیا و کان المراد بالارسال البعث اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال

مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ارسال ذوی العقول کی صفت اور حمار وحش ذوی العقول میں سے نہیں ہے پس ارسال اس کی صفت کیونکر بن سکتی ہے لہٰذا شعر میں ارسال کی نسبت حمار وحش کی طرف درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ارسال سے مراد والتخلیۃ بین الرسل وما یرید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حمار وحش کی طرف بعث کی نسبت بھی درست نہیں کیونکہ بعث حیات بعد ممات کو کہتے ہیں اور یہ خاصہ اللہ تعالیٰ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بعث سے مراد مجازاً تخلیہ ہے درمیان مرسل اور اس چیز کے جس کو وہ چاہتا ہے عبارت کی تقدیر یہ ہوگی اے **ارسلها معركة متزاحمة ولم يذدها اى ولم يمنعها عن العراك ولم يشفق اى ولم نحيف على نغص الدخال اى على انه لم تتم شرب بعضها للماء بالدخال والدخال هو ان يشرب البعير ثم يرد من العطن** ﴿العطن تو ۲ ا منه﴾ **الى الحوض ويدخل بين بعيرين عطشانين ليشرب حمار وحش منه ما عساه لم يكن شرب منه** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شاعر کے شعر کے لغوی معنٰی تحقیق کرتے ہیں کہ حمار وحش کو روانہ کردیا درانحالیکہ وہ عراک اور مزاحمت میں جتلا تھی اور لم یزد کے معنٰی لم یمنع کے ہیں یعنی اس کو عراک سے منع نہیں کیا اور لم یشفق باب افعال سے ہے اس کے معنٰی لم یحیف کے ہیں یعنی وہ حمار وحش نغص دخال پر نہ درا اور نغص دخال کے معنٰی یہ ہیں کہ اس نے بعض پانی کا پینا تمام نہیں کیا۔ اور دخال کے معنٰی یہ ہیں کہ اونٹ پانی پی لے اور پھر اس کو عطن سے حوض کی طرف پہنچایا جائے اور اس کو دو پیاسوں اونٹوں کے درمیان کرکے حوض میں حاضر کردیا جائے تا کہ وہ باقی ماندہ پانی جو اس کے پینے سے رہ گیا تھا پی ڈالے **ولعل المراد به سها نغص مداخلة بعضها فى بعض** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ معنٰی مذکورہ دخال کے اونٹ میں متصور ہوتے ہیں حمار وحش میں متصور نہیں ہوسکتے کیونکہ حمار وحش نے حمار وحش کو ارسال کیا ہے اونٹ میں متصور ہوتے ہیں حمار وحش میں متصور نہیں ہوسکتے ہیں کیونکہ حمار وحش نے حمار وحش کو ارسال کیا ہے اونٹ کو نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں دخال سے مراد دخال لغوی نغص مداخلت بعض کے بعض میں ہے **والمعنى على نغص مثل نغص الدخال** اس میں اوپر والے سوال مقدر کا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ شاعر کا قول بہ تقدیر مضاف ہے جو کہ مثل کا لفظ ہے جس کے معنٰی یہ ہیں کہ حمار وحش کو نغص دخال کے مثل کے نغص کا خوف نہیں ہوا **ومررت به وحده ونحوه مثل فعلته جهدک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ ظاہر کیا ہے کہ نحوہ سے مراد فعلتہ جہدک کی مثال ہے۔ **متاول بالنكرة فلا يرد نقضا على قاعدة اشتراط كونها نكرة وتاويلها على وجهين احدهما انها مصادر لافعال محذوفة اى تعترک العراک وينفرد وحده اى انفراده وتجتهد جهدک فهذه الجمل الفعلية وقعت حالا وهذه المصادر منصوبة على المصدرية وثانيها انها معارف موضوعة موضع النكرات اى معتركة ومنفرد او مجتهد فالصورة وان كانت معرفة فهى فى التقدير نكرة كما ان حسن الوجه فى صورة المعرفة وهى فى المعنى نكرة** . اس میں اوپر والے نقض کے جواب کی تشریح یہ ہے کہ ارسلہا العراک اور مررت بہ وحدہ اور مثل اس کے فعلتہ جہدک کے جملوں کا حال مؤول بہ نکرہ ہے لہٰذا حال کے نکرہ ہونے کے اشتراط کے قاعدہ کلیہ پر اوپر مذکورہ نقض وارد نہیں ہوسکتا ہے اور یہاں حال کے مؤول نکرہ ہونے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ احوال امثال مذکورہ کے کل کے کل افعال محذوف کے مصادر ہیں یعنی عراک تعترک محذوف کا مصدر ہے اور وحدہ جس کے معنٰی انفراد کے ہیں ینفرد محذوف کا مصدر ہے اور جہدک تجہد محذوف کا مفعول مطلق ہے پس یہ جملے فعلیے ترکیب میں

حال واقع ہوئے ہیں اور یہ مصادر منصوب بنا بر مصدریت ہیں اور دوسری صورت تاویل کی یہ ہے کہ امثال مذکورہ کے احوال معارف ہیں نکرات کی جگہوں میں وضع کیے گئے ہیں یعنی اصل میں عراک معترکۃ اور انفرادا منفردا اور جھدک اصل میں مجتھدا ہے پس یہ احوال صورت میں اگرچہ معرفے ہیں لیکن واقع میں یہ نکرے ہیں جس طرح حسن الوجہ صورت میں معرفہ ہے مگر حقیقت میں نکرہ ہے اسی طرح یہ احوال مذکورہ بھی صورت میں معرفے ہیں لیکن حقیقت میں نکرہ ہیں لہذا اب نقض مذکورہ بالا دفع ہوا۔ **فان کان صاحبھا ای صاحب الحال** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ صاحبھا کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے یعنی اگر حال کا ذوالحال نکرہ محضہ ہو تو صورت میں حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب ہے۔ **نکرۃ محضۃ لم یکن فیھا شائبۃ تخصیص بما سوی التقدیم** محضۃ کی قید کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تقریر یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ جاء نی رجل من بنی تمیم فارسا کی ترکیب کے ذوالحال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں ذوالحال نکرہ ہے اور باوجود اس کے اس پر حال کی تقدیم واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ نکرہ سے مراد نکرہ محضہ ہے اور مثال مذکور میں نکرہ مخصصہ ہے یعنی وہ نکرہ محضہ مراد ہے جس میں سوائے تقدیم کے تخصیص کا دوسرا کوئی شائبہ بھی نہ ہو۔ **ولم تکن الحال مشترکۃ بینھا وبین معرفۃ نحو جاء نی رجل وزید راکبین** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا مثال مذکور سے منقوض ہے کیونکہ اس میں ذوالحال نکرہ محضہ ہے اور باوجود اس کے حال کی تقدیم ذوالحال پر واجب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حکم اس جگہ ہے جہاں حال درمیان معرفہ اور نکرہ کے مشترک نہ ہو اور مثال مذکور میں حال درمیان معرفہ اور نکرہ کے مشترک ہے اس لئے یہاں حال کی تقدیم واجب نہیں ہے **وجب تقدیمھا ای تقدیم الحال علی صاحبھا لتخصیص المنکرۃ بتقدیمھا لانھما فی المعنی مبتداء وخبر ولئلا تلتبس بالصفۃ فی النصب فی مثل قولنا ضربت رجلا راکبا ثم قدمت فی سائر المواضع وان لم تلتبس طردا للباب** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال کی تقدیم کے وجوب کے دو وجہیں بتاتے ہیں ایک یہ ہے کہ حال اور ذوالحال اصل میں مبتداء وخبر ہوتے ہیں اور مبتداء میں اصل تعریف اور خبر میں اصل تنکیر ہے اور مبتداء جب نکرہ ہو تو تقدیم خبر واجب ہے اسی طرح ذوالحال اگر نکرہ محضہ ہو تو اس پر حال کی تقدیم واجب ہے تاکہ تقدیم حال سے اس کی نکارت میں خصوصیت پیدا ہو دوسری وجہ تقدیم حال کی یہ ہے کہ تقدیم حال ذوالحال کی نکارت کی صورت میں اس لئے واجب ہے کہ حالت نصبی میں حال کا صفت سے التباس نہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں ضربت راکبا رجلا پڑھا جائے گا تاکہ التباس صفت سے بچیں پھر اسی طرح باقی مواضع میں بھی حال کی تقدیم ذوالحال پر ہوگی اگرچہ التباس صفت نہیں ہوگا یہ صرف باب کے موافقت کی بناء پر ہوگا یعنی طردا للباب حالت رفعی اور حالت جری میں بھی ذوالحال پر حال کی تقدیم مانی جائے گی اگرچہ التباس صفت نہ ہو **ولا متقدم ای حال فیما عدا مثل زید قائما کعمرو قاعدا** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ زید قائما کعمرو قاعدا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں قائما کا لفظ زید سے حال واقع ہوا ہے اور عامل اس کا معنوی تشبیہ ہے جو کاف جارہ سے معلوم ہوتا ہے اور باوجود اس کے یہاں حال عامل معنوی پر مقدم ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں یہ تقدیم حال ایک قاعدہ کے بناء پر مبنی ہے اور وہ یہ کہ جب ایک چیز سے دو حال باعتبارات مختلف واقع ہوں تو اس میں واجب ہے کہ ہر ایک حال اپنے ذوالحال کے قریب ہو جیسے مثال مذکور میں واقع ہے اس لئے یہاں حال اپنے عامل معنوی پر مقدم ہوا ہے اور مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ قاعدہ کلیہ اس مثال کے علاوہ میں ہے لہذا

یہ قاعدہ درست ثابت ہوا۔ **علی العامل المعنوی قد عرفت فیما قبل العامل المعنوی وان ما هو مقدر بالفعل او اسم الفاعل مثل الظرف وما یشبهه اعنی الجار والمجرور خارج عنه داخل فی الفعل اوشبه فعل هذا معنی الکلام ان الحال لایتقدم علی العامل المعنوی اتفاقا** ۔ یعنی ماقبل میں عامل معنوی معلوم ہو چکا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ جو کچھ مقدر بالفعل یا باسم فاعل ہوتا ہے جیسے ظرف اور اس کے مشابہ یعنی جار ومجرور یہ عامل معنوی سے خارج مانا جاتا ہے اور فعل یا شبہ فعل میں داخل رہتا ہے۔ پس اس تقدیر پر کلام کے معنوی یہ ہیں کہ حال عامل معنوی پر اتفاقا مقدم نہیں ہوتا ہے۔ **بخلاف الظرف ای بخلاف ما اذا کان العامل ظرفاً او شبهه فان فیه خلافا فسیبویه لایجوزه اصلا نظرا الی ضعف الظرف فی العمل وجوزه الاخفش بشرط تقدم المبتداء علی الحال نحو زید قائما فی الدار فاما مع تاخر المبتداء عن الحال فانه سیبویه فی المنع فلا یجوز قائماً زید فی الدار ولا قائما فی الدار زید اتفاقا** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بخلاف الظرف کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں لایتقدم کی ضمیر فاعل مستتر سے متعلق ہوگا یا عامل معنوی سے اور یہ دونوں صورتیں جائز نہیں ہیں اول اس لئے کہ اس صورت میں یہ معنٰی ہونگے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا بخلاف ظرف کے کہ ظرف عامل معنوی پر مقدم ہوتا ہے پھر یہ ظرف خود دو حالتوں سے خالی نہیں عامل معنوی میں مندرج ہے یا نہیں اگر مندرج ہے جیسا کہ یہ مذہب مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے تو اس تقدیر پر تقدیم شے علی نفسہ لازم ہوگی اور یہ درست نہیں اور اگر مندرج نہیں ہے جیسا کہ یہ مذہب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے تو اس صورت میں بحث سے خروج لازم ہوگا کیونکہ بحث حال کی تقدیم کی ہے ظرف تقدیم کی نہیں ہے اور بخلاف الظرف کا قول عامل معنوی سے اس لئے متعلق نہیں ہوسکتا۔ کہ اس صورت میں معنٰی یہ ہونگے کہ حال عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا بخلاف ظرف کے کہ ظرف پر مقدم ہوتا ہے اور یہ بھی درست نہیں کیونکہ حال جس طرح ظرف پر مقدم ہوتا ہے اسی طرح فعل اور شبہ فعل پر بھی مقدم ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بخلاف الظرف کا قول معنوی سے متعلق ہے اور ظرف عامل معنوی میں مندرج نہیں ہے اور باء بمعنٰی مع کے ہے اور خلاف کے معنٰی اختلاف کے ہیں اس صورت میں عبارت کی تقدیر یہ ہوگی لاتتقدم الحال علی العامل المعنوی بالاتفاق مع اختلاف الظرف یعنی حال عامل معنوی پر بالاتفاق مقدم نہیں ہوتا مع اختلاف ظرف کے کہ اس میں دو مذہب ہیں اول مذہب سیبویہ کا دوسرا مذہب اخفش کا پس سیبویہ ظرف کے ضعف عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے حال کی تقدیم کو ظرف پر جائز نہیں رکھتے ہیں کیونکہ ظرف ضعیف العمل ہے معمول متاخر میں عمل کرتا ہے مقدم میں نہیں کرسکتا اور اخفش تقدیم حال علی الظرف کو جائز رکھتے ہیں لیکن اس تقدیم کے جواز کے لئے یہ شرط ٹھہراتے ہیں کہ مبتداء حال پر مقدم ہو جیسے زید قائما فی الدار میں ہے اور مبتداء کے تاخیر کی صورت میں اخفش عدم جواز میں اپنے استاذ سیبویہ کے موافق ہیں پس قائما زید فی الدار اور قائما فی الدار زید کی ترکیبوں کے عدم جواز پر سیبویہ اور اخفش دونوں استاد وشاگرد متفق ہیں۔ **ویحتمل ان یکون معناه وان الحال وان کانت مشابهة للظرف لما فیه من معنی لظرفیة الا ان الظرف یتقدم علی عامله المعنوی لتوسعهم فی الظروف والحال لایتقدم علیه هذا اذا لم یکن الظرف داخلا فی العامل المعنوی واما اذا جعلته داخلا فی العامل المعنوی کما هو الظاهر من کلامهم فالمراد هو الاحتمال الثانی لاغیر** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ احتمال ہے کہ بخلاف الظرف کا قول متقدم کی ضمیر مستتر فاعل سے متعلق ہو اور ظرف عامل معنوی میں مندرج نہ ہو اور

خروج بحث سے لازم نہیں آتا کیونکہ حال ظرفیت کے معنٰی میں ظرف کے مشابہ ہے صرف اتنا فرق ضرور ہے کہ ظرف اپنے عامل معنوی پر مقدم ہوتا ہے کیونکہ ظروف کے عمل میں توسع ہے ظروف مقدم معمول اور متاخر دونوں معمولوں میں عمل کر سکتے ہیں بخلاف حال کے یہ اپنے عامل معنوی پر مقدم نہیں ہو سکتا ہے اور یہ احتمال مذکور جب ہے کہ جب کہ ظرف عامل معنوی میں داخل نہ ہو اور اگر اس کو عامل معنوی میں داخل مانا جائے جیسا کہ یہی کلام نحات سے ظاہر ہے۔ پس اس تقدیر پر یہی احتمال ثانی ﴿ قول الثانی یہ ہے کہ نحات قول ضمیر حال عامل اس تقدیر ہوں گے کہ درآ نحالیکہ بخلاف عامل معنوی نہیں ہوگا ظرف کے کہ معنوی ہوگا ۱۲ ﴾ ہی مراد ہوگا اول احتمال مراد نہیں ہوگا اور اس احتمال ثانی کی بنا پر تقدم شے علی نفسہ بھی لازم نہیں ہوگا کیونکہ عامل معنوی کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ ظرف ہو ثانی یہ کہ ظرف نہ ہو پس حال اس عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوگا جو کہ ظرف نہ ہو بخلاف ظرف کے کہ ظرف اس عامل معنوی پر مقدم ہوگا جو کہ ظرف نہ ہو گویا یہ تقدیم احد القسمین علی الاخر ہے تقدیم شے علی نفسہ نہیں ہے اس مقام کو خوب سمجھنا چاہیئے کیونکہ یہ ذرا مشکل ہے **وکما لاتتقدم الحال علی العامل المعنوی کذالک** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر والا تتقدم علی العامل المعنوی کے جملہ پر عطف ہے۔ **لاتتقدم علی ذی الحال المجرور سواء کان مجرورا باالاضافة او بحرف الجروان کان مجرورا بالاضافة لم تتقدم الحال علیه اتفاقا نحو جاء تنی مجردا عن الثیاب ضاربته زید وذلک لان الحال تابع وفرع الذی الحال والمضاف الیه لایتقدم علی المضاف فلا یتقدم تابعه ایضا وان کان مجرورا بحرف الجر ففیه خلاف فسیبویه واکثر البصریة یمنعون تقدیمها علیه للعلة المذکورة وهو المختار عند المصنف ولهٰذا قال .** یعنی جس طرح عامل معنوی پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح حال اپنے ذوالحال مجرور پر بھی مقدم نہیں ہوتا ہے اور یہ ذوالحال مجرور عام ہے خواہ مجرور باضافت ہو خواہ مجرور بحرف جر ہو اگر مجرور باضافت ہو تو اس صورت میں حال ذوالحال پر علی الاتفاق مقدم نہیں ہوگا جیسے جاء تنی مجرد عن الثیاب ضاربته زیدا کی ترکیب میں موجود ہے اور یہ عدم تقدیم اس لئے ضروری ہے کہ حال ذوالحال کی فرع اور تابع ہوتا ہے اور ذوالحال یہاں مثال مذکور میں مضاف الیہ زید کا لفظ ہے اور یہ معلوم ہے کہ مضاف الیہ مضاف پر مقدم نہیں ہوتا لہٰذا اسی طرح اس کا تابع بھی ذوالحال پر مقدم نہیں ہوگا اور اگر یہ ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو اس میں علماء نحات کا اختلاف ہے سیبویہ اور اکثر بصری ذوالحال پر حال کی تقدیم کو منع کرتے ہیں بوجہ اسی علت ﴿ قولہ علت یاء ہے کہ جس طرح جار پر مقدم ہوتا اسی طرح تابع بھی نہیں ہوگا ۱۲ منہ ﴾ مذکورہ بالا کے اور یہی مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک مختار ہے اسی وجہ سے علی الاصح کہہ دیا۔ **علی الاصح ونقل عن بعضهم الجواز استدلا لا بقوله تعالیٰ وما ارسلناک الا کافة للناس ولعل الفرق بین حرف الجر والاضافة ان حرف الجر مع للفعل کالهمزة والتضعیف فکانه من تمام الفعل وبعض حروفها فاذا قلت ذهبت راکبة بهند فکانک قلت اذهبت راکبة هندا فالمجرور بحسب الحقیقة لیس مجرورا .** یعنی اگر ذوالحال مجرور بحرف جر ہو تو اس میں دو مذہب ہیں ایک اصح جیسا کہ یہ مذہب اصح مختار مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ہے دوسرا مذہب غیر اصح اس کے متعلق بعض نحات سے ذوالحال پر حال کی تقدیم کا جواز منقول ہے کیونکہ حروف جارہ فعل لازم کے معدات ﴿ معدات بصیغہ فاعل متعدی ۱۲ منہ ﴾ ہوتے ہیں یعنی جس طرح ہمزہ باب افعال اور تضعیف کے ذریعہ سے فعل لازمی کو متعدی بناتے ہیں اسی طرح حروف جارہ سے بھی فعل لازمی متعدی ہوتا ہے پس اس لحاظ سے گویا یہ حروف جارہ فعل کے بعض حروف میں سے ہیں اور فعل کا اتمام انہی پر ہے اور یہ معلوم ہے کہ حال کی تقدیم فعل پر جائز ہے لہٰذا اسی طرح حروف جارہ پر بھی حال کی تقدیم جائز مانی جائے گی پس جب ذہبت راکبتہ بہند کہا جائے تو گویا اذہبت

راکبت ہندا کہا گیا پس اس تقدیر پر مثال مذکور میں مجرور بحرف جر حقیقت میں مجرور نہیں ہے بخلاف مجرور باضافت کے کہ وہ حقیقت میں مجرور ہوتا ہے اور فرق درمیان مجرور بحرف جر اور مجرور باضافت کے بھی ہے اور اس تقدیم کے جواز کی دلیل میں آیت کریمہ مذکورہ کو پیش کرتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں ذوالحال مجرور بحرف جر پر کافۃ حال مقدم ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ حال کا ذوالحال مجرور بحرف جر پر مقدم ہونا جائز ہے یہ مجوزین تقدیم کی دلیلیں ہوگئیں۔ **واجاب بعضهم عن هذا الاستدلال بجعل كافة حالا عن الكاف والتاء** ﴿قولہ تاء کے لئے ہے اس سے قصداً ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کافۃ کا خطاب سے حال واقع ہونا درست نہیں کیونکہ کاف خطاب مذکر ہے اور کافۃ کا لفظ مؤنث ہے اور درمیان ذوالحال اور حال کے تذکیر اور تانیث میں مطابقت ضروری ہے شارح ملا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کافۃ کے لفظ کا تاء تانیث کے لئے نہیں بلکہ مبالغہ کے لئے ہے ۱۲ منہ﴾ **للمبالغة وبعضهم بجعلها صفة المصدر اى رسالة كافة وبعضهم بجعلها مصدرا كا الكاذبة والعافية والكل تكلف وتعسف** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے استدلال مذکور کے تین طرح جواب بتائے ہیں اول یہ کہ آیت مذکورہ میں کافۃ کا لفظ اس سے حال نہیں ہے بلکہ یہ کاف خطاب سے حال واقع ہوا ہے اور کافۃ کے لفظ کے تاء کا مبالغہ کے لئے ہے تانیث کے لئے نہیں ہے اور بعض نے استدلال مذکورہ کا جواب اس طرح دیا ہے کہ کافۃ کا لفظ مصدر محذوف کی صفت ہے حال نہیں ہے جس کی تقدیر ارسالۃ کافۃ ہے اور بعض نے اس طرح جواب دیا ہے کہ کافۃ کا حال نہیں بلکہ یہ بذات خود مصدر ہے جس طرح کاذبۃ اور عافیۃ کے الفاظ مصادر ہیں اسی طرح یہ کافۃ کا لفظ بھی مصدر ہے لہٰذا ان وجوہات کی بنا پر یہ حال نہیں اور مجوز میں تقدیم حال کی دلیلیں درست ثابت نہیں ہوئیں لیکن یہ کل وجوہات تکلف اور تعسف کے ہیں اول وجہ کی تکلف تو یہ ہے کہ تاء کافۃ کا مبالغہ کے لئے واقع ہونا معلوم اور یقینی نہیں بلکہ اس سے اکثر نحات نے انکار کیا ہے اور ثانی اور ثالث وجہوں میں تکلف یہ ہے کہ ان وجوہات کی بنا پر تقدیر کی ضرورت پڑے گی اور تعسف یہ ہے کہ آیت مذکورہ بالا سے مقصد یہ ہے کہ حضور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جمیع الناس کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمائے گئے ہیں اور یہ معنی وجہ اول کی بنا پر فوت ہو جاتے ہیں کیونکہ اس میں یہ احتمال ممکن ہے کہ ناس سے مراد بعض ناس ہوں۔ **وكل مادل على هيأة اى صفة سواء كان الدال مشتقا او جامدا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ہیأت سے مراد یہاں صفت ہے یعنی جو لفظ کہ فاعل اور مفعول بہ کی صفت پر دلالت کرے خواہ وہ حال مشتق ہو خواہ جامد اس کا حال واقع ہونا درست اور صحیح ہے۔ **صح ان يقع حالا من غير ان يؤول الجامد بالمشتق لان المقصود من الحال بيان الهيأة وهو حاصل به وهذا رد على جمهور النحاة حيث شرطوا اشتقاق الحال وتكلفوا فى تاويل الجوامد بالمشتق ومع هذا فلاشك ان الاغلب فى الحال الاشتقاق** لہٰذا اس کے کہ جامد کو مؤول بمشتق کر کے حال ٹھہرایا جائے تو اس تاویل کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ حال سے مقصود فاعل اور مفعول بہ کی صفت کا بیان کرنا ہے اور یہ جامد سے بھی حاصل ہو سکتا ہے اور اس میں مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جمہور نحات پر رد کیا ہے وہ حال کا مشتق ہونا ضروری مانتے ہیں اور اگر کسی ترکیب میں جامد حال واقع ہو جائیں تو یہ لوگ ان جامد کو مؤول بمشتق ٹھہرا کر حال کے صحیح کرنے میں یہ تکلف کرتے ہیں اور باوجود اس کے اس میں شک نہیں کہ اکثر اور اغلب حال میں اشتقاق ہے یعنی غالباً حال مشتق ہی ہوتا ہے مثل بسرا اور رطبا فی قولهم جیسے بسرا او رطبا کے الفاظ جامد حال واقع ہوئے ہیں نحات کے اس قول میں **هذا بسرا وهو ما بقى فيه حموضة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بسرا کے لغوی معنی بتائے ہیں کہ بسر اس کو کہتے ہیں جس میں تھوڑی سی ترشی باقی ہو۔ **طيب منه رطبا وهو ما فيه حلاوة صرفة فانها مع كونهما جامدين حالان لدلالتهما**

على صفة البسرية والرطبية ولا حاجة اي ان يؤول البسر بالمبسر والرطب بالمرطب من البسر النخل اذا صار ما عليه بسرا وارطب اذا صار ما عليه رطبا والعامل في رطبا اطيب باتفاق النحاة وفي بسرا ايضا عند محققيهم. اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رطب کے لغوی معنی ما فيه حلاوة صرفة بتا کر یہ ظاہر کیا ہے کہ مثال مذکور میں بسرا اور رطبا کے الفاظ باوجود اس کے کہ یہ جوامد ہیں حال واقع ہوئے ہیں کیونکہ یہ بسریت اور رطبیت کی صفت پر دلالت کرتے ہیں اور اس میں بسر کے مبسر سے اور رطب کے مرطب سے تاویل کی ضرورت نہیں ہے اور یہ البسر النخل سے ماخوذ ہے یہ جب بولتے ہیں جب کہ نخل کا میوہ سر سبز ہو جائے اور ارطب اس وقت استعمال کرتے ہیں جس وقت نخل کا کھجور رطب ہو جاتا ہے اور رطبا کا عامل باتفاق نحات اطیب کا لفظ ہے اور بسرا میں بھی محققین نحات کے نزدیک یہی اطیب کا لفظ عامل ہے۔ وتقدم بسرا على اسم التفضيل مع ضعفه في العمل لانه اذا تعلق بشئ واحد حالان باعتبارين مختلفين يلزم ان يلي كل منهما متعلقه والبسرية تعلقت بالمشار اليه بهذا من حيث انه مفضل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اطیب کا لفظ اسم تفضیل ہے اور اسم تفضیل ضعیف العمل ہوتا ہے یہ معمول متاخر میں عمل کر سکتا ہے مقدم میں نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ درست ہے لیکن یہ تقدیم اسم تفضیل پر باوجود اس کے ضعیف العمل ہونے کے ایک قاعدہ پر مبنی ہے اور وہ یہ ہے کہ جب ایک شے سے دو احوال باعتبارات مختلفہ واقع ہوں تو اس میں یہ واجب اور ضروری ہے کہ ہر ایک حال اپنے اپنے ذوالحال کے قریب ہو اور اس میں شک نہیں کہ بسرا مشار اليه بهذا سے باعتبار اس کے حال واقع ہوا ہے کہ یہ بسرا مفضل ہے پس یہاں ضروری ہے کہ یہ ھذا کے قریب ہو اور رطبا بھی مشار الیہ بھذا سے اس اعتبار کی بنا پر حال واقع ہوا ہے کہ یہ مفضل علیہ ہے پس اس کا قرب منہ سے ضروری اور لازمی ٹھہرا لہٰذا قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا کی بنا پر یہاں اسم تفضیل پر معمول مقدم ہوا ہے اور اس قاعدہ کلیہ مذکورہ کی تشریح فقیر نے اوپر بھی کی ہے وہاں ملاحظہ ہو۔ وهذا الحيثية وان لم تكن معتبرة فيه الا بعد اضماره في اطيب لكنه لما كان الضمير بالنسبة المظهر كالعدم اقيم المظهر مقامه واو جبوان يليه والرطبية تعلقت به من حيث انه مفضل عليه وهو ضمير منه فيجب ان يليه . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب بسرا کا لفظ مشار الیہ بھذا سے اس اعتبار کی بنا پر حال واقع ہوا ہے کہ یہ مفضل ہے اور یہ حیثیت جب معتبر مانی جائے گی جبکہ اس مشار الیہ کو اطیب کے لفظ میں مضمر مانا جائے پس چاہیئے کہ بسرا اطیب کے لفظ سے موخر ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن ضمیر بہ نسبت اسم ظاہر کے کالعدم مانی جاتی ہے لہٰذا یہاں اسم مظہر کی ضمیر کی جگہ قائم کیا ہے اور حال کو اس کے قرب میں واجب سمجھ کر لایا ہے اور رطبیت مشار الیہ بھذا سے اس اعتبار کی بنا پر متعلق ہوئی ہے کہ وہ مفضل علیہ ہے اور وہ منہ کی ضمیر ہے لہٰذا واجب ہے کہ یہ حال اس منہ کے قرب میں ہو۔ قال الرضی واما الضمير المستكن في الفعل فانه وان كان مفضلا لكنه لما لم يظهر كان كالعدم ومع هذا فلا ارى باساباان يقال وان لم يسمع زيد احسن قائما منه قاعدا اس میں شارح ملا جامی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی کی رائے کو اس مقام پر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مقام میں اپنی رائے ظاہر کر کے کہا ہے کہ اطیب کی ضمیر مستکن اگرچہ مفضل ہے لیکن چونکہ وہ ظاہر نہیں کی جاسکتی ہے اس لئے وہ کالعدم مانی جاتی ہے اور باوجود اس کے کہ یہاں مظہر کو مضمر کی جگہ قائم کیا گیا ہے میری رائے میں زید احسن قائما منه قاعدا کی ترکیب کی طرح اگرچہ عرب سے مسموع نہیں ہذا اطیب بسرا منه اطبا کی ترکیب بھی درست اور صحیح ہے لہٰذا اس صورت میں اسم تفضیل پر معمول کا تقدم لازم نہیں آیا۔ وذهب بعضهم

الی ان العامل فی بسرا اسم الاشارة ای اشیر الیه حال کونه بسرا وهذا لیس بصحیح لانه یمکن ان یکون المشار الیه التمر الیابس فلا تتقید الاشارة بحالة البسرية ولا نه يصح حيث وقع موقع اسم الاشارة اسم لايصح اعماله فيه نحو تمرة نخلتی بسرا اطیب منه رطبا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بسرا کا عامل اختلافی بتاتے ہیں کہ بعض نحات کے نزدیک بسرا کا عامل اشارہ اور تنبیہ ہے جو ہذا کے لفظ سے معلوم ہوتی ہے جس کی تقدیر عبارت اشیر الیہ حال کونہ بسرا ہے لیکن یہ مذہب دو وجہوں سے صحیح اور درست نہیں اول یہ کہ حال ذوالحال کے عامل کے لئے قید ہوتا ہے اور یہاں بسریت اشارہ اور تنبیہ کے لئے قید نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ یہاں مشار الیہ تمر یابس ہو ثانی یہ کہ جائز ہے کہ اشارہ کی جگہ ایسا اسم صریح واقع ہو جس کا اعمال درست نہ ہو جیسے مثال مذکور میں ہے کہ اس میں تمرۃ نخلتی مبتداء واقع ہوا ہے اور یہ بسرا میں عمل نہیں کرسکتا کیونکہ یہ جامد ہے اور جامد عمل نہیں کرسکتا ہے لہٰذا اس سے معلوم ہوا کہ بسرا اور رطبا کا عامل اطیب ہی ہے وقد اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ یہ جملہ حالیہ ہے تکون ای الحال اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تکون کی ضمیر مرفوع حال کی طرف راجع ہے۔ **جملة لدلالتها على الهيئة كالمفردات فيصح ان تقع حالا مثلها ولكن يجب ان تكون الجملة الحالية خبرية** . یعنی کبھی حال جملہ خبریہ ہوتا ہے کیونکہ حال سے مقصد فاعل یا مفعول بہ کی صفت کا بیان کرنا ہے اور یہ جس طرح مفردات سے حاصل ہوتا ہے اسی طرح جملوں سے بھی حاصل ہوسکتا ہے کیونکہ جملہ بھی مثل مفردات کے فاعل اور مفعول بہ کی ہیئات پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اس کا حال واقع ہونا مثل مفردات کے صحیح اور درست ہے لیکن چونکہ حال اپنے ذوالحال سے مربوط ہوتا ہے اور جملہ انشائیہ ربط کے قابل نہیں اس لئے ضروری اور واجب ہے کہ جملہ حالیہ خبریہ ہو۔ **محتملة للصدق والكذب لان الحال بمنزلة الخبر عن ذوى الحال واجراء ها عليه فى قوة الحكم بها عليه والجملة الانشائية لاتصح ان يحكم بها على شئى ولما كانت الجملة مستقلة فى الافادة لاتقتضى ارتبا طها بغيرها والحال مرتبطة بغيرها فاذا وقعت الجملة حالا لابدلها من رابطة ربطها الى صاحبها وهى الضمير والواو والجملة الخبريه اما اسمية او فعلية والفعلية اما ان يكون فعلها مضارعا مثبتا او مضارعا منفيا او ما ضيا مثبتا اور ما ضيا منفيا فهذه خمس جمله** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جملہ خبریہ کی تعریف بتاتے ہیں کہ جملہ خبریہ اس کو کہتے ہیں جس میں صدق اور کذب دونوں کا احتمال ہو کیونکہ حال بمنزلہ خبر کے اور ذوالحال بمنزلہ مبتدا کے ہوتا ہے اور حال کا ذوالحال پر جاری کرنا ایسا ہے جیسا کہ اس پر حکم لگانا اور جملہ انشائیہ محکوم بہ ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے اس لئے یہ جملہ حالیہ خبریہ ہوگا اور چونکہ جملہ خبریہ مستقل بالافادہ ہوتا ہے غیر سے تعلق اور ارتباط کا مقتضی نہیں ہوتا اور حال غیر سے مربوط ہوتا ہے اس لئے جب جملہ حال واقع ہوگا تو اس میں رابطہ کی ضرورت ہوگی جس سے حال کا اپنے ذوالحال سے تعلق اور ارتباط حاصل ہوسکے اور وہ رابطہ یا ضمیر ہوگی یا واو اور جملہ خبریہ کی دو قسمیں ہیں اول اسمیہ دوم فعلیہ اور جملہ فعلیہ چار حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اس کا فعل فعل مضارع مثبت ہوگا یا مضارع منفی یا فعل ماضی مثبت ہوگا یا ماضی منفی پس یہ کل جملہ فعلیہ اسمیہ کے ساتھ پانچ جملے ہوگئے۔ **فلا سمية اى الجملة الاسمية الحالية ملتبسة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ملتبسۃ کا لفظ بڑھا کر اشارہ کیا کہ بالواو جار و مجرور کا متعلق محذوف ہے ملتبسۃ کا لفظ ہے یعنی اگر حال جملہ اسمیہ واقع ہو تو وہ ملتبس بواو اور ضمیر ہوگا یعنی اس کا رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہونگے۔ **بالواو والضمير معا القوة الاسمية فى الاستقلال فناسب ان تكون الرابطة فيها فى غاية القوة نحو جئت وانا راكب وجئت وانت راكب وجاء نى زيد وهو راكب** اس

لئے کہ جس طرح جملہ اسمیہ مستقل بالمفہوم ہوتا ہے اسی طرح اس کا رابطہ بھی غایت درجہ کا قوی اور مضبوط ہونا چاہیئے اور اس جملہ اسمیہ حالیہ کی مثالیں جن میں رابطہ ضمیر اور واو دونوں واقع ہوئے ہوں اوپر عربی عبارت میں مذکور ہیں۔ **او بالواو وحدها لانها تدل على الربط فى اول الامر فاكتفى بها مثل قوله عليه السلام كنت نبيا وآدم بين الماء والطين وهذا اى الربط بالواو وحدها اوبها مع الضمير انما يكون فى الحال المنتقلة واما فى الحال المؤكدة فلا تجوز الواو تقول هو الحق لا شك فيه وذلك لان الواو لا تدخل بين المؤكد والمؤكد لشدة الاتصال بينهما .** یعنی جملہ اسمیہ حالیہ کا رابطہ تنہا واو بھی ہو سکتا ہے کیونکہ واو اول امر میں ربط پر دلالت کرتا ہے لہٰذا اسی پر اکتفا کیا جائے گا ضمیر کی ضرورت نہیں ہے اس کی مثال حدیث شریف مذکور میں ہے اور آدم بین الماء والطین کے جملہ میں اکتفاء بالواو کیا گیا ہے اور اس ربطہ بالواو یا واو اور ضمیر دونوں کی ضرورت صرف حال منتقلہ میں ہے بخلاف حال مؤکدہ کے کہ اسمیں ربطہ بالواو جائز نہیں ہے اس کی مثال میں ہو الحق لاشك فيه بغیر واو کے کہا جاتا ہے ولاشک فیہ واو کے ساتھ نہیں کہہ سکتے ہیں کیونکہ واو درمیان مؤکدہ اور مؤکدہ کے داخل نہیں ہوتا اس لئے کہ درمیان مؤکدہ اور مؤکدہ کے شدت اتصال ہے فائدہ حال مؤکدہ اس کو کہتے ہیں جو اپنے ذوالحال سے غالبا منفک نہ ہو جیسے زید ابوك عطوفا میں اب کی عطوفت منفک نہیں ہوتی ہے اور حال منتقلہ اس کو کہتے ہیں جو غالبا اپنے ذوالحال سے منفک ہو سکے جیسے ہذا زید قائما میں زید کے قیام کا انفکاک ممکن ہے۔ **اوبالضمير وحده على ضعف لان الضمير لايجب ان يقع فى الابتداء فلا يدل على الربط فى اول الامر نحو كلمة فوه الى فى فلا بد من الواو على الصحيح .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکتفاء بالضمير وحده على ضعف کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ جملہ اسمیہ حالیہ میں اکتفاء بالضمیر بھی کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ضعیف ہے کیونکہ ضمیر کا ابتداء میں واقع ہونا واجب نہیں جس سے ربط پر اول امر میں دلالت ممکن ہو سکے جیسے مثال مذکور میں فوه الى فى بغیر واو کے بھی کہہ سکتے ہیں لیکن استعمال صحیح میں واو کی ضرورت ہے یعنی وفوہ الی فی صحیح ہے۔ **والمضارع المثبت اى الجملة الفعلية التى يكون الفعل فيها مضار عامثبتا متلبسة .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متلبسۃ کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ بالضمیر جار ومجرور کا متعلق یہ متلبسۃ کا لفظ محذوف ہے یعنی وہ جملہ فعلیہ جس میں فعل فعل مضارع مثبت واقع ہو وہ متلبس بضمیر ہوگا یعنی اس کا رابطہ صرف ضمیر ہوگی۔ **بالضمير وحده لمشابهة لفظا او معنى الاسم الفاعل المستغنى عن الواو نحو جاء نى زيد يسرع .** یعنی جملہ فعلیہ مضارعیہ مثبتہ اکتفاء میں بالضمیر اس لئے ضروری ہے کہ فعل مضارع اسم فاعل کے لفظا یا معنیٰ میں مشابہ ہے اور اسم فاعل واو سے مستغنی ہوتا ہے اسی طرح جملہ فعلیہ مضارعیہ مثبتہ بھی واو سے مستغنی ہوگا تاکہ درمیان مشبہ اور مشبہ بہ کے مطابقت حاصل ہو اس کی مثال جاء نی زید یسرع ہے کہ اس میں ویسرع کہنے کی ضرورت نہیں ہے اور مضارع کے اسم فاعل سے لفظی مشابہت تو ظاہر ہے تشریح کا محتاج نہیں ہے اور معنوی مشابہت یہ ہے کہ اس کی جگہ اسم فاعل واقع ہوتا ہے یعنی یسرع کہ جگہ سارع بھی کہہ سکتے ہیں۔ **وما سواهما اى ما سوى الجملة الاسمية والفعلية المشتملة على المضارع المثبت من الجمل الشتملة على المضارع المنفى او الماضى المثبت او المنفى .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی کا مرجع بتاتے ہیں کہ اس کا مرجع جملہ اسمیہ اور فعلیہ ہے جو مشتمل بمضارع مثبت ہو اور من الجمل سے ماصولہ کا بیان کرتے ہیں کہ ماسوائے اسمیہ فعلیہ کے وہ جملے ہیں جو مضارع منفی یا ماضی مثبت یا ماضی منفی پر مشتمل ہوں ان جملوں کا رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہوں گے یا ان میں سے ایک ہو گا۔ **بالواو والضمير معا او باحدهما وحده من غير ضعف عند الاكتفاء بالضمير لعدم قوة اسقلالها**

کالاسمیة فالمضارع المنفی نحو جاء نی زید وما یتکلم غلامه او جاء نی زید ما یتکلم غلامه او جاء نی زید وما یتکلم عمرو والماضی المثبت نحو جاء نی زید وقد خرج غلامه او جاء نی زید قد خرج غلامه او جاء نی زید وقد خرج عمرو والماضی المنفی نحو جاء نی زید وما خرج غلامه او جاء نی ماخرج غلامه او جاء نی زید وما خرج عمرو . یعنی جب حال فعل مضارع منفی یا ماضی مثبت یا منفی واقع ہو تو اس میں رابطہ واو اور ضمیر دونوں ہوں گے یا ان میں سے ایک ہوگا اور یہاں اکتفاء بالضمیر بغیر ضعف کے درست ہے کیونکہ یہ جملے فعلیہ مذکورہ جملہ اسمیہ کی طرح قوت نہیں رکھتے ہیں اس لئے یہاں ادنی رابطہ کافی ہے قوی رابطہ کی ضرورت نہیں ہے اور مضارع منفی اور ماضی مثبت اور منفی سب کی مثالیں مع اقسام کے مذکور ہوئیں غور کر کے سمجھنا چاہئے۔ ولا بد فی الماضی المثبت لا المنفی من دخول لفظة قد المقربته زمان الماضی الیٰ الحال لغة علی لماضی المثبت الواقع حالا لیدل بها علی قرب زمانه الی زمان صدور الفعل من ذی الحال او وقوعه علیه تجوز الان المتبادر من الماضی المثبت اذ وقع حالا ان مضیه انما هو النسبة الی زمان العامل فلابد من قد حتی تقربه الیه فیقارنه وهذا بخلاف مذهب الکوفیین فانهم لا یوجبون قد ظاهرة ولا مقدرة . یعنی جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس میں قد کے لفظ کا داخل ہونا ضروری ہے بخلاف فعل ماضی منفی کے کہ یہ اگر حال واقع ہو تو اس میں لفظ قد کے داخل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس میں لفظ قد کا داخل ہونا اس لئے ضروری ہے کہ قد کا لفظ ماضی کے زمانہ کو زمانہ حال کے قریب کر دیتا ہے لہٰذا اگر ماضی مثبت حال واقع ہو تو اس کے لئے دخول قد موضوع ہے تا کہ اس قد کے ذریعہ سے ذوالحال کے صدور فعل یا وقوع فعل کے زمانہ کے قرب پر مجازاً دلالت کر سکے کیونکہ ماضی مثبت سے جو حال واقع ہو اس میں متبادر یہ ہے کہ اس کا ماضی ہونا بہ نسبت عامل کے زمانہ کے ہوگا لہٰذا یہاں قد کی ضرورت ہے تا کہ وہ ماضی زمانہ کو عامل کے زمانہ کے قریب کرے لیکن یہ دخول قد بصریوں کا مذہب ہے بخلاف کوفیوں کے کہ وہ لوگ اس میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ دخول قد کو خواہ لفظی ظاہری ہو خواہ مقدر واجب نہیں مانتے ہیں بخلاف بصریوں کے وہ واجب سمجھتے ہیں سواء کانت ظاهرة اس سے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سواء کانت کا جملہ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ کانت مقدر کی خبر ہے اس لئے منصوب ہے فی اللفظ نحو جاء نی زید قد رکب غلامه یعنی بصریوں کے نزدیک قد کا داخل ہونا ضروری ہے خواہ وہ لفظ میں ظاہر ہو جیسے مثال مذکور میں ہے او مقدرة منوية نحو قوله تعالیٰ جاؤکم حصرت صدورهم ای قد حصرت وهذا بخلاف مذهب سیبویه والمبرد فانهما لا یجوز ان حذف قد فسیبویه یوول قوله تعالیٰ حصرت صدورهم بقوماً حصرت صدروهم فتکون جملة حصرت صدورهم صفة موصوف محذوف وهو الحال والمبرد یجعله جملة دعائیه وانما لم یشترط ذالک فی المنفی لاستمرار النفی بلا قاطع فیشمل زمان الفعل۔ یعنی خواہ لفظ میں قد ظاہر نہ ہو بلکہ مقدر معنوی ہو جیسے اللہ تعالٰی کے قول مذکور میں ہے کہ اس میں حصرت کے جملہ سے مقدم قد کا لفظ مقدر اور محذوف ہے لیکن اس آیت شریفہ کے قد کی لفظ کے مقدر اور محذوف ماننے میں سیبویہ اور مبرد اختلاف کرتے ہیں کیونکہ وہ یہاں قد کے حذف کو جائز نہیں مانتے بلکہ اس کے تلفظ اور اظہار کو ضروری تصور کرتے ہیں چونکہ قد آیت کریمہ میں ملفوظ نہیں ہے۔ اس لئے سیبویہ حصرت صدورہم کے جملہ کو قوم سے موول کرتے ہیں اور اس جملہ کو موصوف محذوف کی صفت قرار دیتے ہیں یعنی موصوف وصفت دونوں ملا کر حال ٹھہراتے ہیں اس لئے یہاں قد ملفوظ نہیں ہے گویا یہاں سیبویہ کے نزدیک ماضی مثبت حال واقع نہیں ہے

بلکہ حال موصوف محذوف قوم کا لفظ ہے اور مہر داس جملہ کو جملہ دعائیہ قرار دیتے ہیں اور یہ معلوم ہے کہ جملہ دعائیہ اعراب کا محل نہیں رکھتا یعنی مہر داس جملہ کو جملہ حالیہ نہیں مانتے ہیں اس لئے اس میں قد ملفوظ نہیں ہے اور ماضی مثبت میں دخول قد کا ضروری اور شرط اس لئے نہیں مانا ہے کہ نفی میں بلا قاطع کے استمرار مقصود ہوتا ہے چونکہ یہ نفی کے زمانہ کو شامل ہے اس لئے اس میں قد کے دخول کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔ **ویجوز حذف العامل فی الحال لقیام قرینة حالیة .** یعنی حال کے عامل کا حذف جائز ہے لیکن یہ جب کہ حذف کا قرینہ موجود ہو اور قرینہ کی دو قسمیں ہیں اول قرینہ حالیہ دوئم قرینہ مقالیہ **کقولک للمسافر ای الشارع فی السفر اوالمعهی له .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود صرف یہ ہے کہ یہاں مسافر سے مراد وہ شخص ہے جو سفر کو شروع کرے یا وہ شخص ہے جو سفر کی تیاری کرے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باعتبار مالول کے مسافر کہہ دیا ہے حقیقی مسافر مراد نہیں ہے۔ **راشدا مهدیا ای سر راشدا مهدیا بقرینه حال المخاطب وقوله مهدیا اما صفة لراشدا او حال بعد حال .** یہ قرینہ حالیہ کی مثال ہے یعنی اس کا عامل سر محذوف ہے اور قرینہ اس کا مخاطب کا حال ہے مخاطب کے حال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راشدا کا عامل یہاں سر ہے اور مہدیا کا لفظ راشدا کے لفظ کی صفت ہے یا حال بعد حال ہے۔ **او مقالیة کقولک راکبا لمن یقول کیف جئت ای جئت راکبا بقرینة السوال ومنه قول تعالیٰ ایحسب الانسان ان لن نجمع عظامه بلیٰ قادرین ای بلیٰ نجمعها قادرین .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قرینہ مقالیہ کی مثال دی ہے کہ ترکیب مذکور میں راکبا کا عامل جئت محذوف ہے اور قرینہ مقالیہ اس کا سائل کا سوال ہے اور آیت کریمہ مذکورہ بھی قرینہ مقالیہ کی مثال ہے یعنی قادرین کا عامل نجمعها مقدر ہے ویجب حذف العامل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یجب کا فاعل حذف العامل کا لفظ ہے فی بعض الاحوال اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ حال کے عامل کے حذف کا قاعدہ اللہ تعالیٰ کے قول شهد الله انه لا اله الا هو الملائكة والوالعلم قائما باالقسط سے منقوض ہے کیونکہ یہ حال مؤکدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حال مؤکدہ سے مراد بعضے احوال موکدہ ہیں کیونکہ حال موکدہ کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ جملہ فعلیہ کے مضمون کا مقرر ہو ثانی یہ کہ جملہ اسمیہ کے مضمون کا مقرر ہو وجوب حذف عامل حال قسم ثانی میں ہے اول قسم میں حذف واجب نہیں ہے۔ **المؤکدة وهی ای الحال الموکدة مطلقا هی التی لا منقد من صاحبها ما دام موجودا غالبا بخلاف المنتقلة والمنتقلة قید للعامل بخلاف الموکدة .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حال موکدہ بتاتے ہیں کہ حال موکدہ مطلقا یعنی خواہ اس کے عامل کا حذف جائز ہو خواہ واجب اس کو کہتے ہیں جو کہ ذوالحال کے موجودگی میں غالبا اپنے ذوالحال سے منتقل ہونا ممکن ہے جیسے جاء نی زید راکبا میں رکوب زید سے غالبا منتقل ہو سکتا ہے بخلاف موکدہ کے کہ وہ عامل کی قید نہیں ہوتی ہے اس لئے وہ ذوالحال سے غالبا منفک نہیں ہوگا **مثل زید ابوک عطوفا فان العطوفیة لا تنتقل عن الاب فی غالب الامر** یہ حال موکدہ کی مثال ہے کیونکہ اس میں عطوفت غالب امر میں اب سے منفک نہیں ہوتی ہے۔ **ای احقه بفتح الهمزة اوضمها من حققت الامر بمعنی تحققه او صرت منه علی یقین** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ احقه کا لفظ دو حالتوں سے خالی نہیں بفتحہ ہمزہ ہے یا بضمہ ہمزہ اگر بفتحہ ہمزہ ہو تو اس صورت میں یہ ثلاثی مجرد سے فعل مضارع متکلم کا صیغہ مانا جائے گا یہ مبالغہ پر دلالت نہیں کرتا اور یہاں مقصود مبالغہ ہے اور اگر بضمہ ہمزہ ہو تو اس تقدیر پر یہ باب افعال سے فعل مضارع متکلم کا صیغہ ہوگا پس یہ احقاق پر دلالت کرے گا نہ تحقیق

پر اور یہاں مقصود تحقیق ہے امتحان مقصود نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ بفتحہ ہمزہ ہے یا بضمہ ہمزہ حقیقت سے بمعنی تحقق کے ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا مجھ کو یقین ہو گیا۔ **او من احققت الامر بھذا المعنیٰ بعنیه او بمعنیٰ اثبتُّه ای تحققت ابوته لک ومرت منها علی یقین او اثبتها لک عطوفا وقال صاحب المفتاح احق التقدیرات عندی ان یقدر یحنی عطوفا** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا یہ صیغہ باب افعال احققت سے بمعنی تحقق یا بمعنی اثبتہ کے ہے پس یہ مجاز لفظی ہے جس کی تقدیر مثال مذکور کے معنی یہ ہوں گے کہ میں نے تیرے باپ کی ابوت تیرے لئے متحقق اور ثابت کی اور اس کا مجھ کو یقین ہوا کہ تیرا باپ مہربان ہے اور صاحب مفتاح نے کہا ہے کہ مثال مذکور میں حال کے عامل میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ یحنی کا لفظ محذوف اور مقدر ہو یہ سب تقدیرات سے بہتر تقدیر ہے۔ **وشرطها ای شرط وجوب حذف عاملها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا کہ شرطها کی ضمیر مجرورہ حال کی طرف راجع ہے یعنی حال کے عامل کے حذف کے وجوب کی شرط یہ ہے کہ جملہ کے مضمون کا مقرر ہو **ان تکون مقررة ای مؤکدة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مقررۃ کے معنی یہاں موکدہ کے ہیں۔ **لمضمون جملة احتراز به عما یوکد بعض اجزئها کالعامل فی قوله تعالیٰ انا ارسلناک للناس رسولا فانه یجب حذفه** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول بمضمون جملۃ قید احترازی ہے اس کی بنا پر اس حال سے احتراز ہوا جو کہ جملہ کے بعضے اجزاء کی تاکید کرے جیسے آیت کریمہ مذکور میں حال کا عامل ہے کہ یہاں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں ہے۔ **اسمیة احترز بها عما اذا کانت فعلیة فانه لایجب حذف عاملها کما قال صاحب الکشاف فی قوله تعالیٰ قائما بالقسط انه حال موکدة من فاعل شهد ولا بدهھنا من قید آخر وهو ان یکون عقد تلک الاسمیة من اسمین لا یصلحان لعمد فیها والا لکان عاملها مذکورا فکیف یکون حذفه واجبا نحو اللّٰه شاهد قائما بالقسط** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ اوپر والا قاعدہ مذکورہ اللہ شاہدٌ الخ کے قول مذکورہ سے منقوض ہے کیونکہ اس میں حال جملہ کے مضمون کا مؤکدہ ہے اور باوجود اس کے اس میں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جملہ اسمیہ سے مراد یہاں وہ جملہ اسمیہ ہے جو ایسے اجزا سے مرکب ہو جس کے اجزاء عمل کی صلاحیت نہ رکھیں اور یہاں جز ثانی شاہد عمل کی صلاحیت رکھتا ہے اس لئے یہاں حذف واجب نہیں یعنی اسمیہ کی قید سے اس سے احتراز ہوا جو کہ جملہ فعلیہ ہو کیونکہ یہاں حال کے عامل کا حذف واجب نہیں ہوگا جیسا کہ صاحب کشاف نے اللہ تعالیٰ کے قائما بالقسط کے قول کی تفسیر میں لکھا ہے کہ قائما شھد کی ضمیر فاعل سے حال موکدہ ہے اور یہاں ایک دوسری قید کی بھی ضرورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ جملہ اسمیہ دو ایسے اسموں سے مرکب ہو جو عمل حال کے صالح نہ ہوں اور نہ حال کا عامل مذکور ہو گا پس کیوں کر اس کا حذف واجب ہو سکے گا جیسے اللّٰه شاهد قائما بالقسط میں ہے یہ سوال مقدر مذکور بالا کا جواب شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ولا بدھھنا من قید آخر الخ کی عبارت سے شروع کیا ہے جس کی تشریح اوپر بیان ہو چکی ہے خوب ملاحظہ کریں **التمیز ما ای اسم الذی** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں قطع رزقه ابے مات کی ترکیب کے مات کا لفظ داخل ہوا کیونکہ یہ بھی معنی موضوع لہ کے ابہام کا رفع کرتا ہے اور باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں کلمہ ما اسم سے عبارت ہے اور ترکیب مذکور میں مات اگرچہ رفع ابہام

کرتا ہے لیکن یہ نقل ہے لہذا تمیز کی تعریف مانع ثابت ہوئی۔ **یرفع الابهام واحتراز به عن البدل فان المبدل فان المبدل منه فی حکم التنحیة فهو لیس یرفع الابهام عن شی بل هو ترک مبهم وایراد معین** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یرفع الابہام کا قول قید احترازی ہے اس کے بنا پر بدل سے احتراز ہوا کیونکہ اس کا مبدل منہ ترک کے حکم میں ہوتا ہے لہذا وہ معنیٰ موضوع لہ کے رفع ابہام نہیں کرتا بلکہ یہ مبہم کا ترک کرنا ہے اور معین کا لانا مقصود ہے یعنی بدل میں مقصود بہ نسبت ہوتا ہے مبدل منہ نہیں ہوتا۔ **المستقر ای الثابت الراسخ فی المعنیٰ الموضوع له من حیث انه موضوع فان المستقر وان کان بحسب اللغة هو الثابت مطلقا لکن المطلق منصرف الی الکامل وهو الوضعی** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مستقر کے لفظ کے لغوی معنیٰ مطلق ثابت کے ہیں اور یہاں رفع ابہام سے مراد رفع الہام وضعی لیا گیا ہے پس یہ مجاز ہوا اور مجاز میں قرینہ کی ضرورت ہوتی ہے یہاں اس کا قرینہ کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مستقر سے مراد ثابت راسخ فی المعنیٰ موضوع له ہے اس حیثیت کی بنا پر کہ وہ موضوع لہ ہے اور اس کا قرینہ علماء کا ایک قاعدہ ہے وہ یہ ہے کہ جب شے کا ذکر مطلق ہو تو اس کا صرف کامل کی طرف کر دیتے ہیں اور کامل یہاں رفع ابہام وضعی ہے لغوی نہیں لہذا یہ مستقر کا لفظ باعتبار لغت کے اگر چہ مطلق ثابت پر دلالت کرتا ہے لیکن یہ مطلق یہاں منصرف الی الکامل ہے اور وہ رفع ابہام وضعی ہے۔ **واحترز به عن نحو رایت عینا جاریة فان قوله جاریة یرفع الابهام عن قوله عینا لکنه غیر مستقر بحسب الوضع بل نشاء فی الاستعمال باعتبار تعدد الموضوع له وکذا یقع به الاحتراز عن او صاف المبهات نحو هذا الرجل فان هذا مثلا اما موضوع لمفهوم کلی بشرط استعماله فی جزئیاته بل او لکل جزئی جزئی منه ولا ابهام فی هذا المفهوم الکلی ولا فی واحد واحدٍ من جزئیاته بل الابهام انما نشا من تعدد الموضوع له او المستعمل فیه فتو صیفه بالرجل یرفع هذا الابهام لا الابهام الواقع فی الموضوع له من حیث انه موضوع له وکذا یقع به الاحتراز عن عطف البیان فی مثل قولک ابو حفص عمر فان کل واحد من ابی حفص و عمر موضوع لشخص معین لابهام فیه لکن لما کان عمر اشهر زال بذکره الخفاء الواقع فی ابی حفص لعدم الاشتهار لا الابهام الوضعی** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں مشترک کا لفظ داخل ہوا جیسے رائت عینا جاریۃ کی ترکیب میں جاریۃ کا لفظ ہے کہ یہ لفظ معنیٰ موضوع لہ کے رفع ابہام کرتا ہے اور باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے اور اسی طرح اس تعریف میں مبہمات کے اوصاف داخل ہوئے کیونکہ یہ بھی رافع ابہام ہیں حالانکہ یہ تمیز نہیں اور اسی طرح اس میں عطف بیان داخل ہوا کیونکہ یہ رافع ابہام ہے باوجود اس کے یہ تمیز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد ابہام سے وہ ہے جو ثابت اور کائن معنیٰ موضوع لہ میں ہو لہذا اس حیثیت کی بنا پر رائیت عینا جاریته کی ترکیب کے جاریۃ کا لفظ تمیز کی تعریف سے خارج ہوا کیونکہ جاریۃ کا لفظ اگر چہ عینا کے لفظ کا رفع ابہام کرتا ہے لیکن یہ بحسب وضع مستقر نہیں ہے بلکہ یہ باعتبار تعدد موضوع لہ کے استعمال کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اور اسی طرح اس تعریف سے مبہمات کے اوصاف بھی خارج ہوئے کیونکہ ہذا الرجل کی ترکیب میں مثلا ہذا کا لفظ ایک مفہوم کلی کے لئے موضوع ہے جو مستعمل فی الجزئیات ہوتا ہے یا مفہوم کلی کے ہر ایک جزی کے لئے موضوع ہے اور اس مفہوم کلی میں کوئی ابہام نہیں ۔ اس کے جزائیات کے ایک ایک فرد میں کوئی ابہام پایا جا سکتا ہے بلکہ یہ ابہام صرف موضوع لہ کے تعدد سے پیدا ہوا ہے یہ متاخرین کے

نزدیک ہے یا تعدد استعمال سے پیدا ہوا ہے بنا بر مذہب متقدمین کے پس الرجل سے اس کے موصوف ہونے کی بنا پر صرف وہی ابہام مرتفع ہوا ہے جو تعدد موضوع لہ یا تعدد استعمال سے پیدا ہو تھا نہ وہ ابہام وضعی جو معنٰی موضوع لہ میں واقع ہوا اور اسی طرح اس تعریف سے عطف بیان بھی خارج ہوا کیونکہ ابو حفص کی ترکیب میں یہ ابو حفص اور عمر دونوں الفاظ ایک شخص معین کے لئے موضوع ہیں اس میں کوئی ابہام نہیں ہے لیکن چونکہ عمر کا لفظ مشہور تھا اس لئے اس کے ذکر کرنے سے وہ خفاء جو ابو حفص میں بوجہ اس کی عدم شہرت کے واقع ہوا تھا رفع ہوا اس میں ابہام وضعی کا رفع مقصود نہیں ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر تمیز کی تعریف بالکل مانع ثابت ہوئی۔ **عن ذات لا عن وصف واحتراز به عن النعت والحال فانهما يرفعان الابهام المستقر الواقع فى الوصف لا فى الذات وتحقيق ذلک ان الواضع لما وضع الرطل مثلا لنصف من فلا شک ان الموضوع له معنًى معين متميز عما هو اقل من النصف كالربع وعما هو اكثر منه كمن ومنين ولا ابهام فيه الا من حيث ذاته اى جنسه فانه لا يعلم منه بحسب الوضع انه من جنس العسل اوانحل او غير هما والا من حيث وصفه فانه لا يعلم منه بحسب الواضع انه بغدادى او مكى فاذا اريد رفع الابهام الوصفى الثابت فيه بحسب الوضع اتبع بصفة او حال فيقال رطل بغدادى واذا اريد رفع الابهام الذاتى قيل زيتا فزيتا يرفع الابهام المستقر عن الذات لا النعت والحال فانهما يرفعان الابهام عن الوصف .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتاتے ہیں کہ ذات کا قول قید احترازی ہے یعنی اس قید سے وصف اور حال سے احتراز ہو ا کیونکہ نعت اور حال اس ابہام کو رفع کرتے ہیں جو وصف میں واقع ہو ابہام ذاتی کو رفع نہیں کرتے اس مقام کی تحقیق یہ ہے کہ مثلاً واضع نے رطل کے لفظ کو آدھ من کے لئے وضع کیا ہے۔ پس اس میں شک نہیں کہ اس کا معنٰی موضوع لہ ایک معنٰی معین ہے اور ممتاز ہے اس سے جو نصف اقل ہو جیسے ربع اور ممتاز ہے اس سے جو اس سے اکثر ہو جیسے ایک من یا دو من اور اس میں ابہام صرف ذاتی یعنی جنسی ہے کیونکہ اس سے معلوم یہ نہیں ہوتا کہ یہ رطل عسل کا ہے یا سرکہ کا یا ان کے سوا کا یا یہ ابہام وصفی ہوگا کیونکہ اس سے بحسب وضع یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ رطل بغدادی ہے یا مکی۔ پس اگر ابہام وصفی کا رفع مقصود ہو تو اس کے بعد صفت یا حال لایا جائے گا۔ اور رطل بغدادی مستعمل کریں گے اور ابہام ذاتی کا رفع مراد ہو تو اس صورت میں اس کے بعد زیتا کہا جائے گا پس یہ زیتا کا لفظ اس ابہام ذاتی مستقر فی الذات کا رفع کرے گا بخلاف لغت اور حال کے کہ یہ ابہام وصفی کو رفع کرتے ہیں ذاتی کو نہیں۔ **مذكورة او مقدرة صفتهان للذات اشارة الى تقسيم التميز فالمذكورة نحو رطل زيتا والمتدرة نحو طاب زيد نفسا فانه فى قوة وقولنا طاب شئى منسوب الى زيد ونفسا يرفع الابهام عن ذلک الشئى المقدر فيه** یعنی مذکورۃ اور مقدرۃ کے الفاظ ذات کی صفات ہیں اور اس میں تمیز کی تقسیم کی طرف اشارہ ہے یعنی تمیز کی دو قسمیں ہیں اول وہ ہے جو رفع ابہام ذات مذکورہ کا کرے دوم وہ جو رفع ابہام ذات مقدرہ کا کرے اول کی مثال رطل زیتا ہے اور دوئم کی مثال طاب زید نفسا ہے کہ یہ طاب شئی منسوب الی زید کے حکم میں ہے پس مثال مذکورہ میں تمیز یعنی نفسا کا لفظ اس شے مقدر سے رفع ابہام کرتا ہے۔

فالاول اے القسم الاول من التميز وهو ما يرفع الابهام عن ذات مذكورة يرفعه.

اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ اول کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور موصوف اس کا قسم کا لفظ محذوف ہے یعنی تمیز کے اول قسم اور وہ یہ ہے جو ذات مذکورہ کا رفع ابہام کرے یعنی اس ابہام کو رفع کرے جو ذات مذکورہ میں واقع ہو۔

عن مفرد يعنى به ما يقابل الجملة وشبها والمضاف.

اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہاں مفرد سے مراد وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ اور مضاف کے مقابل ہو **مقدار صفة لمفرد هو مايقدر به الشي اي يعرف به قدره ويبين** . اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مقدار کا لفظ مفرد کی صفت ہے۔ اور مقدار سے یہاں مراد وہ ہے جس سے شے کا اندازہ لگایا جاتا ہے یعنی جس سے شے کی قدر معلوم ہوتی ہے اور مقادیر اشیاء پانچ ہیں کسی شاعر نے فارسی نظم میں جمع کئے ہیں ۔

پنج اندحان من تو مقادیر راشناس
کیل است ووزن وعدد وذراع است ہم قیاس

غالبا اي في غالب المواد واكثرها اي رفع الابهام مطلقا يتحقق في ضمن هذا الرفع الخاص في اكثر المواد وذالک لان الابهام فيه اكثر والمقدار اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ غالبا کا لفظ منصوب بنابر نزع خافض ہے یعنی اس مفرد مقداری کا رفع ابہام مطلق اکثر مواضع استعمال میں اس خاص رفع کے ضمن میں متحقق ہوگا اور یہ ضروری اور لازمی بات ہے کہ اس مفرد مقداری میں ابہام اکثر مستعمل ہوا کرتا ہے اما متحقق فی ضمن اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ عدد کی ظرفیت مقدار کے لئے ظرفیت خاص عام کے لئے ہے یا ظرفیت جزی کلی کے لئے ہے۔ **عدد نحو عشرون درهما وسياتي ذكر تميز العدد وبيانه في باب اسماء العدد** یعنی وہ مفرد مقداری عام ہے خواہ عدد ہو جیسے مثال مذکور میں ہے اور عدد کے تمیز کا ذکر اور اس کا پورا بیان اسمائے عدد کے باب میں آویگا **او اما في ضمن غيره اي غير العدد كالوزن** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور عدد کی طرف راجع اور ضمن کے لفظ کے بڑھانے کی وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے اور غیر عدد وزن ہے۔ **نحو رطل زيتا فان الرطل نصف من ونحو منوان سمنا وكا لكيل نحو قفيز ان برا وكالذراع نحو ذراع ثوبا وكا لمقياس نحو علي التمرة مثلها زبدا** ، یہ مقادیر کی امثال ہیں رطل زیتا وزن کی مثال ہے کیونکہ رطل نصف من کو کہتے ہیں قفیزان برا کیل کی مثال ہے ذراع ثوبا ذراع کی مثال ہے علی التمرۃ مثلھا زبدا مقیاس کی مثال ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منوان سے قبل نحو کا لفظ بڑھایا اور اسی طرح کیل کے لفظ سے قبل کاف تشبیہ بڑھایا اور اسی طرح علی التمرۃ کے قبل سے نحو کا لفظ بڑھایا ہے اس سے عطف کا اشارہ کیا ہے یہ عدد کے ساتھ پانچ مقادیر ہوگئے ۔ **والمراد بالمقادير في هذه الصور هو المقدرات لان قولک عندي عشرون درهماً ورطل زيتا وقفيز ان برا وذراع ثوبا وعلى التمرة مثلها زبدا المراد بها لمعدود الموزون والمكيل والمذروع والمقيس لاغير** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز ذات کے رفع ابہام کرتی ہے اور مقادیر مذکورہ میں کوئی ابہام نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مقادیر سے مراد یہاں ان مذکورہ صورتوں میں مقدرات ہیں کیونکہ مذکورہ امثال میں مقادیر سے مراد معدود اور موزون اور لکیل اور مذروع اور مقیس ہی ہیں اور یہ معلوم ہے کہ اشیاء مقدرات میں ابہام موجود ہے لہٰذا اس کے رفع کرنے کے لئے یہاں تمیز مقدرات مذکور کی آئی ہے۔ **وانما اقتصر المصنف على الامثلة الثلثة لانه كان مطمع نظره التنبيه على بيان ما تيم به المفرد وهو التنوين كما في رطل زيتا اوالنون كما في منوان سمنا اوالاضافة كما في على التمرة مثلها زبدا ولهٰذا لم يستون اقسام المقادير وكرر بعضها ومعنى تمام الاسم ان يكون على حالته لا يمكن اضافة معها والاسم**

مستحیل الاضافة مع التنوین ونونی التثنیة والجمع ومع الاضافة لان المضاف لا یضاف ثانیا فاذاتم الاسم بهذه الاشیاء شابه الفعل اذاتم باالفاعل الفاعل وصاربه کلاما تاما فیشا به التمیز الآتی بعده المفعول لو قوعه بعد تمام الاسم کما ان المفعول حقه ان یقع بعد تمام الکلام فینصبه ذلک الاسم التام قبله لمشابهة الفعل التام بفاعله وهذه الاشیاء انما قامت مقام الفاعل لکونها آخر الاسم کما کان الفاعل عقیب الفعل . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مقادیر پانچ ہیں اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بعض کا ذکر کیا اور بعض کو چھوڑ دیا اور بعض کو مع امثلہ مکرر ذکر کیا ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشیاء ثلاثہ کی مثالوں پر اکتفاء کر کے بعض مقادیر کو اس لئے ذکر کیا ہے کہ مطمح نظر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مقادیر کا بیان نہیں بلکہ اس کے مطمح نظر اس چیز کو بیان کرنا ہے جس سے مفرد مقداری تمام ہو سکے اور وہ تنوین ہے جیسے رطل زیتا میں ہے یا نون ہے جیسے منوان سمنا میں ہے یا اضافت ہے جیسے علی التمرة مثلها زیدا کی مثال میں ہے اور اسی وجہ سے مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مقادیر کی اقسام کو پورا بیان نہیں کیا اور بعض کو مکرر لایا ہے اور اسم مفرد مقداری کے تمام ہونے کے یہ معنیٰ ہیں کہ وہ ایسی حالت میں ہو جس کے ساتھ اس کی اضافت ممکن نہ ہو اور یہ معلوم ہے کہ اسم تنوین اور نون تثنیہ اور جمع اور اضافت کے ساتھ مستحیل الاضافت ہوا کرتا ہے اور اسم کا تنوین اور نون تثنیہ اور جمع کے ساتھ مستحیل الاضافت ہونا ظاہر ہے اور اضافت کے ساتھ اس لئے مستحیل الاضافت ہے کہ مضاف دوبارہ مکرر مضاف نہیں ہوتا پس جب اسم مفرد مقداری ان اشیائے مذکورہ سے تمام ہو جائے تو یہ فعل کا مشابہ ہو جائے گا یعنی جس طرح فعل فاعل سے مل کر تمام ہوتا اور کلام تام ہو جاتا ہے اسی طرح وہ تمیز جو اس اسم تام کے بعد آئے گی مفعول کے مشابہ ہوگی کیونکہ جس طرح مفعول فعل کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ تمیز بھی اس اسم کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوگی تو جس طرح مفعول کا حق یہ ہے کہ فعل کے فاعل سے تمام ہونے کے بعد منصوب واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ اسم تام بھی جو فعل سے مشابہ ہے اس تمیز کو نصب دے گا اور یہ اشیائے مذکورہ فاعل کے قائم مقام اس لئے ہیں کہ جس طرح فاعل فعل کے بعد واقع ہوتا ہے اسی طرح یہ اشیائے مذکور بھی اسم کے آخر میں واقع ہوتی ہے اور اشیائے مذکور سے مراد تنوین نون تثنیہ اور جمع اور اضافت ہیں۔ الاتریٰ ان لام التعریف الداخلة علی اول الاسم وان کان یتم بها الاسم فلا یضاف معها لا ینتصب التمییز عنه فلا یقال عندی الراقود خلا . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مفرد مقداری جس طرح اشیائے اربعہ مذکورہ سے تمام ہوتا ہے اسی طرح الف ولام سے بھی تمام ہوتا ہے کیونکہ اسم کے تام ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ امور اربعہ مذکور کے ساتھ مستحیل الاضافت ہوتا ہے تو جس طرح یہ امور اربعہ مذکور کے ساتھ مستحیل الاضافت ہے اسی طرح الف ولام کے ساتھ بھی اس کی اضافت محال ہے پس جب یہ اسم اس اسم کے بعد واقع ہو جو الف ولام سے تمام ہو تو چاہیئے کہ یہ منصوب بنا بر تمیز ہو جیسے عندی الراقود خلا کی مثال میں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ متم سے مراد یہاں مطلق متم نہیں بلکہ وہ متم مراد ہے جو فاعل سے مشابہ ہو اور الف ولام فاعل سے مشابہ نہیں کیونکہ فاعل فعل کے بعد واقع ہوتا ہے اور الف ولام تعریفی اسم پر مقدم ہوتے ہیں لہٰذا الف ولام سے اگر چہ اسم تمام ہوتا ہے لیکن اس کے ساتھ وہ مضاف نہیں ہوگا اس لئے الف ولام سے تمیز منصوب نہیں آئے گی پس عندی الراقود خلا کی مثال میں خلا کا لفظ منصوب بنا بر تمیز نہیں پڑھا جائے گا۔ فیفرد ای التمییز وان کان الاسم التام مثنی او مجموعا یہ اوپر کے قول پر تفریع ہے یا جزائے مقدم شرط مؤخر کی ہے یعنی تمیز مفرد لائی جائے گی اگر چہ اسم تام تثنیہ ہو یا جمع لہٰذا عندی رطل زیتا ور طلان زیتا وار

طالی زیتا پڑھا جائے گا ہر حالت میں مفرد ہی پڑھا جائے گا۔ان کان ای التمیز اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کا اسم تمیز ہے **جنسا وھو ما یتشابہ اجزاؤہ و یقع مجردا عن التاء علی القلیل و الکثیر فلا حاجۃ ای تثنیۃ و جمعہ کالماء والتمر والزیت والضرب بخلاف رجل وفرس** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنس کے معنی بتاتے ہیں کہ جنس اس کو کہتے ہیں کہ جس کے اجزاء متشابہ یعنی متشارک ہوں یعنی جس طرح جنس کا اطلاق کل پر ہوتا ہے اسی طرح ہر ایک جز پر بھی ہوتا ہے اور یہ جنس تاء سے خالی اور مجرد واقع ہوگا اور اس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے لہٰذا اس کے تثنیہ اور جمع کرنے کی ضرورت نہیں جنس کی امثال ماء اور تمر اور زیت اور ضرب کے الفاظ ہیں کہ یہ قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتے ہیں بخلاف رجل اور فرس کے کہ یہ الفاظ اسمائے اجناس ہیں جنس نہیں اور فرق درمیان جنس اور اسم جنس کے یہ ہے کہ جنس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے اور اسم جنس کا اطلاق صرف واحد پر ہوتا ہے جیسے رجل اور فرس کے الفاظ ہیں۔**الا ان تقصد الانواع ای ما فوق النوع الواحد فیشمل المثنی ایضا لانہ لا یدل لفظ الجنس مفرد اعلیھا فلا بد من ان یثنی او یجمع** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب دو نوعین مقصود ہوں تو اس صورت میں بھی تثنیہ اور جمع مطابقت ضروری ہے لہٰذا الانواع بصیغہ جمع ذکر کرنا درست نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں الانواع سے مراد جمع نہیں بلکہ ما فوق الواحد مراد ہے پس اس تقدیر پر یہ تثنیہ کو بھی شامل ہوا اور اگر مقصود انواع ہوں تو اس صورت میں تمیز کا تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع کر دینا اس لئے ضروری ہے کہ جنس کا لفظ اس وقت کہ مفرد نہ ہو انواع پر دلالت نہیں کر سکتا لہٰذا ضروری اور لازمی ہے کہ اس کو تثنیہ کے لئے تثنیہ اور جمع کے لئے جمع کر دیا جائے۔**قیل وفی تخصیص قصد الانواع بالاستثناء نظر لانہ کما جازان یقال طاب زید جلستین للنوع جازان یقال طاب زید جلستین للعدد** ۔ یہ اوپر الا تقصد الانواع کی عبارت پر ایک سوال ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تمیز جس طرح قصد انوع کی بنا پر تثنیہ اور جمع ہوتی ہے اسی طرح قصد اعداد کی بنا پر بھی تثنیہ اور جمع ہو کر آتی ہے پس مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قصد انواع کو استثناء کے لئے کیوں خاص کیا اور اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے کیونکہ جس طرح طاب زید جلستین نوع کے لئے پڑھ سکتے ہیں اسی طرح طاب زید جلستین عدد کے لئے بھی استعمال کر سکتے ہیں۔**ویمکن ان یجاب عنہ بان المراد بالانواع حصص الجنس سواء کانت بالخصوصیات الکلیۃ او الشخصیۃ** ۔ یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہاں انواع سے مراد جنس سے حصص ہیں خواہ وہ خصوصیات کلیہ ہوں یا شخصیہ لہٰذا اب اس تقدیر پر قصد انواع کی استثناء کی تخصیص صحیح اور درست ہوئی۔**ویجمع ای یورد التمییز علی مافوق الواحد جوازا حیث لم یقصد الواحد** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یجمع کا فاعل تمیز ہے اور یہاں بھی جمع سے مراد ما فوق الواحد ہے یعنی اگر مقصود واحد ہو تو تمیز ما فوق الواحد کر کے لائی جائے گی یعنی تثنیہ اور جمع کی جاوے گی۔**فی غیرہ ای فی غیرہ الجنس نحو عندی عدل ثوبین او اثوابا** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ غیرہ کی ضمیر مجرور جنس کی طرف راجع ہے یعنی اگر تمیز سے جنس مقصود نہ ہو تو اس صورت میں تمیز تثنیہ و جمع لائی جائے گی جیسے مثال مذکور میں ثوبین اور اثوابا کے الفاظ ہیں۔**ثم ان کان ای المفرد المقدار تاما** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سیاق کلام سے ظاہر یہ ہے کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے جس کی تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ اگر تمیز متلبس بتوین یا متلبس بنون تثنیہ اور جمع ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت جائز ہوگی اور یہ معنی درست نہیں

کیونکہ اس تقدیر پر خروج بحث سے لازم آتا ہے کیونکہ بحث مفرد مقداری کی تنوین کی ہے تمیز کی تنوین کی نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کان کی ضمیر مفرد مقداری کی طرف راجع ہے تمیز کی طرف نہیں ہے لہٰذا خروج بحث سے لازم نہیں آیا لیکن یہ سیاق کلام کے مخالف ہے۔ **بعلوین او بنون التثنیة او المعنیٰ ان وجد التمییز ملتبسا بتنوین المفرد او بالنون التی للتثنیة فانه لما تم الاسم بها اقتضی التمییز** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ چونکہ کان کی ضمیر مفرد مقداری کی طرف راجع کردینے کی صورت میں سیاق کلام کے مخالف ہوتی ہے اس لئے اس کا بہتر جواب یہ ہے کہ اس کے معنی اس طرح کئے جائیں کہ اگر تمیز متلبس بتنوین مفرد یا متلبس بنون تثنیہ ہو تو اس تقدیر پر جب اسم کی تمامی تنوین اور نون تثنیہ سے مانی جائے تو یہ اسم اس وقت تمیز کو ضرور بالضرور چاہے گا گویا اس صورت میں تمیز حکما متلبس بتنوین اور متلبس بنون تثنیہ ہوگی اس جواب کی بناء پر کان کی ضمیر تمیز کی طرف راجع ہوگی اور یہ کان تامہ ہے۔ **جازت الاضافة ای اضافة المفرد المقدار الی التمییز اضافة بیانیةً باسقاط التنوین ونون التثنیة جوازًا شائعا کثیرا لحصول الغرض وهو رفع الابهام بذلک مع التخفیف نحو رطل زیت ومنوا سمن** . یعنی اگر یہ مفرد مقداری اسم تنوین یا نون تثنیہ سے تمام ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز ہے لیکن یہ اضافت بیانیہ ہوگی اور اس کی اضافت کی صورت یہ ہے کہ اس کی تنوین اور نون تثنیہ کو ساقط کردیا جائے کیونکہ اضافت کے ساتھ تنوین اور نون تثنیہ جمع نہیں ہوسکتا اور یہ اضافت استعمال میں جائز اور بہت شائع ہے کیونکہ اس اضافت سے بھی وہ غرض جو رفع ابہام ہے حاصل ہوتی ہے علاوہ ازیں اس کے ساتھ لفظ میں تخفیف بھی حاصل ہوتی ہے جیسے امثال مذکورہ میں موجود ہے۔ **والا ای وان لم یکن بتنوین اور بنون التثنیة بان یکون بنون الجمع اوالاضافة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ یہ جملہ ثم ان کان بتنوین الخ کے جملہ پر عطف اور اسی سے استثناء ہے یعنی اگر وہ مفرد مقداری تام بتنوین اور نون تثنیہ نہ ہو بلکہ تام بنون جمع یا اضافت ہو تو اس صورت میں اس کی اضافت تمیز کی طرف درست نہ ہوگی۔ **فلا تجوز الاضافة الابقلة فی نون الجمع نحو عشر ودرهم اما فی الاضافة فلئلا تلزم اضافة المضاف واما فی نون الجمع فلا نه جاز ان یضاف الی غیر الممیز نحو عشریک وعشری رمضان با لاتفاق لکثرة الحاجة الیه فلوا ضیف الی الممیز لزم الالتباس فی بعض الصور لانه لا یعلم مثلا عند اضافة عشرین الی رمضان انه اراد عشرین رمضان اواراد الیوم العشرین من رمضان فلا یضاف فی غیر صورة الالتباس ایضا الاعلی قلة لیکون الباب اقرب الی الاطراد** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فلا کا منفی فعل تجوز مقدر ہے یعنی اگر وہ مفرد مقداری تام بنون اور نون تثنیہ نہ ہو تو اس تقدیر پر اس کی اضافت تمیز کی طرف جائز نہیں مگر نون جمع کے ساتھ قلت کے ساتھ جائز ہے جیسے عشر ودرہم میں ہے اور اضافت کے ساتھ اس کی اضافت اس لئے جائز نہیں کہ اس سے مضاف کا دوبارہ مکرر مضاف ہونا لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے اور نون جمع کی صورت میں اضافت اس لئے درست نہیں کہ جائز ہے کہ یہ مفرد مقداری غیر تمیز کی طرف مضاف ہو جیسے عشریک اور عشری رمضان کی امثال میں بالاتفاق اضافت غیر تمیز کی طرف ہوئی ہے کیونکہ اکثر غیر تمیز کی طرف بھی اضافت کی ضرورت ہوتی ہے پس اگر ایسی صورت میں تمیز کی طرف اضافت ہوجائے تو اس سے بعض صورتوں میں التباس لازم آجائے گا کیونکہ مثلاً عشرین کی اضافت رمضان کی طرف ہو تو اس سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس سے مراد عشرین رمضان ہیں یا رمضان المبارک کے عشرین ایام ہیں لہٰذا اس التباس کی بنا پر اس کی اضافت صورت غیر التباس میں بھی جائز نہیں ہوگی سوائے اسی قلت کی صورت کے جس کی مثال اوپر

مذکور ہو چکی ہے اور صورت غیر التباس میں اس کی اضافت اس لئے جائز نہیں کہ باب کا اطراد سے قرب حاصل ہو یعنی صورت غیر التباس میں بعدم جواز اضافت طرد اللباب ہے۔ **وعن غير مقدار عطف على قوله عن مفرد مقدار الى الاول كما يرفع الابهام عن مفرد مقدار كذلك يرفع عن مفرد غير مقدار الى ما ليس بعدد ولا وزن ولا ذراع ولا كيل ولا مقياس** ۔ یعنی یہ عن مفرد مقدار کے قول پر معطف ہے یعنی جس طرح اول قسم تمیز مفرد مقداری کے ابہام کو رفع کرتی ہے اسی طرح مفرد غیر مقداری کے ابہام کو بھی رفع کرے گی اور مفرد غیر مقداری اس کو کہتے ہیں جو کہ عدد اور وزن اور ذراع اور کیل اور مقیاس نہ ہو یہ چیزیں مقداری ہیں۔ **نحو خاتم حديدا فان الخاتم مبهم باعتبار الجنس تام بالتنوين فالحقنى تمييزا** ۔ اس میں مفرد غیر مقداری کی مثال ہے اس میں خاتم کا لفظ مفرد غیر مقداری باعتبار جنس کے مبہم تام بالتنوین ہے اس لئے یہ تمیز کو چاہتا ہے یعنی یہ معلوم نہیں تھا کہ خاتم کس چیز کا ہے حدید الفظ نے اس کا اس ابہام کو رفع کر دیا۔ **والخفض اى خفض التمييز باضافة غير المقدار اليه** ۔ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ تعالٰی علیہ کا مقصد یہ ہے خفض کے لفظ کا مضاف الیہ تمیز کا لفظ محذوف ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے۔ **اكثر استعمالا لحصول الغرض مع الخفة و بقصور غير المقدار عن طلب التمييز لان الاصل فى المبهمات المقادير وغيرها ليس بهذه المشابهة** ۔ یعنی تمیز کا مجرور ہونا بھی باعتبار اضافت مفرد غیر مقداری کے بہت مستعمل ہوتا ہے کیونکہ اس صورت میں بھی وہی غرض جو رفع ابہام ہے مع صفت حاصل ہو جاتی ہے علاوہ ازیں مفرد غیر مقداری تمیز کی طلب سے قاصر ہے اس لئے کہ مبہمات میں اصل مقادیر میں اور غیر مقادیر اس درجہ کے نہیں ہیں یعنی جب مفرد غیر مقداری کی اضافت تمیز کی طرف کی جائے گی تو اس میں جر اکثر مستعمل ہوگا کیونکہ مفرد غیر مقداری تمیز کی طلب سے قاصر ہے لہٰذا تمیز کا منصوب ہونا ضروری نہیں ہوگا۔ **والثانى اى القسم الثانى من التمييز وهو ما يرفع الابهام عن ذات مقدرة يرفع** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ الثانی کا لفظ ترکیب میں صفت ہے اور یہ معلوم ہے کہ صفت بلا موصوف موجود ہے اور موصوف ندارد ہے لہٰذا مصنف کی عبارت میں نقص واقع ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس صفت کا موصوف قسم کا لفظ محذوف ہے لہٰذا مصنف کی عبارت نقص سے مبرا ثابت ہوئی یعنی قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو کہ ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے۔ **عن نسبة كان الظاهر ان يقول عن ذات مقدرة فى نسبة فى جملة يكن ما كان الابهام فى طرف النسبة يستلزم الابهام فيها ورفعه عنها يستلزم الرفع عنه قال عن نسبة مقتصرا عليها تنبيها على ان مقابلة ما فى هذا القسم للمفرد المذكور فى القسم الاول انما هى بمجرد النسبة لا غير** ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں درمیان اجمال اور تفصیل کے مخالفت لازم آئی کیونکہ اجمال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے اور تفصیل سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قسم ثانی تمیز کی وہ ہے جو جملہ اور شبہ جملہ کے ابہام کو رفع کرے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ درمیان اجمال اور تفصیل کے مطابقت ضروری اور لازمی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ ظاہر یہی ہے کہ یرفع الابهام عن ذات مقدرة فى نسبة فى جملة کہتے لیکن چونکہ نسبت کی طرف کا ابہام نفس نسبت کے ابہام کو بھی مستلزم ہے اس لئے مصنف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے نسبت پر اقتصار کر کے عن نسبة کہہ دیا اس سے اس بات پر تنبیہ کی کہ مقابلہ تمیز کی ہر دو قسموں کے درمیان باعتبار تقدیر ذات اور تذکیر کے نہیں بلکہ باعتبار ذات اور نسبت کے ہے پس اگر تمیز رافع ابہام ذات ہو تو یہ قسم اول ہے خواہ ذات مذکور ہو جیسے رطل زیتا میں ہے خواہ مقدر جیسے نعم رجلا میں ہے اور اگر تمیز رافع ابہام نسبت ہو تو قسم

ثانی ہے خواہ ذات مذکور ہو جیسے طاب زید نفسا میں ہے خواہ مقدر ہو جیسے طاب زید ابا میں ہے۔ **فی جملة ای نسبة کائنة فی جملة او ما ضاھا ھا ای ما شابھھا عطف علی جملة وھو اسم الفاعل و نحو الحوض ممتلی ماء او اسم المفعول نحو الارض مفجرة عیونا اور الصفة المشبھة نحو زید حسن وجھا او اسم التفضیلا نحو زید افضل ابا او المصدر نحو اعجبنی طیبه ابا و کذا کل ما فیه معنیٰ الفعل نحو حسبک زید رجلا .** یعنی تمیز کی ثانی قسم وہ ہے جو ذات مقدرہ کے اس ابہام کو رفع کرے جو جملہ یا شبہ جملہ میں سے پیدا ہوا ہو اور ماضاہا کا جملہ فی جملة کے لفظ پر عطف ہے جس کے معنی مشابہت کے ہیں اور شبہ جملہ فعل کے جملہ مشتقات کو کہتے ہیں جیسے اسم فاعل ہے جس کی مثال مذکور ہے یا اسم مفعول اس کی مثال بھی شرح میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہے یا صفت مشبہ اس کی بھی مثال شرح میں موجود ہے یا اسم تفضیل ہے جس کی مثال شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دی ہے یا مصدر ہے اس کی مثال بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ذکر کی ہے اور اسی طرح جس میں فعل کے معنی پائے جائیں وہ بھی شبہ جملہ کہلایا جاتا ہے جیسے حسبك زید رجلا میں ہے یہ سب شبہ جملے ہیں ان جملوں میں جو نسبت ہے اس سے ابہام پیدا ہوا اس کے رفع کرنے کے لئے تمیز آئی ہے اور یہ نسبت والی تمیز باعتبار منصب عنہ کے تین قسموں پر منقسم ہے اول وہ جو منصب عنہ کے ساتھ خاص ہو ثانی وہ جو منصب عنہ کے متعلق سے خاص ہو ثالث وہ جو دونوں کی صلاحیت رکھے۔ **نحو طاب زید نفسا مثال للجملة والتمیز فیه خاص بالمنتصب عنه .** یہ جملہ کی مثال ہے اور تمیز اس میں منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے یعنی یہاں نفس سے مراد خاص زید کا نفس ہے کسی دوسرے شخص کا نفس مراد نہیں ہے۔ **وزید طیبه ما با مثال لما یشبه الجملة والتمیز فیه یصلح ان یکون لما انتصب عنه ولمتعلقه .** یہ شبہ جملہ کی مثال ہے اور تمیز اس میں منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے صلاحیت رکھتی ہے یعنی ابا سے یہ بھی مراد ہو سکتا ہے کہ عین زید ہو اور یہ بھی کہ زید کا باپ مراد ہو۔ **وحیث لا فرق فی التمیز بین الجملة وما ضاھا فھذ ان المثالان فی قوة اربعة امثلة فکانه قال طاب زید وزید طیب نفسا وابا فقوله** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مثال اول میں تمیز منصب عنہ کے ساتھ خاص ہے اور ثانی مثال میں منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے صلاحیت رکھتی ہے تو اس سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نفس جملہ کے ساتھ خاص ہے اور اب شبہ جملہ سے حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تمیز میں درمیان ان دو مثالوں کے کچھ بھی فرق نہیں کیونکہ تمیز جس طرح شبہ جملہ میں جاری ہوتی ہے اسی طرح جملہ میں بھی جاری کی جا سکتی ہے لہٰذا اس تقدیر پر یہ دو مثالیں چار مثالوں کی قوت میں ہیں گویا مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے طاب زید زید طیب نفسا وابا کہدیا ہے پس اس تقدیر کی بناء پر مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ آگے قول بحسب معنیٰ نفسا اور ابا کے الفاظ پر عطف ہے۔ **وابوة ودارا وعلما عطف علی نفسا واباً بحسب المعنیٰ فھو ناظر الی کل من المثالین مذکورین غیر مختص بالاخیر فھو بحسب الحقیقة اورد لکل من التمیز الواقع فی الجملة او ما ضاھا ھا خمسة امثلة فالنفس عین غیر اضافی خاص بالمنتصب عنه والدار عین غیر اضافی وھو متعلق بالمنتصب عنه والاب عین اضافی محتمل لھما والابوة عرض اضافی والعلم عرض غیر اضافی و کل واحد منھما متعلق بالمنتصب عنه .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال ممثل کی توضیح کی غرض سے لائی جاتی ہے اور ممثل کی توضیح ایک ہی مثال سے ہو سکتی ہے پس امثال کے تعدد کی کیا حاجت اور کیا ضرورت ہے

شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ تعدد امثال باعتبار تعدد ممثلات کے ہوتا ہے یہاں ممثلات متعدد ہیں اس لئے تعدد امثال کی ضرورت پڑی یعنی یہ ابوۃ اور دارا اور علما کے الفاظ نفسا اور ہا کے الفاظ پر عطف ہیں لیکن یہ عطف باعتبار معنیٰ ہے باعتبار لفظ کے نہیں ہے کیونکہ باعتبار لفظ کے صرف ابا کے لفظ پر مانا جائے گا اور یہ الفاظ مذکورہ مثالیں مذکورین میں سے ہر ایک مثال کے لئے مثال بن سکتے ہیں آخری مثال کے ساتھ اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے پس گویا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جملہ اور شبہ جملہ کے ہر ایک کی تمیز کے لئے پانچ مثالیں وارد کی ہیں اور نسبت کی تمیز کی چار قسمیں ہیں اول عین اضافی دویم عین غیر اضافی سویم عرض اضافی چہارم عرض غیر اضافی پس نفس عین غیر اضافی منصب عنہ سے خاص ہے اور عین غیر اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم غیر کی طرف اضافت معتبر نہ ہو جیسے نفس ودار ہے اور دار عین غیر اضافی منصب عنہ سے متعلق ہے اور اب عین اضافی منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا محتمل ہے اور عین اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر نہ ہو جیسے نفس ودار ہے اور دار عین غیر اضافی منصب عنہ سے متعلق ہے اور اب عین اضافی منصب عنہ اس کے متعلق دونوں کا محتمل ہے اور عین اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم بنفسہ ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر ہو جیسے اب ہے اور ابوۃ عرض اضافی ہے اور عرض اضافی وہ ہے جو قائم بالغیر ہو اور اس کے مفہوم میں غیر کی طرف اضافت معتبر ہو جیسے ابوۃ ہے اور علم عرض غیر اضافی ہے اور عرض غیر اضافی اس کو کہتے ہیں جو قائم مقام بالغیر ہو اور اس کی مفہوم میں اضافت غیر کی معتبر نہ ہو جیسے علم ہے اور یہ عرض اضافی اور غیر اضافی دونوں منصب عنہ سے متعلق ہوتے ہیں۔ **او فی اضافة عطف علی قوله فی جملة او ماضاها ها** . یہ **فی جملة وما ضا ہاہا** کے اوپر عطف ہے یعنی ثانی قسم تمیز کی وہ ہے جو ذات مقدرہ کے ابہام کو رفع کرے خواہ وہ ابہام جملہ یا شبہ جملہ کی نسبت سے پیدا ہوا ہو خواہ اضافت سے **مثل يعجبني طيبه نفسا وتركه لانه اظهر لتمييزات ولا خفاء به** یہ اضافت کی مثال ہے طیب کے لفظ کی اضافت سے ابہام پیدا ہوا ہے اس کو نفسا کے لفظ نے رفع کیا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہاں نفسا کا لفظ مثال میں اس لئے ذکر نہیں کیا ہے کہ یہ اظہر تمیزات ہے اس کے سمجھنے میں کوئی خفا نہیں ہے۔ **وابا وابوة ودارا وعلما** اور **هذه الامثلة علی وفق ما سبق وزاد عليه قوله** یعنی مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ مثالیں مطابق ماسبق کے وارد کی ہیں صرف اس پر **واللہ دره فارسا** کے قول کو اور بڑھایا ہے ماسبق پر سب مثالین غور کر کے چسپاں کر دینی چاہئیں اوپر خوب تشریح ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے **والله دره فارسا اشاره الى ان التمیز قد یکون صفة مشتقة** اس کے بڑھانے سے مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مثال مثل کی توضیح کے لئے لائی جاتی ہے اور توضیح ایک ہی مثال سے ہو سکتی ہے لہٰذا دو مثالوں کا لانا بیکار اور بے ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دو مثالیں اس لئے ذکر کی ہے کہ اس سے بات پر تنبیہ اور اشارہ کیا کہ یہ تمیز نسبتی جس طرح کے جامد ہوتی ہے اسی طرح صفت مشتقی بھی ہوتی ہے۔ **وايضا لما** اور وہ **صاحب المفصل مثال التمیز المفرد علی ان یکون الضمیر فیه مبهما کضمیر ربه رجلا ویکون فارسا تمیزا عنه اراد ان ینبه علی انه یصح ان یکون تمییزا عن نسبة علی ان یکون الضمیر فیه معینا معلوما والابهام یکون فی نسبة الدار الیه** اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ صاحب مفصل نے اس کو اول قسم کے لئے ذکر کیا ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صاحب مفصل کی مخالفت کر کے اس کو قسم ثانی کی مثال ٹھہرائی ہے باوجود اس کے کہ مصنف کا کافیہ مفصل سے ماخوذ ہے لہٰذا اس مخالفت کی کوئی معقول وجہ ہونا چاہئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسلم ہے کہ جس طرح مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس مثال مذکور مقداری کی مثال ٹھہرائی

ہے لیکن صاحب مفصل نے یہ خیال کیا ہے کہ جس طرح ربہ رجلا کی ترکیب میں ربہ کی ضمیر مبہم ہے اور رجلا اس کے ابہام کو رفع کرنے کے لئے تمیز منصوب آئی ہے اسی طرح مثال مذکور میں درہ کی ضمیر مبہم ہے اور فارسا اس کے ابہام رفع کرنے کے لئے تمیز آئی ہے اور اس مثال کے لانے سے مقصد مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ اس مثال میں تمیز فارسا کا لفظ بنابر معلومیت ضمیر درہ کے نسبت سے بھی تمیز ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے اور ابہام صرف در کی نسبت کی بنا پر ہے یعنی درہ کی ضمیر دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگی معلوم کی طرف ہوگی یا غیر معلوم کی طرف ہو تو اس صورت میں تمیز رافع نسبت در کے ہوگی لہذا اس تقدیر پر یہ قسم ثانی کی مثال ہوگی جیسا کہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے اور اگر غیر معلوم ہو تو اس صورت میں تمیز صرف ضمیر درہ کے ابہام کا رفع کرے گی لہذا اس تقدیر پر یہ تمیز کی قسم اول کی مثال ٹھہرے گی گویا صاحب مفصل نے درہ کی ضمیر کے ابہام کو مدنظر رکھ کر اس کو قسم اول کی مثال بنائی ہے اور مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے درہ کی ضمیر کی معلومیت پر غور کرکے اس کو قسم ثانی کی مثال ٹھیرائی ہے لہذا مصنف کافیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو صاحب مفصل کی مخالفت کی ہے اس کی معقول وجہ یہ ہوئی جس کو تشریح کے ساتھ فقیر نے بیان کیا۔ **والدر فی الاصل اللبن وفیہ خیر کثیر للعرب فارید بہ الخیر ای اللہ خیرہ فارسا والفارس اسم الفاعل من الفراسۃ بالفتح مصدر فرس بالضم ای حذق بامر الخیل واما الفراسۃ بالکسر فمن التفرس ،** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد در اور فارس کے الفاظ کی لغوی تحقیق کرنا ہے یعنی در لغت میں دودھ کو کہتے ہیں چونکہ دودھ میں عرب کے بڑے بڑے فائدہ ہوتے ہیں اس لئے اس سے یہاں مجازا خیر کثیر مراد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے فارس ہونے کا خیر کثیر ملے گا اور فارس بصیغہ اسم فاعل فراست بالفتح سے ماخوذ ہے فرس بضم کے مصدر مانا گیا ہے جس کے معنٰی اس شخص کے ہیں جو گھوڑوں کے امر کا حاذق اور ہوشیار ہو اگر اس کو فراست بالکسر سے ماخوذ مانا جائے تو اس صورت میں یہ تفرس سے ہوگا جس کے معنٰی عقلمندی کے ہوں گے۔ **ثم ان کان ای التمییز بعد مالم یکن لضافی المنتصب عنہ .** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ طاب زید نفسا کی ترکیب کے نفسا کے لفظ سے منقوض ہے کیونکہ یہ اسم ذاتی ہے اور منصب عنہ کے لئے اس کا ٹھہرانا بھی درست ہے اور باوجود اس کے اس کا منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے واسطے ٹھہرانا جائز نہیں بلکہ یہ منصب عنہ کے لئے خاص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مراد اسم ذاتی سے یہاں وہ ہے جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا درست ہو اور اس کی منصب عنہ کے واسطے خصوصیت بھی نہ ہو اور مثال مذکور میں نفس کا لفظ منصب عنہ کے لئے خاص ہے اس لئے منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے واسطے اس کا مقرر کرنا جائز نہیں لہذا قاعدہ کلیہ مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا درست ثابت ہوا یعنی اگر تمیز منصب عنہ کے لئے نص نہ ہو اور وہ اسم ذاتی ہو صفتی نہ ہو تو اس صورت میں اس کا منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے مقرر کرنا جائز ہے **اسما لاصفۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ اسم سے یہاں یہ مراد وہ اسم ہے جو مقابل صفت کے ہو نہ وہ اسم جو مقابل فعل اور حرف کے ہو۔ **یصح جعلہ لما انتصب عنہ والمراد بجعلہ اطلاقہ علیہ والتعبیر بہ عنہ .** یعنی اس اسم ذاتی کے منصب عنہ کے لئے گردانے سے مراد اس کا اس پر اطلاق اور تعبیر کا درست ہونا ہے یعنی اس کا منصب عنہ پر اطلاق ہو سکے اور اس کی تعبیر بھی اس سے صحیح ہو۔ **جاز ان یکون ذالک التمیز تارۃ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یکون کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **لہ ای للمنتصب عنہ بان یکون تمیزا برفع الابہام عنہ و تارۃ .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ لہ کی ضمیر مجرور منصب عنہ کی طرف راجع ہے یعنی صورت مذکورہ میں جائز ہے کہ وہ اسم بھی منصب عنہ کے لئے ہو اس طرح کہ یہ اس سے تمیز واقع ہو

اوراس کے ابہام کورفع کرے اورکبھی اس کے متعلق کے لئے ہو۔ **لمتعلقة بان يكون تمیزا برفع الابهام عن متعلقه و ذلک بحسب القرائن والاحوال مثلا ابالى طاب زيد ابا فانه يصح ان يجعل عبارة عن زيد فجاز ان يكون تارة تميزا عن زيد اذا زيد اسناد والطيب اليه باعتبار انه ابو عمرو وجاز ان يكون تارة تميزا عن متعلقه باعتبار ان الطيب مسند الى متعلقه وهو ابوه .** یعنی اس اسم کے منصب عنہ کے متعلق کے لئے ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسم ذاتی تمیز واقع ہواور منصب عنہ کے متعلق سے ابہام کورفع کرے اوراس اسم کا کبھی منصب عنہ کے لئے ہونا اور کبھی اس کے متعلق کے لئے ہونا بحسب احوال وقرائن کے ہوگا مثلا زید ابا کی ترکیب میں ابا کا لفظ صحیح ہے کہ زید کی ذات ہی سے عبارت کردیا جائے پس اس صورت میں یہ لفظ زید سے تمیز واقع ہوگی یہ اس اعتبار سے کہ طیب کی نسبت زید کی طرف مانی جائے اور زید کو عمرو کا باپ ٹھہرایا جائے اور یہ بھی جائز ہے کہ اس کو زید کے متعلق یعنی اس کے باپ سے تمیز مانی جائے اس اعتبار سے کہ طیب زید کے متعلق کی طرف مسند کردیا جائے اور یہاں مثال مذکور میں زید کا متعلق اس کا باپ ہے۔ **والا اى وان لم يكن التميز بعد ما لم يكن نصا فى المنتصب عنه اسما يصح جعله لما انتصب عنه .** اس سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ والا کا لفظ ثم ان کان الخ کے جملہ سے استثناء ہے اور اسی پر عطف ہے یعنی اگر تمیز ایسا اسم نہ ہو جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا درست ہو تو وہ اس صورت میں منصب عنہ کے متعلق کے لئے خاص مانا جائے گا۔ **فهو لمتعلقه خاصة نحو طاب زيد ابوه و علما ودارا فان هذا الاسماء ليست نصا فى المنتصب عنه ولا يصح جعلها له بالتعبير عنه بها فهى لمتعلق زيد وهو الذات المقدرة اعنى الشئى المنسوب الى زيد** یعنی اگر تمیز ایسا اسم نہ ہو جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا جائز ہو سکے تو اس صورت میں وہ خاص کر منصب عنہ کے متعلق کے ساتھ خاص مانا جائے گا جیسے امثال مذکورہ میں ابوہ اور علما اور دارا کے الفاظ ہیں کہ یہ الفاظ نہ منصب عنہ کے لئے خاص ہیں اور نہ منصب عنہ کے لئے ان کا مقرر کرنا صحیح اور درست ہے اس طرح کہ ان الفاظ کے ساتھ تمیز سے تعبیر کی جائے۔ لہذا یہ الفاظ مذکورہ زید کے متعلق کے لئے مانے جائیں گے اور زید کا متعلق یہاں امثال مذکورہ میں ذات مقدرہ یعنی وہ شے منسوب الی زید ہے۔ **فيطابق اى التميز** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیطابق کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **فيهما اى فيما جاز ان يكون لما انتصب عنه سواء كان نصا فيه او محتملا له ولمتعلقه و فيما تعين لمتعلقه .** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف فیہما کا مرجع بتاتے ہیں کہ اس کا مرجع ایک وہ تمیز ہے جس کا منصب عنہ کے لئے ٹھہرانا جائز ہو خواہ وہ منصب عنہ کے لئے خاص ہو خواہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کے لئے محتمل ہو اور دوسری وہ تمیز ہے جو منصب عنہ کے متعلق کے لئے معین اور خاص ہو۔ **ما قصد من واحدة التمييز او تثنية او جمعية سواء كان لموافقة ما انتصب عنه مثل طاب زيد ابا والزيدان ابوين والزيدون آباء او لمعنًى فى نفسه مثل قولک طاب زيد ابا اذا اردت اباله فقط وطاب زيد ابوين اذا ارادت ابا واحدا له وطاب زيد آباءً اذا ارادت آباء واجدادا له فعلى كل من التقديرين اذا قصدت وحدة التميز اورد مفردا واذا قصدت تثنية اورد تثنية واذا قصدت جمعية اورد جمعا فان صيغة المفرد لا تصلح ان تطلق على المثنىٰ والجموع .** یعنی اوپر مذکورہ دونوں صورتوں میں تمیز اپنے ممیز کی وحدت اور تثنیہ اور جمع ہونے میں مطابق ہوگی یعنی اگر ممیز مفرد ہوگا تو یہ تمیز بھی مفرد لائی جائے گی اور اگر ممیز تثنیہ ہوگا تو تمیز بھی تثنیہ لائی جائے گی اور اگر ممیز جمع ہوگا تو تمیز بھی جمع لائی جائے گی اور تمیز کا ممیز کے ساتھ وحدت اور

تثنیہ اور جمع ہونے میں مطابقت عام ہے خواہ منصب عنہ کی موافقت سے ہو جیسے طاب زید ابا کی ترکیب میں ابا کا لفظ ہے کہ اس میں اگر زید کا صرف ایک باپ مراد ہو تو ابا بصیغہ مفرد پڑھا جائے گا اور اگر باپ اور ایک دادا مراد ہو تو اس صورت میں طاب زید ابوین تمیز بصیغہ تثنیہ استعمال کی جائے گی اور اگر باپ اور اجداد مراد ہوں تو اس تقدیر پر طاب زید اباء پڑھیں گے لہٰذا ان دونوں تقدیروں پر یعنی خواہ افراد اور تثنیہ اور جمعیت تمیز کی باعتبار موافقت منصب عنہ کے ہو خواہ باعتبار منصب عنہ کے ذاتی معنٰی کے ہو دونوں تقدیروں کی بنا پر اگر تمیز کی وحدت مراد ہو تو مفرد لائی جائے گی اور اگر اس کا تثنیہ لانا مقصود ہو تو تثنیہ لایا جائے گا اور اگر اس کی جمعیت مقصود ہو تو بصیغہ جمع لائی جائے گی کیونکہ صیغہ مفرد تثنیہ اور جمع پر اطلاق کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا ہے یعنی صیغہ مفرد کا تثنیہ اور جمع پر اطلاق نہیں ہوتا ہے۔ **الا اذا كان التمیز** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔ **جنسا يقع على القليل والكثير فانه اذا قصدت تثنيه او جمعية لا يلزم ان يثنى ذلک الجنس او يجمع بل يكفى ان يوتى به مفردا لصحة اطلاقه على القليل والكثير فلا حاجة الى تثنيه وجمعه نحو طاب زيد علما و الزيد ان والزيدون علما** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنس کے اطلاقی معنٰی بتاتے ہیں کہ جنس کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو قلیل اور کثیر دونوں پر صادق آتا ہو یعنی اگر تمیز جنس ہو تو اس صورت میں اس کا تثنیہ اور جمع کرنا لازم نہیں کیونکہ اس کا قلیل اور کثیر دونوں پر اطلاق ہوتا ہے پس اگر تثنیہ یا جمع کرنا مقصود ہو تو اس کی جمعیت اور تثنیہ لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس کا مفرد ہی ذکر کرنا کافی ہے چونکہ اس کا اطلاق قلیل اور کثیر دونوں پر ہوتا ہے اس لئے اس کی جمع اور تثنیہ کرنے کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح سے واضح اور ظاہر ہے خوب غور کرکے سمجھ لو۔ **الا ان يقصد بالتميز الذى هو الجنس الانواع من حيث امتيازاتها النوعية فانه لا بد حينئذ من تثنية او جمعه نحو طاب الزيد ان علمين والزيدون علوما اذا اريدان متعلق الطيب من الزيدين او الزيدين نوع آخر من العلم فان صيغة المفرد لا تفيد ذلک المعنى** . یعنی اگر اس تمیز جنسی سے مقصود انواع ہوں اور انواع کی تمیز ٹھیرانے سے مقصود انواع کے امتیاز نوعیہ ہو تو اس صورت میں تمیز کا تثنیہ اور جمع کر دینا ضروری اور لازمی ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں موجود ہے لیکن یہ جب ہوگا جبکہ زیدین بصیغہ تثنیہ یا زیدین بصیغہ جمع کے متعلق طیب سے مراد دوسرا نوع علم کا ہو کیونکہ صیغہ مفرد اس معنٰی کا فائدہ نہیں دے سکتا ہے یعنی مثلا علم کے انواع جیسے فقہ اصول منطق ریاضی فلسفہ حدیث تفسیر وغیرہ علوم ہوں تو جب تمیز کے تثنیہ اور جمع کر دینے کی ضرورت ہوگی۔ **وان كان اى التميز** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے **صفة مشتقة** ﴿قولہ مشتقۃ کو بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تمیز ذات کے ابہام کا رفع کرتی ہے پس وہ صفت کیوں بن سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں صفت سے مراد اسم مشتق ہے ۱۲ منہ﴾ **مثل لله دره فارسا** یعنی اگر تمیز صفت مشتق ہو تو اس صورت میں یہ صفت مشتق خاص منصب عنہ کے ہوگی اور **مو ولة بها نحو كفى زيد رجلا فان معناه كاملا فى الرجولية** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کفی زید رجلا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں تمیز اسم جامد ہے اور باوجود اس کے یہ منصب عنہ سے خاص ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مشتق عام ہے خواہ صریحی ہو جیسے للہ درہ فارسا کی مثال میں ہے خواہ تاویلی ہو جیسے اس مثال مذکور بالا میں ہے لہٰذا رجلا کا لفظ اگرچہ صریحی مشتق نہیں لیکن تاویلی مشتق ہے کیونکہ اس کے معنٰی کامل فی الرجلیت کے ہیں۔ **كانت الصفة صفة له اى لما انتصب عنه لا لمتعلقه**

لان الصفة تستدعی موصوفا والمذکور اولی موصوفية فاذا قيل طاب زيد والدا کان الوالد زيد اولا يحتمل ان يکون والده بخلاف الاسم نحو ابا ۔ یعنی اگر تمیز صفت مشتق ہو تو اس صورت میں یہ صفت خاص منصب عنہ کی ہوگی اس کے متعلق کی صفت نہیں مانی جائے گی۔ کیونکہ صفت موصوف کو چاہتی ہے اور موصوف مذکور موصوفیت کے لئے موصوف مقدر سے اولیٰ ہے پس جب طاب زید والدا پڑھا جائے گا تو اس میں والد سے مراد زید ہی ہوگا۔ زید کے والد مراد لینے کا احتمال نہیں ہوگا بخلاف اسم کے کہ یہ منصب عنہ اور اس کے متعلق دونوں کا احتمال رکھتا ہے جیسے ابا میں ہے۔ وطبقه الواو بمعنیٰ مع والطبق مصدر بمعنی المطابقة ای کانت الصفة صفة له مع مطابقة ما اياه او مطابقة اياها. اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ وطبقہ کا قول کان کی خبر پر عطف ہے اور کان کی خبر اس کے اسم پر محمول ہوتی ہے اور یہاں یہ حمل صحیح اور درست نہیں کیونکہ اس سے حمل صرف وصف کا ذات مع الوصف پر لازم آتا ہے اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وطبقہ کا واو عاطفہ نہیں بلکہ بمعنی مع کے ہے اور طبق مصدر بمعنیٰ مطابقت کے ہے یعنی وہ صفت مشتق منصب عنہ کی صفت ہو اور یہ صفت منصب عنہ کے مطابق اور موافق بھی ہو یا منصب عنہ اس صفت کے مطابق ہو یعنی باب مفاعلہ ہے یہ منصب عنہ اور صفت دونوں کی طرف سے ہوسکتی ہے۔ ويجوز ان يکون بمعنیٰ اسم الفاعل والواو للعطف علی خبر کانت ای کانت صفة له مطابقة اياه والمراد بالمطابقة الاتفاق فی الافراد والتثنية والجمع والتذکير والتانيث لکونها حاملة لضميره اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ بھی جائز ہے کہ طبق مصدر بمعنیٰ اسم فاعل ہو اور واو کانت کی خبر پر عطف کے لئے ہو یعنی یہ صفت منصب عنہ کی صفت ہو اور اس کے مطابق اور موافق ہو اور مطابقت سے مراد یہاں افراد اور تثنیہ اور جمع تذکیر اور تانیث میں اتفاق ہو کیونکہ یہ صفت مشتق منصب عنہ کی ضمیر کا حامل ہے یعنی اس میں منصب عنہ کی ضمیر پائی جاتی ہے۔ واحتملت ای الصفة المذکورة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ احتملت کی ضمیر فاعل صفت مذکورہ کی طرف راجع ہے۔ الحال ايضا لاستقامة المعنیٰ علی الحال نحو طاب زيد فارسا ای من حيث انه فارس او حال کونه فارسا ۔ یعنی صفت مذکورہ جس طرح تمیز واقع ہونے کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح حالیت کا بھی احتمال رکھتی ہے کیونکہ اس کے حالی معنیٰ بھی ٹھیک بنتے ہیں جب مثال مذکور میں تمیزیت اور حالیت دونوں معنیٰ درست ہیں یعنی زید فارسیت کی حیثیت سے پاک ہے یا فارسیت کی حالت کی بنا پر پاک اس کی صفت ہے۔ لکن زيادة من فيها نحو لله دره من فارس وقولهم عز من قائد يؤيد التمييز لان من تراد فی التمييز لافی الحال وايضا المقصود مدحه بالمفروسية لاحال الفروسية اذقد يمدح حال الفروسية بغيرها من الصفات ۔ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب کلام کے معنیٰ بنا بر تقریر تمیز اور حال یعنی دونوں تقدیروں پر صحیح ہیں تو مصنف کا فیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حال کو احتمال کے حکم میں کیوں داخل کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن کلمہ من کے زیادہ ہونے سے تمیز کی جہت کی تائید کی ہوتی ہے جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں ہے کیونکہ من کا کلمہ تمیز میں زیادہ ہوتا ہے حال میں نہیں بڑھایا جاسکتا ہے اور علاوہ ازیں مقصود منصب عنہ کی فروسیت سے صفت اور مدح ہے فروسیت کا حال بتانا مقصود نہیں ہے کیونکہ فروسیت کی حالت میں بغیر اس صفت مشتق کے دوسری صفتوں سے بھی مدح کی جاسکتی ہے گویا ایضا کے لفظ سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکور کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے۔ ولا يتقدم التمييز اس

کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لا یتقدم کی ضمیر فاعل تمیز کی طرف راجع ہے۔**علی عامله اذا کان اسما تاما بالاتفاق فلا یقال عندی درهما عشرون ولا زیتا رطل لان عامله حینئذ اسم جامد ضعیف العمل مشابه للفعل مشابهة ضعیفة کما ذکر نا فلا یقوی ان یعمل فیما قبله** . یعنی تمیز جب اسم تام اس کا عامل ہو اپنے عامل پر باتفاق مقدم نہیں ہوگی پس عندی درهما عشرون اور زیتا رطل نہیں کہا جاسکتا ہے کیونکہ اس وقت تمیز کا عامل اسم جامد ہوگا اور اسم جامد ضعیف العمل ہوتا ہے اور اس کی مشابہت فعل سے کمزور اور ضعیف ہوتی ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا ہے لہٰذا اس کو یہ قوت حاصل نہیں کہ وہ مقدم معمول میں عمل کر سکے بلکہ یہ صرف معمول متاخر میں عمل کر سکتا ہے **والاصح ای اصح المذهب** اس کے بڑھانے سے صرف شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اصح کا لفظ ترکیب میں مضاف مضاف الیہ محذوف کے ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کردیا ہے۔**ان لا یتقدم التمییز علی ما هو عامل فیه من الفعل الصریح او الغیر الصریح لکونه من حیث المعنٰی فاعلا للفعل نفسه نحو طاب زید ابا ای طاب ابوه** . یعنی سب مذاہب سے اصح مذہب یہ ہے کہ تمیز فعل صریحی یا غیر صریحی پر جو اس کا عامل ہو مقدم نہیں ہوگی کیونکہ معنٰی کے اعتبار سے واقع میں تمیز فعل کے فاعل ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں اب کا لفظ معنٰی میں طاب کا فاعل ہے۔**او فاعلا له اذا جعلته لازما نحو فجرنا الارض عیونا ای انفجرت عیونها او اذا جعلة متعد یا نحو امتلاء الاناء ماء ای ملأه الماء و الفاعل لا یتقدم علی الفعل فکذا ما هو بمعنٰی الفاعل** . اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ اللہ تعالیٰ کے قول فجرنا الارض عیونا سے منقوض ہے کیونکہ اس میں عیونا کا لفظ نسبت سے تمیز ہے اور باوجود اس کے یہ فاعل نہیں دوسرے امتلا الاناء ماء کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں بھی ماء کا لفظ نسبت سے تمیز آئی ہے اور باوجود اس کے یہ فاعل فعل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل عام ہے خواہ نفس فعل کا فاعل ہو جیسے طاب زید انفسا میں ہے کیونکہ یہ حقیقت میں طاب نفس زید ہے خواہ فعل کا فاعل ہو بعد اس کے کہ اس کو لازمی کیا جائے جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور میں فجر بمعنٰی انفجرت عیونہا لازمی فعل بنا کر عیون کا لفظ اس کا فاعل ٹھیرایا ہے یا فعل کو متعدی بنا کر تمیز کو اس کا فاعل ٹھیرایا جائے جیسے امتلاء الاناء ماء کو ثلاثی مجرد ملاہ الماء بنا کر تمیز یعنی ماء کے لفظ کو اس کا فاعل کر دیا گیا ہے اور فاعل فعل پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح وہ بھی فعل پر مقدم نہ ہوگا جو بمعنٰی فاعل کے ہو یعنی جس طرح فاعل حقیقی فعل پر مقدم نہیں ہوتا اسی طرح وہ بھی فعل پر مقدم نہیں ہوگا اور فاعل معنوی یہاں امثال مذکورہ فی الشرح میں تمیز ہے لہٰذا یہ نتیجہ نکلا کہ تمیز فعل پر مقدم نہیں ہوگی **و ههنا بحث و هو ان الماء فی قولهم امتلا الاناء ماء من حیث المعنٰی فاعل للفعل المذکور من غیر حاجة الی جعله متعدیا لان المتکلم لما قصد اسناد الامتلاء الی بعض متعلقات الاناء ولو علی سبیل التجوز وقدره وقع الابهام فیه لا جرم منیره بقوله ماء فهو فی معنٰی امتلا ماء الاناء فالماء فاعل معنٰی وذلک بعینه مثل قوله ربح زید تجارة فان التجارة تمییز یرفع الابهام عن شئی منسوب الی زید وهو التجارة فان فاعل فی قصدک هو التجارة لازید وان کان اسناد ربح الیه حقیقة والیها مجارا وبهذا یندفع مایورد علی قاعد تهم المشهورة وهی ان التمیز عن النسبة اما فاعل فی المعنٰی او مفعول من ان التمیز فی هذا المثال وامثاله لافاعل ولا مفعول فلا تطرو تلک القاعده** . اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جو اوپر کے مذکورہ مثال پر وارد ہوا ہے اور اس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں

کہ یہاں ایک اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ امتلاء الاناء ماء کے قول میں ماء کا لفظ من حیث المعنٰی فاعل فعل مذکور ہے اس کے متعدی بنانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ متکلم نے جب اناء کے بعض متعلقات کی طرف امتلاء کے اسناد کا قصد کیا اگرچہ یہ اسناد بسبیل فرض اور مجاز ہے تو اس میں ابہام واقع ہوا جس کو ماء کے قول سے رفع کیا پس یہ ترکیب معنٰی میں اس طرح ہے امتلاء ماء الاناء لہٰذا اس تقدیر پر ماء کا لفظ معنٰی میں امتلاء کا فاعل ہے اور یہ ترکیب بعینہ ربح زید تجارۃ کی ترکیب کے مثل ہے کہ اس میں تجارۃ کا لفظ تمیز ہے اس شے کے ابہام کو رفع کرتی ہے جو زید کی طرف منسوب ہے اور وہ شے منسوب الی زید تجارۃ ہے پس متکلم کے قصد میں فاعل ربح کا تجارت ہی ہے زید نہیں ہے اگرچہ یہاں ربح کا اسناد زید کی طرف حقیقی ہے اور تجارت کی طرف مجازی اور شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے جو تمیز کے متعلق تشریح کی ہے اس سے وہ اعتراض دفع ہوا جو نحات کے قاعدہ مشہورہ پر وارد ہوتا تھا اور وہ قاعدہ معہ سوال یہ ہے کہ تمیز نسبتی معنٰی میں فاعل ہوتا ہے یا مفعول اور تمیز مذکورہ امثال میں نہ فاعل ہے نہ مفعول لہٰذا یہ قاعدہ امثال مذکورہ سے منقوض ہے اور یہ قاعدہ منظر و ثابت نہیں ہوا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس بحث میں سوال مذکور پر تنبیہ کر کے جواب کی طرف التفات نہیں فرمایا فقیر حقیر اس کا جواب تحریر کرتا ہے وہ یہ ہے کہ اس بحث کا سوال یہاں وارد نہیں ہوتا کیونکہ تمیز کے اپنے عامل کے موخر ہونے کے وجوب کا راز اور بھید اس کا فاعل حقیقی ہوتا ہے یا مجازی فاعل حقیقی ہونے کی صورت میں فعل مذکور کا متعدی بنانا ضروری ہے اس لئے مثال مذکورہ میں فعل کو متعدی بنا کر تمیز اس کا فاعل ٹھیرایا گیا ہے۔ **خلافا للعازنی والمبرد فانهما يجوز ان تقديم التمييز على الفعل الصريح وعلى اسمي الفاعل والمفعول نظرا الى قوة العامل بخلاف الصفة المشبهة واسم التفضيل والمصدر ومافيه معنى الفعل لضعفها فى العمل وتمسكها فى هذا التجويز قول الشاعر شعر اتهجر** ﴿قولہ شعر کے یہ ہیں کہ سلمٰی بسبیل را یعنی برائے شان کہ است نفس سلمٰی خود ۱۲ منہ﴾ **سلمى بالفراق حبيبها وما كاو نفسا بالفراق تطيب على تقدير تانيث الضمير فى تطيب فانه حينئذ يكون فى كاو ضمير الشان لتذكيره ويعود ضمير تطيب الى سلمى ويكون نفسا تميزا عن نسبته تطيب اليها مقدما عليه واما على تقدير تذكير الضمير فضمير كاوللحبيب ونفسا تميز عن نسبة كاواليه اى وما كاوابحبيب نفسا يطيب فلا تمسک.** یعنی مازنی اور مبرد تمیز کے فعل پر مقدم ہونے کے قاعدہ میں اختلاف کرتے ہیں کیونکہ یہ حضرات تمیز کی تقدیم کو فعل صریح اور اسم فاعل و اسم مفعول پر بنظر قوت عامل کے جائز کہتے ہیں یعنی چونکہ فعل صریح اور اسم فاعل اور اسم مفعول قوی العمل ہیں اس لئے یہ اپنے مقدم معمول میں بھی عمل کر سکتے ہیں بخلاف صفت مشبہ کے اور اسم تفضیل اور مصدر اور اس کے جس میں معنی فعل کے پائے جاتے ہیں کہ یہ چیزیں بوجہ ضعیف العمل ہونے کے اپنے مقدم معمول میں عمل نہیں کر سکتی ہیں بلکہ موخر معمول کریں گے اور اس تمیز کی تقدیم کی تجویز میں مازنی اور مبرد کی دلیل شاعر کا قول یعنی شعر مذکورہ بالا ہے کہ اس میں نفسا تمیز اپنے عامل تطیب پر مقدم ہوگئی ہے لیکن یہ تقدیم اس تقدیر پر ہوگی کہ تطیب کا لفظ بصیغہ مونث پڑھا جائے اور اس میں ضمیر فاعل مونث سلمٰی کی طرف مانی جائے پس اس صورت میں کاو کی ضمیر فاعل ضمیر شان مانی جائے گی بوجہ اس کے مذکر ہونے کے اور تطیب کی ضمیر فاعل سلمٰی کی طرف ٹھیرائی جائے گی اور نفسا کا لفظ تطیب کی نسبت سے تمیز مقدم متصور ہوگی اور تطیب کی ضمیر کی تذکیر کی تقدیر کا و کی ضمیر فاعل حبیب کی طرف راجع مانی جائے گی اور نفسا کا لفظ کاو کی نسبت سے تمیز ہوگی جو حبیب کی طرف کی گئی ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر وما کاوالحبیب نفسا یطیب ہوگی پس اس صورت میں مازنی اور مبرد کا تمسک اس شعر سے جواز تقدیم تمیز پر نہیں ہوسکتا ہے۔ **وما قيل يحتمل ان يحمل البيت على تقدير تانيثه ايضا على هذا الوجه بان يكون تانيث الضمير الراجع الى**

الحبیب باعتبار النفس اذا المعنیٰ وما کاوت نفس الحبیب تطیب فتکلف وتعسف غیر قاوح فی التمسک . کسی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شعر مذکور کا مطلب دوسرے پیرائے میں لکھا ہے یہاں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ قیل سے اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ جس نے یہ کہا ہے کہ شعر مذکور بتقدیر تانیث ضمیر تطیب بھی اسی وجہ سے مذکور کی بنا پر اس طرح درست ہو سکتا ہے کہ تطیب کی ضمیر فاعل مونث حبیب کی طرف باعتبار نفس کے راجع ہو کیونکہ اس تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے وما کاوت نفس الحبیب یعنی حبیب کا نفس قریب نہیں کہ خوش ہو سکے تو یہ اس تضمین اور حذف وایصال کو استثناء کے باب میں اس لئے لازم ٹھیرایا ہے کہ خلا کے مابعد صورت میں اس مستثنٰی سے مشابہ ہو جس کی استثناء الا اصل باب الاستثناء سے ہوئی ہو یعنی استثناء کے باب میں اصل الا ہی ہے باقی حروف فرع **وھا علما ضمیر راجع اما الی مصدر الفعل المقدم او الی اسم الفاعل منہ او الی بعض مطلق من المستثنی منہ و التقدیم جاء نی القوم عدا او خلاہ مجیئھم او الجائی منھم او بعض منھم زیدا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خلا اور عدا کی ضمیر فاعل دو حالتوں سے خالی نہیں مستثنٰی منہ کی طرف راجع ہوگی یا امر آخر کی طرف بنا بر تقدیر اول درمیان راجع اور مرجع کے مطابقت حاصل نہ ہوگی اور بنا بر تقدیر ثانی اضمار قبل الذکر لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ خلا اور عدا کی ضمیر فاعل فعل مقدم کے مصدر کی طرف راجع ہے یا اسم فاعل کی طرف یا مستثنٰی منہ کے بعض مطلق کی طرف راجع مانی جائے گی جس کی بنا بر تقدیر عبارت کی اس طرح ہوگی جاء نی القوم عدا او خلا مجیئھم او الجائی منھم او بعض منھم زیدا یہ تینوں صورتوں کی مثال ہے مجیئھم فعل مقدم کے مصدر کی مثال ہے اوا جائی اسم فاعل کی اور بعض منھم بعض مطلق کی مثال ہے **وھو فع محل النصب علی الحالیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ خلا اور عدا کے الفاظ افعال ہیں اور مستثنٰی جو ان کے بعد واقع ہوگا وہ ترکیب میں مفعول بہ ہوگا اور یہ معلوم ہے کہ فعل فاعل اور مفعول بہ کے ساتھ مل کر جملہ ہوتا ہے اور جملہ میں محلی اعراب کی ضرورت ہوتی ہے پس یہاں محلی اعراب کیا ہوگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں خلا اور عدا کا محلی اعراب بنا بر حالیت نصب ہے **ولم یظھر معھما قد لیکونا اشبہ بالا التی ھی الاصل فی باب الاستثناء** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ خلاء اور عدا کے الفاظ افعال ماضی ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب فعل ماضی ترکیب میں حال واقع ہو تو اس میں لفظ قد ظاہرہ یا مقدرہ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہاں خلاء اور عدا میں لفظ قد ظاہر نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں لفظ مقدر ہے اور اس کو لفظ میں اس لئے ظاہر نہیں کیا ہے کہ خلا اور عدا کی مشابہت اچھی طرح اس الا سے ثابت ہو جو باب استثناء میں اصل ہے **فی الاکثر ای النصب بھما انما ھو فی اکثر الاستعمالات لا نھما فعلان ما ضیان کما عرفت وقد اجیزا بحر بھما علی انھما حرفا جر قال السیرا فی لم اعلم خلافا فی جواز الجر بھما الا ان النصب بھما اکثر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اکثریت باعتبار استعمال کے ہے یعنی خلا اور عدا کے الفاظ کے ذریعہ سے مستثنٰی کا نصب باعتبار اکثر استعمالات کے ہے کیونکہ یہ دونوں الفاظ اصل میں افعال ماضی ہیں جیسا کہ اوپر کی تشریح میں بخوبی معلوم ہوا ہے اور ان الفاظ مذکور سے ان کے مدخول کو مجرور کرنا بھی جائز ہے لیکن یہ اس بنا پر کہ ان کو حروف جارہ ٹھہرائے جائیں سیرانی نے کہا ہے مجھ کو ان کے حروف جارہ ہونے اور ان کے ذریعہ سے ان کے مدخول کے مجرور ہونے میں کسی کا اختلاف معلوم نہیں ہے یعنی ان کا مدخول بنا بر حروف جارہ ہونے ان کے علی الاتفاق مجرور ہوگا البتہ یہ ضروری ہے کہ نصب ان کے مدخول کا بنا بر افعال ہونے ان کے اکثر ہے **او ما خلا وما عدا الی المستثنیٰ منصوب ایضا وجوبا اذا کان بعد ما خلا وما عدا الان**

ما فيهما مصدرية مختصة بالافعال نحو جاء نى القوم ما خلا زيدا وما عدا عمرا تقديره خلو زيد وعد وعمر و بالنصب على الظرفية مستثنیٰ کے منصوب ہونے کا مقام پنجم ہے یعنی اگر مستثنیٰ ماخلا اور ماعدا کے بعد واقع ہو تو یہاں یہ وجوبا منصوب ہوگا کیونکہ ان میں ما کا کلمہ مصدری افعال سے مختص ہے یہ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں یہ الفاظ افعال ہیں اور ان کا مدخول بنا بر مفعولیت منصوب ہے جس کی بنا پر مثال مذکور فی الشرح کی تقدیر جاء فی القوم خلو زید وعمرو بنا بر ظرفیت کے نصب ہے **بتقدير مضاف اليے وقت خلو هم او خلو مجيئهم من زيد و وقت مجاوز تهم او مجاوزة مجئيم عمرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماخلا اور ماعدا کا نصب بنا بر ظرفیت درست نہیں کیونکہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زمان اور ماخلا اور عدا کے الفاظ نہ زمان ہیں نہ مکان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ماخلا اور ماعدا کی ظرفیت باعتبار مضاف مقدر کے ہے جس کی تقدیر شرح میں مذکور ہے کیونکہ ما مصدری جب فعل پر داخل ہوتا ہے تو فعل کو موول بمصدر کر دیتا ہے اور مصادر سے قبل اوقات کی تقدیر مشہور اور شائع ہے لہٰذا ان الفاظ سے پیشتر وقت کا لفظ مقدر مانا جائے گا **او الحالية** یہ او پر النصب علی ظرفیۃ کے قول پر عطف یعنی ماخلا اور ماعدا کے الفاظ منصوب بنا بر ظرفیت ہیں یا منصوب بنا بر حالیت ہیں **يجعل المصدر بمعنى اسم الفاعل الى جاء و اخاليا بعضهم او مجيئهم من زيد مجاوزا بعضهم او مجيئهم عمرو** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماخلا اور ماعدا کا نصب بنا بر حالیت صحیح نہیں کیونکہ حال ذوالحال پر محمول ہوتا ہے اور یہاں حمل درست نہیں ہے کیونکہ اس سے حمل صرف وصف کا ذات پر لازم آتا ہے یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں اس تقدیر پر مصدر بمعنی اسم فاعل کے ہے جس کی تقدیر شرح میں مذکور ہو چکی ہے غور کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے **وعن الاخفش انه اجاز الجر بهما على ان مافيهما زائدة** یعنی اخفش ماخلا اور ماعدا سے بھی جر مدخول کو جائز کہتے ہیں یہ اس بنا پر کہ ان الفاظ میں ما کے کلمہ کو زائدہ مانتے ہیں اور ان الفاظ مذکورہ کو حروف جر ہی قرار دیتے ہیں **و بعدهذا لم ثيبت عند المصنف اولم يعتد به ولهٰذا لم يقل فى الاكثر** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اخفش کے نزدیک الفاظ مذکورہ ما کے ساتھ بھی اپنے مدخول کو جر دے سکتے ہیں تو اس تقدیر پر مصنف کافیہ پر فی الاکثر کی قید کا بڑھانا یہاں بھی ضروری اور لازم تھا حالانکہ انہوں نے یہاں یہ قید نہیں بڑھائی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ شاید مصنف کے نزدیک اخفش کا یہ قول ثابت نہیں ہے یا ان کے نزدیک معتبر نہیں تھا اس لئے یہاں فی الاکثر کی قید نہیں بڑھائی بخلاف خلا اور عدا کے کہ وہاں جر کا قول بھی معتبر اور ثابت تھا اس لئے وہاں فی الاکثر کی قید بڑھائی جس سے جر کے قول کا ثبوت ملتا ہے **وكذا المستثنى ينصب بعد ليس** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ او پر کے معطوفات کے معطوف علیہ پر عطف ہے یعنی جس طرح او پر مقامات میں مستثنیٰ کا نصب واجب تھا اسی طرح جب اسم لیس کے بعد واقع ہوگا وجوبا منصوب ہوگا نحو جاء نی القوم ليس زيدا جیسے اس مثال میں زیدا لیس کے بعد منصوب ہے **او بعد لايكون نحو سيجئ اهلك لايكون بشرا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے لایکون سے مقدم بعد کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ یہ لیس پر عطف ہے یعنی جس طرح لیس کے بعد مستثنیٰ منصوب ہوتا ہے اسی طرح لا یکون کے بعد بھی منصوب ہوگا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں بشرا کا لفظ لا یکون کے بعد منصوب واقع ہوا **وانما يكون النصب بعد هما لانهما من الافعال الناقصة الناصبة للجز** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لیس اور لا یکون کے مدخول کے نصب کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ان کے بعد میں یعنی ان کے مدخول کا نصب اس لئے واجب ہوگا کہ یہ الفاظ افعال ناقصہ

میں سے ہیں اور افعال ناقصہ اپنے اسم کو رفع اور خبر کو نصب دیتے ہیں اور ان کے بعد میں جو اسم واقع ہوگا وہ مشابہ مفعول کے ہوگا اس لئے منصوب مانا جائے گا یہ مستثنیٰ کے منصوب ہونے مقام ششم ہے **ویلزم اضمار اسمیهما فی باب الاستثناء وهو ضمیر راجع الی اسم الفاعل من الفعل المذکور او الی بعض من المستثنیٰ منه مطلقا وهما فی الترکیب فی محل النصب علی الحالیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لیس اور لا یکون افعال ناقصۃ میں سے ہیں اسم مرفوع اور خبر منصوب کو چاہتے ہیں پس ان کی خبر تو وہ اسم ہے جو ان کے بعد میں واقع لیکن ان کے اسماء کیا ہوں گے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان کے اسموں کا اضمار اور تقدیر استثناء کے باب میں ضروری اور لازمی ہے یہاں ان کے اسماء ضمائر ہیں جو ان میں مستتر ہیں اور فعل مذکور کے اسم فاعل کی طرف راجع ہیں یا مستثنیٰ منہ کے بعض مطلق کی طرف راجع ہیں جس کی تقدیر اوپر کی تشریح میں مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں سے معلوم کریں اور یہ لیس اور لا یکون بھی یہاں بنا بر حالیت محلی نصب رکھتے ہیں یعنی امثال مذکورہ فی الشرح میں یہ افعال بنا بر حالیت محلا منصوب ہیں **واعلم انه لا تستعمل هذه الافعال الا فی المستثنی المتصل الغیر المفرغ ولا یتصرف فیها لانها قائمة مقام الا وهی لا یتصرف فیها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان افعال بنا بر افعال مذکور بالا کے عدم تصرف کی تحقیق کرتے ہیں کہ جاننا چاہئے کہ یہ افعال مذکورہ بالا مستثنیٰ متصل غیر مفرغ ہی میں مستعمل ہوتے ہیں اور ان میں کوئی تصرف اور تغیر و تبدل بھی نہیں ہوتا کیونکہ یہ معنی میں الا کے قائم اور مشابہ ہیں لہٰذا جس طرح الا حرف ہے اس میں کوئی تصرف نہیں اسی طرح ان افعال مذکورہ میں بھی کوئی تصرف اور تغیر و تبدل واقع نہیں ہوگا **ویجوز فیه ای فی المستثنیٰ** اس کے بڑھانے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر مجرورہ مستثنیٰ کی طرف راجع ہے النصب علی الاستثناء یعنی مستثنیٰ کا نصب بنا بر استثناء جائز ہے **و یختار المبدل عن المستثنیٰ منه فیما بعد الا** اور جب مستثنیٰ الا کے بعد واقع ہو تو اس صورت میں بنا بر بدل از مستثنیٰ منہ اس کا رفع مختار ہوگا **حال من الضمیر المجرور ای حال کون المستثنی واقعا فی محل یکون متاخر عن الاحتراز عما اذا کان بعد سائر ادوات الاستثناء مثل عدا دخلا وغیر هما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ فیما بعد الا کا جملہ ظرفیہ ترکیب میں فیہ کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوا ہے۔ نی در آنحالیکہ مستثنیٰ ایسے محل میں واقع ہو جو الا سے متاخر ہو تو اس صورت میں بنا بر بدل اس اعراب رفع مختار ہوگا اور فیما بعد الا کا لفظ قید احترازی ہے اس قید کی بنا پر اس مستثنیٰ سے احتراز کیا جو باقی حروف استثناء کے بعد واقع ہو جیسے عدا و خلا و غیرہما کے الفاظ ہیں کہ یہاں بدل مختار نہیں ہوگا **فی کلام غیر موجب احتراز عما اذا وقع فی کلام موجب فانه منصوب وجو با کما مر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ مصنف کافیہ کے فی کلام غیر موجب کا قول احترازی ہے اس میں اس مستثنیٰ سے احتراز ہوا جو کلام موجب میں واقع ہو کیونکہ وہ اس صورت میں وجوبا منصوب ہوگا جیسا گذرا ہے **والحال انه قد ذکر المستثنیٰ منه** شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حال کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ واو حالیہ ہے اور قد کی قید بڑھانے سے اشارہ کیا کہ یہ جملہ ماضیہ حال واقع ہوا ہے اور جب جملہ ماضیہ حال واقع ہو تو اس میں قد لفظی ی یا تقدیری کی ضرورت ہوتی ہے یہاں قد تقدیری ہے **احتراز عما اذا لم یذکر المستثنیٰ منه فانه حینئذ یعرب علی حسب العوامل وفی بعض النسخ ذکر المستثنیٰ منه بغیر واو علی انه صفته لکلام غیر موجب ای کلام غیر موجب ذکر فیه المستثنیٰ منه ولم یشترط ان لا یکون منقطعا ولا مقدما علی المستثنیٰ منه لان حکمهما قد علما فیما سبق فاکتفیٰ بذلک** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ بتانا ہے

کہ ذکر المستثنیٰ منہ کا لفظ قید احترازی ہے یعنی اس قید کی بنا پر اس مستثنیٰ سے احتراز ہو جس کے ساتھ مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو کیونکہ وہ اس تقدیر پر حسب عوامل معرب ہوگا اور بعض نسخوں میں ذکر المستثنیٰ منہ کا لفظ بغیر واو کے واقع ہے بنا بر اس نسخہ یہ جملہ کلام غیر موجب کی صفت مانی جائے گی یعنی ایسا کلام غیر موجب جس کے ساتھ میں مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور یہاں یہ شرط نہیں بڑھائی کہ مستثنیٰ منہ مذکور ہو اور مستثنیٰ منقطع نہ ہو اور نہ مستثنیٰ منہ پر مقدم ہو کیونکہ ان دو صورتوں کا حکم سابق میں معلوم ہو چکا ہے اس لئے اس پر اکتفا کر کے یہاں ان دو صورتوں کا حکم نہیں بتایا **نحو ما فعلوه الا قليل بالرفع على البدلية والا قليلا بالنصب على الاستثناء ونحو ما مررت باحد الازيد باجر على البدلية والازيدا بالنصب على الااستثناء وما رائت احدا الازيدا بالنصب اما بطريق البدلية وهو المختار او بطريق الااستثناء وهو جائز غير مختار** یعنی آیۃ کریمہ اس مستثنیٰ کی مثال ہے جو الا کے بعد کلام غیر موجب میں واقع ہو اور اس کے ساتھ میں مستثنیٰ منہ مذکور ہو پس اس تقدیر پر آیۃ کریمہ میں قلیل کے لفظ کو بنا بر بدل از مستثنیٰ منہ مرفوع پڑھنا مختار ہے اور منصوب بنا بر استثناء پڑھنا جائز غیر مختار ہے اسی طرح باقی امثال مذکورہ فی الشرح کا حکم ہے کہ مثال اول میں زید کے لفظ کو بنا بر بدل منصوب پڑھنا مختار ہے اور بنا بر استثناء جائز غیر مختار ہے **وانما اختار والبدل فی هذه الصور لان النصب على الاستثناء انما هو بسبب التشبيه بالمفعول لابالاصالته وبواسطة الاواعراب البدل بالاصالته وبغير واسطة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدل کے مختار ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ان مذکورہ صورتوں میں بدل کو اس لئے مختار کیا ہے کہ نصب بنا بر استثناء بسبب تشبیہ مفعول کے اور بواسطہ الا کے ہوتا ہے بالاصل نہیں ہوتا اور بدل کا اعراب بالاصل اور بغیر واسطہ الا کے ہوتا ہے **ويعرب اي المستثنى** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ یعرب کی ضمیر فاعل مستثنیٰ کی طرف راجع ہے **على حسب العوامل اي بما يقتضيه العامل من الرفع والنصب والجر** یعنی جیسا عامل ہوگا ویسا ہی اس کا عمل ہوگا اگر عامل رافع ہو تو رفع دے گا اور اگر ناصب ہو تو وہ نصب دے گا اور عامل جار ہو تو وہ جر کا عمل کرے گا **اذا كان المستثنىٰ منه غير مذكور ويختص ذلك المستثنىٰ باسم المفرغ لانه فرغ له العامل عن المستثنىٰ منه** یعنی اگر مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع اور مستثنیٰ منہ اس کے ساتھ میں مذکور ہو تو اس صورت میں یہ مستثنیٰ اپنے عوامل کے مطابق معرب ہوگا یعنی اگر اس کا عامل رافع ہو تو وہ رافع دیگا اور اگر ناصب ہو تو وہ نصب کرے گا اور اگر عامل جارہ ہو تو وہ اس میں جر کا عمل کرے گا اور اس مستثنیٰ کے عمل کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا نام خاص کر مفرغ قرار پایا ہے **فالمراد بالمفرغ له كما يراد بالمشترك المشترك فيه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مستثنیٰ کے عمل کے لئے مستثنیٰ منہ سے عامل فارغ ہوا ہے تو اس تقدیر پر مناسب ہے کہ اس کا نام مفرغ لہ رکھا جائے نہ مفرغ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں مفرغ یہ مراد مفرغ لہ ہی ہے یعنی جس طرح مشترک سے مراد مشترک فیہ ہوتا ہے اسی طرح یہاں مفرغ سے مراد مفرغ لہ ہے **وهو اي والحال ان المستثنىٰ واقع** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں واو حالیہ ہے یعنی در آنحالیکہ مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو **في غير الكلام الموجب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کلام کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ موجب کا لفظ ترکیب میں صفت موصوف محذوف کلام کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ موجب کا لفظ ترکیب میں صفت موصوف محذوف کلام کے ہے **واشترط ذلك** یعنی صورت مذکور میں مستثنیٰ کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا اس لئے شرط ٹھہرائی ہے کہ کلام فائدہ تام کا مفید ہو جائے **ليعيد فائدة صحيحة مثل ماضربني الازيد** یہ اس مستثنیٰ کی مثال ہے جو کلام غیر موجب میں واقع ہو اور مستثنیٰ منہ اس کے ساتھ مذکور نہ ہو اور

حسب عوامل معرب ہو اذ یصح ان لایضرب المتکلم احد الازید بخلاف ضربنی الازید اذلا یصح ان یضرب کل واحد المتکلم الازید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صورت مذکورہ میں مستثنیٰ کے کلام غیر موجب میں واقع ہونے کے شرط کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ کلام غیر موجب میں مستثنیٰ کا واقع ہونا اس لئے شرط ہے کہ سوائے زید کے ہر احد کا متکلم کا نہ مارنا درست اور صحیح ہے کیونکہ اس سے محالیت لازم نہیں آتی ہے بخلاف ضربنی الازید کی ترکیب کے کہ اس میں سوائے زید کے ہر احد کا متکلم کو مارنا درست نہیں کیونکہ اس سے محالیت لازم ہوتی ہے **الا ان یستقم المعنٰی بان یکون الحکم مما یصح ان ثبت علی سبیل العموم نحو قولک کل حیوان یحرک فکہ الاسفل عند المضغ الاالتمساح او تکون ھناک قرینۃ دالۃ علی ان المراد بالمستثنیٰ منہ بعض معین یدخل فیہ المستثنیٰ قطعا** اور مصنف کافیہ نے یہ قاعدہ کلیہ باندھا تھا کہ جب مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس صورت میں کلام فائدہ صحیح کا مفید ہوگا اور وہ فائدہ بسبیل شمول کے حکم کی صحت ہے تاکہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ میں داخل ہو اور پھر الا کے ذریعہ مستثنیٰ منہ سے خارج ہو سکے تو اس پر یہاں ایک اعتراض وارد ہوا جس کا مصنف نے خود ہی جواب دیا ہے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ قرارت الایوم کذا کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں مستثنیٰ مفرغ ہے اور باوجود اس کے یہ مستثنیٰ یہاں کلام موجب میں واقع ہوا ہے مصنف نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ یہ قاعدہ کلیہ جب ہے جبکہ کلام کے معنٰی درست نہوں اور اگر کلام کے معنٰی درست ہوں اس طرح کہ حکم بسبیل عموم ثابت ہو سکے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں تحرک فک اسفل کا حکم بہ سبیل عموم سوائے تمساح کے ہر حیوان پر لگانا درست ہے یا کلام میں کوئی قرینہ ایسا ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ مستثنیٰ منہ سے مراد وہ بعض معین ہے جس میں مستثنیٰ یقیناً داخل ہو تو ان صورتوں میں مستثنیٰ مفرغ کا کلام غیر موجب میں واقع ہونا شرط اور ضروری نہیں ہے **مثل قرأت الایوم کذا ای او قعت القرأۃ کل یوم الایوم کذالظھور انہ لایرید المتکلم جمیع ایام الدنیا بل ایام الاسبوع او الشھر او مثل ذلک** یعنی میں نے سوائے فلانے روز کے ہر ایک روز میں قرأت واقع کی ہے یہاں یہ ظاہر ہے کہ متکلم کا مقصد تمام دنیا بھر کے دنوں میں قرأت کا واقع کر دینا ہے جو مستثنیٰ منہ کے بعض معین افراد ہیں اس لحاظ سے یہاں مستثنیٰ کلام موجب میں واقع ہوا ہے **ولقائل ان یقول کما لا یستقیم المعنٰی علی تقدیر عموم المستثنیٰ منہ فی الموجب فی بعض الصور فربما لایستقیم المعنٰی علی تقدیر عموم المستثنیٰ منہ غیر الموجب ایضا نحو مامات الازید فینبغی ان یشترط فی غیر الموجب ایضا استقامۃ المعنٰی وایضا لایصح مثل قرأت الایوم کذا لابعد تخصیص الیوم بایام الاسبوع مثلا فیجوز مثل ھذا التخصیص فی ضربنی الازید بان یخصیص المستثنیٰ منہ بکل واحد من جماعۃ مخصوصین اذاکان ھناک قرینۃ دالۃ فاد فرق بین ھاتین الصور تین فی کون کل واحدۃ منھا جائزۃ مع القرینۃ وغیر جائزۃ بدونھا** اس عبارت عربی میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ دو سوالوں پر تنبیہ کرتے ہیں سوال اول مصنف کے ویعرب علی حسب العوامل الخ کے قول پر وارد ہوتا ہے اور سوال دوئم اس شخص پر وارد ہوتا ہے جو ضربنی الازید اور قرأت الایوم کذا کے قولوں میں فرق کرتا ہے سوال اول کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح بنا بر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کے کلام موجب میں بعض صورتوں میں کلام کے معنٰی مستقیم نہیں ہوتے اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی بنا بر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنٰی بعض صورتوں میں مستقیم نہیں ہوتے ہیں جیسے مامات الازید کی ترکیب میں ہے پس مناسب ہے کہ استقامت معنی دونوں کلاموں میں شرط مانی جائے اور سوال دوم کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح قرأت الا یوم کذا کی ترکیب درست اور صحیح ہے جبکہ ایام سے مراد ایام اسبوع شھور اور سال کے ہوں اسی طرح

ضربنی الا زید کی ترکیب بھی درست ہونا چاہیئے جبکہ اس میں مستثنیٰ منہ سے مراد بواسطہ قرائن کے جماعت مخصوص ہو یعنی کوئی سائل یہاں یہ سوال کرسکتا ہے کہ جس طرح بعض صورتوں میں بنابر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کے کلام موجب میں کلام کے معنی مستقیم نہیں ہوتے اسی طرح کلام غیر موجب میں بھی بتقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنی مستقیم نہیں ہوتے ہیں جیسے ماسامات الا زید کی مثال میں ہے پس مناسب ہے کہ کلام غیر موجب میں بھی استقامت معنی شرط ٹھہرائی جائے اور اسی طرح قرأت الا یوم کذا کی ترکیب جب صحیح ہوگی جبکہ مثال مذکور میں ایام کی تخصیص ہفتوں اور شہور اور سالوں کے ایام سے کی جائے پس اس قسم کی تخصیص ضربنی الا زید کی مثل میں بھی جائز ہو جائے گی اس طرح کہ مستثنیٰ منہ کو مخصوص جماعت کے ہر ایک فرد سے مخصوص کیا جائے جبکہ یہاں تخصیص کا کوئی قرینہ دالہ پایا جائے پس ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں رہا اس لئے کہ ہر ایک صورت ان میں سے قرینہ کے ساتھ جائز ہے اور بغیر قرینہ کے جائز نہیں۔

و اجیب بان المعتبر هو الغالب و الغالب فی الایجاب عدم استقامة المعنیٰ علی العموم و فی النفی عکسه لان اشتراک جمیع افراد الجنس فی انتفاء تعلق الفعل بهاد مخالفةواحد ایاها فی ذلک مما یکثیر و یغلب و اما اشتراکها فی تعلق الفعل بها و مخالفة واحد یاها فی ذلک فمما یقل کما فی المثال المذکور و بان الفرق بین قولک قرأت الاقوم کذا او ضربنی الازید لیس الابظهور قرینة دالة علی بعض معین من المستثنیٰ منه مقطوع دخوله فیه فی الاول و بعدم ظهور هافی الثانی فلو قام فی الثانی ایضا قرینة ظاهرة الدلالة علی بعض معین کما اذا قیل من ضربک من القوم ای القوم الداخل فیهم زید فقلت ضربنی الازید فالظاهر ان ذلک ایضا مما یستقیم فیه المعنیٰ لکن الغالب عدم وجد ان قرینة ککک فی الموجب فالغالب فیه عدم استقامة المعنیٰ اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوالات مذکور کے جوابات دیئے ہیں جواب اول کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ معنی کے استقامت میں معتبر غالبیت ہے اور کلام موجب میں غالب یہ ہے کہ بنابر تقدیر عموم مستثنیٰ منہ کلام کے معنی مستقیم نہیں ہوینگے۔ بخلاف کلام غیر موجب کے کہ اس میں غالبا کلام کے معنی صحیح اور درست ہوینگے کیوں کہ جنس تمام افراد کا فعل کے تعلق کے انتفا میں مشترک ہونا اور ایک فرد کا افراد جنس سے تعلق مذکور میں مخالف ہوجانا قلیل اور نادر ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح ما ضربنی الازید میں موجود ہے اور جواب دوم کی تشریح یہ کہ قرأت الایوم کذا اور ضربنی الازید کے قولوں کے درمیان فرق صرف بنابر ظہور قرینہ دالہ کے ہے جو مستثنیٰ منہ کے بعض افراد پر دلالت کرے جس کا دخول مستثنیٰ منہ میں بنابر مثال اول قرأت الایوم کذا کے یقینی ہے اور عدم ظہور بنظر غالیت کے مثال ثانی ضربنی الازید میں پایا جاتا ہے پس اگر ثانی مثال میں بھی قرینہ ظاہر الدلالت مستثنیٰ منہ کے بعض معین افراد پر قائم کیا جائے جیسا کہ من ضربک من القوم کہا جائے اور قوم سے مراد بقرینہ سوال کے وہ قوم ہو جسمیں زید داخل ہو تو اس صورت میں ضربنی الازید بولا جائے گا لہذا اب اس تقدیر پر ظاہر یہ ہے کہ جسطرح کلام غیر موجب کے معنی درست ہوتے ہیں اسیطرح یہاں اس کلام موجب میں بھی معنی درست اور مستقیم مانے جائیں گے لیکن چونکہ کلام موجب میں غالبا ایسا قرینہ نہیں پایا جاتا اس لئے اسمیں غالبا معنی کی استقامت نہ ہوگی لہذا اب اس تقدیر پر صورت مذکور میں فرق حاصل ہوا **و من ثم** ای ومن اجل ان المفرغ لا یکون فی الموجب الا ان یستقیم المعنیٰ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ ومن کا لفظ کلیہ مفید معنی علت کے ہے یعنی چونکہ مستثنیٰ مفرغ کلام موجب میں غیر استقامت معنی کے نہیں آتا اسلئے آنیوالی ترکیب جائز نہیں ہے **لم یجز مثل ما زال زید الا عالما** ای معنی ما ثبت لان نفی النفی اثبات فیکون المعنیٰ ثبت زید دائما

علی جمیع الصفات الا علی صفۃ العلم فلا یستقیم یعنی مثال مذکور جائز نہیں کیونکہ ما زال کے معنی نفی کے ہیں اسلئے کہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب نفی نفی پر داخل ہوتی ہے تو اسوقت اس معنی اثبات کے ہو جاتے ہیں پس اس تقدیر پر مثال مذکور کے معنی یہ ہونگے کہ زید سوائے صفت علم کے جمیع صفات پر دائما موصوف ہے حالانکہ یہ معنی مستقیم اور درست نہیں کیونکہ اس سے اجتماع اضداد کی محالیت لازم ہوتی ہے وقال الشارح الرضی یمکن ان تحمل الصفات علی مایمکن ان یکون زید علیہا مما لا یتناقض ویستثنی من جملتہا العلم او تحمل ذلک علی المبالغۃ فی نفی صفۃ العلم کانک قلت امکن ان یحصل فیہ جمع الصفات الا صفۃ العلم وعلی تقدیرین یندرج فی صورۃ الاستقامۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جس کو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مثال مذکور کے عدم استقامت پر وارد کیا ہے تشریح سوال مذکور یہ ہے کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے کہا ہے ممکن ہے کہ صفات سے مراد وہ صفات ہوں جس پر زید موصوف ہو سکے اور وہ صفات آپس میں متناقض بھی نہ ہوں اور ان کے جملہ میں سے علم کی صفت کو مستثنیٰ کر دیا جائے یا زید کا جمیع صفات پر موصوف ہونے سے مقصد مبالغہ ہو علم کی نفی میں گویا مثال مذکور کے معنی یہ ہوئے کہ زید کا سوائے علم کی صفت کے جمیع صفات پر موصوف ہونا ممکن ہے اور ان دونوں تقدیروں کی بنا بر مثال مذکور کے معنی استقامت کی صورت میں مندرج ہوتے ہیں لہٰذا مصنف کافیہ کا لم یجز ما زال زید الا عالما کہنا درست نہیں ہوا ولا یخفی علی المتفطن انہ یمکن بمثل ہذہ التاویلات ارجاع جمیع المواد الایجابیۃ عند الاستثناء الی صورۃ الاستقامۃ کما یقال مثلا فی قولک ضربنی الا زید المراد کل من یتصور منہ الضرب من معارفک او المقصود منہ المبالغۃ فی غلو المجتمعین علی ضربک اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کے جواب پر لا یخفی سے تنبیہ کی ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ ذکی اور ہوشیار پر مخفی نہیں کہ اس قسم کے تاویلات کی بنا بر جمیع مواد کلام موجب کو استثناء کے وقت استقامت معنی کی صورت کی طرف راجع کر دینا ممکن ہے جیسا کہ ضربنی الا زید کی مثال میں مثلا یہ تاویل کر کے کہا جائے کہ مستثنیٰ منہ سے یہاں مراد وہ لوگ ہیں جو مخاطب کے جان پہچان کے ہوں جن سے ضرب تصور ہو سکے یا اس سے مقصود متکلم کے مارنے پر مجتمعین کا مبالغہ ہے غلو میں اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے لہٰذا مصنف کافیہ کا لم یجز ما زال زیدا لا عالما کا کہنا درست ثابت ہوا اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اعتراض بالا فضول اور بیجا ٹھیرا ماسبق میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جب مستثنیٰ کے ساتھ مذکور اور مستثنیٰ کلام غیر موجب میں واقع ہو تو اس میں نصب جائز اور بدل یہاں اس قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے یہ قاعدہ کلیہ ماجاء نی من احد الا زید او الا احد فیہا الا عمرو ما زید شیئا الا شیاء لا یعبابہ کی امثال سے منقوض ہے کیونکہ ان مثالوں میں مستثنیٰ منہ کلام غیر موجب میں مذکور ہے اور باوجود اسکے یہاں بدل مختار نہیں اسلئے کہ اگر بدل مختار مانا جائے تو مثال اول میں مستثنیٰ مجرور اور مثالیں آخرین میں منصوب ہو جائیگا حالانکہ یہاں مستثنیٰ کل مثالوں میں مرفوع ہے آگے چلکر اس کا مصنف کافیہ خود ہی اذا تعذر البدل الخ کے قول میں جواب دینگے واذا تعذر البدل من حیث حملہ علی اللفظ ای لفظ المستثنی منہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لفظ ترکیب میں مضاف اور مضاف الیہ اس کا مستثنیٰ منہ کا لفظ محذوف ہے اور محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے فعلی موضع ای تحمل علی موضع المستثنی منہ لا علی لفظہ عملا بالمختار علی قدر الامکان یعنی اگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے بدل نہیں لایا جاسکے تو اس تقدیر پر مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائیگا تا کہ حتی الامکان مختار پر عمل ہو سکے مثل ماجاء نی من احد الا زید فزید بدل مرفوع محمول علی موضع احد لا مجرور محمول علی لفظہ اس میں اوپر والے سوال کا جواب ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ مثال مذکور فی المتن زید کا لفظ بنا بر بدل از مستثنیٰ منہ مرفوع ہے اور احد مستثنیٰ کے محل پر محمول ہے کیونکہ اس کا محل بنا بر فاعلیت رفع ہے مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے مجرور نہیں پڑھا جائیگا اگر چہ یہ جواز کے درجہ میں ہے مگر یہاں رفع ہی ہے ومثل اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر کی مثال پر عطف ہے لا احد فیہا ای فی الدار اسکے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیہا کی ضمیر مجرور دار کی طرف

راجع ہے الا عمرو فعمرو مرفوع محمول علی محل احد لا علی لفظه پس عمرو کا لفظ احد کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے کیونکہ احد کا محل بنا بر ابتدایت رفع ہے احد کے لفظ پر حمل کر کے مفتوح بنا بر اسم لا نہیں ہوگا و مثل اسکے بڑھانے سے بھی مقصد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ ہے کہ یہ اوپر کی مثال پر عطف ہے ما زید شئیا الا شئی لا یعبأ به اے لا یعتد به یعنی مرفوع محمول علی محل شیئا لا منصوب محمول علی اللفظ وقولہ لا یعبأ به لیس فی کثیر من النسخ یعنی اس مثال میں بھی شئی کا لفظ شیئا کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے لفظ پر حمل کر کے منصوب نہیں ہے اور لا یعبأ به قول اکثر نسخوں میں نہیں ہے وعلی ما وقع فی بعضها فهو صفة شئی المستثنی اور بنا بر اس نسخہ کے جو بعضے نسخوں میں کافیہ کے واقع ہوا ہے یہ لا یعبأ به کا قول شئے مستثنیٰ کی صفت ہے قیل انما وصفه به لئلا یلزم استثناء الشئے من نفسه اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ لا یعبأ به کا قول مثال سے زاید ہے اسکا ذکر کرنا بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قیل سے اسکا جواب دیا کہ یہ قول بیکار نہیں بلکہ اس کو شئی مستثنیٰ کی توصیف کے لئے بڑھا کر ذکر کیا ہے تا کہ ترکیب مذکور میں استثنائے شئے عن نفسه لازم نہ ہو ولا یخفی انه لو جعل المستثنی منه شیئا ام من ان یزید علیه صفة غیر الخسیة او لا رخص المستثنی بما لا یزید علیه صفة غیر الخسیة لکان ادق والطف اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انما وصفه به کے قول پر ایک اعتراض وارد کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اگر مصنف مستثنیٰ منہ کو شئے اعم ٹھیراتے خواہ غیر خسیت کی صفت اس پر بڑھائی جائے خواہ نہیں اور مستثنیٰ کو اس سے مخصوص کیا جائے جس پر غیر خسیت کی صفت نہ بڑھائی جائے تو یہ اس صورت میں نہایت ادق اور الطف ہوگا وانما تعذر البدل علی اللفظ فی الصورة الاولی اس عبارت عربی کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے یہ مصنف کافیہ کے لان من لا تزاد الخ کے قول کا مدعی مقدر ہے یعنی صورت اول میں لفظ پر حمل کر کے بدل اس لئے متعذر ہے کہ اثبات کے بعد من استغراقی نہیں بڑھایا جاتا لان من الاستغراقیة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہاں من سے من مطلق مراد نہیں بلکہ استغراقی مقصود ہے لا تزاد اتفاقا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بعد اثبات کے من استغراقی کا عدم تزاد اتفاقی ہے بعد الاثبات اے بعد ما صار الکلام مثبتا لانتقاض النفی بالا لانها لتاکید النفی ولا نفی بعد الانتقاض فلو ابدل علی اللفظ وقیل ما جاء نی من احد الا زید بالجر لکان فی قوة قولنا جاء نی من زید فلزم زیادة من فی الاثبات وذلک غیر جائز یعنی چونکہ الا کے حکم کے نفی ٹوٹ جاتی کیونکہ الا کا کلمہ نفی کی تاکید کیلئے آتا ہے اور نفی کے انتقاض کے بعد نفی نہیں رہتی اس لئے اس صورت میں کلام مثبت ہو جاتا ہے اور پس اگر لفظ پر حمل کر کے بدل ٹھیرایا جائے اور ماجاء نی من احد الا زید کی ترکیب میں زید کے لفظ کو مجرور پڑھا جائے تو یہ اس تقدیر پر جاء نی من زید کے قول کی قوت و حکم ہو جائیگا پس اس سے کلام مثبت میں من کا زیادہ ہونا لازم ہو جائیگا اور یہ جائز نہیں ہے وفی الصورتین الاخیرتین لانه لا ابدل المستثنی علی اللفظ وقیل لا احد فیها الا عمرا بالنصب لان فتحة شبیهة بالحرکة الاعرابیة لاز ما حصلت بکلمة لا التی کالنصب الحاصل بالعامل فلا بد حینئذ من تقدیر لا حقیقیة او حکما لتعمل فیه هذا العمل یہ اوپر فی صورة الاولی کے قول پر عطف ہے یعنی جس طرح صورت اول میں لفظ پر حمل کر کے بدل متعذر ہے اسی طرح صورتین آخرین میں بھی متعذر ہے کیونکہ اگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے مستثنیٰ کو بدل لایا جائے اور الا احد فیہا الا عمرا کی ترکیب میں عمر کے لفظ کو منصوب پڑھا جائے کیونکہ یہ فتحہ حرکت اعرابی کے مشابہ ہے اس لئے کہ فتحہ لا کے حکم سے حاصل ہوا ہے پس گویا نصب کے ہے جو عامل ناصب سے حاصل ہو پس اس تقدیر لا حقیقی یا حکمی کا مقدر ماننا ضروری ہوگا تا کہ وہ اس میں یہ عمل مذکور کر سکے وکذا فی قوله ما زید شیئا الا شئی حمل المستثنی علی لفظ المستثنی منه لا بد حینئذ من تقدیر ما ذلک لتعمل فیه یہ اوپر کے مثال پر عطف ہے جس طرح اوپر کے مثالوں میں بدل لفظ پر حمل کر کے متعذر ہے اسی طرح ما زید شیئا الا شئے کی مثال میں بھی بدل متعذر ہے کیونکہ یہاں اگر مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حامل کر کے بدل لایا جائے تو اس صورت میں کلمہ کا مقدر ماننا ضروری اور لازمی ٹھرایا جائیگا تا کہ وہ بھی یہاں یہ عمل مذکور کر سکے وما ولا لا تقدران لا حقیقة اذا لم یکن البدل الا بتکریر العامل ولا حکما اذا لا تکفی بدخوله علی المبدل منه واعتبر سرایة حکمه الیه فانه فی قوة التقدیر

حال کونہا یعنی ما اور لا کے کلمے نہ حقیقۃً مقدر ہوتے ہیں جبکہ بدل صرف تکریر عامل سے مانا جائے اور نہ حکماً جبکہ عامل کا دخول صرف مبدل منہ پر اکتفاء کر کے ٹھیرایا جائے اور عامل کی سرایت کا حکم بالتبع بدل کی طرف معتبر مانی جائے کیونکہ یہ سرایت کا حکم تقدیر کی قوت اور حکم میں ہے یعنی ما اور لا کے الفاظ درآں حالیکہ عامل ہوں نہ حقیقۃً مقدر ہونگے نہ حکماً اور اخیر میں حال کونہا کا لفظ بڑھا کر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ عاملتین کا لفظ لا یقدران کی ضمیر مرفوع سے حال واقع ہوا ہے عاملتین فی المستثنی المحمول علی البدل یعنی جب ما اور لا کے الفاظ اس مستثنیٰ میں عامل مانے جائیں جو بدل پر محمول ہو تو اس تقدیر پر یہ کلام میں مقدر نہیں ہونگے بعدہٗ اے بعد الاثبات یعنی بعد ما صار الکلام مثبتاً لانتقاض النفی بالا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بعدہٗ کی ضمیر مجرور اثبات کی طرف راجع ہے یعنی الا کی وجہ سے نفی ٹوٹ جاتی ہے اور کلام مثبت بن جاتا ہے ثبات کے بعد ما اور لا کے الفاظ اس لئے مقدر نہیں ہوسکتے کہ لانہما اے ما ولا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا کہ ہما کی ضمیر ما اور لا کے الفاظ کی طرف راجع ہے عملتا النفی وقد انتقض النفی بالا یعنی یہ دو الفاظ نفی کا عمل کرتے ہیں اور نفی الا سے ٹوٹ جاتی ہے کلام مثبت ہو جاتا ہے وحیث تعذر فی ہاتین الصورتین البدل علی اللفظ حمل علی المحل فعمرو مرفوع علی انہ محمول علی محل احد وھو الرفع بالابتداء وشئی مرفوع علی انہ محمول علی محل شیئا وھو الرفع بالجزئیۃ یعنی جب اس دو مذکورہ صورتوں میں لفظ مستثنیٰ منہ پر حمل کر کے بدل متعذر ٹھیرایا تو مستثنیٰ منہ کے محل پر حمل کیا جائے گا پس امثال مذکورہ میں عمر کا لفظ احد کے محل پر حمل کر کے مرفوع ہے اور احد کا محل رفع ہے بنا بر ابتداء اور شی کا لفظ شیئا کے محل پر حمل کر کے مرفوع پڑھا جائے گا اور شیئا کے لفظ کا محل بنا بر جزئیت مارفع ہے فان قلت لاحد فی ھذا المثال محلان من الاعراب محل قریب وھو نصبہ بکلمۃ لا ومحل بعید وھو رفعہ بالابتداء فلم اعتبر واحملہ علی محلہ البعید لا القریب اوپر مصنف نے لا احد فیہا الا عمرو کی مثال میں عمر کے لفظ کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع بتایا تھا یہاں اس پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس امثال مذکور میں احد کے لفظ کے اعراب کے محل دو ہیں ایک محل قریب اور وہ لا کے کلمہ سے اس کا نصب ہے دوسرا محل بعید اور وہ اس کا رفع ہے بنا بر ابتداء پس عمر کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع کیونکر معتبر کیا ہے محل قریب پر حمل کر کے منصوب کیوں نہیں مانا قلت لان محلہ القریب انما ھو لعمل لا فیہ بمعنی النفی وقد انتقض بالا بخلاف محلہ البعید فانہ لا دخل لعمل لا فیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر مذکور اعتراض کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ عمر کو احد کے محل بعید پر حمل کر کے مرفوع اس لئے پڑھا ہے کہ نصب عمر کا احد کے محل قریب پر حمل کر کے لائے نافیہ کے عمل کی وجہ سے ٹھیرایا جاسکتا تھا اور لا کی نفی کا عمل الا کی وجہ سے ٹوٹ چکا ہے بخلاف محل بعید کے کہ اسمیں لا کے عمل کا کوئی دخل نہیں ہے اس لئے اس کے محل بعید پر حمل کو معتبر کیا اس قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کا جواب خود ہی مصنف کافیہ آگے چلکر بخلاف لیس الخ کے قول میں دینگے اعتراض کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ لیس زید شئیا الا شئیا کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ نفی یہاں بھی الا سے ٹوٹ گئی ہے اور باوجود اس کے یہاں مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کے لفظ پر محمول ہے محل پر نہیں بخلاف لیس زید شئیا الا شئیا مع انہ انتقض النفی فیہ ایضا بالا یعنی بخلاف لیس زید شیئا الا شیئا کی مثال کے کہ اس میں باوجود اس کے کہ اسمیں بھی الا سے نفی ٹوٹ گئی ہے مگر مستثنیٰ منہ کے لفظ پر حمل کر کے مستثنیٰ کو منصوب پڑھایا گیا ہے اسلئے کہ لانہا اے لیس اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لانہا کی ضمیر واحد مونث لیس کی طرف راجع ہے عملت للفعلیۃ لا للنفی فلا اثر لنقض معنی النفی فی عملہا لبقاء الامر العاملۃ ھی اے لیس لاجلہ اے لاجلہ لک الامر وھو الفعلیۃ یہ اوپر کے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں لفظ پر حمل اسلئے کیا ہے کہ لیس فعل ناقص ہے فعلیت کا عمل کرتا ہے نفی کا عمل نہیں کرتا اسلئے یہاں اگرچہ نفی کے معنیٰ الا سے ٹوٹ گئے ہیں مگر اس کے نقض کا کوئی اثر نہیں لہٰذا یہاں لیس کی فعلیت کا عمل باقی رہیگا اور لفظ پر حمل معتبر سمجھا جائیگا ومن ثم اے ومن اجل ان عمل لیس للفعلیۃ لا للنفی وعمل ما ولا بالعکس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ

یہاں من کا لفظ اجلیہ علت کے معنی دیتا ہے یعنی اس وجہ سے کہ لیس فعل ناقص تعلیت کا عمل کرتا ہے نفی کا عمل نہیں کرتا بخلاف ما اور لا کے کہ ان کا عمل بالعکس ہے **جاز لیس زید الا قائما** باعمال لیس فی قائما وان انتقض نفیہا بالا لبقاء فعلیتہا یعنی چونکہ لیس فعل ناقص تعلیت کا عمل کرتا ہے اسلئے یہ ترکیب مذکور جائز ہے کیونکہ اسمیں اگر چہ نفی الا سے ٹوٹ گئی ہے لیکن اس کی تعلیت باقی ہے اسلئے قائما میں نصب کا عمل کیا ہے **وامتنع مازید الا قائما** باعمال فی قائما لان عملہا انما ہو للنفی وقد انتقض ای بالا اور مازید الا قائما کی ترکیب درست نہیں کیونکہ قائما میں ماسبب نفی کے عمل کرتا تھا اور وہ الا کی وجہ سے ٹوٹ گئی اس لئے اب وہ قائما میں نصب کا عمل نہیں کرسکتا بخلاف لیس کے کہ وہ بوجہ بقائے تعلیت کے نصب کا عمل کرسکتا ہے **والمستثنی مخفوض ای مجرور بعد غیر وسوی** مع کسر السین او ضمہا مع القصر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ سوئے کا لفظ بالف مقصور ہے اور اس کے سین کو مکسور اور مضموم دونوں پڑھ سکتے ہیں **وسواء** بفتح السین او کسرہا مع المد لکونہ مضافا الیہ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ سواء کا لفظ بالف ممدودہ ہے اور مفتوح السین اور مکسور السین دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں یعنی مستثنیٰ اگر غیر اور سوی اور سواء کے الفاظ کے بعد واقع ہوگا تو وہ بنا بر مضاف الیہ ہونے کے مجرور ہوگا۔ کیونکہ الفاظ مذکور مضاف واقع ہوتے ہیں اور ان کا مدخول مضاف الیہ واقع ہوگا اس لئے مجرور ہوگا **وبعد حاشا فی الاکثر** لکونہا حرف جر فی اکثر استعمالاتہم واجاز بعضہم النصب بہا علی انہا فعل متعد فاعلہ مضمر ومعناہا تربیۃ المستثنی عما نسب الی المستثنی منہ نحو ضرب القوم عمرا حاشا زید ای بری اللہ من ضرب عمر یعنی اگر مستثنیٰ بعد حاشا کے واقع ہو تو وہ اکثر استعمال میں یہاں بھی مجرور ہوگا کیونکہ اس کو اکثر استعمال میں حرف جر مانتے ہیں اور حرف جر اپنے مجرور کو جر دیتا ہے اور بعض اس کو فعل متعدی مانتے ہیں اس لئے اس کے مدخول کو منصوب پڑھتے ہیں اور اس میں جو ضمیر مستتر ہے اس کو اس کا فاعل قرار دیتے ہیں اور اس کے مستثنیٰ کے تبریہ کے نہیں اس سے جس کی مستثنیٰ منہ کی طرف نسبت ہو جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موجود ہے جسکے معنی براہ اللہ تعالیٰ عن ضرب عمر کے ہیں واعراب غیر فیہ ای فی الاستثناء دون الصفۃ اذ ہو حج باعراب موصوفہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فیہ کی ضمیر مجرور استثناء کی طرف راجع ہے یعنی غیر کا لفظ جب استثناء میں واقع ہو اور وہ استثناء کے معنی کا فائدہ دیتا ہو تو اس صورت میں اس لفظ کا اعراب بعینہ وہی اعراب ہوگا جو مستثنیٰ بالا کا ہوگا بخلاف غیر صفتی کے کہ وہ اس وقت اپنے موصوف کے اعراب کے مطابق معرب ہوگا فائدہ غیر کے لفظ کی دو قسمیں ہیں اول استثنائی دوئم صفتی استثنائی کا اعراب مستثنیٰ بالا کا اعراب ہوگا اور صفتی کا اعراب اپنے موصوف کے اعراب کے موافق ہوگا کاعراب المستثنی بالا علی التفصیل المذکور فیما سبق فکانہ لما انجر بہ المستثنی للاضافۃ انتقل اعرابہ الیہ یعنی غیر کے لفظ کا اعراب مستثنیٰ بالا کے مثل ہے اسی تفصیل پر جس کا ذکر سابق میں تفصیل کے ساتھ ہو چکا ہے اور وہ وجوب مستثنیٰ ہے جو کلام موجب میں ہو اور منقطع و مستثنیٰ مقدم میں بھی نصب واجب اور کلام غیر موجب میں جواز اور اختیار بدل اور کلام موجب میں علی حسب العوامل معرب ہوتا ہے چونکہ بوجہ اضافت ضمیر کے مستثنیٰ مجرور ہوتا ہے اس لئے اس تقدیر پر گویا مستثنیٰ کا اعراب اس غیر کے لفظ کی طرف منتقل ہوا اور یہ مستثنیٰ بالا کے حکم میں داخل ہوا وغیر ای کلمۃ غیر فی الاصل صفۃ لدلالتہا علی ذات مبہمۃ باعتبار قیام معنی المغایرۃ بہا فالاصل فیہا ان تقع صفۃ کما تقول جاءنی رجل غیر زید واستعمالہا علی ہذا الوجہ کثیر فی کلام العرب لکنہا یعنی غیر کا کلمہ اصل میں صفت کے لئے موضوع ہے کیونکہ جس طرح صفت ذات مبہم پر دلالت کرتی ہے اسی طرح یہ غیر کا کلمہ بھی باعتبار قیام معنی مغایرت کے ذات مبہم پر دلالت کرتا ہے پس اصل اس میں یہ ہے کہ صفت واقع ہو جیسے جاءنی رجل غیر زید کی مثال میں صفت واقع ہوئی ہے اور اس کا استعمال اس صفت کے معنوں میں عرب کے کلام میں بہت کثرت سے ہے لیکن یہ استثناء میں الا پر محمول ہو کر استثناء کے معنی کا فائدہ دے گا **حملت علی الا** واستعملت بمعنی الاستثناء علی خلاف الاصل وذلک لاشتراک کل منہا فی مغایرۃ مابعدہ لما قبلہ یعنی غیر حمل الا کے استثناء میں خلاف اصل مستعمل ہوگا اور غیر کا الا پر حمل کر کے استثناء میں استعمال اس لئے ہوگا کہ مغایرت کے معنوں میں یہ دونوں الفاظ مشترک

ہیں یعنی جس طرح الا کا کلمہ اپنے مابعد کے ماقبل سے مغایرت کے واسطے مستعمل ہوتا ہے اسی طرح غیر کا کلمہ بھی مغایرت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے۔ اسی مناسبت سے ان الفاظ میں ایک کا حمل دوسرے پر جائز ہے **کما حملت الا علیہا** اے **علی کلمۃ غیر فی الصفۃ لکن لا تحمل الا علیہا فی الصفۃ غالبا الا** یعنی جس طرح الا کا کلمہ غیر کے کلمہ پر محمول ہو کر صفت کے معنی کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح غیر کا کلمہ الا پر محمول ہو کر استثناء کا فائدہ دیتا ہے لیکن الا کا حمل غیر پر صفت میں غالباً نہیں ہوتا بخلاف غیر کے کہ اس حمل الا پر اغلب اور اکثر ہے **اذا کانت** اے الا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کانت فعل ناقص کا اسم الا ہے **تابعۃ لجمع** اے واقعۃ بعد متعدد فوجب ان یکون موصوفہا مذکورا الا مقدرا کما قد یکون مقدرا فی غیر مثل جاءنی غیر زید و بعد ما کان مذکورا یکون متعددا لیوافق حالہا صفۃ حالہا اذا استثناء اذ لا بد لہا فی الاستثناء من مستثنی منہ متعدد فلا تقول فی الصفۃ جاءنی رجل الا زید یعنی یہ مذکور حکم جب ہوگا جبکہ الا کا کلمہ جمع کا تابع واقع ہو یعنی مستثنی منہ متعدد کے بعد واقع ہو پس اس تقدیر پر واجب ہے کہ الا کا موصوف مذکور ہو مقدر نہ ہو جیسا کہ غیر میں کبھی کبھی مقدر ہوتا ہے جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موصوف غیر کا مقدر ہے اور وہ قوم کا لفظ ہے اور جب الا کا موصوف مذکور ہوگا تو وہ متعدد بھی ہوگا تاکہ اس کا حال صفت کی حالت میں استثناء کے حروف کے حال کے موافق ہو جائے کیونکہ اس کے لئے استثناء میں مستثنی منہ متعدد کی ضرورت ہے پس اس صورت میں جاءنی رجل الا زید صفت کے معنی کا لحاظ کر کے نہیں پڑھ سکتے ہیں بلکہ غیر زید پڑھیں گے والمتعدد اعم من ان یکون جمعا لفظا کرجال او تقدیرا کقوم و رھط وان یکون مثنی نحو قولہ نحو ماجاءنی رجلان الا زید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا قوم اور رھط اور ماجاءنی رجلان الا زید کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ یہاں الا صفت ہے اور باوجود اسکے یہاں مستثنی منہ جمع متعدد نہیں بلکہ تثنیہ اور مفردات ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ متعدد عام ہے خواہ جمع لفظی ہو جیسے رجال کا لفظ ہے خواہ تقدیری ہو جیسے قوم اور رھط کے الفاظ ہیں اور خواہ وہ متعدد تثنیہ ہو پس اس تقدیر پر اس حکم میں ماجاءنی رجلان الا زید کی ترکیب کا مستثنی منہ رجلان بھی داخل ہو کیونکہ تثنیہ بھی متعدد حکمی اور تقدیری ہے **منکور** اے منکرا لا معرف باللام حیث یراد بہ العھد او الاستغراق لیعلم التناول قطعا علی تقدیر الاستغراق وعلی تقدیر ان یشار بہ الی جماعۃ یکون زید منہم فلا یتعذر الاستثناء المتصل او عدم التناول قطعا علی تقدیر ان یشار بہ الی جماعۃ لم یکن زید منہم فلا یتعذر المنقطع یہ جمع کی صفت اول ہے اور شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے منکور کی شرح منکر سے کر کے یہ اشارہ کیا کہ منکر معلوم ہے اور منکور غیر معلوم ہے گویا غیر معلوم کی تفسیر معلوم سے کی ہے یعنی جمع منکر معرفہ باللام نہ ہو کیونکہ اگر معرفہ باللام ہو تو اس صورت میں اس کا الف لام دو حالتوں سے خالی نہیں استغراقی ہوگا یا عہدی بنا بر تقدیر اول مستثنی متصل متعذر نہیں ہوگا اور بنا بر تقدیر ثانی بھی دو حالتوں سے خالی نہیں ہوگا اس سے جماعت کی طرف اشارہ مقصود ہوگا جس میں مستثنی یعنی زید داخل ہو قطعا یا اس جماعت کی طرف اشارہ ہوگا جس میں مستثنی یعنی زید قطعا اس میں داخل نہ ہو بلکہ خارج ہو اگر اول صورت مراد ہے تو اس صورت میں بھی مستثنی متصل متعذر نہیں ہوگا اور اس حکم میں یہ شرط ہے کہ الا بمعنی غیر کے ہو **غیر محصور** والمحصور نوعان اما الجنس المستغرق نحو ماجاءنی رجل او رجال واما البعض منہ معلوم العدد نحو لہ علی عشرۃ دراھم وعشرون وانما اشترط ان یکون غیر محصور لانہ ان کان محصورا علی احد الوجہین وجب دخول ما بعد الا فیہ فلا یتعذر الاستثناء نحو کل رجل الا زید جاءنی ولہ علی عشرۃ الا درھما اس میں کا لفظ ترکیب میں جمع کی صفت ثانی واقع ہے اور جمع محصور کی دو قسمیں ہے اول جنس مستغرق جیسے ماجاء نی رجل اور رجال میں ہے دوم قسم کا بعض معلوم العدد ہے جیسے لہ علی عشرۃ دراھم او عشرون میں ہے اور جمع میں اس کا غیر محصور ہونا شرط اس لئے ٹھیرایا ہے کہ اگر بنا بر ایک وجہ وجہین مذکورین کے جمع محصور مانی جائے تو اس صورت میں مابعد الا کا اس میں داخل ہونا واجب ہو جائے گا پس مستثنی کا تعذر یہاں بھی نہیں ہوگا جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں ہے وانما یصار عند وجود ھذہ الشرائط الی حمل علی غیر اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مصنف کا اپنا قول لتعذر الاستثناء مدعی مقدر کی دلیل ہے یعنی ان شرائط مذکور کے

پائے جانے کی بنا پر غیر پر الا کے حمل کی ضرورت اس لئے ہے کہ شرائط مذکور کی موجودگی میں استثناء متعذر رہتی ہے لتعذر الاستثناء عند وجودھا لیضطر الی حملھا علی غیر یعنی چونکہ شرائط مذکورہ بالا کے پائے جانے کی بنا پر استثناء متعذر ہے اس لئے الا کا حمل غیر پر بدرجہ مجبوری کیا جائے گا وانما قلنا فی صدر ھذا الکلام ان الا لا تحمل علی الصفۃ غالبا لتقییدنا بقولنا غالبا لانہ قد یتعذر الاستثناء فی المحصور نحو جاءنی مائۃ رجل الا زید وقد لا یتعذر فی غیر المحصور نحو ماجاءنی رجال الا واحدا والا رجلا والا حمارا ولکن لما کان ذلک نادرا لم یلتفت المصنف الیہ فی بیان ھذہ القاعدۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے غالبا قید کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے اس کلام کی شروع میں غالبا کی قید بڑھا کر یہ کہا ہے کہ الا کا حمل غیر صفتی پر غالبا نہیں ہوتا یہ اس لئے کہ کبھی کبھی مستثنیٰ محصور میں استثناء متعذر ہوتی ہے جیسے جاء نی مائۃ رجل الا زید کی مثال میں زید کی استثناء مائۃ رجل سے متعذر ہے کیونکہ زید مائۃ رجل میں داخل نہیں ہے اور کبھی مستثنیٰ غیر محصور میں استثناء متعذر نہیں ہوتی جیسے ماجاء نی رجال الا واحدا والا رجلا والا احمارا کی مثال میں موجود ہے کہ یہاں استثناء متعذر نہیں ہے لیکن چونکہ یہ شاذ اور نادر تھا اس لئے مصنف کافیہ نے قاعدہ کلیہ مذکور کے بیان میں اس طرف التفات نہیں کیا گویا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے انما قلنا فی صدر ھذا الکلام الخ کی عبارت میں ایک سوال مودر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ غیر صفتی پر الا کے حمل کا دارومدار استثناء کا تعذر ہے اور قاعدہ مذکور سے تعذر لازم نہیں آتا اور اس کی منتفی ہونے سے عدم تعذر واجب نہیں ہوتا ہے لہٰذا قاعدہ کلیہ مذکور بالا جامع اور مانع ثابت نہیں ہوا پس مصنف پر لازم تھا کہ جمع غیر معلوم کہتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن یہ شاذ اور نادر ہے اس لئے مصنف کافیہ نے اس کی طرف کوئی التفات نہیں کیا نحو لو کان فیھما ای فی السماء والارض اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ فیہما کی ضمیر مجرورہ سماء اور ارض کی طرف راجع ہے الھۃ جمع الہ ولا دلالۃ فیھا علی عدد محصور اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ الھۃ کا لفظ الہ کی جمع ہے اور آیت شریفہ میں کسی عدد محصور پر دلالت نہیں ہے الا للہ ای غیر اللہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصود یہ ہے کہ یہاں الا صفتی بمعنٰی غیر کے ہے لفسدتا ای لخرجتا عن الانتظام فالا فی الآیۃ صفۃ لانھا تابعۃ جمع منکور غیر محصور وھی آلھۃ ویتعذر الاستثناء لعدم دخول اللہ تعالیٰ فی آلھۃ بیقین فلم تتحقق شرط صحۃ الاستثناء وفی الآیۃ مانع آخر عن حمل الا علی الاستثنیٰ وھو انہ لو حملت علیہ صار المعنٰی لو کان فیھما آلھۃ مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ لفسدتا وھذا لا یدل الا علی انہ لیس فیھما آلھۃ مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ وبھذا لا یثبت وحدانیۃ تعالیٰ یجوز ان یکون حینئذ فیھما آلھۃ غیر مستثنیٰ عنھا اللہ تعالیٰ بخلاف ما اذا کانت للصفۃ بمعنٰی غیر فانہ یدل علی انہ لیس فیھما آلھۃ غیر اللہ تعالیٰ واذا لم یکن فیھما آلھۃ غیر اللہ تعالیٰ یجب ان لا تتعدد الا آلھۃ لان التعدد یستلزم المغایرۃ یعنی اگر آسمان اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے اور خدا ہوتے تو یہ زمین اور آسمان دونوں اپنے انتظام مشاہدہ سے خارج ہو جاتے کیونکہ خداؤں کا آپس میں تمانع اور جھگڑا ہوتا جس سے عالم کا انتظام درہم برہم ہو کر فاسد ہو جاتا اس آیت کریمہ میں جمع منکر غیر محصور کی مثال ہے اور الا کا کلمہ اس صفتی بمعنٰی غیر کے ہے کیونکہ یہ جمع منکور غیر محصور کا تابع ہے اور یہاں جمع منکور غیر محصور آلھۃ کا لفظ ہے اور یہاں اللہ کا مستثنیٰ ہونا آلھۃ سے اس لئے متعذر ہے کہ اللہ تعالیٰ آلھۃ میں یقیناً داخل نہیں اور یہی استثناء کی صحت کی شرط تھی لہٰذا استثناء کی صحت کی شرط متحقق نہیں ہوئی اس لئے بدرجہ مجبوری یہاں الا کا لفظ صفتی بمعنٰی غیر مانا جائے گا اور علاوہ ازیں اس آیۂ شریفہ میں الا کے استثناء پر حمل کرنے کا ایک دوسرا مانع بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ اگر الا کا لفظ یہاں استثناء کے معنٰی پر محمول کر دیا جائے تو اس صورت میں آیۂ مبارکہ کے معنٰی یہ ہوں گے کہ اگر زمین و آسمان میں وہ خدا ہوتے جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ ہے تو نظام عالم بگڑ جاتا اور یہ معنٰی صرف اس پر دلالت کریں گے کہ زمین و آسمان میں وہ خدا نہیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ ہے اور صورت میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ثابت نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت جائز ہے کہ زمین و آسمان میں وہ خدا ہوں جن سے اللہ تعالیٰ مستثنیٰ نہیں ہے اور یہ اس تقدیر پر کہ الا کو یہاں استثنیٰ کے معنٰی محمول کر دیا جائے بخلاف اس کے الا صفتی بمعنٰی غیر کے ہو کہ اس تقدیر پر آیت مبارکہ کے معنٰی

یہ ہیں کہ زمین وآسمان میں سوائے خدا کے اور کوئی خدا نہیں اور جب زمین وآسمان میں غیر خدا کوئی دوسرا خدا نہیں تو اس سے یہ لازم اور واجب آیا کہ زمین وآسمان میں تعدد آلہہ نہیں ہے کیونکہ تعدد آلہہ سے مغایرۃ لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے لہذا اس کا ملزوم یعنی الا کے لفظ کا یہاں استثنٰی پر حمل کرنا اور مستثنٰی منہ یعنی آلہۃ کا متعدد ماننا اور اللہ تعالیٰ کا اس سے مستثنٰی ٹھیرانا بھی باطل ہے وضعف حمل الا علی غیر فی غیرہا اے فی غیر جمع منکور غیر محصور صحۃ الاستثناء اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ غیرہا کی ضمیر مجرور جمع منکور کی طرف راجع ہے یعنی غیر پر الا کا حمل سوائے جمع منکور کے صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہے کیونکہ جمع منکور غیر محصور کے علاوہ میں استثناء صحیح ہوتی ہے ومذہب سیبویہ جواز وقوع الا صفۃ مع صحۃ الاستثناء قال یجوز فی قولک ما اتانی احد الا زید ان یکون الا زید صفۃ وعلیہ اکثر المتأخرین تمسکا بقول الشاعر وکل اخ مفارقہ اخوہ لعمر ابیک الا الفرقدان فالفرقدان صفۃ لکل اخ لا استثناء منہ والا وجب ان یقال الا الفرقدین بالنصب وحمل المصنف ذلک علی الشذوذ وقال فی البیت شذوذ آخر ان احدہما وصف کل دون المضاف الیہ والمشہور وصف المضاف الیہ لانہ المقصود وکل لافادۃ الشمول فقط وثانیہما الفصل بالخبر بین الصفۃ والموصوف وہو قلیل سیبویہ کے مذہب میں مع صحت استثناء الا کا صفتی بمعنی غیر واقع ہونا جائز ہے وہ کہتے ہیں کہ ...ماجافی احد الازید کی ترکیب میں الا کا صفتی واقع ہونا جائز ہے اور اسی پر اکثر علماء متأخرین بھی ہیں سیبویہ شعر مذکور فی الشرح سے دلیل لیتے ہیں کہ اس میں فرقدان کا لفظ کل اخ کی صفت واقع ہوئی ہے اس سے استثناء نہیں کیونکہ اگر یہاں سے استثناء ہوتی تو واجب ہے کہ فرقدان کا لفظ منصوب بنا بر استثناء فرقدین پڑھا جائے حالانکہ شاعر نے منصوب نہیں پڑھا ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہ استثناء نہیں ہے اور مصنف کافیہ نے شعر مذکور کو ضعف اور شذوذ پر محمول کر دیا ہے اور کہا ہے کہ اس شعر میں دو شذوذ اور بھی ہیں اول کل کے لفظ کا وصف بغیر مضاف الیہ کے حالانکہ مشہور مضاف الیہ کا وصف ہوتا ہے کیونکہ یہی مقصود ہوتا ہے اور کل کا لفظ صرف شمول کے افادہ کیلئے آتا ہے دوم درمیان صفت اور موصوف کے فصل بالخبر اور یہ بہت قلیل ہے واعراب سوی وسواء النصب علی الظرف ای بناء علی ظرفیتہا لانک اذا قلت جاءنی القوم سوی او سواء زید فکانک قلت مکان زید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سوی اور سواء کے الفاظ کی ظرفیت درست نہیں کیونکہ ظرف مکان ہوتا ہے یا زماں اور یہ الفاظ نہ مکان ہیں نہ زمان شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ الفاظ مذکورہ اصل میں مکان کی صفت ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مکانا سوی میں ہے پس الفاظ باعتبار اپنے موصوف کے مکان ٹھہرے لہذا انکی ظرفیت درست ثابت ہوئی یعنی یہ الفاظ منصوب بنا بر ظرفیت ہیں کیونکہ جب جاءنی القوم سوی یا سواء زید پڑھا جائے تو گویا مکان زید پڑھا گیا علی المذہب الاصح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مذہب کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ صحت باعتبار مذہب کے ہے استعمال کے نہیں وہو مذہب سیبویہ فانہما عندہ لازما الظرفیۃ وعند الکوفیین یجوز خروجہما عن الظرفیۃ والتصرف فیہما رفعا ونصبا وجرا کغیر متمسکین بقول الشاعر شعر ولم یبق سوی العدوا ن دناہم کما دانوا وزعم الاخفش ان سواء اذا اخرجوہ عن الظرفیۃ ایضا نصبوہ استنکارا للرفع فیقولون جاءنی سواءک وفی الدار سواءک وحمل ہذا الی استنکار الرفع فیما طلب الفتح علی الظرفیۃ قولہ تعالی لقد تقطع بینکم بالنصب یعنی یہ مذہب اصح سیبویہ کا مذہب ہے پس یہ الفاظ مذکورہ بالا سیبویہ کے نزدیک لازم الظرفیت ہیں اسلئے یہ منصوب بنا بر ظرف ہونگے اور علماء کوفہ کے نزدیک ان الفاظ مذکورہ کا ظرفیت سے اخراج اور ان میں تصرف رفعی نصبی جری مثل غیر کا جائز ہے اور کوفیین شاعر کے قول مذکور سے تمسک لیتے ہیں انہیں سوی کا لفظ معرب ہے اور اخفش نے زعم کیا ہے کہ سواء کے لفظ کو بھی ظرفیت سے خارج کر کے بوجہ استنکار رفع منصوب پڑھتے ہیں پس جاء فی سواء ک وفی الدار سواء ک کی امثال میں حالت رفعی اور حالت جری میں بھی سواء کے لفظ کو منصوب پڑھتے ہیں اور مثل اسکے اللہ تعالیٰ کا قول مذکور ہے کہ یہاں اگرچہ بینکم کا لفظ بنا بر فاعلیت مرفوع ہونا چاہیئے لیکن یہ بوجہ استنکار رفع بنا بر ظرفیت اغلب اور اکثر منصوب پڑھا جاتا ہے اگرچہ بعض قارہ مرفوع بھی پڑھتے ہیں مصنف مستثنٰی کے احوال کے بیان سے فارغ ہو کر آگے چلکر کان اور اس کے اخوت کی خبر کے احوال شروع کرینگے خبر

کان واخواتها دستعرلهانی قسم الفعل ان شاء اللہ تعالیٰ یعنی کان اوراس کے اخوات کی خبر بھی منصوبات میں سے ہے اور کان کی اخوات کا بیان فعل کی قسم
میں عنقریب آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ جس کی تحقیق کو تو خود معلوم کرلیگا **هو المسند بعد دخولها** ای دخول کان اواحدی اخواتها اسکے بڑھانے سے شارح
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ دخولها کی ضمیر مجرور کان یا اس کے اخوات میں سے ایک اخت کیطرف راجع ہے والمراد ببعدیۃ المسند لدخولها
ان یکون اسنادہ الی اسمها واقعا بعد دخولها علی اسمها وخبرها ولا شک ان ذلک الاسناد المقصود بعد تقرر الاسم والخبر فالاسناد الواقع بین اجزاء خبر المقدم علی تقررہ یکون بعد دخولها بل یکون
قبلہ فلا ینتقض التعریف بمثل کان زید یضرب ابوہ ولا بمثل کان زید ابوہ قائم بان یقال یصدق علی یضرب وقائم فی ہذین المثالین المعرف ولیسا من افراد المعرف اس میں
شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جسکی تشریح یہ ہے کہ کان کی خبر کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اسمیں **کان زید یضرب**
ابوہ اور **کان زید ابوہ قائم** کی مثالوں کے یضرب اور قائم کے الفاظ داخل ہو گئے کیونکہ یہ بھی مسند ہے حالانکہ یہ خبر نہیں بلکہ جملے ہیں شارح
رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مسند کی بعدیت سے مراد یہ ہے کہ اس کا اسناد کان اور اسکے اخوات کے اسم وخبر پر داخل ہونیکے بعد اسم کی
طرف واقع ہو اور اس میں شک نہیں کہ یہ اسناد اسم اور خبر کے تقرر کے بعد ہی مقصود ہوتا ہے پس وہ اسناد جو اسم وخبر کے تقرر پر مقدم درمیان اجزاء خبر
کے واقع ہوگا وہ کان اور اس کے اخوات کے داخل ہونیکے بعد نہیں ہوگا بلکہ اس کے قبل ہوگا لہٰذا اب اس تقدیر پر خبر کی تعریف امثال مذکورہ سے
منقوض نہیں ہوئی اور یہ جملے مذکورہ بتاویل مفرد ہو کر کان کی خبریں واقع ہوئی ہیں ویمکن ان یقال فی جواب ہذا النقض ان المراد بدخولها ورودها للعمل فیها ورود
علیہ کما سبقت الاشارۃ الیہ فی خبر ان اخواتها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر کے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح یہ
ہے کہ اس نقض مذکورہ کے جواب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ کان اور اسکے اخوات کے داخل ہونے سے مراد انکا اسم اور خبر میں عمل کرنیکی بنا پر وارد ہونا
ہے جیسا کہ اس کی طرف ان اور اس کے اخوات کے بیان میں اشارہ ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو مثل کان زید قائما وامرہ ای امر خبر کان واخواتها اس کے بڑھا
نے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ امرہ کی ضمیر مجرورہ کان اور اس کے اخوات کی خبر کی طرف راجع ہے **کامر خبر المبتداء فی**
اقسامہ واحکامہ وشرائط علی ماسبق فی بحث المبتداء والخبر یعنی کان کی خبر اقسام اور احکام اور شرائط میں مثل مبتداء کی خبر کے ہے جیسا کہ
مبتداء اور خبر کی بحث میں مذکور ہو ہے اور مبتدا کی خبر کے اقسام تین ہیں اول یہ کہ جسطرح مبتداء کی خبر مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ واقع ہوتا ہے اسی
طرح کان کی خبر بھی مفرد اور جملہ اور معرفہ اور نکرہ واقع ہو سکتا ہے دوم یہ کہ جس طرح مبتداء کی خبر واحد اور متعدد اور محذوف اور مذکور ہوتا ہے اسی
طرح کان کی خبر بھی ہوگی سویم یہ کہ جس طرح مبتداء کی خبر جب جملہ واقع ہوتا ہے تو اس میں عائد کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح کان کی خبر کا بھی حکم
ہوگا **ولکنہ یتقدم** علی اسمها حال کونہ معرفۃ لیکن کان کی خبر درانحالیکہ معرفہ ہو اسم پر مقدم ہوگی بخلاف مبتداء کی خبر کے کہ اس کا حکم بالعکس ہے حقیقۃ او
حکما کالنکرۃ المخصصۃ لاختلاف اسمها وخبرها فی اعراب فلا یلتبس احدهما بالآخر وذلک اذا کان الاعراب فیهما او فی احدهما لفظیا نحو کان المنطلق زیدا وکان ہذا زید بخلاف المبتداء
والخبر فان الاعراب فیهما لا یصلح للفرق بینہ لاتفاقهما فیہ بل لابد من قرینۃ رافعۃ للبس وکذلک اذا انتفی الاعراب فی اسم کان وخبرها جمیعا ولا قرینۃ ہناک لایجوز تقدیم الخبر نحو
کان الفتی ہذا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حقیقۃ اور حکما کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مبتداء کی خبر کی
مخالفت کان کی خبر کے معرفہ ہونے میں مختص نہیں بلکہ کان کی خبر جب نکرہ مخصصہ ہو تو اس صورت میں بھی اسم پر مقدم ہوگی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
نے اس کا جواب دیا کہ معرفہ عام ہے خواہ حقیقی ہو خواہ حکمی نکرہ مخصصہ اگرچہ معرفہ حقیقی نہیں لیکن حکمی معرفہ ہے اور یہ تقدیم صورت مذکورہ میں اس لئے
ہے کہ کان کا اسم اور اسکی خبر آپس میں مختلف ہیں کیونکہ اسم کا اعراب رفع اور خبر کا نصب ہے پس اس اختلاف اعراب کی وجہ سے ایک دوسرے سے
التباس نہیں ہوتا اور یہ جب کہ اعراب دونوں کا یا ایک کا لفظی ہو جیسے **کان المنطلق زید** میں لفظی اور **کان ہذا زید** میں اسم کا اعراب محلی

اور خبر کا لفظی ہے بخلاف مبتداء اور خبر کے کہ ان میں اعراب قرینہ کا صالح نہیں ہوتا کیونکہ مبتداء اور خبر دونوں اعراب میں متفق ہوتے ہیں اس لئے یہاں ایسا قرینہ ضرور ہونا چاہیئے جس سے التباس رفع ہو سکے اور اسی طرح ﴿اسی طرح بھی مقصود ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے کہ قاعدہ کان الفتی ضں ہے کان کی باوجود تقدیم اسم ہے نے دواب دہاں ہے اب لفظی ان کے تقدیری سے اس وجہ تقدیم میں ہے ﴾ جب کان کا اسم اور خبر دونوں اعراب میں منتفی ہے اور یہاں قرینہ بھی ہو تو اس صورت میں بھی کان کی خبر کی تقدیم اس پر جائز نہیں جیسے کان الفتی ہذا کی مثال میں موجود ہے **وقد یحذف عامله** ای عامل خبر کان وھو کان لا خبر کان اخواتھا لانہ لا یحذف من ھذہ الافعال الا کان وانما اختصت بھذا الحذف لکثرۃ استعمالھا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ عاملہ کی ضمیر مجرورہ صرف کان کی خبر کی طرف راجع ہے کان اور اسکی اخوات کی خبر کی طرف راجع نہیں کیونکہ حذف صرف کان ہی کا ہوتا ہے یعنی کبھی کبھی کان کی خبر کا عامل جو کان ہے محذوف بھی ہوتا ہے اور اس کے اخوات کا حذف نہیں ہوتا کیونکہ اس حذف کے لئے بوجہ کثرت استعمال کان کے صرف کان ہے مختص ہے **فی مثل الناس یجزیون** باعمالھم ان خیر **فخیروان افشر ویجوز فی مثلھا** ای فی مثل ھذہ الصورۃ وھی ان تحئی بعد ان اسم ثم فاء بعدھا اسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مثلھا کی ضمیر مجرورہ صورت کی طرف راجع ہے یعنی اس صورت مذکورہ اور اس کی مثل میں چار وجوہ جائز ہیں اور صورت مذکورہ یہ ہے کہ ان کے کلمہ کے بعد اسم آئے پھر اس کی بعد فاء اور اس کے بعد دوسرا اسم واقع ہو تو اس قسم کی ترکیب میں چار وجوہ جائز ہیں اربعۃ اوجہ نصب اول ورفع الثانی وھو اقواھا ای ان کان عملہ خیر الجز اؤہ خیر ونصبھما نحوان خیرا فخیرا علی معنی ان کان عملہ خیرا فکان جزاؤہ خیرا ورفعھما نحوان خیر فخیر ای ان کان فی عملہ خیر فجزاؤہ خیر وعکس الاول نحوان خیر فخیرا ای ان کان فی عملہ خیر فکان جزاؤہ خیرا وقوۃ ھذہ الوجوہ وضعفھا بحسب قلۃ الحذف وکثرتہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجوہ اربعہ کی تفصیل بتاتے ہیں وجہ اول اسم اول کا نصب اور اسم ثانی کا رفع اور یہ وجہ جملہ وجوہات سے زیادہ قوی ہے نصب اول اس بنا پر ہے کہ یہ کان محذوف کی خبر ہے اور یہ معلوم ہے کہ کان کی خبر منصوبات سے ہوتی ہے اور رفع ثانی اس بنا پر ہے کہ یہ مبتداء محذوف کی خبر ہے اور خبر مبتداء مرفوعات سے ہوتی ہے اس صورت میں عبارت کی تقدیر ان کان عملہ خیر الجز اؤہ خیر ہا ہوگی ثانی وجہ دونوں اسموں کا نصب یہ اس بنا پر کہ خیرا کا لفظ دونوں جگہوں میں کان محذوف کی عبر مانی جائے جس کی تقدیر عبارت ان کان عملہ خیرا فکان جزاؤہ خیرا ہوگی وجہ ثالث دونوں اسموں کا رفع اول کا بنابر اسمیت کان محذوف کے اور ثانی کا رفع بنابر خبریت مبتداء محذوف کے ہوگا اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی ان کان فی عملہ خیر جزاؤہ خیر وجہ رابع اول کا رفع اور ثانی کا نصب اول کا رفع بنابر اسمیت کان محذوف اور ثانی کا نصب بنابر خبریت کان محذوف کے مانا جائے گا جس کی تقدیر یہ ہے ان کان فی عملہ خیر فکان جزاؤہ خیرا یہ اول وجہ کے عکس ہو اور ان وجوہات کی قوت اور ضعف باعتبار قلت اور کثرت حذف کے ہوگا یعنی جس وجہ میں زیادہ حذف ہوگا وہ ضعف اور جس میں کم حذف ہوگا وہ قوی مانی جائے گی **و یجب الحذف** ای حذف ای حذف عاملہ یعنی کان اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ الحذف کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ عاملہ کا لفظ محذوف ہے اور حذف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے یعنی کان کی خبر کے عامل کا حذف واجب ہے اور اس کا عامل کان ہی ہے **فی مثل اما انت منطلقا انطلقت ای لان** کنتا منطلقا انطلقت فاصل ما انت لان کنت حذفت اللام قیاسا ثم حذفت کلمۃ کان اختصارا فانقلب التاء ضمیر منفصلا وزیدت لفظۃ ما بعد ان فی موضع کان عوضا عنھا الی وادغمت النون فی المیم واتی الخبر علی حالہ فصار اما انت منطلقا انطلقت وھذا علی تقدیر فتح الھمزہ واما علی تقدیر کسرھا فالتقدیر ان کنت منطلقا انطلقت فعمل بہ ما عمل بالاول من غیر فرق الا حذف اللام اذلا لام فیہ یعنی اس ترکیب مذکور میں کان کا حذف واجب ہے کیونکہ اما انت کی اصل لان کنت ہے اس سے لام قیاس سے موافق حذف ہو پھر اس کے بعد بنابر اختصار کان کا کلمہ بھی حذف کر دیا گیا اور ضمیر متصل ضمیر منفصل سے منقلب ہوئی اور کان کے عوض کا کے مقام میں ان کے بعد ما کا لفظ بڑھایا گیا اور بوجہ تقارب مخرج نون کا میم میں ادغام

ہوا اور خبر کو اپنے حالت پر چھوڑ دیا پس اما انت منطلقا انطلقت ہوا اور یہ بنا بر تقدیر فتحہ ہمزہ اما ہے اور بنا بر تقدیر کسرہ ہمزہ عبارت کی تقدیر ان کنت منطلقا انطلقت ہوگی پس اس تقدیر کی بنا پر بھی وہی عمل کیا جا دیگا بلا تفاوت کے جو تقدیر اول کی بنا پر کیا گیا البتہ یہاں لام کا حذف نہیں کیونکہ اس میں لام نہیں ہے بخلاف تقدیر اول کے کہ وہاں لام کے حذف کا بھی عمل ہے اور یہاں وجوب حذف عامل باعتبار وجود قرینہ اور ساد مسد کے ہے قرینہ معمول کا نصب اور ساد مسد ما کے کلمہ کا کان کے مقام قائم ہونا ہے واقتصر المصنف علی الاول لانہ اشہر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مثال مذکور بکسرہ ہمزہ بھی درست ہے تو مصنف کافیہ نے اسکو چھوڑ کر فتحہ ہمزہ کی تقدیر پر اختصار کیونکہ کیا اسکا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب دیا ہے کہ مصنف کافیہ نے اول تقدیر پر اختصار اس لئے کیا ہے کہ وہ اشہر ہے بخلاف تقدیر ثانی کے کہ یہ مشہور نہیں اس لئے اس کو چھوڑ دیا ہے مصنف کان کی خبر کے احوال سے فارغ ہو کر آگے چلکر حروف مشبہ بفعل کے اسم کا بیان فرمائینگے اسم ان او اخواتھا وستعرفھا فی قسم الحروف انشاء اللہ تعالیٰ یعنی ان کا اسم بھی منصوبات سے ہے اور اسی طرح اس کے اخوات بھی اسم کو منصوب اور خبر کو مرفوع چاہتے ہیں اور ان کے اخوات کا بیان حرف کی قسم میں تفصیل کے ساتھ آئیگا انشاء اللہ تعالیٰ جسکو تو بخوبی معلوم کر لیگا ھوالمسند الیہ بعد دخولھا ای بعد دخول ان او احدی اخواتھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ دخولھا کی ضمیر مجرور ہ ان اور اس کے اخوات کی طرف راجع ہے یعنی ان حروف مشبہ بالفعل کا اسم انکے داخل ہونیکے بعد مسند الیہ ہوگا مثل ان زیدا قائم وبما عرفت معنی البعدیۃ والدخول فیما سبق اندفع انتقاض ھذا التعریف ھھنا ایضا بمثل ابوہ فی ان زیدا ابوہ قائم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کے جواب پر تنبیہ کی جسکی تشریح کان کی خبر کی تشریح میں بیان ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یعنی سابق میں بعدیت اور دخول کے معنیٰ پہچاننے کی بنا پر اس تعریف کا انتقاض ان زیدا ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ سے یہاں بھی دفع ہو کہ یہاں ابوہ کا لفظ مبتداء قائم خبر سے ملکر بتاویل مفرد ہو کر ان کے اسم کی خبر واقع ہوئی ہے المنصوب بلا التی لنفی الجنس ای لنفی صفۃ الجنس وحکمہ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لاء نفی جنس سے مقصود جنس کی نفی نہیں ہوتی بلکہ جنس کی صفت اور اس کے حکم کی نفی مقصود ہوتی ہے کیونکہ لا غلام رجل کی مثال میں غلام کے جنس کی نفی مطلوب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت بتقدیر مضاف ہے اور وہ صفت کا لفظ ہے وانما لم یقل اسم لا لانہ لیس کلہ ولا اکثرہ من المنصوبات فلا یصح جعلہ مطلقا من المنصوبات لا حقیقۃ ولا مجازا بل المنصوب منہ اقل مما عداہ فلا بد من التعبیر عنہ بالمنصوب بھا بخلاف ماعداہ من المنصوبات فان بعضھا وان لم یکن کلہ من المنصوبات لکن اکثرہ منھا فاعطی للاکثر حکم الکل فعد الکل منھا تجوزا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے المنصوب بلا کہا اور اسم لا نہیں کہا اس کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اسم لا اسلئے نہیں کہا کہ لا کا اسم کل اور اکثر منصوبات میں سے نہیں ہے پس اس کا مطلقا منصوبات میں سے ٹھیرانا نہ حقیقۃ درست ہے نہ مجازا بلکہ منصوب ماعدائے منصوب کے بہت کم آتا ہے اسلئے منصوب سے تعبیر ضروری ٹھیری بخلاف لا کے اس کے ماعدا منصوبات کے کہ انکے بعض اگرچہ کل منصوبات میں سے نہوں لیکن اکثر منصوبات میں سے ہوتے ہیں پس اکثر کو کل کا حکم دیکر کل کو منصوبات میں سے مجازا شمار کر لیا ولا یبعد ان یقال اسم لا ھو المنصوب بھا لفظا کالمضاف وشبہہ او محلا کما ھو مبنی منہ علی الفتح واما ما ھو مرفوع فلیس اسما لھا لعدم عملھا فیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرایہ میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سوال مذکورہ بالا کے جوب میں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ لا کا اسم اکثر لا سے لفظا میں منصوب ہوتا ہے جیسے جب مضاف یا شبہ مضاف واقع ہو یا نصب کے محل میں ہوتا ہے جیسے جہاں مبنی بر فتحہ ہو اور وہ جو مرفوع ہو وہ حقیقت میں لا کا اسم نہیں کیونکہ اس میں لا کا عمل ہی نہیں ہے **ھو المسند الیہ بعد دخولھا** خرج بہ مثل ابوہ فی لا غلام رجل ابوہ قائم لما عرفت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

نے یہ اشارہ کیا ہے کہ بعد دخولہا کی قید احترازی ہے اس سے لا غلام رجل ابوہ قائم کی ترکیب کے ابوہ کا لفظ خارج ہو جیسا کی سابق میں بعدیت اور دخول کے معنٰی کی معرفت کے معلوم ہو ہے یعنی یہاں بھی وہی تفصیل اور وہی اندفاع کی تشریح سمجھنی چاہیئے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے وھذا القدر کاف فی حد اسہا لکنہ لما اراد حد المنصوب منہ زاد علیہ قولہ مطلقا اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ لا کے اسم کی تعریف ہو المسند الیہ بعد دخولہا ہے قول سے حاصل ہوئی پس اس تقدیر پر طیہا نکرۃ کے قول کا ذکر کانا بے فائدہ اور بیکار ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے کہ لا کے اسم کی تعریف کے لئے ہو المسند ابعد دخولہا کا قول کافی ہے لیکن مصنف کی مراد یہاں منصوب کی تعریف بیان کرنی ہے اس لئے اس پر یلیہا نکرۃ کا قول بڑھایا ہے یلیہا ای یلی المسند الیہ لفظۃ لا ای یقع بعدھا بلا فصلۃ اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی کا مقصد یہ ہے کہ یلیہا کی ضمیر فاعل مسند الیہ کی طرف اور ضمیر مفعول لا کے لفظ کی طرف راجع ہے یعنی لائے نفی جنس کا اسم مسند الیہ لا کے قریب ہوتا ہے یعنی اس لا کا لا کے بعد بلا فاصلہ کے واقع ہوگا نکرۃ مضافا او مشبہا ای بالمضاف فی تعلقہ بشئ ھو من تمام معناہ یعنی اسم لا مسند لا کے لفظ کو قریب ہو درآنحالیکہ وہ اسم لا نکرہ مضاف ہو یا مشابہ بالمضاف یعنی جس طرح مضاف حقیقی کا مضاف الیہ سے تعلق ہوتا ہے اور مضاف الیہ کے ذکر کرنے سے اس کے معنٰی تمام ہوتے ہیں اسی طرح مشابہ مضاف بھی مضاف الیہ سے تعلق رکھتا ہے اور شبہ مضاف الیہ کے ذکر کرنے اس کے معنٰی تمام ہوتے ہیں ھذہ احوال مترادفۃ من الضمیر المجرور فی الیہ او الاولی منہا من الضمیر المجرور فی دخولہا والباقی من الضمیر المرفوع فی یلیہا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ یلیہا نکرۃ مضافا او مشابہ کے اقوال اربعہ کی ترکیبی حالت بتانا چاہتے ہیں کہ یہ اقوال اربعہ الیہ کی ضمیر سے احوال مترادفہ ہیں یا اول حال الیہ کی ضمیر یا دخولہا کی ضمیر مجرور سے حال واقع ہوا ہے اور مابقی احوال الثلاثہ یلیہا کی ضمیر مرفوع سے آئے ہیں اس صورت میں یہ احوال متداخلہ مانے جائیں گے اور احوال مترادفہ وہ ہیں جن کا ذوالحال واحد ہو اور متداخلہ برعکس اس کے ہیں مثل لا غلام رجل مثال لما یلیہا نکرۃ مضافا و فی بعض النسخ لا غلام رجل ظریف فیہا وقد عرفت فی المرفوعات تحقیق قولہ فیہا یہ اس لا کے اسم کی مثال ہے جو لا کے قریب ہو درانحالیکہ وہ نکرہ مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو اور بعض نسخوں میں لا غلام رجل ظریف فیہا ہے اور فیہا کے قول کی تحقیق مرفوعات کی بحث تفصیل کے ساتھ معلوم ہو چکی ہے وہاں ملاحظہ ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے ولا عشرین درھما لک مثال لما یلیہا نکرۃ مشبہا بالمضاف یہ اس لا کے اسم کی مثال ہے جو لا کے قریب ہو درآنحالیکہ وہ نکرہ مشابہ بالمضاف ہو وقولہ لک علی النسخ المشہورۃ من تتمۃ المثالین کلیہما اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ کہ یہاں لا کے اسم مثال عشرین درھما سے حاصل ہوگی پس لک کے قول کے بڑھانے میں کیا فائدہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بعض نسخوں میں یہ لک قول نہیں ہے لیکن کافیہ کے مشہور نسخوں میں موجود ہے پس بنا بر نسخ مشہر یہ لفظ دونوں مثالوں کے تتمہ میں سے ٹھیرا اس کے بڑھانے کا یہی فائدہ ہے فان کان ای المسند الیہ بعد دخولہا غیر واقع علی الاحوال المذکورۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کان کا اسم مسند الیہ ہے یعنی اگر مسند الیہ لا کے داخل ہونے کہ بعد احوال مذکور بالا پر واقع نہ ہو بلکہ مفرد ہو تو وہ اس صورت میں علامت نصب پر مبنی ہوگا مثل کان مفردا بانتفاء الشرط الاخیر فقط وکونہ مضافا او مشابہا ای یلیہا نکرۃ غیر مضاف ولا مشابہ لیترتب علیہا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مفردا کے لفظ سے مقدم کان کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ مفردا کا لفظ ترکیب میں بنا بر خبریت کان مقدر کے منصوب واقع ہوا ہے یعنی اگر لا اسم احوال مذکور پر واقع نہ ہو بلکہ صرف مفرد واقع ہو بنا بر انتفاء شرط آخر کے اور وہ شرط اسکا مضاف یا مشابہ بالمضاف ہونا ہے یعنی درانحالیکہ وہ اسم لائے نفی کے قریب ہو وہ نہ مضاف ہوگا نہ مشابہ بالمضاف بلکہ مفرد ہوگا اور لا کے اسم کا لا کے قریب ہونا اور اس کا غیر مضاف ہونا اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ اس پر فہو مبنی الخ کا قول مرتب ہو سکے فھو مبنی علی ما ینصب بہ فانہ لو کان مفردا معرفۃ او مفصولا فحکمہ غیر ذالک وقولہ علی ما ینصب بہ ای علی ما کان ینصب بہ المفرد قبل دخول لا علیہ وھو الفتح فی الموحد نحو لا

رجل فی الدار والکسر فی جمع المؤنث السالم بلاتنوین نحو لا مسلمات فی الدار والیاء المفتوح ماقبلہا فی المثنی والمکسور ماقبلہا فی جمع المذکر السالم نحو لا مسلمین ولا مسلمین لک ویعنی بالمفرد مالیس بمضاف ولا مضارع لہ یدخل فیہ المثنی والمجموع یعنی اگر وہ مفرد معرفہ یا مفعول واقع ہو تو اس صورت میں اس کا حکم اس کے علاوہ دوسرا ہوگا اور مصنف کے علی ماینصب بہ کے قول کا مقصد یہ کہ جس سے مفرد لا کے داخل ہونے کے قبل منصوب ہو اس پر مبنی ہوگا اور وہ واحد میں فتحہ ہے جیسے لا رجل فی الدار کی مثال میں ہے اور جمع مؤنث سالم میں بلاتنوین کے کسرہ ہے جیسے لا مسلمات فی الدار کی ترکیب میں ہے اور تثنیہ میں پائے ما قبل مفتوح اور جمع مذکر سالم میں پائے ماقبل مکسور ہے جیسے مسلمین اور مسلمین میں واقع ہے اور یہاں مفرد سے مراد مقابل مضاف اور شبہ مضاف ہے مقابل تثنیہ اور جمع مراد نہیں یعنی وہ اسم مفرد جو نہ مضاف ہو اور نہ مشابہ بالمضاف پس اس تقدیر پر اس حکم میں تثنیہ اور جمع بھی داخل ہوگی ہے وانما بنی لتضمنہ معنی من اذ معنی لا رجل فی الدار لا من رجل فیہا لانہ جواب لمن یقول ھل من رجل فی الدار حقیقۃ او تقدیرا محذف من تخفیفا وانما بنی علی ماینصب بہ لیکون البناء علی حرکۃ او حرف استحقہا النکرۃ فی الاصل قبل البناء اس میں شارح لا کے اسم کے مبنی بر علامت نصب ہونے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مبنی بر علامت نصب اسلئے ہوگا کہ یہ اسم لا من حرف جر استغراقی کے معنیٰ کو شامل ہے کیونکہ لا رجل فی الدار کے معنیٰ لا من رجل فی الدار ہیں اس لئے کہ یہ اس شخص کا جواب ہے جو ھل من رجل فی الدار حقیقۃ او تقدیرا کا سوال کرے اور جس طرح سوال میں من حرف جر مذکور ہے اسی طرح جواب میں بھی مذکور مانا جائیگا تا کہ جواب سوال کے مطابق ہو پس من کا کلمہ بغرض تخفیف محذوف ہوا اور یہ معلوم ہے کہ من حرف جر مبنی ہے اسی طرح یہ اسم لا بھی مبنی مانا جائے گا اور مبنی بر علامت نصب اس لئے ہوگا کہ بناء حرکت یا حرف پر واقع ہو جس کو اصل میں نکارت قبل البناء چاہتی ہے یعنی حرکت بنائی حرکت اعرابی کے موافق ہو جائے ولم یبن المضاف ولا المضارع لہ لان الاضافۃ ترجح جانب الاسمیۃ فیصیر الاسم بہا الی ما یستحقہ فی الاصل اعنی الاعراب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے لا کا اسم مضاف یا مشابہ بالمضاف کو مبنی اس لئے نہیں مانا ہے کہ اضافت اسمیت کے جانب کو ترجیح دیتی ہے کیونکہ یہ اسم کا خاصہ ہے اس لئے اس اضافت کی وجہ سے اسم اپنے اصلی اعراب کا مستحق ہوگا مبنی نہیں ہوگا فان کان ای المسند الیہ بعد دخولہا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ کان کا اسم مسند الیہ ہے **معرفۃ** بانتفاء شرط النکارۃ او مفصولا بینہا ای بین ذلک المسند الیہ وبین لا بانتفاء شرط الاتصال علی سبیل منع الخلو سواء کان مع انتفاء شرط کونہ مضافا او مشبہا بہ اولا وھی ست صور نحو لا زید فی الدار ولا عمرو ولا غلام زید فی الدار ولا عمرو ولا فی الدار رجل ولا امرءۃ ولا فی الدار غلام رجل ولا امرءۃ ولا فی الدار زید وعمرو ولا فی الدار غلام زید ولا عمرو یعنی اگر لائے نفی جنس کا اسم لا کے داخل ہونے کے بعد بنا بر انتفاء شرط نکارت کے معرفہ واقع ہو یا درمیان اسم لا اور لا کے ہو بنا بر انتفاء شرط اتصال کے بسبیل منع خلو فصل ہو یعنی یہ عام ہے خواہ انتفاء شرط کے ساتھ مضاف یا مشابہ بالمضاف ہو خواہ نہو اور اسکی چھ صورتیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ لا کا اسم معرفہ مکرر مع تکرار لا ہو دوم لا کا اسم مضاف ہو معہ تکرار لا سوئم لا کا اسم نکرہ مکررہ معہ تکرار لا ہو چہارم لا کا اسم مضاف معہ تکرار لا ہو پنجم لا کا اسم معرفہ نکرہ معہ تکرار لا ہو ششم لا کا اسم مضاف نکرہ معہ تکرار لا ہو یہ سب صورتیں فصل کی ہیں وجب فی جمیع ھذہ الصور الرفع علی الابتداء اما فی المعرفۃ فلامتناع اثر لا النافیۃ للجنس فیہا واما فی المفصول فللضعف لا عن التاثیر مع الفصل یعنی ان چھ جملہ مذکورہ صورتوں میں اس لا کے اسم کا مرفوع ہونا بنا بر ابتداء واجب ضروری ہے معرفہ میں اسلئے کہ اس میں لائے نافیہ کے عمل کا اثر ممتنع ہے اور مفصول میں اس لئے کہ لائے نفی جنس کا کلمہ بوجہ ضعف کے فصل کے ساتھ اثر نہیں کرسکتا ہے **والتکریر** ای وجب تکریرا سمہ لکن مطلقا لا بعینہ اما فی المعرفۃ لیکون کالعوض عما فی التنکیر من معنی الاحاد واما فی النکرۃ لیکون مطابقا لما ھو جواب لہ من مثل السائل فی الدار رجل ام امراۃ وھذا التعلیل جار فی المعرفۃ ایضا یعنی صور مذکورہ میں لا کے اسم کا مکرر ہونا مطلقا ضروری اور واجب ہے بعینہ نہیں معرفہ کی صورت میں اسلئے کہ یہ تکریر نفی احاد کی تنکیری معنیٰ کے عوض ٹھہرے اور نکارت کی صورت میں تکرار اسم اسلئے ضروری اور لازمی ہے کہ جواب سوال کے مطابق ہو جیسے کوئی سائل فی الدار رجل ام امراۃ کا سوال کرے تو اس کے جواب

میں لا فی الدار رجل ولا امرءۃ کہا جائے گا اور یہی جواب سوال کی مطابقت کی علت معرفہ میں بھی جاری ہوسکتی ہے غور کرکے اس مقام کو سمجھنا چاہیئے سابق میں مصنف کافیہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم جب معرفہ ہو تو اس کا مرفوع ہونا اور اس کی تکریر واجب اور ضروری ہے اب یہاں اس کے قاعدہ کلیہ پر ایک نقض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ شاعر کے اس قول سے منقوض ہے ع قضیۃ لا اباحسن لہا کیونکہ اس میں لا کا اسم معرفہ بالاضافت ہے اور باوجود اس کے یہ نہ مرفوع ہے نہ مکرر آگے چلکر مصنف خود ہی اس کا جواب دیں گے وہو قضیۃ ای ہذہ قضیۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قضیۃ کا لفظ کس بنا پر مرفوع ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ بنا بر خبریت مبتداء محذوف کے مرفوع ہے اور وہ ہذہ کا لفظ ہے ولا اباحسن لہا ای لہذہ القضیۃ ہذا جواب دخل مقدر علی قولہ وان کان معرفۃ وجب الرفع والتکریر فان اسم لا فیہ معرفۃ لان اباحسن کنیۃ علی ولا رفع فیہ ولا تکریر بل ہو منصوب غیر مکرر فاجاب بانہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ لہا کی ضمیر مجرور قضیہ کی طرف راجع ہے اور یہ اسی اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ اوپر مصنف نے یہ کہا تھا کہ جب لا کا اسم معرفہ ہو تو اس کا مرفوع اور مکرر ہونا واجب اور ضروری ہے حالاں کہ اس قضیہ میں لا کا اسم معرفہ ہے کیونکہ اباحسن حضرت جناب علی شیر خدا کی کنیت ہے اور باوجود اس کے اس میں نہ رفع ہے نہ تکریر بلکہ یہ منصوب غیر مکرر ہے مصنف نے اس کا جواب دیا کہ یہ قضیہ موول بنکرہ ہے متاول بالنکرۃ اما بتقدیر المثل ای ولا مثل ابی حسن لہا یعنی یہ قضیہ موول بنکرہ ہے یا تو بتقدیر مضاف مثل کے ہے جس کی تقدیر ولا مثل ابی حسن لہا ہے فان مثلا لتوغلہ فی ابہام لا یتعرف بالاضافۃ الی المعرفۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اباحسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیر خدا کی کنیت ٹھہری تو اس تقدیر پر یہ معرفہ ہو پس نکرہ کیونکر بن سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ چونکہ مثل کے لفظ میں ابہام کا توغل ہے اس لئے یہ معرفہ کی طرف مضاف ہونے سے معرفہ نہیں ہوتا لہٰذا اب یہ نکرہ ہی رہا او بتاویلہ بفیصل بین الحق والباطل لاشتہارہ بہذہ الصفۃ فکانہ قیل لا فیصل لہا ویقوی ہذا التاویل ایراد حسن بحذف اللام ان ظاہر ان تنوینہ للتنکیر یہ اوپر اما بتقدیر المثل کے جملہ پر عطف ہے یعنی اباحسن کے لفظ کے موول بنکرہ ہونے کی دو صورتیں ہیں اول یہ کہ اس قضیہ میں مضاف مثل کا لفظ مقدر مانا جائے۔ دوئم یہ کہ یہ حضرت شیر خدا کے وصف مشہور کا کنائیہ ہو جائے اور وہ وصف مشہور حضرت شیر خدا کا فیصل بین الحق والباطل ہونا ہے کیونکہ وہ اس صفت مشہور سے موصوف تھے پس اس تقدیر پر فیصل کا لفظ مقدر مانا جائے گا گویا لا فیصل لہا کہا گیا اور حسن ہے کے لفظ کا غیر معرف باللام آنا اس تاویل کو قوت دیتا ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اس کی تنوین تنکیر کے لئے ہے لہٰذا اب اباحسن کا معرفہ ہونا ثابت نہیں ہوا اور قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا مصنف کا درست اور صحیح ٹھیرا وفی مثل لاحول ولاقوۃ الاباللہ ای فیما کررت فیہ لا علی سبیل العطف وکان عقیب کل منہما نکرۃ بلا فصل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ ترکیب مذکور سے مراد ہر وہ ترکیب ہے جس میں لائے نفی جنس بہ سبیل عطف مکرر ہوا ہو اور ہر ایک لا کے بعد نکرہ بلا فصل کے واقع ہوا ہو۔ یجوز خمسۃ اوجہ بحسب اللفظ لا بحسب التوجیہ فانہا بحسب التوجیہ تزید علیہا مصنف کافیہ کے خمسۃ اوجہ کے قول کے مقدم شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یجوز کا لفظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ خمسۃ اوجہ کا قول ترکیب میں بنا بر فاعلیت فعل مقدر یجوز کے مرفوع ہے یعنی ترکیب مذکور بالا میں صرف باعتبار لفظ کے پانچ وجوہ اعراب کے جائز ہیں نہ باعتبار توجیہ کے کیونکہ باعتبار توجیہ کے پانچ وجوہ سے زیادہ ہو جاتی ہیں الاول فتحہما اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ علی ان تکون لا فی کل منہما لنفی الجنس ولاقوۃ معطفا علی لاحول عطف مفرد علی مفرد وخبرہا محذوف اے لاحول ولاقوۃ موجود الا باللہ او عطف جملۃ علی جملۃ اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ فحذف خبر الجملۃ الاولی استغناء عنہ بخبر الجملۃ الثانیہ والثانی فتح الاول ونصب الثانی اے لاحول ولاقوۃ الا باللہ اما فتح الاول فلان لا الاولی لنفی الجنس واما نصب الثانی فلان لا الثانیہ مزیدۃ لتاکید النفی والثانی معطوف علی الاول فیکون منصوبا حملا علی لفظہ لمشابہۃ حرکتہ حرکۃ اعراب ویجوز ان یقدر

لھما خبر واحد وان یقدر لکل منھما خبر علی حدۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وجوہات خمسہ کا بیان کرتے ہیں کہ اول وجہ یہ ہے کہ لائے نفی جنس کے دونوں اسموں کو مفتوح پڑھا جائے اس بنا پر کہ دونوں جگہ لا کا کلمہ نفی جنس کے لئے مانا جائے۔ اور قوت کے لفظ کو حول کے لفظ پر عطف کردیا اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا اور لائے نفی جنس کی خبر محذوف موجود کا لفظ مانا جائیگا یا اس میں عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر یہ ہوگی لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ پس جملہ اول کی خبر کو جملہ ثانی کی خبر سے استغناء کرکے محذوف کردیا اور وجہ ثانی فتحہ اول اور نصب ثانی ہے جس کی تقدیر لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے فتحہ اول اسلئے ہے کہ لائے نفی اول نفی جنس کے لئے ہے اور نصب ثانی اس لئے کہ لائے ثانی مزید نفی کی تاکید کے لئے ہے اور ثانی اول پر معطوف ہے پس یہ بنا بر حمل علی اللفظ منصوب ہوگا کیونکہ اس لا کے اسم کی حرکت حرکت اعرابی کے مشابہ ہے چونکہ اول کا محل قریب نصب ہے اسلئے ثانی کا بھی محل قریب پر عطف کرکے نصب مانا جائے گا اور جائز ہے کہ دونوں لا کے لئے خبر واحد مقدر مانی جائے جس سے عطف مفرد کا مفرد پر ہو اور یہ بھی جائز ہے کہ ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ خبر مقدر کی جائے۔ اس تقدیر پر عطف جملہ کا جملہ پر ہوگا والثالث فتح الاول ورفعاے رفع الثانی نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ اما فتح الاول فلان لا الاولی لنفی الجنس واما رفع الثانی فلان لا زائدۃ والثانی معطوف علی محل الاول لانہ مرفوع بالابتداء عطف مفرد علی مفرد بان یقدر لھما خبر واحد او عطف جملۃ علی جملۃ بان یقدر لکل منھما خبر علی حدۃ یعنی ثالث وجہ فتح الاول اور رفع ثانی ہے فتحہ اول اس لئے ہوگا کہ لائے اول لنفی جنس کے لئے ہے اور لائے نفی جنس کا اسم جب مفرد نکرہ ہو تو وہ مبنی بر فتحہ ہوتا ہے اور رفع ثانی اسلئے ہے کہ لائے ثانی زائد ہے اور اسم ثانی اول اسم کے محل پر معطوف ہے کیونکہ اول کا محل رفع ہے بنا بر ابتداء اسی طرح یہ ثانی اسم بھی اس کے محل پر عطف کرکے بنا بر ابتداء مرفوع پڑھا جائے گا اور اگر دونوں لا کے خبر واحد مقدر ٹھیرائی جائے تو اس صورت میں عطف مفرد کا مفرد پر ہوگا اور اگر ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ خبر مقدر کردیا جائے تو اس تقدیر پر عطف جملہ کا جملہ پر ہو جائیگا والرابع رفعھما بالابتداء نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ لانہ جواب قولھم بغیر اللہ حول وقوۃ فجاء بالرفع فیھما مطابقۃ للسوال ویجوز الامران ھھنا ایضا یعنی رابع دونوں اسموں کا مرفوع ہونا بنا بر ابتداء ہے کیونکہ یہ بغیر اللہ حول وقوۃ کے قول کا جواب ہے چونکہ سوال میں دونوں اسماء مرفوع ہیں اس لئے جواب میں بھی مرفوع پڑھے جائیں گے تاکہ جواب سوال کے مطابق ہو اور یہاں بھی دونوں امر جائز ہیں یعنی یہاں بھی عطف مفرد کا مفرد پر یا عطف جملہ کا جملہ پر جائز ہے والخامس رفع الاول علی ان لا بمعنٰی لیس علی ضعف فان عمل لا بمعنٰی لیس قلیل وفتح الثانی نحو لاحول ولا قوۃ الا باللہ علی ان یکون للنفی الجنس وضعف وجہ ضعف رفع الاول بانہ یجوز ان یکون رفعہ لانعاء عمل لا بالتکریر لکونھا بمعنٰی لیس لان شرط صحۃ الغائھا التکریر فقط وقد حصل ھھنا ولا دخل فیھا لتوافق الاسمین بعد ما فی الاعراب فھذا علی التوجیہ الاول متعین لعطف جملۃ علی جملۃ ای لاحول الا باللہ ولا قوۃ الا باللہ والا یلزم ان یکون قولہ الا باللہ منصوبا ومرفوعا وعلی التوجیہ الثانی محتمل ان یکون من قبیل عطف مفرد علی مفرد او عطف جملۃ علی جملۃ کما لا یخفٰی یعنی خامس وجہ رفع اول ہے اس بنا پر کہ یہ لا بمعنٰی لیس کے ہے اور لیس کا اسم مرفوع ہوتا ہے لیکن یہ اول کا مرفوع ہونا بنا بر معنویت لیس کے ضعیف ہے کیونکہ لا کا عمل جو بمعنٰی لیس کے ہو بہت قلیل ہے اور فتح ثانی اس بنا پر ہے کہ لا کا کلمہ نفی جنس کے لئے ہے اور اس صورت میں رفع اول کے ضعف کی وجہ کو ضعیف ٹھہرایا گیا ہے اس طرح کہ جائز ہے۔ کہ رفع اول بنا بر الغاء عمل لا بسبب تکریر کے ہونہ اس بنا پر کہ لا بمعنٰی لیس ہو کیونکہ لا کی الغاء کی صحت کے لئے صرف تکریر ہی شرط ہے اور یہ یہاں حاصل ہے اور اس میں لا کے بعد دونوں اسموں کا توافق اعراب میں ضروری نہیں ہے۔ پس اس ترکیب میں بنا بر توجیہ اول عطف جملہ کا جملہ پر متعین مانا جائیگا ورنہ اس سے الا باللہ کے قول کا منصوب اور مرفوع ہونا لازم آئے گا کیونکہ لا مشابہ بہ لیس خبر کے نصب کا متقتضی ہے اور لائے نفی جنس کی خبر مرفوع ہوتی ہے پس اگر اس ترکیب میں بنا بر توجیہ اول عطف مفرد کا مفرد پر مانا جائے تو الا باللہ کے قول میں رفع اور نصب کا اجتماع لازم آئیگا اور یہ محال ہے اسلئے اس میں عطف جملہ علی الجملہ متعین ٹھہرا اور بنا بر توجیہ ثانی اس ترکیب میں عطف مفرد علی المفرد یا عطف جملہ علی الجمہ دونوں کا احتمال ہوسکتا ہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں ہے اور

توجیہ ثانی اول میں لائے نفی جنس کا ملغاء ہونا اور ثانی میں بھی نفی جنس کے لئے ماننا لیکن عامل ٹھیرانا ہے واذا دخلت الھمزۃ علی لا التی لنفی الجنس لم یتغیر العمل اے عمل لا اے تاثیرھا فی مدخولھا اعرابا وبناء لان العامل لا یتغیر عملہ لدخول کلمۃ الاستفہام یعنی جب لائے نفی جنس پر ہمزہ استفہام داخل ہوگا تو وہ لا کے عمل میں کوئی تغیر اور تبدل پیدا نہیں کرسکتا یعنی اسکے مدخول میں تاثیر اعرابی اور بنائی اپنے حالت پر باقی رہے گی کیونکہ عامل کا عمل استفہام کے کلمہ کے داخل ہونے سے متغیر نہیں ہوتا ہے ومعناھا اے معنی الھمزۃ الداخلۃ علی لا التی لنفی الجنس اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ معناھا کی ضمیر مجرور اس ہمزہ کی طرف راجع ہے جو لائے نفی جنس پر داخل ہو اما الاستفہام حقیقۃ نحو قولک الا رجل فی الدار مستفھما یعنی ہمزہ کے معنٰی یا تو استفہام کے ہیں حقیقۃ جیسے الا رجل فی الدار کی ترکیب میں ہمزہ کے معنٰی استفہام کے ہیں واما العرض مثل الا نزل عنی اور یا ہمزہ کے معنٰی عرض ہے ہیں جیسے مثال مذکور فی الشرح میں موجود ہے ولم یذکر سیبویہ ان حال لا فی العرض کحالہ قبل الھمزۃ بل ذکرہ السیرافی وتبعہ الجزولی والمصنف ورد ذلک الاندلسی وقال ھذا خطاء لانھا اذا کانت عرضا کانت من حروف الافعال مثل ان ولو وحروف التحضیض فیجب انتصاب الاسم بعدھا نحو الا زیدا اکرمہ اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد مصنف کافیہ پر ایک اعتراض وارد کرنا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف اکثر سیبویہ کے مذہب کی متابعت کرتے ہیں اور یہاں مخالفت کی کیونکہ یہاں سیبویہ نے ذکر نہیں کیا ہے کہ لائے نفی جنس کا حال عرض میں ایسا ہی ہے جیسا کہ ہمزہ کے داخل ہونے سے پیشتر تھا بلکہ اس کو سیرانی نے ذکر کیا ہے اور اس کی متابعت سے جزولی اور مصنف کافیہ نے بھی ذکر کیا ہے اور اندلسی نے اس کو رد کرکے کہا ہے کہ یہ خطا اور غلطی ہے کیونکہ ہمزہ کے معنٰی جب عرض کے ہونگے تو اس صورت میں یہ ان حروف میں سے ہوگا جو افعال پر داخل ہوتے ہیں جیسے ان اور لو اور حروف تخفیض ہیں۔ پس اس کے داخل ہونے کے بعد اس اسم کا انتصاب واجب ہوگا جس پر یہ ہمزہ معہ لا داخل ہو جیسے الا زیدا اکرمہ میں ہے اعتراض مذکورہ بالا کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ مصنف پر سیبویہ کی متابعت ہر وقت لازم نہیں ہے واما التمنی نحو الا ماء اشربہ حیث لا یرجی ماء یعنی یا ہمزہ کے معنٰی تمنی کے ہیں جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے اور یہ مثال وہاں مستعمل ہوتی ہے جہاں پانی نہ پایا جائے واما قولہ ع الا رجلا جزاہ اللہ خیرا فھذا عند الخلیل لیست لا الداخلۃ علیھا حرف الاستفہام ولکنہ حرف موضوع للتحضیض براسہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا شاعر کے الا رجلا جزاہ اللہ خیرا کے قول سے منقوض ہے کیونکہ یہاں لا کے کلمہ کا عمل بنائی متغیر ہوکر اعرابی عمل ہوا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ شاعر کے قول میں یہ لا کا کلمہ خلیل کے نزدیک وہ لا نہیں جس پر حرف استفہام داخل ہوا ہو بلکہ یہ حرف تحضیض براسہ تحضیض کے لئے موضوع ہے فکانہ قال الا تروننی رجلا یعنی تروننی رجلا ولذلک نصب ونون اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ حروف تحضیض افعال پر داخل ہوتے ہیں اور یہ لا کا کلمہ یہاں اسم پر داخل ہوا ہے پس یہ کیوں کر حرف تحضیض براسہ بن سکتا ہے، شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فعل عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری اگرچہ لفظی فعل نہیں لیکن تقدیری موجود ہے کیونکہ گویا شاعر نے واقع میں الا تروننی رجلا کہا ہے اور اسی وجہ سے اس مدخول کو منصوب اور منون کردیا ہے وھی عند یونس لا التی دخلت علیھا ھمزۃ الاستفہام بمعنی التمنی فکان القیاس الا رجل ولکنہ نونہ لضرورۃ الشعر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال مقدر کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ لا یونس کے نزدیک وہی لائے نفی جنس ہے جس پر ہمزہ استفہام داخل ہوتا ہے جس کے معنٰی یہاں تمنی کے ہیں پس اس تقدیر پر یہاں قیاس یہ ہے کہ الا رجل غیر منون پڑھا جائے لیکن اس کا نصب اور تنوین بوجہ ضرورت شعری کے ہے اور اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے ونعت اس لا المبنی لا نعت اسمھا المعرب احترازعن نحو لا غلام رجل ظریفا یعنی لا کے اسم مبنی کی صفت اول درآنحالیکہ مفرد ہو مبنی ہوگی بخلاف اسم معرب کے نعت کے کہ وہ معرب ہوگا جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے مبنی کی قید احترازی ہے الاول بالرفع صفۃ للنعت اے لا الثانی وما بعدہ احترازعن مثل لا رجل ظریف کریم فی الدار اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ اول کے لفظ کی اعرابی حالت بتاتے ہیں کہ یہ بالرفع نعت کی صفت ہے یعنی صرف صفت اول ہی مبنی ہوگی نہ صفت ثانی اور نہ ثالث ورابع جو اسکے بعد واقع ہو اور یہ اول کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس سے لا رجل ظریف کریم فی الدار کی مثال کی صفت ثانی سے احتراز ہوا مفردا حال من ضمیر مبنی والعامل فیہ مبنی احترازمن مثل لا رجل حسن الوجہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مفردا کے لفظ کی اعرابی حالت بتانا چاہتے ہیں کہ یہ بنا بر حالیت مبنی کی ضمیر مرفوع سے منصوب ہے اور اس میں عامل ناصب وہی مبنی کا لفظ ہے اور یہ مفردا کا لفظ بھی قید احترازی ہے اس کے اعتبار سے لا رجل حسن الوجہ کی مثال سے احتراز ہو کیونکہ یہاں نعت مفرد نہیں بلکہ مرکب ہے علیہ حال بعد حال او صفۃ مفردا احترازمن المفصول نحو لا غلام فیہا ظریف اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد علیہ کے قول کی اعرابی حالت بتانا ہے کہ یہ یا تو مفردا سے حال بعد حال ہے یا اس کی صفت ہے اور یہ بھی احترازی قید ہے اس میں مفصول سے احتراز ہو جیسے مثال مذکور فی الشرح میں ہے بعد القید مثلی من الاول اس میں شارح نے ایک اعتراض کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قید اول کے ذکر کرتے ہوئے اس کا ذکر کرنا بیکار ہے کیونکہ جو علیہ کی قید سے خارج ہوتا ہے وہ قید اول سے بھی خارج ہو سکتا ہے لہذا مناسب تھا کہ یا تو اس قید آخر کو ترک کرکے اول پر اکتفاء کرتے یا اس کو چھوڑ کر اس پر اکتفاء کرتے اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ یہ قید آخر اول کے اس وقت مراد ہوگی جب اس کو بالرفع پڑھیں اور نعت کی صفت ٹھیرائی جائے اور اگر بالجر پڑھا جائے اور مثنی کی صفت مانی جائے تو اس صورت میں یہ اول کے معنی نہیں ہے اسی وجہ سے اس قید آخر کے ذکر کرنے کی ضرورت پڑی مبنی علی الفتح حملا علی المعوت لکمال الاتحاد بینہما والاتصال وتوجہ النفی الیہا ای الی النعت حقیقۃ یہ ترکیب میں نعت کی خبر واقع ہوگی یعنی لائے نفی جنس کے اس مبنی کی نعت اول بھی مبنی برفتحہ ہوگی بنا بر حمل نعت علی المنعوت کیونکہ درمیان نعت اور منعوت کے کمال اتحاد اور اتصال ہوتا ہے دوسرے یہ کہ نفی جب کسی قید کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو وہ حقیقت میں قید ہی کی طرف متوجہ ہوتی ہے پس حقیقت میں نفی نعت کی طرف متوجہ ہوگی والمعنی فی قولہ ولنعت المعنی اشارۃ الی ما بنی علی الفتح ثم بالا صالۃ لا بالتبعیۃ فانہ المذکور سابقا لا بما ہو ہو اذ اکثر المعنی وہی علی الرفع ثم بہ نعت لا یجوز بناؤہ مثلہ لا ماء ماء باردا فتح اولہ یعنی علیہ او نعت المعنی الاول مفرد علیہ فان یرد علی ہذا المثال نعت للتابع لا للمتبوع کما مر انفا بدوا وحمل نعت للمتبوع علیہ لتوسط التابع بینہما اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اسم مبنی کا مکرر ذکر ہو تو وہ مبنی برفتحہ ہوتا ہے لیکن اس کے بعد جو نعت مذکور ہو اس کی بناء جائز نہیں ہے جیسے مثال مذکور میں باردا کا لفظ ہے باوجود اس کے کہ اس پر بھی یہ صادق آتا ہے کہ یہ اسم مبنی کی صفت اول مفرد ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ونعت المعنی کے قول میں مبنی سے مراد اور اشارہ اس مبنی کی طرف ہے جو مبنی برفتحہ بالا صالہ ہو نہ بالتبع کیونکہ یہی مبنی بالا صالہ سابق میں مذکور ہو چکا ہے۔ لہذا اب اس تقریر پر سوال مذکور بالا وارد نہیں ہوتا کیونکہ اس مثال مذکور میں باردا کا لفظ تابع یعنی ثانی ماء کی نعت ہے متبوع کی نہیں جیسا کہ یہی ظاہر کلام سے معلوم ہوتا ہے اور اگر اس کو متبوع کی نعت قرار دیا جائے تو وہ ما علیہ کے حکم میں بوجہ توسط تابع کے داخل نہیں مانا جائے گا و معرب لان الاصل فی التوابع تبعیتہا لمتبوعاتہا فی الاعراب دون البناء یعنی لا کے اسم کی نعت او معرب ہوگی کیونکہ توابع میں اصل یہ ہے کہ وہ صرف اعراب میں اپنے متبوعات ہوتے ہیں رفعا حملا علی محلہ البعید یعنی اگر اس نعت کو لائے نفی جنس کے اسم کے محل بعید پر حمل کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اعراب رفع ہوگا ونصبا حملا علی اللفظ او علی محلہ القریب یعنی اگر اس کا حمل لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ یا اس کے محل قریب پر کیا جائے تو اس صورت میں اس کا اعراب نصب ہوگا نحو لا رجل ظریف بالفتح وظریف بالرفع وظریفا بالنصب یہ نعت معرب کی مثال ہے اس کو مفتوح اور مرفوع اور منصوب ہر طرح پڑھ سکتے ہیں والا ای وان لم یکن النعت کک یہ اوپر سے استثناء ہے یعنی اگر نعت مذکور قیود مذکورہ پر مقید نہ ہو تو اس صورت میں اس کا حکم صرف اعراب ہی ہوگا فالاعراب ای فلہ الاعراب لا غیر رفعا حملا علی المحل البعید ونصبا حملا علی اللفظ او المحل القریب وقد مرت امثلتہ فی بیان فوائد القیود اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے

کہ فالاعراب کالفظ ترکیب میں خبر مبتداء محذوف کے ہے پس اس کا حکم صرف اعراب ہے بنائی نہیں بنا بر حمل علی محلہ البعید اس کا اعراب رفع اور بنا بر حمل لفظا یا بنا بر محل قریب نصب ہے اور نعت کی قیود مذکورہ کے فوائد کے بیان میں اس کی مثالیں مذکور ہو چکی ہیں ملاحظہ ہوں والعطف علی اسم لا المبنی اذا کان المعطوف نکرۃ بلا تکریر لا فی المعطوف فانہ اذا کان المعطوف معرفۃ وجب رفعہ نحو لا غلام لک والفرس اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ لا غلام لك و الفرس کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں فرس کا لفظ لائے نفی جنس کے اسم پر معطوف ہے اور باوجود اس کے اس میں رفع متعین ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف سے مراد وہ جو نکرہ ہو جس میں لا مکرر نہ ہو اور یہاں معطوف معرفہ ہے اس لئے یہاں رفع متعین ہے واذا کان لا مکرر افی المعطوف فحکمہ ما علم فی قولہ لا حول ولا قوۃ فیما سبق بان تحمل اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ لاحول ولا قوۃ کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ اس میں معطوف نکرہ ہے اور حالانکہ اس میں پانچ وجوہ اعراب جائز ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف سے مراد وہ نکرہ جس میں لائے نفی مکرر نہ ہو اور یہاں اگرچہ معطوف نکرہ ہے لیکن لائے نفی مکرر ہے اس لئے اس کا حکم وہی ہے جو لاحول ولا قوۃ کے قول کی تشریح میں معلوم ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ ہو یعنی لائے نفی جنس کے اسم پر بنا بر حمل لفظ اور بنا بر حمل محل دونوں طرح عطف جائز ہے علی اللفظ ای لفظ اسم لا المبنی و تجعل منصوبا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کی کہ اللفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ اسم محذوف ہے یعنی اگر لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ پر عطف کیا جائے تو اس صورت میں وہ منصوب ہوگا و بان تحمل اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر کے بان کے لفظ پر عطف کر دیا ہے علی المحل ویجعل مرفوعا یعنی لائے نفی جنس کے اسم کے محل پر عطف کر دیا جائے تو اس صورت میں وہ معطوف مرفوع ہوگا جائز ولا یجوز فیہ البناء لکان الفصل بالعاطف ولم تجعل فی حکم المتصل لمظنۃ الفصل بلا المؤکدۃ اذ المعطوف علی المنفی یراد فیہ لا کثیرا نحو لاحول ولا قوۃ یعنی لائے نفی جنس کے اسم کے لفظ اور محل دونوں پر حمل کر کے عطف جائز ہے اور اس صورت میں وہ معطوف معرب ہوگا بناء اس میں جائز نہیں ہوگی کیونکہ درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے عاطف سے فصل ممکن ہے اور اس کو متصل کے حکم میں داخل کیا نہیں کیونکہ یہاں لائے موکدہ سے فصل کا ظن ہے کیونکہ جب منفی پر عطف کیا جاتا ہے تو اس میں کثرت سے لائے نفی کا کلمہ بڑھایا جاتا ہے جیسے لاحول ولا قوۃ کی ترکیب میں موجود ہے مثل لا اب وابنا وابن فی لقول الشاعر ولا اب وابنا مثل مروان وابنہ اذا ھو بالمجد ارتدی وتازر او سکر التوابع لا نص منہم فیہا لکن ینبغی ان یکون حکمہا حکم توابع المنادی کذا ذکرہ الاندلسی اس میں اس لائے نفی جنس کے اسم کی مثال ہے جس کا حمل لفظ اور محل دونوں پر درست ہو جیسے یہاں مثال شوی مذکور الشرح میں ابن کے لفظ کا حمل اب کے لفظ اور محل دونوں پر درست ہے شعر کے معنی یہ ہیں کہ مثل مروان اور اس کے ابن کے نہ کوئی باپ ہے اور نہ کوئی بیٹا کیونکہ بزرگی کی چادر اور ازار صرف اس نے اڑلیا ہے باقی توابع کے متعلق نحات سے کوئی نص اور تصریح منقول نہیں لیکن مناسب ہے کہ باقی توابع کا حکم مثل حکم توابع منادی مفرد معرفہ کے ہو ایسا یہ اندلسی نے ذکر کیا ہے اوپر مصنف نے یہ ثابت کیا تھا کہ لائے نفی جنس کا اسم جب نکرہ کے قریب ہو تو وہ اسم مبنی بر فتحہ ہوگا اب یہاں اس پر ایک اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قاعدہ لا اباله و لا غلا مي له سے منقوض ہے کیونکہ اس میں لائے نفی کا اسم نکرہ کے قریب ہے اور باوجود اس کے وہ منصوب ہے مبنی بر فتحہ نہیں ہے آگے چل کر مصنف اس کا جواب دیتے ہیں و مثل لا اباله ولا غلامی لہ ای کل ترکیب یکون فیہ بعد اسم لا التی لنفی الجنس لام الاضافۃ واجری علیہ ذلک الاسم احکام الاضافۃ من اثبات الالف فی نحو اب وحذف النون من نحو غلامین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مثال مذکور سے مراد یہ مثال مخصوص نہیں بلکہ اس سے ہر وہ ترکیب مراد ہے جس میں لائے نفی جنس کے بعد لام اضافت ہو اور اس اسم پر اضافت کے احکام جاری کئے گئے ہیں اور وہ احکام یہاں اب کے لفظ میں الف کا اثبات اور غلامین کے

لفظ میں نون کا اضافت کی وجہ سے حذف ہوتا ہے جائز یعنی ان الاصل فی مثل ھذین الترکیبین ان یقال لا اب لہ ولا غلامین لہ لیکون اسم لا فیہما مبنیا علی ما ینصب بہ ویکون الجار مع مجرورہ خبر الھا وقد جاء علی قلۃ مثل لا اباہ لہ ولا غلامی لہ بزیادۃ الالف فی مثل اب واسقاط النون فی مثل غلامین کمافی حال الاضافۃ تشبیہا لہ ای لاسم لا فی ھذین الترکیبین مع انہ لیس بمضاف بالمضاف واجراء لاحکام المضاف علیہ باثبات الالف وحذف النون لیکون معربا وذلک التشبیہ انما لمشارکتہ ای مشارکۃ اسم لا حین یضاف باظہار اللام بینہ وبین ما یضاف الیہ لہ ای للمضاف فی اصل معناہ ای معنی المضاف من حیث ھو مضاف یعنی الاضافۃ وھو الاختصاص او المعنی ان مثل لا اباہ لہ ولا غلامی لا لہ جائز تشبیہا لہ ای المثل ھذین الترکیبین حیث الاضافۃ فیہ بالمضاف ای بترکیب یشتمل علی الاضافۃ لمشارکتہ ای لمشارکۃ مثل ھذین الترکیبین لہ ای لما یشتمل علی اضافۃ فی اصل معناہ ای معنی ما یشتمل علی الاضافۃ وھو الاختصاص الا ان بین الاختصاصین تفاوتا فان الاختصاص المفہوم من الترکیب الاضافی اتم مما یفہم من غیرہ یعنی لا اباہ لہ ولا غلامی لہ کی ترکیب اور اس کے امثال جائز ہیں کیونکہ ان دونوں ترکیبوں کی اصل لا اب لہ ولا غلامین لہ ہے پس اس تقدیر پر لائے نفی جنس کا اسم ان دونوں مثالوں میں مبنی بر فتحہ ہوگا اور جار اپنے مجرور کے ساتھ لا کی خبر ٹھہرے گی اور یہ مثالیں لا اباہ لہ ولا غلامی لہ بزیادت الف اور باسقاط نون غلامین بھی بنا بر قلت آئی ہیں جیسے اضافت کی حالت میں نون تثنیہ کا اسقاط ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوا ہے اور یہ جواز ترکیبین مذکورین اس لئے ہے کہ ان مذکورہ ترکیبوں میں لائے نفی جنس کا اسم اگر چہ واقع میں مضاف نہیں لیکن مضاف کے مشابہ ہے اور اسی وجہ سے اس پر مضاف کے حکم داری ہوتے ہیں جو کہ اثبات الف اور حذف نون تثنیہ ہیں پس اس تقدیر پر یہ لائے نفی کا اسم معرب ہوگا اور یہ تشبیہ لائے نفی جنس کے اسم کی جس وقت کہ مضاف ہو ساتھ اظہار لام کے درمیان اس کے اور درمیان اس کے جسکی طرف یہ مضاف ہو صرف مضاف کے اصلی معنٰی میں ہوگی لیکن یہ اس حیثیت سے کہ مضاف مضاف ہو یعنی مضاف سے مراد اضافت ہے اور وہ اصلی معنٰی مضاف کے اختصاص کے ہیں یا ان ترکیبوں کے معنٰی یہی کہ یہ ترکیبیں اس لئے جائز ہیں کہ ان میں اگر چہ اضافت نہیں لیکن یہ اس ترکیب کے مشابہ ہیں جس میں اضافت حقیقی پائی جاتی ہے لہٰذا یہ ترکیبیں اضافت کے اصلی معنٰی اس کے مشارک ٹھہرا کر مشابہ بالمضاف مانی جائینگی اور اضافت کے معنٰی اختصاص کے ہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ درمیان ان دونوں اختصاصوں کے تفاوت اور فرق ہے اور وہ یہ کہ وہ اختصاص جو ترکیب اضافی سے معلوم ہوگا وہ اس سے زیادہ اتم ہوگا جو اس کے غیر مفہوم ہوگا **ومن ثم** ای لاجل ان جواز مثل ھذا الترکیبین انما ھو تشبیہ غیر المضاف بالمضاف فی معنی الاختصاص اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلیہ علت کے معنٰی کا فائدہ دیتا ہے یعنی مذکور ترکیبوں کا جواز باعتبار تشبیہ غیر مضاف کے ساتھ ہے یعنی اختصاص کے معنٰی میں یہ مذکورہ ترکیبین مضاف کے مشابہ ہیں اسلئے یہ مذکورہ تراکیب جائز ہوئیں لم یجز ترکیب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لم یجز کا فاعل ترکیب کا لفظ ہے **لا اباھا فیہا** ای فی الدار لعدم الاختصاص فان الاختصاص المفہوم من اضافۃ الاب الی شیء انما ھو بالابوۃ لہ ھذا الاختصاص غیر ثابت الاب بالنسبۃ الی الدار فلا تصح اضافۃ فی الدار فکیف یشبہ ترکیب لا اباہا فیہا بترکیب یضاف فیہ الاب الی الدار لمشارکتہ لہ فی اصل معناہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فیہا کی ضمیر مجرور کی طرف راجع ہے یعنی لا اباہا فیہا کی ترکیب اس لئے جائز نہیں کہ یہاں اختصاص کے معنٰی درست نہیں کیونکہ وہ اختصاص جواب کی اضافت سے معلوم ہوتا ہے وہ صرف بسبب ابوت کے ہوگا اور یہ اختصاص بہ نسبت دار کے اب کے لئے ثابت نہیں ہے پس اب کی اضافت دار کی طرف درست اور صحیح نہیں ہوئی لہٰذا لا اباہا فیہا کی ترکیب اس ترکیب کے مشابہ اور اصل معنٰی میں مشارک نہیں ہوئی جس میں اب کی اضافت دار کی طرف ہوئی ہو اس لئے یہ ترکیب جائز نہیں ہے ولیس ای مثل ھذا این الترکیبین اس کے بڑھانے سے شارح کا مقصد یہ ہے کہ لیس کا اسم مثل ہذا این الخ کا لفظ ہے بمضاف حقیقۃ لفساد المعنی المراد المفاد بہا علی تقدیر الاضافۃ وھو نفی ثبوت جنس الاب او الغلامین لمرجع الضمیر المجرور بالاستقلال من غیر احتیاج الی تقدیر خبر وھذا المعنی غیر مفید علی تقدیر الاضافۃ من تعیین اباہ او لا فلان معنی ھذا این الترکیبین علی تقدیر الاضافۃ من تعیین اباہ او لا فلان معنی ھذا این الترکیبین علی تقدیر الاضافۃ لا اباہ وغلامیہ وھذا لا یتم الا بتقدیر خبر ای لا اباہ موجود

ولا غلاما ماہ موجودان وانما امتنع لان المراد نفی ثبوت جنس الاب والغلام لمعلوم والغلامین لمعلومین لا نفی الوجود عن ابیہا معلوم وغلاما معلومین یعنی مذکورہ مثالوں میں مضاف حقیقۃ مضاف کے
ثبوت کی نفی ہے کیونکہ ضمیر مجرور کا مرجع مستقل ہے خبر مقدر ماننے کی ضرورت اور حاجت نہیں اور یہ معنی بنا بر تقدیر اضافت کے دو وجہوں سے فاسد
ہیں اول یہ بنا بر تقدیر اضافت ان مذکورہ ترکیبوں کے معنی لا اباہ و غلامیہ کے ہوجائینگے اور یہ معنی بغیر تقدیر خبر کے تام نہیں اتمام معنی کے لئے خبر
ضرور مقدر مانی جائے گی جس کی تقدیر لا اباہ موجود اور لا غلامیہ موجودان ہوگی ثانی یہ کہ یہاں مراد جنس اب اور غلامین کے ثبوت کی نفی
ہے اب معلوم یا غلامین معلومین کے نفس وجود کی نفی مقصود نہیں ہے لہٰذا مذکورہ مثالوں میں مضاف حقیقی مضاف نہیں بلکہ مشابہ بالمضاف ہے خلافا
لسیبویہ والخلیل وجمہور النحاۃ یعنی مذکورہ حکم میں سیبویہ اور خلیل اور جمہور نحات اختلاف کرتے ہیں وانما خص سیبویہ بالخلاف لانہ المقدم فیہم اس میں
شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب اس اختلاف میں خلیل اور جمہور نحات بھی شریک ہیں پس
مصنف کا لیہ نے اس اختلاف کے لئے سیبویہ کو کیوں خاص کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک اس کا جواب دیا کہ چونکہ سیبویہ جملہ نحات کے امام
ہیں اس لئے اس اختلاف کے لئے صرف سیبویہ ہی کو خاص کیا اولان المقصود بیان الخلاف لا تعیین المخالفین لمذہب سیبویہ والخلیل وجمہور النحاۃ ان مثل ہذا
الترکیب مضاف حقیقۃ باعتبار المعنی واقحام اللام بین المضاف والمضاف الیہ تاکید للام المقدرۃ وحکم المصنف بفسادہ لما عرفت اس شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر
والے سوال کا دوسرا جواب دوسری پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا سیبویہ کو اسلئے خاص کیا کہ یہاں مقصود خلاف کا بیان کرنا ہے مخالفین کا
تعیین مقصود نہیں ہے پس سیبویہ اور خلیل اور جمہور نحات کا مذہب یہ ہے کہ اس ترکیب مذکور میں مضاف باعتبار اصلی معنی اضافت کے حقیقی مضاف ہی
مشابہ بالمضاف نہیں ہے اور درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے لام مقدرہ کی تاکید کے لئے لام مذکور لایا گیا ہے اور مصنف کا لیہ نے بوجہ فاسد ہونے
معنی مقصود کی اس کے فاسد ہونے کا حکم صادر فرمایا ہے ویحذف اسم لا حذفا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ کہ یحذف کا
فاعل اسم لا ہے اور حذفا کے لفظ کو بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ کثیرا کا لفظ موصوف محذوف حذفا کی صفت ہے کثیرا ای مثل لا علیک ای لا باس علیک یعنی لائے نفی
جنس کا اسم بکثرت محذوف بھی ہوتا ہے جیسے مثال مذکور میں باس کا لفظ لائے نفی جنس کا اسم محذوف ہے ولا یحذف الا مع وجود الخبر لئلا یکون اجحافا اس میں
شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بعض اوقات بنا بر حذف اسم لا کلام میں اجحاف لازم آتا ہے اور
یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ حذف اسم لائے نفی وہاں ہے جہاں خبر موجود ہو اور اگر خبر موجود نہ ہو تو اس
صورت میں لائے نفی جنس کے اسم کا حذف کرنا منع ہے کیونکہ اس سے کلام میں اجحاف لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے وقولہم لا کزید یحتمل ان یکون الکاف اسما و
ان یکون کزید اسما والخبر محذوفا ای لا مثلہ موجود وجاز ان یکون خبرا ای لا احد مثل زید وان یکون حرفا فالاسم محذوف ای لا احد کزید اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے
ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بنا بر حذف اسم لائے نفی کے لا کزید کے قول میں اجحاف لازم آیا کیونکہ اس میں کاف حرف
ہے اسم اور خبر ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ حرف کلام میں نہ مسند الیہ ہوتا ہے اور نہ مسند شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قول مذکور
کاف اسمی بمعنی مثل کے ہے پس اس صورت میں جائز ہے کہ کزید کا لفظ لائے نفی جنس کا اسم ہو اور خبر محذوف ہو یعنی تقدیر لا مثلہ موجود ہوگی اور یہ بھی
جائز ہے کہ خبر ہو اور اسم محذوف ہے جس کی تقدیر لا مثلہ موجود ہوگی اور یہ بھی جائز ہے کہ خبر ہو اور اسم محذوف ہو جس کی تقدیر لا احد مثل زید ہے اور
اگر کاف کو حرفی ٹھہرائیں تو اس صورت میں لائے نفی جنس کا اسم محذوف مانا جائے گا اور کزید کا لفظ جار مجرور خبر ٹھہرائی جائے گی جس کی تقدیر لا احد کزید
ہوگی خبر ما ولا المشبہتین بلیس فی النفی والدخول علی الجملۃ الاسمیۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ما و لا کی لیس سے مشابہت بتاتے ہیں کہ ما و لا کی لیس سے
مشابہت نفی اور دخول جملہ اسمیہ میں ہے یعنی جس طرح لیس فعل ناقص جملہ اسمیہ پر داخل ہو کر اسم کو مرفوع اور خبر کو منصوب کر دیتا ہے اسی طرح یہ

ماولا کے الفاظ بھی یہی عمل کرتے ہیں بلیس هوالمسند بعد دخولهما ای دخول ماولا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ دخولھما کی ضمیر مجرور ماولا کی طرف راجع ہے وهی ای الجزئیۃ جزئیۃ ماولا لهما وکذا اسمیۃ اسمهما لهما لغۃ حجازیۃ اس میں شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہی کی ضمیر ترکیب میں مبتداء اور لغۃ حجازیۃ اس کی خبر واقع ہوئی ہے یعنی ماولا کی خبروں کی خبریت اور اسی طرح ان کے اسموں کی اسمیت بھی لغت حجازی ہے وخص الجزئیۃ بالذکر لان اعمالهما وجعل اسمهما وخبرهما اسما وخبرا لهما انما یظهر باعتبار الجزئیۃ فجعل الخبر لهما انما هو فی لغۃ اهل الحجاز واما بنو تمیم فانهم لا یجرونها مجری لیس فلا یعملون هذا لهما ولا ولا الاسم اسما لهما بل هما مبتداء وخبر علی ما کانا علیه قبل دخولهما علیهما ولغۃ اهل الحجاز هی الاقوی جاء علیها التنزیل قال اللہ تعالٰی ماهذا بشرا وماهن امهاتهم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ماولا کی اسمیت بھی لغت حجازی ہے پس مصنف کافیہ نے جزئیت کو خاص کر کے کیوں ذکر کیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف نے جزئیت کو ذکر میں اسلئے خاص کیا ہے کہ ماولا کا اعمال اور ان کی خبر کا خبر اور اسم کا اسم ٹھہرانا صرف باعتبار جزء کے ظاہر ہوگا پس ماولا کی خبر کا خبر ٹھہرانا صرف اہل حجاز کی لغت میں ہے بخلاف بنی تمیم کے کہ یہ لوگ نہ ماولا کے اعمال کے قائل ہیں اور نہ ماولا کی خبر کو ان کی خبر اور اسم کو ان کے اسم ٹھہراتے ہیں بلکہ کہتے ہیں کہ یہ اسم اور خبر جس طرح ماولا کے داخل ہونے سے پیشتر مبتداء اور خبر تھے اسی طرح ماولا کے داخل ہونیکے بعد بھی وہی مبتداء وخبر رہینگے اور اہل حجاز کی لغت قوی اور درست ہے کیونکہ اسی کے موافق قرآن پاک نازل ہوا ہے اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے ماهذا بشرا وماهن امهاتهم یہاں لفظ ما نے اپنا عمل کیا ہے کہ خبر کو نصب دیا ہے اور اسم کو رفع اگر ما کلمہ بے عمل ہوتا تو اس صورت میں بشرا کا لفظ مرفوع اور امهاتهم کا لفظ بھی مرفوع پڑھا جاتا ہے حالانکہ جملہ قراء سبعہ بشرا کو منصوب اور امهاتهم کو مکسور بنابر جزئیت مانکے پڑھتے ہیں اس سے معلوم ہو کہ بنی تمیم کی لغت قوی نہیں بلکہ اہل حجاز کی لغت قوی ہے لغت اس قابل ہے جس کو قوی کہہ سکے واذا زیدت ان مع ما نحو ما ان زید قائم قیل انما اختص ما بالذکر لان لا ... مع لا فی استعمالهم وهی زائدۃ عند البصریین وتاکید موکدۃ عند الکوفیین اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ماولا عمل میں متفق ہیں پس مصنف کافیہ نے حکم مذکور میں ما کو خاص کیا ہے اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ حکم مذکور میں ما کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ ان کا کلمہ لا کے ساتھ استعمال عرب میں نہیں بڑھایا جاتا ہے بخلاف ما کے اس کے ساتھ بکثرت بڑھایا جاتا ہے اور یہ ان کا کلمہ بصریوں کے نزدیک زائد ہے نفی کی تاکید کے لئے بڑھایا گیا ہے اور کوفیوں کے نزدیک تاکید کا موکدہ ہے او انتقض النفی بالا نحو ما زید الا قائم او تقدیم الخبر علی الاسم نحو ما قائم زید بطل العمل ای عمل ما لانا کان مع واحد من هذه الامور لشذا ... ما وان زیدت ان لان ما عامل ضعیف عمل لمشابهته لیس فی العمل بجهۃ ... معمولها فی العمل واما اذا انتقض النفی بالا لان عملها لمعنی النفی فلما انتقض بطل العمل واما اذا تقدم الخبر فللتغیر الترتیب مع ضعف العمل یعنی جب ما کے ساتھ ان کا کلمہ بڑھا جائے یا نفی الا سے ٹوٹ جائے یا اسم پر خبر مقدم ہو جائے تو ان تینوں صورتوں میں ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے یعنی امور ثلاثہ میں سے ایک امر کے موجودگی میں ما کا عمل باطل ہو جاتا ہے ان کے زیادہ ہونے کی صورت میں ما کا عمل اس لئے باطل ہوگا کہ ما کا کلمہ عامل ضعیف ہے بسبب مشابہت لیس کے عمل کرتا ہے جب اس کے اور اس کے معمول کے درمیان فصل آگئی تو اپنا عمل مذکور نہیں کر سکے گا اور الا سے نفی کے ٹوٹنے کی صورت میں ما بے عمل اس لئے ہوگا کہ اس کا عمل بسبب نفی کے معنٰی کے تھا جب نفی ٹوٹ گئی تو اس کا عمل بھی جاتا رہا اور اسم پر خبر کی تقدیم کی صورت میں اس لئے ما کا عمل ہو جاتا ہے کہ ترکیب میں تغیر آتا ہے اور یہ عمل میں ضعیف ہے تغیر اور تبدیل ترکیب کے ساتھ عمل نہیں کر سکتا ہے اور تینوں صورتوں کی مثالیں شرح میں مذکور ہیں ملاحظہ ہوں واذا عطف علیها ای علی خبرها اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ علیہا کی ضمیر مجرور ماولا کی خبر کی طرف راجع ہے بموجب بکسر الجیم ای العاطف الخبر الا بعاب ... نحو ما زید قائما ولکن ... مسافر ... اس میں شارح موجب کے لفظ کے لغوی تحقیق کرتے ہیں کہ یہ لفظ مکسور الجیم بصیغہ اسم فاعل ہے اور اس سے مراد وہ عاطف ہے

جو نفی کے بعد ایجاب کا فائدہ دیتا ہے اور وہ عاطف بل اور لاکن کے الفاظ ہیں کہ یہ نفی کے بعد ایجاب کے مفید ہوتے ہیں جیسے امثال مذکورہ فی الشرح میں موجود ہے فالرفع ای فحکم المعطوف الرفع لا غیر لکونہ معمولہ لا ولانی النفس والجملۃ جزاء شرط کی جزا ہے یعنی جب ماولا کی خبر پر عاطف موجب سے عطف کیا جائے تو معطوف کا حکم صرف رفع ہی ہوگا کیونکہ وہ موجب یعنی بل اور لاکن کے الفاظ نفی کے نقض میں بمنزلہ الا کے ہیں یعنی جس طرح الا کے نقض سے ماولا کی خبر مرفوع ہوتی ہے اسی طرح اس کا معطوف بھی مرفوع رہیگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فالرفع کے بعد فحکم المعطوف الرفع کی عبارت بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فالرفع کی جزائیت درست نہیں کیونکہ شرط جزاء جملہ ہوتا ہے اور یہ مفرد ہے جملہ نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فالرفع کا لفظ مبتدا محذوف کی خبر ہے جس کی تقدیر فحکم المعطوف الرفع ہے یہ مبتداء محذوف اپنے خبر سے مل کر جملہ ہوا لہذا اب اس تقدیر پر اس کی جزائیت درست ثابت ہوئی المجرورات اس کی ترکیبی تحقیق اس فقیر حقیر نے مرفوعات کی تشریح کے ضمن میں خوب تشریح کے ساتھ کی ہے یہاں اعادہ کی ضرورت نہیں وہاں ملاحظہ ہو اور مجرورات بصیغہ جمع مرفوعات اور منصوبات کے موافقیت کے لئے ذکر کیا یا باعتبار تعدد مجرور کے کہ مجرور کی تین قسمیں ہیں اول مجرور باضافت معنوی دوم مجرور باضافت لفظی سوم مجرور بحرف جر اصلی وزائد اس اقسامی تعدد کا لحاظ کر کے بصیغہ جمع ذکر فرمایا ہے هو ما اشتمل ای اسم اشتمل تخرج الحروف الاواخر التی ہی محال الاعراب فانہ لا یطلق علیہا المرفوعات والمنصوبات والمجرورات اصطلاحا لانہا اقسام الاسم اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسم کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مجرور کی تعریف مانع نہیں کیونکہ اس میں وہ حرف داخل ہوئے جو کہ اعراب کے محل ہوتے ہیں کیونکہ وہ بھی مجرور ہوتے ہیں حالانکہ وہ اصطلاحی مجرور نہیں کہلاتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ما کے کلمہ سے مراد یہاں اسم ہے اب اس تقدیر پر وہ حروف اور اواخر جو کہ محل اعراب ہوتے ہیں مجرور کی تعریف سے خارج ہو گئے کیونکہ ان حروف پر اصطلاح نحات میں مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ یہ مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات اسم کی اقسام ہیں حروف نہیں لہذا مجرور کی تعریف مانع ثابت ہوئی علی علم المضاف الیہ ای علامۃ المضاف الیہ من حیث ہو مضاف الیہ یعنی الجر سواء کان بالکسرۃ والفتحۃ او الیاء اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علامت کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرکات اور حروف پر علم کا اطلاق درست نہیں کیونکہ علم اسم کی اقسام میں سے ہے اور اسم کلمہ کی اقسام میں ہے اور کلمہ کے مفہوم میں وضع کا اعتبار اور حروف وحرکات میں وضع نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں علم سے مراد علامت ہے یعنی مضاف الیہ کی علامت جر ہے اور وہ عام ہے خواہ کسرہ ہو جیسے غلام زید میں ہے خواہ فتح ہو جیسے غیر منصرف کی حالت جری میں ہوتا ہے خواہ یا ہو جیسے جمع تثنیہ میں ہے لفظا او تقدیرا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ جاء نی غلام موسیٰ کی ترکیب سے منقوض ہے کیونکہ موسیٰ کا لفظ مضاف الیہ ہے اور باوجود اس کے مجرور نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مجرور عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے غلام زید میں خواہ تقدیری ہو جیسے مثال مذکور میں ہے لہذا اب قاعدہ مذکور بالا درست ثابت ہوا وانما قلنا من حیث ہو مضاف الیہ لان الجر لیس علامۃ لذات المضاف الیہ بل لحیثیۃ کونہ مضافا الیہ اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مضاف الیہ کے ساتھ من حیث ہو مضاف الیہ کی قید بڑھائی تھی اب یہاں اس کی وجہ اور دلیل بتاتے ہیں کہ ہم نے یہ قید مذکور اس لئے بڑھائی ہے کہ جر مضاف الیہ کی ذات کی علامت نہیں ہوتی بلکہ مضاف الیہ ہونے کی حیثیت سے علامت ہوتی ہے والمضاف الیہ وان کان مختصرا بما عرفہ بہ لکن المشتمل علی علامۃ اسم منہ وما ہو منہ بہ فیدخل فی تعریف المجرور مثل بحسبک درہم وکفی باللہ بہ کمل شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مجرور کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے بحسبک درہم اور کفی باللہ کی امثال کا مجرور خارج ہوا کیونکہ یہ مضاف الیہ نہیں

ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مضاف الیہ مصنف کا فیہ کی تعریف کی بنا پر اگر چہ خاص کر دہی ہے جو مجرور بحرف جر اصلی ہو لیکن وہ مضاف الیہ جو مضاف الیہ ہونے کی علامت پر مشتمل ہو عام ہے خواہ حقیقی مضاف الیہ ہو خواہ مشابہ مضاف الیہ پس اس تقدیر پر امثال مذکورہ فی الشرح مجرور مصنف کی تعریف میں داخل ہوا اور تعریف جامع ثابت ہوئی کیونکہ امثال مذکور کا مجرور اگر چہ حقیقی مضاف الیہ نہیں لیکن مشبہ مضاف الیہ ہے وکذالک المضاف بالاضافۃ اللفظیۃ وان لم یکن داخلا فی تعریفہ اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ مضاف الیہ خارج ہوا جو مجرور باضافت لفظی ہو کیونکہ اس میں حرف جر تقدیری ہوتا ہے اور مصنف کے نزدیک مضاف الیہ وہی ہے جو مجرور بحرف جر تقدیری ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جس طرح بحسبک درہم اور کفی باللہ کا مجرور تعریف میں داخل ہے اسی طرح وہ مضاف الیہ بھی داخل ہے جو مجرور باضافت لفظی ہو اگر چہ مصنف کی تعریف کی بنا پر داخل نہیں ہے اور مضاف الیہ مجرور باضافت لفظی کی مثال ضارب زید ہے والمضاف الیہ ہو لیس ما غیر ما ہوا لمصطلح المشہور بینہم وذھب فی ذلک الی مذھب سیبویہ حیث اطلق المضاف الیہ علی المنسوب الیہ بحرف الجر لفظا ایضا یعنی مضاف الیہ سے مراد وہی ہے جو مصنف کے نزدیک ہے وہ مراد نہیں جو قوم کی اصطلاح مشہور میں ہے قوم کی اصطلاح میں مضاف الیہ خاص کر دہی ہے جس میں حرف جر مقدر ہو اور ان کے نزدیک اضافت لفظی میں حرف جر مقدر ہوتا ہے اور مصنف نے اس میں سیبویہ کے مذہب کو اختیار کیا ہے کہ مضاف الیہ کا اطلاق منسوب الیہ بحرف جر لفظی پر بھی کیا ہے کل اسم حقیقۃ او حکما یشتمل الجمل التی یضاف الیہا نحو یوم ینفع الصادقین صدقہم فانہا فی حکم المصادر اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حکما کا لفظ بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے آیت مبارکہ مذکورہ فی الشرح کا مضاف الیہ خارج ہوا کیونکہ وہ اسم نہیں بلکہ فعل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ اسم عام ہے خواہ صریحی حقیقی ہو خواہ تاویلی حکمی ہو پس ینفع کا جملہ اگر چہ اسم صریحی نہیں لیکن اسم تاویلی حکمی ہے۔ کیونکہ یہ مصادر کے حکم میں ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر مضاف الیہ کی تعریف ان جملوں پر بھی صادق ہوگی جن کی طرف اضافت ہوتی ہے جیسے آیت شریفہ مذکورہ فی الشرح میں ہے نسب الیہ شئی اسما کان نحو غلام زید او فعلا مثل مررت بزید اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ شی عام ہے خواہ اسم ہو جیسے غلام زید میں ہے خواہ فعل ہو جیسے مررت بزید کی مثال میں ہو بواسطۃ حرف الجر لفظا او تقدیرا ای ملفوظا کان ذلک الحرف کما فی مثل مررت بزید او مقدرا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لفظا او تقدیرا کے الفاظ بنا بر خبریت کان مقدر کے منسوب ہیں یعنی مضاف الیہ وہ اسم ہے جس کی طرف کسی شے کی نسبت بواسطہ حرف جر لفظی یا تقدیری کے کی جائے وہ حرف جر عام ہے خواہ ملفوظ ہو جیسے مررت بزید کی مثال میں خواہ مقدر ہو جیسے غلام زید میں ہے اور لفظا اور تقدیرا کے الفاظ کے نصب کے سوال و جواب کی تشریح بارہا آچکی ہے ملاحظہ ہو حال کون ذلک المقدر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ مرادا کے لفظ کا نصب بنا بر حالیت ہے جس کا ذوالحال مقدر کا لفظ ہے جو تقدیرا کا مؤول ہے مرادا من حیث العمل بابقاء اثرہ وھو الجر مثل غلام زید وخاتم فضۃ وضرب الیوم بخلاف قسمت یوم الجمعۃ فانہ وان نسب الیہ القیام بالحرف المقدر وھو فی لکنہ غیر مراد لوا رید تجریہ یہاں مصنف کی تعریف پر ایک سوال مقدر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مضاف الیہ کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں قسمت یوم الجمعۃ کی ترکیب کا مفعول فیہ داخل ہوا اس لئے کہ اس میں یوم ایک اسم ہے جس کی طرف شے کی نسبت ہو یہ ہے اور باوجود اس کے یہ مضاف الیہ نہیں ہے مصنف کافیہ نے مرادا کے قول میں اس کا جواب فرمایا جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف جر مقدر سے مراد یہ ہے کہ اس کا عملی اثر باقی رہے اور وہ جر ہے جیسے غلام زید اور خاتم فضۃ اور ضرب الیوم کی امثال میں موجود اور باقی ہے اضافت کی تین قسمیں ہیں اول اضافت بتقدیر لام دوم اضافت بتقدیر من سوم اضافت بتقدیر فی اول مثال اول قسم کی ہے اور ثانی ثانی کی اور ثالث ثالث کی ملاحظہ کریں بخلاف قسم یوم الجمعۃ کے کہ اس

میں اگرچہ یوم کی طرف قیام کی نسبت حرف جر تقدیری فی کے واسطے سے ہوئی ہے لیکن یہ مراد نہیں کیونکہ اگر یہاں حرف جر تقدیری مراد ہوتا تو یوم کے لفظ کو مجرور کر دیتا فالمقدر ای تقدیر الحرف اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ المقدر کا لفظ ترکیب میں مضاف ہے اور اس کا مضاف الیہ حرف محذوف ہے محذوف کے عوض میں مضاف پر الف لام داخل کر دیا ہے شرطه ان یکون المضاف اسما الا کان فعلا لابد من ان یتلفظ بالحرف نحو مررت بزید یعنی حرف جر کی تقدیر کی شرط یہ ہے کہ مضاف اسم ہو کیونکہ اگر فعل ہوگا تو اس صورت میں حرف جر پر تلفظ کرنا ضروری اور لازمی ہوگا جیسے مررت بزید میں سے مجرداً ای منسلخا اس بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا ہے کہ تجرید کی معنی یہاں مجازاً انسلاخ کے ہیں یعنی زوال کے بطریق ذکر ملزوم مراد لازم عن تنوینه ای التنوین او ما یقوم مقامه من نونی التثنیة والجمع یعنی مضاف سے بوجہ اضافت کے تنوین اور جو اس کے قائم مقام ہو یعنی نون تثنیہ اور نون جمع زائل کر دیا جائے گا لاجلها ای لاجل الاضافة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لاجلها کی ضمیر مجرور اضافت کی طرف راجع ہے لان التنوین والنون دلیل علی تمام ما هی فیه فلما ارادوا ان یمزجوا الکلمتین مزجا یکتسب به الاولی من الثانیة التعریف او التخصیص او التخفیف حذفوا من الاولی علامة تمام الکلمة تحقیقا لامتزاجهما ثم اعلم ان هذا التعریف نظرا الی کلام القوم حیث لم یسموا الا ما یکون بتقدیر حرف الجر الاضافة اللفظیة او غیر شامل للمضاف الیه بالاضافة اللفظیة لکن الظاهر من کلام المصنف فی المتن والصریح فی شرحه ان التقسیم الی الاضافة المعنویة واللفظیة انما هو للاضافة بتقدیر حرف الجر لکنه لم یبین تقدیر الحرف فیها لا فی المتن ولا فی شرحه ولم یتعرض له فی شیء من سائر مصنفاته وقد تکلف بعضهم فی الاضافة الصفة الی معمولها مثل ضارب زید بتقدیر اللام تقویة للعمل ای ضارب لزید وفی اضافتها الی فاعلها مثل الحسن الوجه بتقدیر من البیانیة فان ذکر الوجه فی قولنا جاءنی زید الحسن الوجه بمنزلة التمییز فان فی اسناد الحسن الی زید ابهاما اذ لا یعلم ای شیء منه حسن فاذا ذکر الوجه فکانه قال من حیث الوجه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اضافت کے ساتھ تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع کی ممانعت کی دلیل اور وجہ بیان فرماتے ہیں کہ مضاف کو تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع سے خالی کرنا اس لئے ضروری ہے کہ تنوین اور نون مذکور کلمہ کے تمام ہونے کی دلیل ہے جب نحات نے دو کلموں کا امتزاج چاہا جس کے ذریعہ سے اول کلمہ ثانی سے تعریف یا تخصیص یا تخفیف حاصل کر سکے تو اول کلمہ کے تمام ہونے کی علامت کو حذف کر ڈالا اور اس کو ثانی کلمہ سے ملا کر تمام کیا لہٰذا اب تنوین اور نون تثنیہ اور نون جمع کی جس پر کلمہ تمام ہو جاتا ہے کوئی ضرورت نہیں پس یہ تعریف بہ نظر مذہب قوم کے کہ وہ اضافت لفظی میں حرف جر کی تقدیر کے قائل نہیں مصنف کا یہ کی تعریف کی بناء پر تھا اور جرکہ یہ تعریف اضافت لفظی کے مضاف الیہ کو شامل نہیں ہے لیکن مصنف کا یہ کے متن کلام کے ظاہر اور اس کی شرح کی تصریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اضافت کی تقسیم معنوی اور لفظی کی طرف صرف بنا بر اس اضافت کے ہے جس میں حرف جر مقدر ہو لیکن اس کو مصنف نے نہ متن میں بیان کیا ہے اور نہ شرح میں اور نہ ان کی باقی تصنیفات میں اس کے متعلق کوئی ذکر آیا ہے اور بعض نحات نے صفت کی اضافت کو معمول کی طرف تکلف کر کے بنا بر تقویت عمل کے مقدر بلام ٹھہرا دیا ہے جس کے تقدیر ضارب لزید ہوتی ہے اور فاعل کی طرف صفت کی اضافت میں تقدیر من بیانی کی قائل ہوئی ہیں جس کی مثال الحسن الوجہ ہے کیونکہ جاءنی زید الحسن الوجہ کی قول میں وجہ کا ذکر کرنا بمنزلہ تمیز کی ہے کیونکہ زید کی طرف حسن کے اسناد میں ابہام تھا اس لئے کہ اس سے یہ معلوم نہیں تھا کہ زید کی کونسی چیز اچھی اور حسن ہے جب اس کے بعد وجہ کا ذکر کیا تو گویا یہ حسن من جهة الوجه کہا لہٰذا اب وہ ابہام مذکور رفع ہوا فان قلت هذا ای التعریف مختص بالاضافة المعنویة لانه لا تخصیص فی اللفظیة یہ ایک سوال ہے جو فان ذکر الوجه فی قولنا جاء فی زید الحسن الوجه بمنزلة لتمییز الخ کے قول پر وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تقدیر مذکور کی بناء پر حقانیت میں اضافت لفظی مفید تخصیص ہوئی پس مصنف کا یہ کا یہ کہنا کہ اضافت لفظی صرف مفید تخفیف فی اللفظ کے ہوئی جو درست اور صحیح نہیں ہے فلما کان هذا التخصیص والتعریف حاصل للاضافة لا یکون ما افاده الاضافة الا التخفیف فی اللفظ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے مذکور سوال کا

جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تخصیص مذکورہ اضافت سے پیشتر واقع ہوئی ہے پس یہ اضافت سے حاصل نہیں ہوئی لہذا
اضافت لفظی کا فائدہ صرف تخفیف فی اللفظ ٹھہری وھی ای الاضافۃ بتقدیر حرف الجراس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہی کی
ضمیر مرفوع اضافت کی طرف راجع ہے یعنی اضافت بتقدیر حرف الجر کی دو قسمیں ہیں اول اضافت معنوی دوم اضافت لفظی معنویۃ ای منسوبۃ الی المعنی
لافادتھا معنی فی المضاف تعریفا او تخصیصا اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اضافت معنوی کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اضافت معنوی وہ ہے جو منسوب الی
المعنی ہو اور اس کو اضافت معنوی اس لئے کہتے کہ وہ مضاف کی تعریف یا تخصیص کے معنی کا فائدہ دیتی ہے یعنی اضافت معنوی سے مضاف معرفہ ہو
جاتا ہے یا تخصص یہ اضافت معنوی کا قاعدہ ہے ولفظیۃ ای منسوبۃ الی اللفظ فقط دون المعنی لعدم سرایتھا الیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الرحمۃ
اضافت لفظی کی وجہ تسمیہ بتاتے ہیں کہ اضافت لفظی وہ ہے جو فقط منسوب الی اللفظ ہو معنی کا اس میں کوئی دخل نہ ہو کیونکہ اضافت لفظی کی سرایت معنی کی
طرف نہیں ہوتی ہے بلکہ لفظ کی طرف اس کا اثر متوجہ ہوتا ہے فالمعنویۃ علامتھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا
جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فالمعنویۃ کا قول ترکیب میں مبتداء واقع ہوا ہے اور ان یکون کا قول بتاویل کون ہو کر اس کی خبر واقع ہوئی اور خبر
مبتداء پر محمول ہوتی ہے۔ اور یہاں حمل درست نہیں کیونکہ اس سے صرف وصف کا حمل ذات پر لازم ہوتا ہے اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان یکون کا قول بتاویل کون ہو کر مبتداء محذوف علامتھا کی خبر ہے اور یہ مبتداء اپنے خبر سے مل کر جملہ اسمیہ ہو کر
فالمعنویۃ کی خبر واقع ہوئی ہے ان یکون المضاف فیھا اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے صرف یہ اشارہ کیا ہے کہ فیھا کی ضمیر مجرور
اضافت کی طرف راجع ہے غیر صفۃ کاسم الفاعل والمفعول والصفۃ المشبھۃ یعنی اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ مضاف اس میں غیر صفت ہو یعنی اسم
فاعل اور اسم مفعول اور صفت مشبہ وغیرہ ہانہ ہو مضافۃ الی معمولھا فاعلھا او مفعولھا قبل الاضافۃ سواء لم یکن صفۃ کغلام زید او کان صفۃ ولکن غیر مضافۃ الی معمولھا بل الی غیر
کمصارع مصر وکریم البلد واحترز بہ عن نحو ضارب زید وحسن الوجہ یعنی اضافت معنوی کی علامت یہ ہے کہ اس میں مضاف صفت اپنے معمول یعنی اپنے فاعل یا
مفعول کی طرف مضاف قبل اضافت نہ ہو یہ عام ہے خواہ صفت بالکل نہ ہو جیسے غلام زید میں مضاف ہو جیسے مصارع مصر اور کریم البلد کی امثال میں
مصر اور بلد کے الفاظ مصارع اور کریم کے الفاظ کے معمول نہیں بلکہ ظرف ہیں اور غیر مضافۃ کی قید سے ضارب زید اور حسن الوجہ سے احتراز کیا
کیونکہ یہاں ضارب اور حسن کے الفاظ صفات اپنے معمولوں کی طرف مضاف واقع ہوئے ہیں وھی ای الاضافۃ المعنویۃ بحکم الاستقراء اس کے بڑھانے
سے شارح رحمۃ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کیا کہ ھی کی ضمیر اضافت معنوی کی طرف راجع ہے یعنی اضافت معنوی کے استعمال کے بحکم استقراء تین
طریقے میں اول بمعنی لام دوم بمعنی من سوم بمعنی فی اما بمعنی اللام فیما ای فی المضاف الیہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال
مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ نے فرمایا ہے کہ اضافت معنوی مفید فائدہ فی اللفظ والمعنی دونوں کے ہے اور اضافت لفظی
صرف مفید فائدہ فی اللفظ کے ہے اس فرق کی کیا وجہ ہو سکتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ اضافت معنوی میں
درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے انفصال لفظ اور معنی دونوں میں ہوتا ہے پس جب اضافت کی گئی تو لفظ میں انفصال حاصل ہوا اس اتصال کی
بنا پر فائدہ لفظی مرتب ہوا اور اس اتصال لفظی کے ساتھ معنوی اتصال بھی حاصل ہوا پس فائدہ معنوی بھی مرتب ہوا اور اضافت لفظی میں درمیان
مضاف اور مضاف الیہ کے لفظ میں انفصال ہے اور معنی میں اتصال جب اضافت کی گئی تو اتصال فی اللفظ حاصل ہوا اس لئے یہ اضافت صرف
مفید فائدہ لفظی ٹھہری اور انفصال فی المعنی کی صورت یہ ہے کہ لفظ کے اسقاط کے مقابلہ میں عقل ملاحظہ سے لفظے معانی بھی ساقط ہو جائیں گے اور
اضافت لفظی میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ معنی اضافت کے پیشتر جس حالت پر رہتے ہیں اس حالت پر بعد اضافت بھی باقی رہتے ہیں و التخفیف

اللفظی اما فی لفظ المضاف فقط بحذف التنوین حقیقة مثل ضارب زید او حکما مثل حواج بیت اللّٰہ او بحذف نونی التثنیة والجمع مثل ضاربا زید وضاربو زید واما فی لفظ المضاف الیہ فقط بحذف الضمیر والاستتار فی الصفة کالقائم الغلام کان اصلہ القائم غلامہ حذف الضمیر من غلامہ واستتر فی القائم واضیف القائم الیہ للتخفیف فی المضاف الیہ فقط واما فی المضاف والمضاف الیہ معاً نحو زید قائم الغلام اصلہ قائم غلامہ فالتخفیف فی المضاف بحذف التنوین وفی المضاف الیہ بحذف الضمیر واستتارہ فی الصفة اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تخفیف کا عموم بتاتے ہیں کہ یہ تخفیف لفظی عام ہے خواہ صرف مضاف کے لفظ میں ہو اور یہ تنوین حقیقی کے حذف کرنے سے حاصل ہوگی جیسے ضارب زید کی مثال میں ہے یا تنوین حکمی کے حذف کرنے پر متصور ہوگی جیسے حواج بیت اللّٰہ کی مثال میں حواج کی تنوین بوجہ غیر منصرف ہونے کے حکماً محذوف مانی جاتی ہے یا یہ تخفیف لفظی نون تثنیہ اور نون جمع کے حذف کرنے سے حاصل ہوگی جیسے ضاربا زید اور ضاربو زید میں ہے اول مثال نون تثنیہ اور ثانی مثال نون جمع کے حذف کی ہے خواہ یہ تخفیف لفظی مضاف کے لفظ میں ہو خواہ صرف مضاف الیہ کے لفظ میں ہو اور یہ ضمیر کے حذف کرنے اور صفت میں اس کے مستتر ماننے سے حاصل ہوگی جیسے القائم الغلام کی مثال میں ہے کہ یہ اصل میں القائم غلامہ تھا غلامہ کی ضمیر محذوف کی گئی اور القائم صفت میں مستتر مانی گئی اور القائم کی اضافت اس طرف کی گئی تا کہ صرف مضاف الیہ کے لفظ میں تخفیف حاصل ہو اور یا یہ تخفیف مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے الفاظ میں ہوگی جیسے زید قائم الغلام میں ہے کہ یہ اصل میں قائم غلامہ تھا پس تخفیف مضاف کے لفظ میں تنوین کے حذف کرنے سے اور مضاف الیہ کے لفظ میں ضمیر کے حذف کرنے اور صفت میں مستتر ماننے سے حاصل ہوگی ہے **ومن ثم** ای من جهة وجوب افادة الاضافة اللفظية التخفيف وانتفاء کل واحد من التعریف والتخصیص اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلیہ مفید معنیٰ علت کے ہے یعنی اس جہت سے کہ اضافت لفظی کا مفید تخفیف فی اللفظ ہونا ضروری اور واجب ہے اور تعریف اور تخصیص دونوں کی انتفاء کا باعث ہے اس لئے مررت برجل حسن الوجہ کی ترکیب جائز ہے **جاز ترکیب مررت برجل حسن الوجه** باضافة الصفة الی معمولها وجعلها صفة للنکرة فمن جهة انها لم تفد تعریفا جاز هذا الترکیب یعنی چونکہ ترکیب مذکور میں اضافت لفظی صفت کی اپنے معمول کی طرف کی گئی ہے اور اس کو رجل نکرہ کی صفت ٹھہرائی گئی ہے اور یہ اضافت مفید تعریف اور تخصیص بھی نہیں اس لئے یہ ترکیب جائز ٹھہری **وامتنع ترکیب مررت بزید حسن الوجه** فان افادت تعریفاً لم یجز الاول للزوم کون المعرفة صفة للنکرة ولجاز الثانی لکون المعرفة اذصفة للمعرفته یعنی اضافت لفظی مفید تعریف نہیں کیونکہ اگر مفید تعریف مانی جائے تو اس تقدیر پر ترکیب اول جائز نہ ہوگی کیونکہ اس نے معرفہ کا نکرہ کے لئے صفت ہونا لازم ہوجائیگا اور یہ جائز نہیں ہے اور ثانی ترکیب جائز ٹھہرے گی کیونکہ یہاں معرفہ کا معرفہ کے لئے صفت ہونا لازم ہوگا اور یہ درست ہے حالانکہ امر بالعکس ہے یعنی ترکیب اول جائز اور ترکیب ثانی ممتنع ہے اس سے معلوم ہوا کہ اضافت لفظی مفید تعریف نہیں ہے والمراد ان المشار الیه ثم وهو مجموع امور ثلاثه وجوب افادة الاضافة اللفظية التخفیف وانتفاء التعریف وانتفاء التخصیص لیستلزم جواز الترکیب الاول امتناع الثانی ولا یلزم من ذالک ان یکون لکل واحد من تلک الامور دخل فی ذالک الاستلزام بل یجوز ان یکون باعتبار بعضها فلا یرد انه لا دخل فی ذالک الاستلزام لانتفاء التخصیص اس میں شارح

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ کلمہ ثم کے مشار الیہ تین امور میں اول حصول تخفیف فی اللفظ دوم انتفاء تعریف سوم انتفاء تخصیص پس اس تقدیر پر مناسب ہے کہ ان جملہ امور ثلاثہ کا اس تفریع میں دخل ہو حالانکہ امر ایسا نہیں کیونکہ انتفاء تخصیص کا اس تفریع میں کوئی بھی دخل نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ مسلم ہے کہ ثم کے مشار الیہ مجموعہ تین امر ہیں وجوب فائدہ اضافت لفظی تخفیف فی اللفظ اور انتفاء تعریف اور انتفاء تخصیص جس کی بناء پر ترکیب اول کا جواز اور ترکیب ثانی کا امتناع لازم آتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان امور ثلاثہ میں سے ہر ایک امر کا اس استلزام میں داخل ہو کیونکہ جائز ہے کہ یہ دخل استلزام باعتبار بعض امور کے ہو لہٰذا اس تقدیر پر اب انتفاء تخصیص کے عدم دخل کا اعتراض مذکور بالا وارد نہیں ہو سکتا ہے **ومن جهة انها تفيد تخفيفا** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ یہ اوپر ومن ثم الخ کے قول پر عطف ہے یعنی اس جہت سے کہ اضافت لفظی مفید تخفیف ہوتی ہے اس لئے الضاربا زید والضاربوزید کی ترکیب جائز ہے جاز ترکیب اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ جاز کا فاعل ترکیب کا لفظ ہے الضاربا زید والضار بوزید لحصول التخفيف بحذف النون یعنی یہ ترکیب اس لئے جائز ہے کہ اس میں تخفیف بوجہ حذف نون تثنیہ اور جمع کے حاصل ہوئی ہے اور الف لام کے داخل ہونے سے تعریف مضاف پیدا نہیں ہوئی ہے اس لئے یہاں یہ اضافت درست اور صحیح ٹھہری **وامتنع الضارب زيد لعدم التخفيف لان بتنوين الضارب انما سقط للالف واللام لا للاضافة ولا شك ان لادخل في هذا التفريع لاشفاء التعريف ولالانتفاء التخصيص بل يكفي فيه وجوب التخفيف فقط** یعنی الضارب زید کی ترکیب اسلئے ممنوع ہے کہ اس میں تخفیف لفظی حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ الضارب کی تنوین صرف الف لام کے داخل ہونے کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے محذوف نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس تفریع میں نہ انتفاء تعریف کا کوئی دخل ہے اور نہ انتفاء تخصیص کا بلکہ اس میں صرف وجوب تخفیف ہی کافی ہے **وعلى هذا كان الانسب تقديم هذا الفرع لكنه اخره لكثرة لواحقه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ پر لازم اور واجب تھا کہ اس تفریع کو تفریع اول پر مقدم کرتے کیونکہ اس کی تقدیم دو وجہوں سے اولیٰ ہے اول یہ کہ اس کی اصلیت صریحاً مذکور ہے اور اول تفریع کی اصلیت کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مذکور مفہوم پر مقدم ہوا کرتا ہے دوسرے یہ اس تفریع کی اصلیت مفرد ہے اور اول کی اصلیت مرکب ہے اور یہ معلوم ہے کہ مفرد مرکب پر مقدم ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسکا جواب دیا کہ یہ مسلم اور انسب تھا کہ اس تفریع کو تفریع اول پر مقدم کرتے لیکن مصنف کافیہ نے اس کو موخر اس لئے ذکر کیا ہے کہ اس کے لواحق کثیر ہیں **خلافاً الفراء فانه يجوز تركيب الضارب زيد اما لانه توهم ان دخول لام التعريف انما هو بعد الاضافة فحصل التخفيف بحذف التنوين بسبب الاضافة ثم عرف باللام واجاب المصنف عنه في شرحه بانه غير مستقيم لان القول بتاخر اللام المتقدمة حساً على الاضافة مجرد ادعاءٍ مخالف للظاهر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اوپر کے حکم میں فراء کی مخالفت اور اس کے قول کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ فراء الضارب زید کی ترکیب میں مصنف کافیہ کی مخالفت کرتے اور اس ترکیب مذکور کو دو دلیلوں سے جائز قرار دیتے ہیں دلیل اول یہ ہے کہ فراء کا زعم اور توہم ہے کہ الف لام تعریفی کا دخول اضافت کے بعد ہی ہوا ہے پس بسبب اضافت کے تنوین کے حذف کرنے سے تخفیف لفظ میں حاصل ہوگئی اور الف لام تعریفی کا دخول اس کے بعد میں ہوا ہے اور مصنف کافیہ نے فراء کے اس قول اور دلیل کا جواب اپنی شرح میں اس طرح دیا ہے کہ فراء کا یہ قول اور دلیل ٹھیک نہیں کیونکہ الف لام متقدمہ حساً

کے تاخیر کا قول خالی دعویٰ بلا دلیل مخاطب ظاہر کے ہے اس لئے کہ ظاہر میں الف لام کا اضافت پر تقدم معلوم ہوتا ہے **و اما لما وقع فی شعر الاعشی من قوله ع الواهب مائة الهجان و عبدها فان قوله و عبدها بالجر معطوف علی المائة فصار المعنیٰ باعتبار العطف الواهب عبدها فهو من باب الضارب زید فلما لا یمتنع ذالک حیث اتی به بعض البلغاء لا یمتنع هذا انا جاب المصنف عنه بقوله** یہ اوپر اما لانہ تو ہم کے جملہ پر عطف ہے اور فراء کی دوسری دلیل ہے یعنی فراء الضارب زید کی ترکیب کو بنا بر تو ہم دخول الف لام جائز قرار دیتے ہیں یا بنا بر قول کے کیونکہ اس قسم کی ترکیب اعشیٰ شاعر کے قول الواہب مائۃ الجان و عبدہا میں واقع ہوئی ہے اس میں عبدہا کا قول باالجر المائۃ کے لفظ پر عطف ہے پس باعتبار اس عطف کے اس قول کے معنٰی اور تقدیر الواہب عبدہا ٹھہری پس یہ مثل الضارب زید کے ہوا پس جس طرح یہ ترکیب منع نہیں کیونکہ اس کو بعض بلغاء نے استعمال کیا ہے اسی طرح یہ بھی منع نہیں ہے اور مصنف کافیہ نے اس کا جواب ضعف کے قول دیا ہے جس کی تشریح آگے چل کر کی جائے گی **و ضعف ع الواهب المائة الهجان وعبدها یعنی ان هذا القول ضعیف لا یقوی فی الفصاحة یستدل به لما عرفت من امتناع مثل الضارب زید لعدم الفائدة فی الاضافة** اس میں فراء کی دلیل کا جواب ہے کہ یہ الواہب المائۃ الهجان و عبادھا کا قول ضعیف ہے اور اس کی فصاحت کمزوری اس میں ایسی قوت نہیں جس کی بنا پر اس کو استدلال میں پیش کر سکے اور اس کے ضعف کیوجہ وہی ہے الضارب زید کی مثال میں معلوم ہو چکی ہے اور وہ اضافت کا عدم مفید ہونا ہے **و ہ یخفی ان فیه مثوب مصاررة علی المطلوب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مصنف کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس میں مصاورہ علی المطلوب کا شاہبہ پایا جاتا ہی کیونکہ الضارب زید کی ترکیب کا امتناع اس استدلال کے ضعف پر موقوف ہے اور اس استدلال کا ضعف اس دلیل کے ضعف پر موقوف ہے جو الضارب زید کی ترکیب کے امتناع پر دلیل ہے فائدۃ مصادر علی المطلوب کی چار قسمیں ہیں اول یہ کہ مدعٰی عین دلیل ہو دوم یہ کہ مدعی دلیل کا جز ہو سوم یہ کہ مدعی دلیل کی صحت پر موقوف ہو چہارم یہ کہ مدعی دلیل کے جز پر موقوف ہو اور یہ چاروں قسمیں باطل ہیں کیونکہ اس سے دور اور تسلسل لازم ہوتا ہے اور یہ باطل ہے لازم کے بطلان سے ملزوم کا بھی بطلان لازم ہوتا ہے **اللهم ان یقال المراد به انه ضعیف فی استدلال به اذ لالفظ فیه علی الجرنانه یحتمل النصب حملا علی المحل او علی انه مفعول معه او لانه قد یحتمل فی المعطوف مالا یحتمل فی المعطوب علیه کما فی رب شاة سخلتها حیث جاز هذا الترکیب ولم یجز رب سخلتها بادخال رب علی سخلتها بدون العطف و البیت بتمامه الواهب المائة الهجان و عوذا وعبدها لیرجی خلفها اطفالها ای ممدوحه الواهب للمائة الهجان ای البیض من النوق یستوی فیه الجمع و الواحد و الهجان صفة للمائة بدل عنها او من قبیل الفلالة الاثواب کما هو مذهب الکوفیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر مصاورہ والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ اس شعر کے ضعف کی مراد یہ ہے کہ اس شعر سے استدلال لینا صحیح نہیں کیونکہ اس شعر میں عبدہا کے قول کے جر پر تصریح نہیں اس لئے جائز ہے کہ یہ منصوب ہو بنا بر عطف محل مائۃ یا منصوب بنا بر مفعول معہ کے ہو یا اس لئے کہ بسا اوقات معطوف میں احتمال اس کا ہوتا ہے جس کا احتمال معطوف علیہ میں نہیں ہوتا ہے جیسے رب شاۃ سخلتہا کی مثال میں ہے کہ یہ ترکیب سخلتہا کے قول پر کلمہ رب داخل کر کے بغیر واو عطف کے جائز نہیں اور واو عاطف کے ساتھ جائز ہے اور پورا شعر یہ ہے الواہب المائۃ الہجان و عبدہا عوذا یزجی خلفہا

الفالہا جس کے معنیٰ یہ ہیں کہ شاعر ممدوح سو سفید اونٹوں اوران کے چرانے والوں کے بخشنے والے ہیں درآنحالیکہ وہ نئے جنے والے ہیں جن کے بچے پیچھے پیچھے چلائے جاتے ہیں ہجان کے معنیٰ سفید کے ہیں اس میں جمع اور واحد دونوں برابر ہیں اور یہ لفظ ترکیب میں مائۃ کے لفظ کی صفت اور اسی سے بدل واقع ہوا ہے یا یہ شعر الثلاثۃ ثواب کے قبیلہ سے ہی جیسا کہ یہ کوفیہ کا مذہب ہے گویا یہ ضعف کی دوسری وجہ ہے **و عبدھا ای راعیھا تشبیھا لہ بالعبد لقیامہ بحق خدمتھا** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عبد کی اضافت ہجان کی طرف درست نہیں کیونکہ عبد کی اضافت اپنے مالک کی طرف ہوتی ہے مالک کے سوا کسی دوسری شے کی طرف نہیں ہوتی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عبد کے مجازی معنیٰ راعی کے مراد ہیں حقیقی عبد مراد نہیں ہے اور علاقہ مجاز یہ ہے کہ جس طرح عبد حقیقی اپنے مالک کے حق خدمت کو ادا کرتا ہے اسی طرح راعی بھی حق خدمت رعی کو انجام دیتا ہے **او عبدھا حقیقۃ بالاضافۃ لادنی ملادیۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا مراد عبد سے عبد حقیقی ہے لیکن ہجان کی طرف اس کی اضافت باعتبار ادنیٰ مناسبت کے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس طرح غلام مالک کی حق خدمت ادا کرتا ہے اسی طرح راعی بھی حق خدمت رعی کو انجام دیتا ہے **عوذاً بالذال المعجمۃ جمع عائذ ای حدثیات النتائج حال من المائیۃ یزجی باللتر ای المعجمۃ و الجیم علی صیغۃ العلوم المذکر ای یستوق و فاعلہ ضمیر العبد و اطفالھا منصوب علی المفعولیتا واعلی صیغۃ المجھول المؤنث و اطفالھا مرفوع علی انہ مفعول مالم یسم فاعلہ و حقیقۃ الامر لا تنکشف الابعد معرفۃ حرکۃ حرف المھدی من القصیدۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر مذکور کے لغوی تحقیق کرتے ہیں کہ عوذ کا لفظ ذال معجمہ کے ساتھ عائذ کی جمع ہے جس کے معنیٰ حدثیات نتائج کے ہیں اور یہ ترکیب میں مائۃ کے لفظ سے بنابر حال منصوب ہے یزجی زائے معجمہ اور جسم کے ساتھ بصیغہ معلوم مذکور واحد ہے جس کے معنیٰ یسوق یعنی چلانے کے ہیں اور یزجی کا فاعل یزجی کی ضمیر مرفوع جو عبد کی طرف راجع ہے اور اطفالہا کا لفظ بنابر مفعولیت منصوب ہے یا یہ لفظ تزجی بصیغہ مجہول واحدہ مؤنث ہے اور اطفالہا کا لفظ بنابر مفعول مالم یسم فاعلہ ہونے تزجی کے مرفوع ہے اور حقیقت امر جب ہی معلوم ہوگی جب اس قصیدہ کے حرف ردی کی حرکت معلوم ہوجائے گی کہ منصوب ہے یا مرفوع یا مجرور **واما لا نہ قاسہ علی الضارب الرجل و الضاربک فاجاب المصنف عنہ بقولہ** یہ فراء کی تیسری دلیل ہے جس کی تشریح یہ ہے الضارب زید کی ترکیب اس لئے جائز ہے کہ الضارب الرجل و الضاربك کی ترکیبوں پر قیاس ہے یعنی جس طرح یہ تراکیب مذکورہ جائز ہیں اسی طرح الضارب زید کی ترکیب بھی جائز ہے مصنف کافیہ نے اس دلیل کا جواب و انما جاز الضارب الرجل کے قول میں دیا ہے جس کی تشریح آگے بیان ہوگی **و انما جاز الضارب الرجل یعنی کان القیاس عدم جوازہ لانتفاء التخفیف لزوال التنوین باللام لکنہ جاز** یعنی الضارب الرجل کی ترکیب میں قیاس یہ ہے کہ جائز نہو کیونکہ اس میں تخفیف حاصل نہیں ہوئی ہے کیونکہ اس میں تنوین الف لام کی وجہ سے ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں لیکن یہ ترکیب حسن الوجہ پر حمل کرکے جائز قرار دیگئی ہے **حملاً علی الوجہ المختار فی الحسن الوجہ و ھو جر الوجہ بالاضافۃ و فیہ و جھان اخر ان رفعہ علی الفاعلیۃ و نصبہ علی التشبیہ بالمفعول ووجھہ الحمل اشترا کھما فی کون المضاف صفۃ و امضاف الیہ جنساً معرفین باللام وھذا الاشتراک مفقود بین الضارب زید و الحسن الوجہ فقیاسہ علیہ قیاس مع الفارق** یعنی الضارب الرجل کی ترکیب بنابر حمل وجہ مختار

کے حسن الوجہ پر جائز ہے اور وہ بنا بر اضافت وجہ کے لفظ کا مجرور ہونا ہے جو مفید تخفیف ہے اور اس میں یہ تخفیف بسبب حذف ضمیر اور استشناء فی الصفة کے حاصل ہوئی ہے کیونکہ الحسن الوجہ اصل میں الحسن وجہہ تھا اور اس الحسن الوجہ کی ترکیب میں علاوہ جز کے دو وجہیں اور بھی ممکن ہیں رفع بنابر فاعلیت اور نصب بنابر تشبیہ بالمفعول کیونکہ الوجہ کا لفظ بمنزلہ تمیز کے ہی جس کی تشریح بیان ہو چکی ہے اور یہاں وجہ حمل ان دونوں ترکیبوں کی اشتراک ہے مضاف کی صفت ہے اور مضاف الیہ اس کا جنس معرفہ باللام ہوا اسی طرح الضارب الرجل کی ترکیب میں بھی مضاف صفت اور مضاف الیہ معرفہ باللام ہے اسی وجہ سے اس کا الحسن الوجہ پر حمل کر کے جواز کا حکم دیا ہے بخلاف الضارب زید اور الحسن الوجہ کے ان میں یہ اشتراک مذکورہ مفقود ہے اس لئے یہاں الضارب زید کی ترکیب کا الحسن الوجہ پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے **والضاربک یعنی انما جاز الضاربک مع ان القیاس عدم جوازہ لما عرفت** یعنی الضاربک کی ترکیب میں قیاس یہ ہے کہ جائز نہ ہو لیکن اس کا جواز بوجہ اس دلیل کے ہے جس کو تم معلوم کر چکے ہو اعادہ کی ضرورت نہیں ہے **وکذا شبہ وھو الضاربی والضاربہ وغیر ھما فیمن قال ای فی قول من قال یعنی سیبویہ واتباعہ انہ ای الضارب فی الضاربک مضاف دون من قال انہ غیر مضاف والکاف منصوب الحمل علی المفعولیة والتنوین محذوف لاتصال الضمیر لاالا ضافة فانہ لا یحتاج جوازہ الی حمل** یعنی الضاربک کی ترکیب اور اسی طرح اس کے مشابہ جیسے الضاربی والضاربہ وغیر ہما ترکیبیں سیبویہ اور ان کے اتباع کے قول میں جائز ہیں کیونکہ یہ لوگ الضاربک کی ترکیب میں الضاربک کے لفظ کو مضاف مانتے ہیں بخلاف ان کے علاوہ نحات کے کہ وہ غیر مضاف قرار دیتے اور کاف کو بنابر مفعولیت منصوب المحل ٹھہراتے ہیں اور تنوین کو بوجہ اتصال ضمیر کاف کے محذوف مانتے ہیں نہ بوجہ اضافت پس اس تقدیر پر یہاں جواز کے لئے حمل کی کوئی حاجت اور ضرورت نہیں ہے بخلاف سیبویہ اور ان کے اتباع کے کہ ان کے قول میں جواز کے لئے حمل ضروری اور لازمی ہے **حملاً ای لمحمولیة علی ضاربك فاتحد فاعل المفعول لہ والفعل المعلل بہ اعنی جاز** اس عبارت میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حمل محمولیت مراد لیکر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ لفظ ترکیب میں مفعول لہ ہے اور اس میں قاعدہ یہ ہے کہ فاعل مفعول لہ اور فعل کا متحد ہوتا ہے اور یہاں متحد نہیں کیونکہ یہاں مفعول لہ کا فاعل متکلم اور فعل جاز کا فاعل الضاربہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے محمولیة کے لفظ بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ یہاں حمل مصدر بمعنی محمول مفعول کے ہے اب اس تقدیر پر مفعول لہ کا فاعل اور فعل معلل بہ یعنی جاز کا فاعل دونوں متحد ہو گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حملا کا لفظ مفعول لہ اس فعل کا ہو جو جاز سے معلوم ہوتا ہے اور وہ جوز وا ہے پس اس تقدیر پر حملا کا لفظ مصدر بمعنی اسم فاعل حال کے ہوگا اور یہ بھی جائز ہے کہ فعل قال ہو پس اس تقدیر پر بھی مفعول لہ اور فعل معلل بہ کا فاعل متحد ہوگا **وبیانہ انھم اذا وصلو اسماء الفاعلین والمفعولین مجردة عن اللام بمفعولا تھا وکانت مضمرات متصلات التزمرالاضافة ولم ینظر واالی تحقق تخفیف فقالو اضاربک وان لم یحصل التخفیف بالاضافة بل بنفس التصال الضمیر ثم لما لم یعتبر التخفیف فی ضاربک وجرزوہ بدونہ حملو الضاربک علیہ لانھما من واحد حیث کان کل منھما اسم فاعل مضافا الی ضمیر متصل محلوفا تنویتہ قبل الاضافة لاللاضافة ولم یحملو االضارب زید علیہ لانھما لیسا من باب واحد** اس مین شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الضاربک کے ضاربک پر حمل کرنے کی دلیل اور وجہ بیان کرتے ہیں کہ اس حمل کا بیان یہ ہے کہ جب عرب کے لوگ اسم فاعلون اور اسم مفعولون کو در آنحالیکہ مجرد عن اللام ہوں اپنے مفعولوں سے متصل کرتے ہیں در آنحالیکہ وہ ضمائر متصلہ ہوں تو

ان میں اضافت لازم ٹھہراتے ہیں اور تخفیف کے تحقق کی طرف نظر نہیں کرتے پس ضاربک بالاضافت استعمال کرتے ہیں اگر چہ اضافت سے بیان تخفیف حاصل نہیں ہوتی بلکہ نفس اتصال ضمیر سے یہاں تخفیف حاصل ہوتی ہے چونکہ ضاربک کی ترکیب میں تخفیف کا کوئی اعتبار نہیں کیا اور اس کو بغیر تخفیف کے بھی جائز ٹھہرایا اس لئے اس پر الضاربک کو حمل کرکے جائز قرار دیا کیونکہ یہ دونوں ترکیبیں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ ان دونوں ترکیبوں میں سے ہر ایک ترکیب میں اسم فاعل ضمیر متصل کی طرف مضاف ہوا ہے جس کی تنوین قبل از اضافت محذوف ہوگئی ہے اضافت کی وجہ سے محذوف نہیں ہوئی اور ضاربک کے ترکیب پر الضاربک زید کو اس لئے حمل نہیں کیا کہ یہ دونوں تراکیب ایک ایک قسم کی ترکیبیں نہیں **والدلیل علی ان سقوط التنوین فی ضاربک لاتصال الکاف لاللاضافة انها لو سقطت بالاضافة لکان ینبغی ان یتصور ذلک اولاً علی وجه یکون الضمیر منصوباً بالمفعولیة ثم یضاف ویقال ضاربک کما یتصور ضارب زیداً ثم یضاف ویقال ضارب زیدٍ ولن یتصور ضاربک فعلم انها سقطت لاتصال الکاف لاللاضافة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ ضاربک کی ترکیب میں اضافت سے پیشتر تنوین ساقط ہوئی ہے اضافت کی وجہ سے نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضاربک کے تنوین کی سقوط کی وجہ اتصال ضمیر کاف کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ تنوین بوجہ اضافت ساقط ہوتی تو اس صورت میں چاہیئے کہ ترکیب مذکورہ کا تصور اول ایسی وجہ پر کیا جائے جس میں کاف ضمیر بنا بر مفعولیت منصوب ٹھہرے اس کے بعد اضافت کی جائے اور ضاربک کہا جائے جس طرح ضارب زید میں اول زید کا لفظ مضاف تصور کیا جاتا ہے اس کے بعد اضافت کی جاتی ہے اور ضارب زید بولا جاتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہونا چاہیئے حالانکہ ضارب ک متصور نہیں ہوسکتا پس اس سے معلوم ہوا کہ تنوین بوجہ اتصال ضمیر کاف کے ساقط ہوئی ہے بوجہ اضافت کے ساقط نہیں ہے **ولقائل ان یقال لم لایجوز ان یکون اصل ضاربک ضارب ایاک للفصل بالتنوین ثم اضیف حذف التنوین فصار الضمیر المنفصل متصلا فصار ضاربک وحصل التخفیف جداً ثم حمل الضاربک علیه لانهما من باب واحدٍ حیث کان کل منهما اسم فاعل مضافاً الی مضمر متصل من غیر اعتبار حذف تنوینهما قبل الاضافة لاللاضافة ولم یحملو االضارب زید علیه لانهما لیسا من باب واحدٍ** یہ ایک سوال ہے جو اوپر کی عبارت پر وارد ہوا ہے جسکی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی سائل یہ سوال کرسکتا ہے کہ کیوں جائز نہیں کہ ضاربک کی ترکیب کی اصل ضارب ایاك ہو بوجہ تنوین کی فصل کے پھر اضافت کی گئی ہو اور اضافت کی وجہ سے تنوین محذوف ہوگئی ہو اور ضمیر منفصل متصل ہوگئی ہو پس ضاربک ٹھہرا ہو اور لازمی طور پر تخفیف حاصل ہوگئی ہو پھر اس پر الضاربک کا حمل ہوگیا ہو کیونکہ اس صورت میں یہ دونوں ترکیبیں ایک ہی قسم کی ہیں کیونکہ ان میں بھی ہر ایک اسم فاعل ضمیر متصل کی طرف مضاف ہے اور یہاں تنوین کے حذف کا کوئی اعتبار قبل اضافت نہیں ہے اور بوجہ اضافت کے حذف بھی نہیں ہے اور الضارب زید کو اس پر اس لئے حمل نہیں کیا کہ یہ دونوں ترکیبیں ایک قسم کی نہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سوال مذکور کو ظاہر کرکے جواب کو چھوڑ دیا ہے اس کا جواب اسی طرح دے سکتے ہیں کہ اضافت لفظی میں اضافت کی دو قسمیں ہیں اول یہ کہ تخفیف مضاف کی جانب میں ہو دوم یہ کہ تخفیف مضاف الیہ میں ٹھیرائی جائے مضاف میں تخفیف بوجہ حذف تنوین کے ہوتی ہے اور مضاف الیہ میں ضمیر کے حذف اور استتاء سے اور ضمیر منفصل کا ضمیر متصل سے بدل جانا ان دونوں قسموں میں سے نہیں ہے پس یہ عرب کی لغت کے مخالف ہے اس لئے سائل کی سوالی ترکیب قابل توجہ نہیں گویا یہ سوال اس قابل نہیں جس کا جواب دیا جاسکے اس لئے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کے جواب کی طرف توجہ نہیں فرمائی و اعلم انا

حملنا قوله وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها وقوله الضارب الرجل الضاربک حملاعلی نظر ایهما علی الاجوبة عن استدلالات الفراء علی جواز الضارب زید عن جانب المصنف علی موافقة بعض الشارحین ولک ان تجعل کل واحدة منها اشارة الی مسئلة علی حدة مناسبة للحکم بامتناع الضارب زید فمعنی قوله وضعف الواهب المائة الهجان وعبدها انه اضعف عطف المجرد عن اللام علی المحل به المضاف الیه صفة مصدرة باللام لانه بتوسط العطف یصیر مثل الضارب فیه کما عرفت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے الواہب المائۃ الہجان وعبدہا اور الضارب الرجل اور الضاربک کے قولوں کے حمل کی وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے جو الواہب المائۃ الضارب الرجل اور الضاربک کے اقوال کا حمل اپنے نظیروں پر کرکے جائز ٹھیرایا ہے یہ بنابر جواب فراء کے استدلالات کے ہے جو فراء فی الضارب زید کی ترکیب کے جواز پر قائم کئے ہیں اور یہ جوابات مصنف کافیہ کی طرف سے بنابر موافقیت بعض شارحین کے دیئے گئے ہیں اور الضارب الرجل اور الضاربک کی ترکیبوں کی نظیریں الحسن الوجہ اور ضاربک کی ترکیبیں ہیں یہ جوابات تو بعض شراح کے موافقیت میں دیئے گئے ہیں مگر یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ تراکیب مذکورہ سے الضارب زید کے امتناع پر حکم لگانے کی بنا پر علیحدہ علیحدہ مسئلوں کی طرف اشارہ مقصود ہو جس کی تقدیر پر وضعف الواہب المائۃ الہجان وعبدہا کے قول کے معنی یہ ہو چکے کہ مجرد عن اللام کا عطف معرفہ باللام کے اوپر جو مضاف الیہ اور صفت مصدر باللام ہو ضعیف ہے کیونکہ یہ بواسطہ عطف الضارب زید کی ترکیب کے مثل ہوگا جس کے امتناع کی ثبوتیں کافی تشریح ہو چکی ہے اور مجرد عن اللام سے یہاں مراد وعبدہا کا قول ہے اور معرفہ باللام سے مقصود یہاں الواہب کا لفظ ہے **فانما لم یحکم علیه بالامتناع بل بالضعف لانه قد یحتمل فی المعطوف مالا یحتمل فی المعطوف علیه وحینئذ یندفع مافیه من توهم شائبة المصادرة علی المطلوب علی التقدیر الاول وارجاع کل من الصورتین الاخرتین الی مسألة ظاهر** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ الواہب المائۃ الہجان کے قول کے ضعف کی دلیل بتاتے ہیں کہ اس ترکیب کے اوپر امتناع کا حکم نہیں لگایا بلکہ ضعف کا حکم لگایا کیونکہ معطوف میں احتمال ہے اس کا جس کا احتمال معطوف علیہ میں نہیں ہے اور اس وقت بنا بر تقدیر مصادرہ علی المطلوب کا شائبہ اور شبہ بھی دفع ہو جسکی تشریح ہو چکی ہے اور صورتین آخرین کا ارجاع علیحدہ علیحدہ مسائل کی طرف ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں ہے **ویتضمن الردعلی الفراء فی الاستدلال بهما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس تقدیر ثانی پر فراء کے استدلالات کا جواب مفہوم نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تقدیر پر ان دونوں ترکیبوں کے ضمن میں فراء کے استدلات کے جوابات بھی شامل اور مندرج ہیں غور کرکے معلوم کرنا چاہیئے

ولایضاف موصوف الی صفة مع بقاء المعنی المفاد بالترکیب الوصفی لجاله لان لکل من هئیاتی الترکیب الوصفی والاضافی معنی اخر لایقوم احدهما مقام الأخر ولهذا المعنی بعنیه لاتضاف صفة الی الموصوف بهافلایقال مسجد الجامع بمعنی المسجد الجامع وجرد قطیفة بمعنی قطیفة جرد خلافاً للکوفیة فان مسجد الجامع عندهم بمعنی المسجد الجامع وجرد قطیفة بمعنی قطیفة جرد من غیر فرق یعنی موصوف کی اضافت اپنے صفت کی طرف اور صفت کی اضافت اپنے موصوف کی طرف مع وجود اور بقاء معنی متفاد ترکیب وصفی اور اضافی کے درست نہیں ہے کیونکہ ترکیب وصفی اور ترکیب اضافی میں سے ہر ایک ترکیب علیحدہ علیحدہ معنی رکھتی ہے ایک کا معنی دوسرے معنی کے قائم

مقام نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ ترکیب توصیلی کا مبنی اتحاد پر ہے درمیان صفت اور موصوف کے اور ترکیب اضافی کا مبنی مغائرت پر ہے درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے اور انکے درمیان منافات ظاہر ہے پس المسجد الجامع جس کے معنی المسجد الجامع کے اور جرد قطیفہ جس کے معنی قطیفہ جرد کے ہوں نہیں کہہ سکتے ہیں بخلاف کوفیوں کے کہ یہ لوگ اس طرح استعمال کرنے کو جائز کہتے ہیں اس طرح استعمال میں کوئی فرق نہیں کرتے ہیں **ویرد علی القاعدة الاولی وهو قوله لايضاف موصوف الى صفة** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ فرمائی ہے جو مصنف کے لایضاف موصوف الی صفۃ کے قاعدہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح اسطرح کرتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ مسجد الجامع اور جانب المغربی اور صلوٰۃ الاولیٰ اور لقبلۃ الحمقاء کے الفاظ سے منقوض ہے کیونکہ ان تراکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف واقع ہوئی ہے باوجود اس کے کہ یہ جائز نہیں ہے آگے چل کر مصنف کافیہ اس کا جواب دینگے **ومثل مسجد الجامع وجانب الغربی وصلوٰة الاولیٰ ولقبلة الحمقآء فان فی کل واحد من هذه التراکیب اضیف موصوف الی صفة فان الجامع صفة المسجد والغربی صفة الجانب والاولیٰ صفة الصلوٰة والحمقاء صفة البقلة وقد اضیف الیها موصوفاتها** یہ اوپر والا سوال ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ان تراکیب میں موصوف کی اضافت صفت کی طرف واقع ہوئی ہے کیونکہ جامع مسجد کی صفت ہے اور غربی جانب کی اور اولیٰ صلوٰۃ کی اور حمقاء بقلہ کی صفت واقع ہوئی ہے اور یہاں موصوفات کی اضافت صفات کی طرف یقینی واقع ہوئی ہے لہٰذا قاعدہ اولیٰ ٹوٹ گیا **واجیب بان مثل هذاه التراکیب متاؤل** یہ اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تراکیب مؤوّل ہیں اول مؤوّل بوقت ہے اور ثانی مؤول بمکان اور ثالث مؤول بساعت اور رابع مؤول بحبہ ہے **فمسجد الجامع متاؤل لمسجد الوقت الجامع و ذالک یحتصل معنین احد هما ان یکون الوقت مقدراً فی نظم الکلام و یکون المسجد مضافاً الیه و الجامع صفة للوقت فیندفع الا یراد بوجهین فان الجامع لیس مضافا الیه و لا صفة للمضاف وثانیهما ان یکون الوقت محذوفاً الجامع قائماً مقام منطو یا علیه فیکون بمنزلة الصفات الغالبة فیضاف المسجد الیه فیندفع الا یراد بوجه واحد و هو ان الجامع لیس صفة للمضاف و علی هذا القیاس صلوٰة الاولیٰ و لقبلة الحمقاء متاؤل بصلوٰة الساعة الاولیٰ و لقبلة الحبة الحمقاء علی الاحتمالین المذکورین** پس اس تقدیر پر مسجد الجامع مسجد الوقت الجامع سے متاؤل ہے اور اس صورت میں اس کے دو معنوں کا احتمال ہے اول یہ کہ وقت کا لفظ نظم کلام میں مقدر مانا جائے اور مسجد اس کی طرف مضاف کر دیا جائے اور الجامع کو وقت کی صفت ٹھیرائی جائے پس اس صورت میں نقض مذکورہ بالا دو وجہوں سے دفع ہو جائے گا کیونکہ الجامع کا لفظ نہ مضاف الیہ ہے مضاف کا اور نہ اس کی صفت اور ثانی یہ کہ وقت کا لفظ نظم کلام میں محذوف مانا جائے اور الجامع اس کے قائم مقام اور اس پر شامل ٹھہرایا جائے پس اس تقدیر پر یہ بمنزلہ صفات غالبہ کے ہوگا لہٰذا اس کی طرف مسجد کا لفظ مضاف کر دیا جائے گا پس اس تقدیر پر بھی ایراد مذکور ایک ہی وجہ سے دفع ہوگا اور یہ کہ الجامع کا لفظ مضاف کی صفت نہیں ہے اور اسی پر قیاس کر کے صلوٰۃ الاولیٰ اور بقلۃ الحمقاء کے الفاظ بھی مؤوّل بصلوٰۃ ساعت اولے اور بقلۃ حبۃ الحمقاء بنا بر احتمالین مذکورین سمجھنا چاہیئے **لا کن هذا التاویل لا یتمشّی فی جانب الغربی فانه لا شک ان المقصود توصیف الجانب بالغربیة لا توصیف مکان هو جانبه بها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر پر تنبیہ کی ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تاویل جانب الغربی میں جاری نہیں ہوسکتی کیونکہ یہاں مقصود صرف جانب کی توصیف ہے غربیت سے مکان کی توصیف غربیت سے مقصود نہیں **الهم الا ان یقال ههناک مکانان**

جزء و کل فالمکان الذی اضیف الیه الجانب هو الجزء یہ اوپر والے سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں دو مکان ہیں ایک مکان کل دوسرا مکان جز یہاں وہ مکان مراد ہے جو جز ہو جس کی طرف جانب کی اضافت کی گئی ہے والاضافة بیانیة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب مکان سے جزء مراد ہے تو اس صورت میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت حاصل نہیں ہوئی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اضافت اضافت بیانی ہے اور اضافت بیانی میں درمیان مضاف اور مضاف الیہ کے مغائرت نہیں ہوتی بلکہ اتحاد ہوتا ہے والمکان الذی اعتبر الجانب بالنسبة الیه هو الکل فیستقیم المعنیٰ یہ اوپر فالمکان الذی الخ کے جملہ پر عطف ہے یعنی وہ مکان جسکی نسبت سے جانب معتبر کیا گیا ہے جو کہ غربیت ہے وہ کل پس اس تقدیر کلام کے معنی درست ہو گئے ویرد علی القاعدة الثانیة وهو قوله لاصفة الی موصوفها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہ اوپر ویرد علی القاعدة الاولیٰ کے جملہ پر عطف ہے یعنی قاعدہ ثانی ولاصفة الی موصوفها کے اوپر اعتراض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب کے قول سے منقوض ہے کیونکہ یہ الفاظ اصل میں قطیفۃ جرد اور ثیاب اخلاق تھے صفت موصوف پر مقدم کی گئی اور اس کی اضافت اپنے موصوف کی طرف کی گئی باوجود اس کے یہ جائز نہیں ہے آگے چل کر مصنف اس کا جواب دیں گے مثل جرد قطیفة واخلاق ثیاب فان اصلهما قطیفة جرد وثیاب اخلاق قدمت الصفة علی الموصوف واضیف الیه اصل میں یہ الفاظ قطیفۃ جرد اور ثیاب اخلاق تھے موصوف پر صفت مقدم ہو کر اس کی طرف اضافت کی گئی واجیب عنه بانه متاؤل بانهم حذفوا القطیفة من قولهم قطیفة جرد حتی صار کانه اسم غیر صفة فلما قصدوا تخصیصه بکونه صالحا لان یکون قطیفة وغیرها بمثل خاتم فی کونه صالحا لان یکون فضة وغیرها اضافوا الی جنسه الذی یتخصص به کما اضافوا خاتماً الی فضة فلیس اضافة الیها من حیث انه صفة لها بل من حیث انه جنس مبهم اضیف الیها لتخصیص وعلی هذا القیاس اخلاق ثیاب یہ اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جرد قطیفۃ اور اخلاق ثیاب کی ترکیبیں مؤول ہیں اس طرح کہ قطیفۃ جرد کے قول سے قطیفۃ کو محذوف کر دیا گویا یہ اسم غیر صفتی ہے پس جب اس کی تخصیص کا قصد کیا کیونکہ اس میں قطیفت اور غیر ہا کی صلاحیت ہے جس طرح خاتم میں فضۃ اور غیر فضہ ہونیکی صلاحیت ہے پس جس طرح خاتم کو اپنے جنس فضہ کی طرف بنا بر خصوصیت مضاف کر دیا اسی طرح یہاں بھی ترکیب مذکور میں بنا بر خصوصیت جنس کی طرف اضافت کر دی پس اس تقدیر پر جرد کی اضافت قطیفۃ کی طرف اس حیثیت سے نہیں کہ یہ اسکی صفت ہے کہ بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ جنس مبہم ہے قطیفۃ کی طرف اضافت کرنے کی بنا پر اس میں خصوصیت حاصل ہو گئی ہے اور اسی پر اخلاق ثیاب کی ترکیب کو بھی قیاس کر لینا چاہئے ولا یضاف اسم مماثل مشابه اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا یہاں مماثل کے معنی مشابہ کے ہیں للمضاف الیه فی العموم والخصوص الی ذلک المضاف الیه سواء کانا مترادفین کلیث واسد فی الاعیان والحبث وحبس ومنع فی المعانی والاحداث او غیر مترادفین بل متساویین فی المصداق کالانسان والناطق یعنی جو اسم کہ مضاف الیہ کے عموم اور خصوص میں مشابہ ہو تو اس کی اس مضاف الیہ کی طرف اضافت درست نہیں اور یہ عام ہے خواہ وہ مضاف اور مضاف الیہ دونوں مترادف فی المعنی ہوں جیسے لیث اور اسد کے الفاظ مترادف فی المعنی ہیں یہ اعیان اور حیثیت کی مثال ہے اور مترادف فی المعنی والاحداث کی مثال حبس اور منع ہے یا خواہ غیر مترادف ہوں بلکہ تساوی فی المصداق

ہوں جیسے انسان اور ناطق کا بھی مصداق ہے اور مترادف کے معنٰی یہ ہیں کہ الفاظ مغائر معنٰی واحد ہو **لعدم الفائدة فی ذکر المضاف الیه فانک اذا قلت رائت لیث اسد لایفید الامایفیده رایت لیثاً بدون ذکر الاسد واضافة اللیث الیه لغواً لافائدة فیه** اس میں اوپر کے قاعدہ کلیہ کہ دلیل ہے کہ اسم مماثل کی اضافت اسلئے درست نہیں کہ اس میں مضاف الیہ کے ذکر کی بناء پر کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ جب رائت لیث اسد پڑھا جائے تو یہ بغیر ذکر اسد اور اس کی طرف لیث کی اضافت کے وہی معنٰی دیگا جو صرف رائت لیثا کی ترکیب دیتی ہے پس اس صورت میں اسد کا ذکر کرنا اور اس کی طرف لیث کی اضافت کرنا لغو اور بے فائدہ ثابت ہوگا اس لئے یہ اضافت درست نہیں ہے اوپر مصنف کافیہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ احد المتساوین کی اضافت آخر کی طرف درست اور جائز نہیں اس پر یہاں ایک سوال مقدر وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کل الدراھم وعین الشئی کی ترکیبوں سے منقوض ہے کیونکہ ان میں احد المتساوین کی اضافت موجود ہے اور باوجود اس کے یہ جائز ہے آگے چلکر مصنف اس کا جواب دیں گے **بخلاف اضافة العام الی الخاص فی مثل کل الدراھم وعین الشئی وانه ای المضاف فیهما** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ فانہ کی ضمیر مضاف کی طرف راجع ہے **یختص به ای یصیر خاصا بسبب اضافة الی المضاف الیه ولا یبقی اعلی عمومه سواء افادت الاضافة التعریف او التخصیص** یعنی احد المتساوین کی اضافت جائز نہیں بخلاف اضافت عام کے خاص کی طرف کہ یہ درست ہے جیسے کل الدراہم اور عین الشئی کی مثالوں میں ہے کیونکہ ان مذکورہ ترکیبوں میں مضاف بہ سبب اضافت کے مضاف الیہ کی طرف خاص ہو جاتا ہے اور اپنے عموم پر باقی نہیں رہتا اور یہ عام ہے کہ یہ اضافت مفید تعریف کے ہو یا تخصیص کے یعنی ان تراکیب میں احد المتساوین کی اضافت نہیں بلکہ ان میں اضافت عام کی خاص کی طرف واقع ہوئی ہے اور یہ جائز ہے **واعمیة العین عن الشئی اذاکان اللام فیه للعمدظاهرة واما اذاکان للجنس ففیها اخفاء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ عین کی اعمیت مسلم نہیں کیونکہ عین مطلق موجود کو نہیں کہتے بلکہ خاص موجود فی الخارج کو کہتے ہیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ الشئی کے الف لام دو حالتوں سے خالی نہیں عہدی ہونگے یا جنسی اگر عہدی ہوں تو اس تقدیر پر عین کی اعمیت ظاہر ہے اور اگر جنس ہو تو اس صورت میں عین کی اعمیت میں خفاء اور پوشیدگی ہوگی کیونکہ شے لغت میں موجود و معدوم جواہر اور اعراض سب کو شامل ہے اسی طرح عین بھی ہے پس اعم نہیں ہوا یعنی اگر الف لام جنسی ہوں تو اس صورت میں عین کی اعمیت ظاہر ہے کیونکہ عین سے مراد وہ ہے جو قائم بذاتہ ہو خواہ موجود فی الخارج ہو خواہ موجود فی الذہن بخلاف شے کے کہ اس سے مراد صرف موجود فی الخارج ہی ہے **ویرد علی قولهم لایضاف اسم مماثل للمضاف الیه فی العموم والخصوص قولهم سعید کرز فان سعید او کرزا اسمان لمسمیً واحد کلیث واسد مع انه اضیف احدهما الی الاٰخر** یہ اوپر لایضاف اسم مماثل للمضاف الیه فی العموم والخصوص کے قاعدہ پر ایک نقض اور اعتراض ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ سعید کرز کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں سعید اور کرز کے الفاظ مسمٰی واحد کے اسماء ہیں جیسے لیث اور اسد کے الفاظ ہیں اور باوجود اس کے یہاں ایک کی دوسری کی طرف اضافت واقع ہوئی ہے **واجیب بانه مئاول بحمل احدهما علی المدلول والاٰخر علی اللفظ فکانک اذا قلت جاء نی سعید کرز قلت جاء نی مدلول هذااللفظ** یہ اوپر والے نقض اور اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ سعید کرز کا لفظ موؤل ہے اس طرح کہ ایک مدلول پر محمول ہے اور دوسرا لفظ پر پس جب جاءنی سعید کرز پڑھیں تو گویا جاء نی مدلول ہذااللفظ پڑھ لیا یہ اضافت عام کی خاص کی طرف ہے اور یہ جائز ہے **ولم یقولوا کرز**

سعید لان قصدھم بالاضافۃ التوضیح واللقب اوضح من الاسم غالباً اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ترکیب مذکور میں عکس کرکے کرز سعید کیوں نہیں کہا سعید کرز کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ کرز سعید اس لئے نہیں کہا کہ اضافت سے مقصود توضیح ہوتی ہے اور لقب اسم سے اغلب اور اکثر واضح ہوتا ہے اسلئے سعید کرز کہا **واذا اضیف الاسم الصحیح وھو فی عرف النحاۃ ما لیس فی اخرہ حرف علۃ** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نحات کے عرفی اسم صحیح کی تعریف کرتے ہیں کہ اسم صحیح نحات کے عرف میں وہ ہے جس کے آخر میں حرف علت نہ ہو جیسا کہ کسی شاعر نے فرمایا ہے صحیح چیست بہ نزدیک نحویان مالایکون آخرہ حرف علۃ **اوالملحق بہ وھو مافی آخرہ واو اویاء قبلھا ساکن وانما کان ملحقاً بالصحیح لان حرف العلۃ بعد السکون لاتثقل علیھا الحرکۃ لمعارضۃ خفۃ السکون ثقل الحرکۃ ولان حرف العلۃ بعد السکون مثلھا بعد السکون بعد استراحۃ اللسان ولاتثقل علیھا الحرکۃ بعد السکون یعنی فی الاستبداء کذابعد السکون** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملحق بہ صحیح کی تعریف بتاتے ہیں کہ ملحق بہ صحیح وہ ہے جسکے آخر میں واؤ یا یاء ماقبل ساکن ہو اور اسکو ملحق بہ صحیح اس لئے کہتے ہیں کہ حروف علت پر بعد سکون کے حرکت ثقیل نہیں ہوتی ہے کیونکہ سکون کی خفت حرکت کے ثقل کا معارض ہے اور دوسرے یہ کہ حروف علت بعد سکون کے استراحت لسان میں مثل اس حرف علت کے ہے جو بعد سکون کے واقع ہو اور یہ معلوم ہے کہ حرف علت پر بعد سکون کے حرکت ثقیل نہیں ہوتی یعنی جس طرح ابتداء میں ثقیل نہیں اسی طرح بعد سکون کے بھی ثقیل نہیں ہوگا **الی یاء المتکلم کسر آخرہ للتناسب مثل ثوبی وداری فی الصحیح وظبی ودلوی فی الملحق بہ** یعنی جب اسم صحیح یا ملحق بہ صحیح کی اضافت یائے متکلم کی طرف کی جائے تو اس کے آخر کو بنا بر مناسبت یاء کے مکسورہ پڑھا جائیگا جیسے صحیح میں ثوبی اور داری کے الفاظ ہیں اور ملحق بہ صحیح میں ظبی اور دلوی کے کلمے ہیں **والیاء مفتوحۃ اوساکنۃ وقد اختلف فی ان ایھما الاصل والصحیح انہ الفتح اذالاصل فی الکلمۃ التی علی حرف واحد ھوالحرکۃ لئلا یلزم الابتداء بالساکن حقیقیۃ اوحکما والاصل فی مابنی علی الحرکۃ الفتح والسکون انما ھو عارض للتخفیف** یعنی یائے متکلم کو بوجہ خفیف ہونے فتح کے مفتوح پڑھیں گے یا ساکن اور اس میں اختلاف ہے کہ اصل فتحہ ہے یا سکون اور صحیح یہی ہے کہ اصل فتحہ ہے کیونکہ اصل اس کلمہ میں جو ایک حرف کا ہو جیسے یاء متکلم ہے حرکت ہی ہے لہٰذا یہاں یائے متکلم کو مفتوح اس لئے پڑھیں گے کہ ابتداء بالساکن حقیقۃً یا حکماً لازم نہ ہو اور اصل اس کلمہ میں جو مبنی بر حرکت ہو فتح ہی ہے اور سکون صرف تخفیف کے حاصل کرنے کیلئے عارضی ہوتا ہے اور عارضی کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا اس لئے یہاں فتح زیادہ موزوں ہے **فان کان آخرہ** ای اخر الاسم المضاف الی یاء المتکلم اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ آخرہ کی ضمیر مجرورہ اس اسم کی طرف راجع ہے جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو **الفا تثبت ای الالف علی اللغۃ الفصیحۃ لعدم موجب الانقلاب نحو عصای ورحای** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ بتایا ہے کہ تثبت کا فاعل الف ہے یعنی اگر اس اسم کے آخر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو الف ہو تو وہ بنا بر لغت فصیحہ ثابت رہے گا کیونکہ یہاں اس کے منقلب ہونے کا کوئی موجب اور باعث نہیں ہوگا جیسے عصای اور رحای میں باوجود اضافت کے الف ثابت ہے **وھذیل وھی قبیلۃ من العرب** یعنی یہ عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ کا نام ہے **تقلبھا ای الالف حال کونھا لغیر التثنیۃ یاء لمشاکلۃ یاء المتکلم وتدغم فی الیاء مثل عصی و رحی**

ولا تقلب الفالتثنية كفلاهالي لالتباس المرفوع بغيره بسبب القلب یعنی قبیلہ ہذیل کے لوگ اضافت کی حالت میں الف کو در حالیکہ وہ تثنیہ کا الف نہو بسبب مشاکلت یائے متکلم کے یاء سے بدل کرکے یاء متکلم میں ادغام کرتے ہیں جیسے عصی اور رحی میں ہے اور الف تثنیہ کو اس لئے ادغام نہیں کرتے کہ بسبب قلب کے مرفوع کا منصوب اور مجرور سے التباس نہ ہو جیسے فلا مای اگر اس میں الف کو یاء سے بدل کر ادغام کیا جائے تو اس صورت میں حالت رفعی کا حالت نصبی اور حالت جری سے التباس واقع ہو جائے گا پس یہ معلوم ہوگا کہ یہ مرفوع ہے یا منصوب یا مجرور **و ان كان اخر الاسم المضاف الي ياء المتكلم ياء ادغمت في ياء المتكلم لاجتماع المثلين فيما هو كالكلمة الواحدة مثل مسلمين اذااضيف الي ياء المتكلم و اسقطت النون للاضافة و ادغمت الياء في الياء فصار مسلمي** اور اگر اس اسم کے آخر میں جو یائے متکلم کی طرف مضاف ہو یاء ہو تو اس کا یائے متکلم میں ادغام ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ جب ایک کلمہ میں دو حروف مثلین جمع ہوں تو ان میں سے ایک کا دوسرے میں ادغام کرتے ہیں جیسے مسلمین کا لفظ ہے کہ جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی گئی تو بوجہ اضافت کے نون جمع ساقط کر دیا گیا اور یاء کا یاء میں ادغام کیا مسلمی ہوا **و ان كان اخره واو قلبت الواؤ ياء لاجتماع الواؤ و الياء و الاول ساكنة مثل مسلمون اذااضيف الي ياء المتكلم قلبت واؤه ياء وادغمت الياء في الياء وكسر ما قبلها لانها لما انقلبت ياء ساكنةً يوجب بقاء الضمة قبلها تغيرها فحركة باالحركة المناسبة لهافقيل مسلمي وان كانت قبل الياء اولو او فتحه بقي ما قبلها مفتوحاً كقولك في مسلمين مسلمي وفي مصطفو في مصطفي نحفته الفتحة** اور اگر اس اسم کے مضاف کے آخر میں واو ہو تو وہ واو یاء سے بدلا جائے گا کیونکہ قاعدہ ہے کہ جب کلمہ میں واو یا جمع ہوں اور اول ساکن ہو تو اس صورت میں اول کو ثانی کے جنس بنا کر ادغام کرتے ہیں جیسے مسلمون کا لفظ ہے کہ جب اس کی یائے متکلم کی طرف اضافت کی گئی تو واؤ کو یاء سے بدل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کیا اور بوجہ مناسبت یاء کے اس کے ماقبل یعنی ضمیر میم کو کسرہ سے بدل کیا کیونکہ جب یہ واو یاء ساکنہ سے بدلا تو اس وقت اگر ماقبل اس کے ضمیر کو باقی چھوڑتے ہیں تو اس سے اس کا تغیر واجب اور لازم آ جاتا ہے اور یہ درست نہیں اسلئے بوجہ اس ضرورت کے یاء کے ماقبل یعنی میم کو حرکت مناسبہ یاء کے دی جائیگی یعنی میم کو مکسورہ کر دیا جائیگا اور مسلمی پڑھیں گے اور اگر ماقبل یاء یا واؤ کے فتحہ ہو تو اس تقدیر پر اس کا ماقبل مفتوح رہے گا جیسے مسلمین میں مسلمی اور مصطفی بنا بر خفت فتح کے پڑھتے ہیں **و فتحت الياء اي ياء المتكلم في الصور الثلث للساكنين اي للزوم التقاء الساكنين ان لم تحرك و اختبه الفتح لخفة** یعنی صور ثلاثہ مذکورہ بالا میں یاء متکلم کو مفتوح پڑھیں گے کیونکہ اگر اس کو حرکت فتحہ کی نہ دی جائے گی تو اس سے التقاء ساکنین کا لزوم ہو جائے گا اور یہ درست نہیں اس لئے بنا بر ضرورت اس کو مفتوح پڑھیں گے اور فتحہ چونکہ اخف الحرکات ہے اس لئے اس کو مختار کیا گیا **و اما الاسماء الستة التي مرالبحث عنها مضافة الي غير يا المتكلم فاخي و ابي اي الحال في اخ و اب منها اذا اضيف الي ياء المتكلم ان يقال اخي وابي مثل يدي ودمي بلا رد المحذوف لجعله نسياً منسياً** یعنی اسمائے ستہ مکبرہ جن کی بحث در حالیکہ غیر یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں بیان ہو چکی ہے ان میں سے اخ اور اب کے الفاظ کا حال یہ ہے کہ جب یہ یاء متکلم کی طرف مضاف ہوں تو اس صورت میں ان کا استعمال اخی وابی مثل یدی اور دمی کے بغیر رد محذوف کے ہوگا اور محذوف کو نسیاً منسیاً مانا جائے گا یعنی اضافت کے وقت واؤ محذوف کو رد نہیں کیا جائے گا **و اجاز المبرد فيهما اخي وابي برد لام الفعل فيهما و في الواؤ وجعلها ياءً وادغام الياء في الياء و**

تمسک فی ذالک بقول الشاعر و ابی مالک ذوالمجاز بلار . وحمل الاخ علی الاب لتقاربها لفظاً ومعنیً واجاب عنه المصنف فی شرحه بان ذالک خلاف القیاس و استعمال الفصحاء مع انه یحتمل ان یکون المقسم به ای ابی جمع اب فاصله ابین سقطت النون فی الاضافة فاجتمعت یاء ان فادغمت الاول فی الثانیة فصار ابی وقد جاء جمعه هکذا فی قول الشاعر شعر . فلما تبین اصواتنا بکین وفدیننا بالا بیناء ای لما سمون و علمن اصواتنا بکین و قلن لنا اباء نافد او کم اور مبرد نے اخی اور ابی کے الفاظ میں لام کلمہ کا رد جائز مانا ہے اور لام کلمہ یہاں واؤ ہے مبرد اس واؤ کو یاء سے بدل کر کے یاء کا یاء میں ادغام کرتے ہیں اور اس حکم میں شاعر کے قول مذکور سے تمسک اور دلیل لیتے ہیں کہ اس میں ابی کا لفظ اصل میں ابو تھا واؤ کو یاء سے بدل دیا اور یاء کو یاء میں ادغام کیا ہے اور اخ کے لفظ کو اب کے لفظ پر حمل کرتے ہیں کیونکہ یہ دونوں الفاظ لفظاً اور معنیً متقارب ہیں تقارب لفظی کو ظاہر ہے اور تقارب معنوی یہ ہے کہ جس طرح اب کا لفظ اسم جنس ہے اسی طرح آخ کا لفظ بھی اسم جنس ہے ہر اخ پر صادق آتا ہے گویا یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ شاعر کا قول حکم مذکور میں صرف ابی کے متعلق ہے اخی کے متعلق اسمیں کوئی ذکر نہیں ہے شاعر نے مبرد کی طرف سے جواب دیا کہ مبرد اخ کے لفظ کو حکم مذکور میں اب کے لفظ پر حمل کرتے ہیں اور مصنف کافیہ نے اس کا...... جواب اپنی شرح میں اس طرح دیا ہے کہ یہ شعر مذکور قیاس اور فصحا کے استعمال کے خلاف مستعمل ہوا ہے اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہیں علاوہ ازیں اس میں احتمال ہے کہ مقسم بہ یعنی ابی کا لفظ جمع اب کی ہو پس اس تقدیر پر اس کی اصل ابین ہوگی نون بوجہ اضافت ساقط ہوا پس دو یاء جمع ہوگئے حسب قاعدہ ادغام اول یاء کا ثانی میں ادغام کیا گیا پس ابی ہوا اور علاوہ ازیں شاعر کے قول میں اس طرح اس کی جمعیت بھی آئی ہے شاعر کے شعر میں استدلال کا مقام بالا بیناء ہے اور شعر کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جب انہوں نے ہماری آوازیں سنیں اور معلوم کیں تو رونے لگیں اور ہم نے کہا کہ ہمارے باپ دادا تم سے قربان ہوں **وتقول** ای امرة قائمة لامتناع اضافة الحم الی المذکر اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تقول کا فاعل امرۃ ہے کیونکہ حم کی اضافت مذکر کی طرف ممنوع ہے اس لئے اس قول کا قائلہ عورت ہوگی **حمی وهنی بلاردالمحذوف عندالاضافة الی یاء المتکلم** یعنی حمی اور ہنی کے الفاظ کا استعمال اضافت کے وقت یائے متکلم کی طرف بغیر رد محذوف کے ہوگا **وانما فصلهما عن اخی وابی لانه لم ینقل عن المبرد فیهما فی المشهور مایخالف مذهب الجمهور وان نقل عنه بعضهم ذالک الخلاف فی الاسماء الاربعة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ الفاظ اخی اور ابی کے الفاظ کے حکم میں داخل ہیں پس ان کو علیحدہ کیوں ذکر کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ان الفاظ کو اخی اور ابی کے الفاظ سے علیحدہ اس لئے ذکر کیا کہ ان الفاظ میں جمہور کے مذہب کے خلاف مبرد سے کوئی روایت مشہور منقول نہیں ہے اگرچہ بعض نے باقی اسمائے اربعہ میں بھی مبرد سے یہ اختلاف نقل کیا ہے لیکن وہ مشہور نہیں ہے **ویقال فی فم حال اضافة الی یاء المتکلم فی بالردوالقلب والادغام فی الاکثرای فی اکثر موارد استعمالا نه فمی فی بعضها ابقاء للمیم المعوض عن الواو عند قطعه عن الاضافة** یعنی فم کے لفظ کی یاء متکلم کی طرف اضافت کی جائے گی تو اس حالت میں اکثر موارد استعمال میں یہ لفظ بنابر رد اور قلب وادغام کے فی پڑھا جائے گا یعنی واؤ کو رد کر کے یاء سے بدل دینگے اور یاء کا یاء میں ادغام کریں گے اور ایں کا اکثر استعمال یہی ہے اور بعض استعمال میں میم کو جو واؤ سے عوض آیا تھا قطع اضافت کے وقت باقی رکھ کر فمی پڑھتے ہیں لیکن یہ استعمال اکثر نہیں بلکہ بعض ہے **واذاقطعت هذاه الاسماء الخمسة عن**

الاضافة قيل اخ واب حم وهن وحم بالحركات الثلاث ولكن فتح الفاء افصح منهما اى من الضم والكسر یعنی جب یہ اسماء خمسہ اضافت سے منقطع مانے جائیں یعنی ان میں اضافت نہ مانی جائے تو اس صورت میں یہ الفاظ مذکور سب حرکات ثلاثہ کے ساتھ پڑھے جائیں گے لیکن فاء کا فتحہ ضمہ اور کسرہ سے زیادہ فصیح ہوگا وجاء حم مثل يدفيقال هذاحم اوحمک ورائت حماً اوحمک ومررت بحم اوحمک ومثل خثب باالهمزة فيقال هذاحم اوحموک ورائت حماً اوحماک ومررت بحم اوحميک ومثل دلوبالواو فيقال هذا حمواً وحموک ورائت حمواًاوحموک ومررت بحمواوحموک ومثل عصابالالف فيقال هذاحمااوحماک ورائت حماً اوحماک ومررت بحمااوحمک مطلقا اى جواز حم مثل هذاه الاسماء الاربعة مطلقا غير مقيد لحال الافراد اوالاضافة بل تجيء هذاه الوجوه فيه في كل من حالتي الافراد والاضافة یعنی حم کا لفظ ید کے مثل استعمال میں آیا ہے پس یہ بغیر محذوف کے استعمال ہوگا اور مثل خثب اور دلو کے بھی مستعمل ہوتا ہے اور مثل عصا کے بھی مستعمل ہوتا ہے لیکن اول استعمال ہمزہ اور ثانی واو اور ثالث الف کے ساتھ ہوگا اور مثالیں سب کی شرح میں مذکور ہیں ملاحظہ ہوں اور حم کے لفظ کا جواز مثل ان اسمائے اربعہ مذکورہ کے مطلقا ہر حالت افراد اور حالت اضافت سے مقید نہیں بلکہ اس میں یہ وجوہ مذکور بالا حالت افراد اور حالت اضافت دونوں میں آسکتی ہیں وجاء هن مثل يد مطلقاً اى في الافراد والاضافة يقال هذا هن ورائت هناًومررت بهن وهذا هنک ورائت هنک ومررت بهنک یعنی هن کا لفظ بھی مثل ید کے مطلقا یعنی حالت افراد اور حالت اضافت میں استعمال ہوتا ہے اور مثال استعمالی شرح میں مذکور ہے وذولايضاف الى مضمر لانه وضع وصلة الى الوصف باسماء الاجناس والضمير ليس باسم جنس یعنی ذو کا لفظ ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا کیوں کہ یہ ذو کا لفظ اسمائے اجناس سے شے کی توصیف کے لئے موضوع اور ذریعہ ہے اور ضمیر اسم جنس نہیں اس لئے ضمیر کی طرف یہ لفظ مضاف نہیں ہوگا وقد لضيف اليه على سبيل الشذ وذكقول الشاعر شعر انما يعرف ذوالفضل من الناس ذوده یہ ایک سوال مقدر کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کا قاعدہ ذولايضاف الى مضمر انما يعرف ذوالفضل من الناس ذوده، کے شعر سے منقوض ہے کیونکہ یہاں ذو کا لفظ ضمیر کی طرف مضاف ہوا ہے باوجود اس کے یہ جائز نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ اضافت بہ سبیل شدوذ ہے اور شاذ کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور شعر کے معنی یہ ہیں کہ لوگوں میں سے فضیلت والوں کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں ولو قيل لايضاف الى غير اسم الجنس لكان اشمل یہ ایک سوال مقدر ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ ذو کا لفظ جس طرح ضمیر کی طرف مضاف نہیں ہوتا اسی طرح اسم اشارہ اور علم موصول کی طرف بھی مضاف نہیں ہوتا ہے پس مصنف کافیہ کو لازم تھا کہ ذولايضاف الى غير اسم الجنس لکھتے تاکہ یہ حکم اسم اشارہ اور علم اور اسم موصول کو بھی شامل ہوتا ضمیر کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے وكان خص المضمر بالذكر لانه كان لبعض تلك الاسماء حكم خاص عند اضافت الى ياء متكلم فنفى اضافة الى الضمير مطلقاً نفياً لاختصاصه بحكم خاص باعتبار اضافة اليه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے جس کی تشریح اسطرح کرتے ہیں کہ یہ مسلم ہے لیکن مصنف کافیہ نے ضمیر کو خاص کر کے اس لئے ذکر کیا ہے کہ یائے متکلم کی طرف اضافت کے وقت ان اسمائے خمسہ مذکورہ کے خاص خاص احکام ہیں پس مصنف نے ان احکام خاصہ کی نفی کی بناپر ذو کی اضافت ضمیر کی طرف مطلقا نفی کی تاکید باعتبار اضافت کے کسی خاص حکم سے

خصوصیت نہو **ولا یقطع ای ذو عن الاضافة لان جعله وصلة الی اسماء الاجناس لیس الا باضافته الیها** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ لا یقطع کا فاعل ذو کا لفظ ہے یعنی ذو کا لفظ اضافت سے منقطع نہیں ہوگا کیونکہ اس کو واضع نے اسماء اجناس کی صفتیت کے لئے ذریعہ اور واسطہ بنایا ہے اور یہ معنی صرف اس کی اسمائے اجناس کی طرف اضافت کرنے ہی سے حاصل ہوتے ہیں جب مصنف اسماء معربہ بالاصالہ کے بیان سے فارغ ہوئے تو اب آگے چل کر اسمائے معربہ بالواسطہ کا بیان فرمائیں گے **التوابع وهو جمع تابع منقول عن الوصفية الى الاسمية والفاعل الاسمي يجمع على فواع كا لكاهل على الكواهل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ توابع تابع کی جمع ہے اور تابع فاعل کا وزن ہے اور یہ معلوم ہے کہ فاعل کا وزن فواعل کے وزن پر جمع نہیں ہوتا پس یہاں تابع توابع کے وزن پر کیونکر جمع آیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ فاعل کے وزن کی دو قسمیں ہیں اول صفتی دوم اسمی صفت فواعل کے صیغہ کے وزن پر جمع نہیں ہوتا اور اسمی اس وزن پر جمع ہو کرآتا ہے اور تابع فاعل اسمی ہے صفتی نہیں کیونکہ یہ وصفیت سے اسمیت کی طرف منقول ہوا ہے پس جس طرح کاہل کواہل کے وزن پر جمع ہوتا ہے اسی طرح یہاں تابع توابع کے وزن پر جمع ہوا کرتا ہے **والمراد بها توابع المرفوعات والمنصوبات والمجرورات التي هي اقسام الاسم فلاينتقض حدها بخروج نحو أنَّ إنَّ وضرب ضرب لعدم كونهما من افراد المحدود** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے تابع فعلی اور حرفی خارج ہو جیسے انّ انّ اور ضرب ضرب میں ہے کیونکہ یہاں تابع معرب باعراب سابق نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں توابع سے مراد توابع مرفوعات اور منصوبات اور مجرورات کے ہیں جو اسم کی اقسام میں سے ہیں اور امثال مذکورہ میں توابع فعل اور حرف کے ہیں پس اب تابع کی تعریف جامع ثابت ہوئی اور امثال مذکورہ کے توابع خارج ہوئے کیونکہ وہ محدود کے افراد میں سے نہیں ہیں فائدہ ہو کی ضمیر جنس تابع کی طرف راجع ہے جو توابع کے ضمن میں پایا جاتا ہے کیونکہ واحد جمع کے ضمن میں پایا جاتا ہے اور توابع پانچ ہیں اول نعت دوم تاکید سوم عطف بیان چہارم بدل پنجم معطوف اور حصر کے ضبط کی وجہ یہ ہے کہ مقصود بالنسبت تین حالتوں سے خالی نہیں تابع ہوگا یا متبوع یا دونوں مقصود بالنسبت ہونگے اگر مقصود بالنسبت تابع ہو تو یہ بدل ہے اور اگر مقصود بالنسبت متبوع ہو تو اس صورت میں تابع کے لانے سے مقصود اس معنی پر دلالت ہے جو متبوع میں ثابت ہوں یا اس کا تقرر ہے یا توضیح اول نعت ہے اور ثانی تاکید اور ثالث عطف بیان اور اگر مقصود بالنسبت تابع اور متبوع دونوں ہوں تو یہ معطوف ہوا **وهو كل ثان اى كل متاخر متى لوحظ مع سابقه كان في الرتبة الثانية منه فدخل فيه التابع الثاني والثالث فصاعدا** اسمیں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے ثانی اور ثالث ورابع اور خامس وغیرہا توابع خارج ہوئے کیونکہ وہ بہ نسبت متبوع کے ثانی نہیں بلکہ یہ نسبت تابع کے ثانی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ثانی سے مراد ہر متاخر ہے جب اپنے متبوع کے ساتھ اس کا لحاظ کیا جائے تو رتبہ میں اس کا ثانی پڑتا ہو لہٰذا اب اس تعریف میں تابع ثانی وثالث ورابع وغیرہا سب داخل ہوئے اور تعریف جامع ثابت ہوئی **متلبس باعراب سابقه اى بجنس اعراب سابقه بحيث يكون اعرابه من جنس اعراب سابقه لا شخصه كلا منهما** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب ثانی معرب باعراب سابق ہوگا تو اس صورت میں سابق بلا اعراب رہیگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ مراد اعراب سابق سے جنس اعراب سابق ہے عین اعراب سابق مراد

نہیں ہے یعنی تابع سابق کے اعراب کے جنس سے معرب ہوگا اس طرح کہ اس کا اعراب سابق کے جنس کا ہو اور ایک ہی جہت کا ہو شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے باعراب سے متلبس اور من جہۃ سے مقدم ناشی کے الفاظ بڑھا کر یہ اشارہ کیا کہ متلبس اور ناشی کے الفاظ جار مجرور کے متعلقات مقدرہ ہیں **من جهة واحدة شخصية مثل جاء نی زيد العالم فان العالم اذا لوحظ مع زيد كان فی الرتبة الثانی منه واعرابه من جنس اعرابه وهو الرفع ای الرفع فی كل منهما ناشی من جهة واحدة شخصية هی فاعليه زيد العالم لان المجی المنسوب الی زيد فی قصد المتكلم منسوب اليه مع تابعه لا اليه مطلقاً فقوله كل ثان يشتمل التوابع وجز المبتداء وجزی ٔلان وانّ واخواتهما وثانی مفعولی ظنت واعطيت وقوله باعراب سابقه يخرج الكل الاخبر المبتداء وثانی مفعولی ظنت واعطيت وقوله من جهة واحدة يخرج هذاه الاشياء لان العامل فی المبتداء والخبر وان كان هو الابتداء يعنی التجر وعن العوامل اللفظية للاسناد لاكن هذا المعنٰی من حيث انه يقتضی مسنداً اليه صار عاملاً فی المبتداء ومن حيث انه يقتضی مسنداً صار عاملاً فی الجز فليس ارتفاعهما من جهة واحدة وكذا ظنت من حيث انه يقتضی مظنوناً فيه ومظنوناً عمل فی مفعولية فليس انتصا بهما من جهة واحدة** یعنی تابع وہ ثانی اسم ہے جو اپنے سابق متبوع کے جنس کے اعراب پر معرب ہو اور دونوں کا اعراب ایک ہی جہت شخصی ہو جیسے جاء نی زید العالم میں عالم کا لفظ جب زید کے ساتھ لحاظ کیا جائے تو زید سے ثانی مرتبہ میں پڑتا ہے اور اس کا اعراب اور زید کا اعراب ایک جنس اور ایک ہی جہت معلوم ہوتا ہے اور یہ جہت واحدہ کا اعراب دونوں مرفوع ہوتا ہے اور یہ معلوم ہے کہ یہ رفع دونوں میں جہت واحد شخصیت سے پیدا ہوا ہے اور وہ جہت واحدہ شخصیہ زید اور عالم کا فاعل ہونا ہے کیونکہ مجیت جو زید کی طرف منسوب ہے وہ متکلم کے قصد اور ارادہ میں تابع یعنی عالم کے ساتھ منسوب الیہ ہے مطلق نہیں پس مصنف کا قول کل ثانی جملہ توابع اور مبتداء کی خبر اور افعال ناقصہ اور حروف مشبہ بہ فعل کی خبروں اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفعولوں کو شامل ہے کیونکہ یہ قول بمنزلہ جنس کے ہے اور باعراب سابقہ کے قول سے سوائے خبر مبتداء اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفعولوں کے کل خارج ہو گئے اور مصنف کے قول ہیں جہۃ واحدۃ سے خبر مبتداء اور ظننت اور اعطیت کے ثانی مفاعیل خارج ہو گئے کیونکہ مبتداء اور خبر کا عامل اگرچہ ابتداء ہے اور وہ مبتداء اور خبر کا عوامل لفظیہ سے خالی ہونا ہے لیکن یہ معنٰی اس حیثیت سے کہ مسند الیہ کو چاہتے ہیں مبتداء کے عامل ہوئے اور اس حیثیت سے کہ اسم کے مسند ہونے کے مقتضی ہیں خبر کے عامل ٹھہرے پس مبتداء اور خبر کا مرفوع ہونا ایک حیثیت سے نہیں ہوا اور اسی طرح ظننت کا فعل اس حیثیت سے کہ یہ مظنون فیہ اور مظنون کو چاہتا ہے دونوں مفعولوں میں نصب کا عمل کرتا ہے پس بوجہ تغائر حیثیت کے اس کا عمل نصب بھی جہت واحدہ سے نہیں ہوا اور اسی طرح اعطیت کا فعل اس حیثیت سے کہ اخذ اور ماخوذ کو چاہتا ہے ہر دو مفعولوں میں نصب کا عمل کرتا ہے پس یہاں بھی انتصاب مفاعیل ایک جہت سے نہیں ہوا جہت واحدہ کی قید کے بعد شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شخصیت کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تابع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں ثانی مفعول ظننت اور اعطیت کا اور خبر مبتداء کی داخل ہوئی کیونکہ یہ بھی سابق کے اعراب سے جہت واحدہ سے معرب ہیں اور وہ جہت واحدہ یہاں مفعولیت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شخصیۃ کی قید بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا کہ جہت واحدہ سے مراد جہت شخصی ہے اور ظننت اور اعطیت میں جہت واحدہ نوعیہ ہے لہٰذا اب تابع کی تعریف مانع ثابت ہوئی **و اعلم ان الاعراب المعتبر فی هذا التعريف بالنسبة الاحق و السابق اعم من يكون لفظياً او تقديريا او محليا حقيقة او حكما**

فلا یرد نحو جاء نی ھو لاء الرجال ویا زید العاقل ولا رجل ظریفاً اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ تابع خارج ہوا جس میں یا جس کے متبوع میں اعراب تقدیری یا محلی ہو جیسے امثال مذکور میں ہے کیونکہ یہاں ثانی سابق کے اعراب سے معرب نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس تعریف میں اعراب بہ نسبت لاحق اور سابق کے معتبر ہے اور یہ عام ہے خواہ لفظی ہو خواہ تقدیری خواہ محلی حقیقی یا حکمی ہو یہاں اگرچہ لفظی نہیں لیکن تقدیری اور محلی موجود ہے لہٰذا اب تابع کی تعریف جامع ثابت ہوئی ثم ان لفظیه کل ھھنا لیست فی موقعھا لان التعریف انما یکون للجنس او با الجنس لا للافراد او بالافراد فا المحدود با الحقیقة التابع و الحد مدخول کل و ھو ثانٍ باعراب سابقه من جھة واحدة لکنه لما ادخل کل علیه افاد صدق المحدود علی کل افراد الحد فیکونُ مانعاً و الظاھر انحصار المحدود فیھا لعدم ذکر غیرھا فیکون جامعاً فیحصر حد جامع و مانع یکون جمعه منعه کا لمنصوص علیه اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ توابع جمع تابع کی ہے اور جمع کا وجود افراد سے ہوتا ہے اور کل کا کلمہ افراد کے احاطہ کے لئے آتا ہے پس اس تقدیر پر افراد کی تعریف افراد سے ہوئی اور یہ باطل ہے کیونکہ یہاں کل کا کلمہ اپنے موقع پر نہیں ہے اس لئے کہ تعریف جنس کے لئے یا جنس کے ساتھ ہوتی ہے افراد کیلئے یا افراد کے ساتھ نہیں ہوتی اور یہاں افراد کیلئے ہوئی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ محدود حقیقت میں تابع ہے اور حد کل کا مدخول ہے اور وہ تابع سابق کے اعراب کے جہت واحد سے معرب ہے اور جب اس پر کل کا کلمہ داخل ہوا تو اس صورت میں محدود حد کے کل افراد پر صادق آیا پس تعریف مانع ہوئی اور ظاہر محدود کا حد کے افراد میں انحصار ہے کیونکہ سوائے افراد حد کے یہاں اور کسی شے کا ذکر نہیں ہوتا پس تعریف جامع ہوئی لہٰذا اب تابع کی تعریف جامع اور مانع ثابت ہوئی اور اس کا جامع اور مانع ہونا مثل منصوص علیہ کے ہوا یعنی گویا اس کی جامعیت اور مانعیت پر تصریح کی۔

النعت تابع جنس شامل التوابع کلھا و قوله اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ تابع کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل ہے یعنی توابع میں سے ایک تابع نعت ہے اور وہ یہ تابع ہے جو اپنی متبوع کے معنٰی پر دلالت کرے یدل علی معنٰی فی متبوعه ای یدل بھیأة ترکیبیة مع متبوعه علی حصول معنٰی فی لغت متبوعه یعنی لغت اپنے متبوع کے ساتھ بنا بر ہیئات ترکیبی کے اس معنٰی کے حصول پر دلالت کرتی ہے جو متبوع میں پائے جاتے ہیں مطلقاً ای دلالة مطلقة غیر مقید بخصوصة مادةٍ من المواد احترازٌ عن سائر التوابع ولا یرد علیه المبدل فی مثل قولک اعجبنی زید علمه و المعطوف فی مثل قولک اعجبنی زید علمه ولا التاکید فی مثل قولک جاء نی القوم کلھم لدلالة کلھم علی معنٰی الشمول فی القوم فان دلالة التوابع فی ھذه الامثلة علی حصول معنیً فی المتبوع انما ھی لمخصوص موادھا فلو جردت علی ھذاه المواد کما یقال اعجبنی زید غلامه او اعجبنی زید و غلامه و جاء نی زید نفسه لا تجدلھا دلالة علی معنیً فی متبوعھا بخلاف الصفة فان الھیأة الترکیبیة بین الصفة و الموصوف تدل علی حصول معنٰی فی متبوعھا فی ای مادة کانت اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ مطلقاً کا لفظ منصوب بنا بر مفعول مطلق ہے لیکن اس کا مفعول مطلق ہونا باعتبار موصوف مقدر دلالت کے ہے یعنی نعت وہ تابع ہے جو بغیر کسی خصوصیت مادہ کے اپنے متبوع کے معنٰی پر مطلق دلالت کرے اور اس کی دلالت کسی خاص مادہ سے مقید نہ ہو تابع

کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل تھا لیکن بدل علی معنی فی متبوع کے قول سے باقی توابع خارج ہو گئے گویا یہ قول احترازی ہے اور مطلقاً کا لفظ اس لئے بڑھایا کہ لغت کی تعریف کی مانعیت پر امثال مذکورہ فی الشرح کے بدل اور معطوف اور تاکید کا اعتراض وارد نہ ہو کیونکہ توابع کی دلالت حصول معنی پر باعتبار خصوصیت مواد کے ہے پس ان کو اگر ان خاص مواد سے مجرد کئے جائیں جیسے اعجبنی زید غلامہ یا اعجبنی زید و غلامہ یا اعجبنی زید و غلامہ یا جاء نی نفسہ پڑھا جائے تو اس تقدیر پر ان کی دلالت متبوعات کے معنی پر نہیں پائی جائے گی بخلاف صفت کے کہ یہاں ہیات ترکیبی درمیان صفت اور موصوف کے ان معنی کے حصول پر دلالت کرتی ہے جو متبوعات میں پائے جاتے ہیں خواہ وہ کسی مادہ میں ہوں اور جاء نی القوم کلہم کی مثال میں کل کا لفظ قوم کے شمول کے معنی پر دلالت کرتا اس لئے یہ تاکید بھی لغت کی تعریف سے خارج ہوگی و فائدتہ ای فائدۃ اللغت غالباً اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ فائدتہٗ کے ضمیر لغت کی طرف راجع ہے **تخصیص فی النکرۃ کرجل عالم** اور **توضیح فی المعرفیۃ کزید الظریف** یعنی لغت لانے کا فائدہ غالباً موصوف نکرہ کے تخصص ہونا اور موصوف معرفہ کا واضح ہونا ہے جیسے رجل عالم اور زید الظریف کی امثال میں عالم کے لفظ لانے سے رجل کی تخصیص اور ظرف لانے سے زید کی توضیح کا فائدہ حاصل ہوا ہے **و قد یکون لمجرد الثناء من غیر قصد تخصیص و توضیح نحو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** اور کبھی یہ لغت صرف ثناء اور تعریف کے لئے مستعمل ہوتی اس میں خصوصیت اور توضیح کا کوئی قصد اور ارادہ نہیں ہوتا جیسے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں رحمٰن اور رحیم کے الفاظ صرف اللہ کی تعریف اور ثناء کے لئے مستعمل ہوئے ہیں یہاں تخصیص اور توضیح مقصود نہیں ہے او لمجرد الذم اس کے بڑھانے سے مقصد یہ ہے کہ یہ اوپر وقد یکون لمجرد الثناء کے جملہ پر عطف ہے نحو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور کبھی لغت صرف مذمت کے لئے استعمال میں آتی ہے جیسے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں رجیم کا لفظ صرف شیطان کی مذمت کے لئے مستعمل ہوا ہے یہاں بھی اس سے نہ کوئی تخصیص مقصود ہے اور نہ توضیح **او المجرد التاکید مثل نفخۃ واحدۃ اذ الواحدۃ تفہم من التاء فی نفخۃ فاکدت بالواحدۃ و لما کان غالب مواد الصفۃ المشقات تو ھم کثیر من النحو بین ان الاشتقاق شرط فی النعت حتی تاولوا غیر المشتق الی المشتق و لما لم یکن ھذا مرضیا للمصنف ردہ بقولہ** یہ بھی اوپر کے جملہ پر معطوف ہے یعنی لغت کبھی صرف تاکید کی لئے مستعمل ہوتی ہے جیسے نفخۃ واحدۃ میں واحدۃ کا لفظ صرف نفخۃ کی تاکید کے لئے مستعمل ہوا ہے یہاں تخصیص اور توضیح مقصود نہیں کیونکہ وحدت نفخۃ کے تاء سے معلوم ہوتی ہے پس واحدۃ کا لفظ صرف اس کی تاکید کے لئے ہے اور چونکہ غالب مواد صفت کے مشتقات ہوتے ہیں اس لئے اکثر نحات نے یہ توہم کیا ہے کہ لغت میں اشتقاق شرط ہے اور اسی وجہ سے غیر مشتق کو مشتق سے مؤول کر کے لغت ٹھہراتے ہیں لیکن یہ مصنف کافیہ کے نزدیک شرط اور مرضی نہیں اس لئے اس مذہب مو ہو مہ نحات کو ولا فصل کے قول سے رد کیا **ولا فصل ای ولا فرق بین ان یکون النعت مشتقاً او غیرہ فی صحۃ و قوعہ لغتا اذ کان وضعہ ای وضع غیر المشتق لغرض المعنی ای لغرض الدلالۃ علی المعنی الواقع فی المتبوع عموماً فی جمیع الاستعمالات مثل تمیمی و ذی مال** فان التمیمی یدل دائما علی ان لذات ما نسبۃ الی قبیلہ تمیم و ذی مال یدل علی ان ذاتا ما صاحب مال او خصوصاً ای فی بعض الاستعمالات بان یدل فی بعض المواضع علی حصول معنی لذات ما و حینئذ یجوزان یقع لغتاً وفی بعضھما لایدل علی ذالک وحینئذ لایصبح جعلہ لغتاً

مثل مررت برجل ای رجل ای کامل فی رجولیة فای رجل باعتبار دلالة فی هذا الترکیب علی کمال الرجولیة یصح ان یقع نعتا وفی مثل ای رجل عندک لایدل علی هذاالمعنیٰ فلایصح ان یقع نعتا ومثل مررت بهذاالرجل فان هذا یدل علی ذاتٍ مبهمة والرجل علی ذات معنیة وخصوصیة الذات المعنیة بمنزلة معنیً حاصل فی الذات المبهمة فلهذاصح ان یقع الرجل صفته لهذا وفی المواضع الاخرالتی لایدل علی هذا المعنیٰ لایصح ان یقع صفة وذهب بعضهم الی ان الرجل یدل علی اسم الاشارة وبعضهم الی انه عطف بیان ومررت بزید هذا ای بزید المشارالیه فهذا فی هذاالموضع یدل علی معنیً حاصل فی ذات زید فوقع صفة له وفی مواضع الأخرالتی لایدل علی هذا المعنیٰ لایصح ان یقع صفة یعنی لغت عام ہے خواہ وہ مشتق ہو یا غیر مشتق اس کے لغت واقع ہونے میں کوئی فرق نہیں ہے لیکن غیر مشتق کا لغت واقع ہونا اس وقت ہوگا جس وقت اس کی وضع معنیٰ کے کسی غرض کے لئے ہو یعنی اس سے غرض دلالت ہو اس معنیٰ پر جو متبوع میں ہو اور یہ عموم جملہ استعمالات میں مقصود ہو جیسے تمیمی اور ذی مال کے الفاظ ہیں کہ تمیمی کا لفظ ہمیشہ اس ذات پر دلالت کرتا ہے جس کے قبیلہ تمیم کی طرف نسبت ہو اور ذی مال اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو صاحب مال ہو اور یہ معلوم ہے کہ یہ دلالت عام ہے اور اگر یہ دلالت عام نہ ہو بلکہ بعض استعمالات میں ہو اس طرح کہ بعض مواضع میں ان معنیٰ کے حصول پر دلالت مقصود ہو جو کسی ذات عامہ میں پائے جاتے ہوں تو اس وقت اس غیر مشتق کا لغت واقع ہونا جائز ہے اور بعض استعمالات میں چونکہ اس عموم کے معنیٰ پر دلالت مقصود نہیں ہوتی اسلئے اس وقت اس غیر مشتق کا لغت واقع ہونا صحیح اور درست نہیں ہوگا جیسے مررت برجل ای رجل کی مثال میں ای رجل کا لفظ رجل کے کمال رجولیت پر دلالت کرتا ہے اس اعتبار کی بنا پر اس کا لغت واقع ہونا صحیح ہے اور ای رجل عندك کی مثال چونکہ یہ اس معنیٰ پر دلالت نہیں کرتا اس لئے یہاں اس کا لغت واقع ہونا درست نہیں ہے اور اسی طرح مررت بهذا الرجل کی مثال میں ہذا کا لفظ ذات مبہمہ پر دلالت کرتا اور رجل کا لفظ ذات معینہ پر دلالت کرتا ہے اور ذات معینہ کی خصوصیت بمنزلہ اس معنیٰ کے ہے جو ذات مبہمہ میں حاصل ہوں اس لئے رجل کا ہذا کے لفظ کے لئے لغت اور صفت واقع ہونا صحیح اور درست ہے اور بعض دوسرے مواضع میں چونکہ ان معنوں پر یہ دلالت مقصود نہیں ہوتی ہے اس لئے ایسے مواضع میں رجل کا صفت میں واقع ہونا درست نہیں ہوگا اور اسی وجہ سے بعض نحات اس طرف گئے ہیں کہ یہ رجل ہذا اسم اشارہ سے بدل ہے۔ اور بعض اس طرف گئے ہیں کہ یہ عطف بیان ہے اور اسی طرح مررت بزید ہذا کی مثال میں زید مشارالیہ ہے اور ہذا کا لفظ اس موضع میں اس معنیٰ پر دلالت کرتا ہے جو زید کی ذات میں حاصل ہوں پس یہ اس کی صفت واقع ہوگی اور دوسرے مواضع میں ان معنیوں پر دلالت نہیں کرتا اس لئے وہاں اس کا صفت واقع ہونا درست نہیں ہوگا

وتوصف النکرة لاالمعرفة بالجملة الخبریه التی هی فی حکم النکرة لان الدلالة علی معنیً فی متبوعه کما تجد فی للفرد کذالک توجد فی الجملة الخبریه و انما قید الجملة بالخبریه لان الانشائیة لاتقع صفة الابتاویل بعید کما اذا قلت جاء نی رجل اضربه ای مقول فی حقه امربه ای مستحق لان یؤمر بضربه و یلزم فیها الضمیر الراجع الی تلک النکرة للربط نحو جاء نی رجل ابوه قائم و اذا لم یکن فیها الضمیر الرابط تکون اجنبیة بالنسبة الی الموصوف فلا یصح ان تقع صفة له مثل جاء نی رجل زید عالم و یوصف بحال الموصوف ای بحال قائمة به نحو مررت برجل حسن اذا الحسن حال

الرجل وصفة و بحال متعلقه ای متعلق الموصوف یعنی بصفة اعتباریته تحصل له بسبب متعلقه **نحو مررت برجل حسن غلامه** اذکون الرجل حسن الغلام معنیٰ فیه و ان کان اعتبار یاً یعنی نکرہ کی صفت صرف وہ جملہ خبریہ واقع ہوتا ہے جو نکرہ کے حکم میں ہو کیونکہ دلالت متبوع کے معنٰی پر جس طرح مفرد میں پائی جاتی ہے اسی طرح جملہ خبریہ میں بھی پائی جاتی ہے اور مصنف نے جملہ کو خبریت کی قید سے اس لئے مقید کر دیا ہے کہ جملہ انشائیہ بغیر تاویل بعید کے صفت نہیں واقع ہوتا جیسے جاء نی رجل اضربه میں اضربہ کے جملہ کے جب تک مقول فی حقها ضربه سے مؤوّل نہ کیا جائے تو یہ رجل کی صفت واقع نہیں ہو سکتی اس تقدیر پر اس ترکیب کے معنٰی یہ ہیں کہ رجل اس کا مستحق اور قابل ہے جس کے مارنے کا حکم دیا جائے اور جب جملہ خبریہ نکرہ کی صفت واقع ہو تو اس میں بنا بر ربط اور تعلق کے اس نکرہ کی طرف ضمیر راجع ہونا ضروری اور لازمی ہے جیسے جاء نی رجل ابوه قائم میں ابوہ کی ضمیر بغرض ربط اور تعلق کے رجل نکرہ کی طرف راجع ہے اور اگر اس میں ضمیر رابط نہ ہو تو اس صورت میں یہ جملہ بہ نسبت موصوف کے اجنبیہ مانا جائے گا پس اس میں ضمیر اس کا صفت واقع ہونا رجل کے لئے درست نہیں ہوگا جیسے جاء نی رجل زید عالم کی مثال بوجہ نہ ہونے ضمیر کے زید عالم کے جملہ کا رجل کے لئے صفت واقع ہونا درست نہیں ہے اور نکرہ کی صفت اس حال سے بھی کی جا سکتی ہے جو موصوف کے ساتھ قائم ہو جیسے مررت رجل حسن کی مثال میں حسن رجل کی صفت اور اس کا حال قائم ہے اور موصوف کے متعلق کے حال بھی نکرہ موصوف ہو سکتا ہے یعنی نکرہ کی صفت وہ صفت اعتباری بھی واقع ہو سکتی ہے جو بہ سبب متعلق موصوف کے موصوف کی صفت واقع ہو جیسے مررت برجل حسن غلامه کی مثال میں اگر چہ حسن حقیقت میں غلامہ کی صفت ہے لیکن اس اعتبار سے کہ غلام کا حسن بعینہ مالک کا حسن ہوتا ہے اس لئے یہاں یہ حسن رجل کی صفت واقع ہوئی ہے اگر چہ یہ اعتباری ہے حقیقی نہیں **فالاول** ای النعت بحال الموصوف تبیعه ای الموصوف فی عشرة امور یوجد منها فی کل ترکیب اربعة فی الاعراب رفعاً و نصباً و جراً و التعریف و التنکیر والافراد و التثنیة والجمع والتذکیر و التانیث پس اول قسم لغت یعنی لغت بحال موصوف اپنے منعوت کے ساتھ دس امور میں مطابق ہوگی اور ان دس امور میں سے ہر ایک ترکیب میں چار چار امور پائی جا سکتے ہیں اور وہ امور عشرہ رفع نصب و جر اور تعریف و تنکیر و افراد و تثنیہ و جمع و تذکیر و تانیث ہیں یعنی ان امور عشرہ میں سے ہر ایک کلمہ میں چار چار امور جمع ہو سکتے ہیں **الا اذا کان صفت یستری فیها المذکر و المؤنث المفعول بمعنیٰ فاعل نحو رجل صبور وأمرة صبور او فعیل بمعنیٰ مفعول کرجل جریح وأمرة جریح او کان صفة مؤنثة تجری علی المذکر کعلامة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ تطابق کا رجل صبور امرة صبور اور رجل جریح و امرة جریح اور رجل علامة وأمرة علامة سے منقوض ہے کیونکہ یہاں صفت بحال موصوف موجود ہے اور باوجود اس کے یہاں لغت اپنے منعوت کے ساتھ تذکیر و تانیث میں مطابق نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ اس صفت میں ہے جس میں مذکر و مؤنث مستوی نہ ہوں اور نہ وہ صفت مؤنث مذکر پر جاری ہو اور امثال مذکورہ فی الشرح میں مذکر و مؤنث مستوی ہیں کیونکہ یہ فعول کے وزن پر ہیں اور فعول جو بمعنٰی فاعل کے ہو اس میں مذکر و مؤنث مستوی ہوتے ہیں اور اس طرح فعیل کے وزن میں بھی جو بمعنٰی مفعول کے ہو مذکر و مؤنث برابر ہوتے ہیں امثال مذکور ہو چکی ہیں اور اسی طرح اگر صفت مؤنث مذکر پر جاری کی گئی ہو تو اس میں بھی مطابقت ضروری نہیں ہے جیسے علامتہ کا لفظ ہے کہ یہ لفظ صرف مذکر پر جاری کیا جا سکتا ہے مؤنث کی صفت واقع نہیں ہوگا **و الثانی** ای النعت بحال متعلق الموصوف یتبعه فی الخمسة الاول و هی الرفع و النصب و

الجر و التعریف و التنکیر و یوجد منها فی کل ترکیب اثنان و فی البواقی من تلک الا مور العشرة و هی ایضا خمسة الافراد و التثنیة و الجمع و التذکیر و التانیث کا لفعل یشبه به یعنی ینظر الی فاعله فان کان مفرداً او مثنیً او مجموعاً افرد کما یضرد الفعل و ان کان مذکراً و مؤنثاً حقیقیاً بلا فصل طابقه و جوباً کما یطلق الفعل فاعله فی التذکیر و التانیث و ان کان فاعله مؤنثاً غیر حقیقی او حقیقیاً مفعولاً یذکر او یؤنث جوازاً تقول مررت برجل قاعد غلامه مثل یقعد غلامه و برجلین قاعد غلاهما مثل یقعد غلاهما و برجال قاعد غلامهم و مررت بامرة قائم ابوها مثل یقوم ابوها وبرجل قائمة جاریة مثل تقوم جاریة وبرجل معمور او معمورة داره مثل یعمر او تعمر داره و برجل قائم او قائمة فی الدار جاریة مثل یقوم او تقوم فی الدار جاریة اور ثانی یعنی لغت بحال متعلق موصوف خمسہ اول میں موصوف کے موافق ہوگی اور وہ خمسہ اول رفع ونصب وجر وتعریف وتنکیر ہیں اوران خمسہ اشیاء میں سے ہر ترکیب میں دو دو پائے جاتے ہیں اوران امور عشرہ کے باقی میں اور وہ باقی بھی پانچ ہیں افراد و تثنیہ وجمع وتذکیر وتانیث ان اشیاء میں لغت بوجہ مشابہت لغت بحال متعلق موصوف کے مثل فعل کے ہوگی یعنی لغت کے فاعل کو دیکھیں گے اگر وہ مفرد ہو یا تثنیہ یا جمع تو جس طرح ان صورتوں میں فعل مفرد لایا جاتا ہے اسی طرح یہاں لغت بھی مفرد لائی جائی گی اور اگر فاعل لغت مذکر ہو یا مؤنث حقیقی بلا فصل کے تو اس صورت میں درمیان لغت اور منعوت کے مطابقت ضروری اور واجب ہے یعنی جس طرح فعل کا فاعل مذکر یا مؤنث بلا فصل کے ہو تو اس صورت میں فعل اپنے فاعل کے ساتھ تذکیر اور تانیث میں مطابق ہوتا ہے اسی طرح لغت کا فاعل اگر مذکر یا مونث حقیقی بلا فصل کے ہو تو اس صورتمیں بھی لغت اپنے منعوت کے ساتھ میں مطابق ہوگی اور اگر لغت کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا حقیقی ہو مگر فصل کے ساتھ ہو تو اس صورت میں مذکر لانے اور مونث لانے میں اختیار ہے مذکر کر دینا اور مونث کرنا دونوں جائز ہیں یعنی جس طرح فعل کا فاعل مونث غیر حقیقی ہو یا حقیقی مفعول ہو تو اس صورت میں فعل کی تذکیر اور تانیث دونوں جائز ہیں اسی طرح اگر لغت کا فاعل مونث غیر حقیقی یا حقیقی مفعول ہو تو اس صورت میں اس کی تذکیر وتانیث دونوں جائز ہیں اور مثالیں سب صورتوں کی شرح میں مذکور ہیں غور کر کے معلوم کرلیں فان قلت اذا نظرت حق النظر وجدت الاول وهوالوصف بحال الموصوف ایضافی الخمسة البواقی کالفصل لان فاعله کا لضمیر المستکن فیه الراجع الی موصوفه والفعل اذا اسند الی الضمیر یلحق الالف فی التثنیة والواو فی جمع المذکر العاقل والنون فی جمع المونث وینث فی الواجد المونث ولذالک قلت مررت برجل ضارب وبرجلین ضاربین وبرجال ضاربین وبامرة ضاربة وبامرتین ضاربتین وبنسوة ضاربان کما تقول فی الفعل یضرب ویضربان ویضربون وتضرب وتضربان ویضربن فلم خصصت الثانی بهذاالحکم یہ ایک سوال ہے جو فاالاول یتبعہ الخ کے قاعدہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب دقیق اور تعمق کی نظر سے دیکھیں تو قسم اول یعنی وصف بحال موصوف کو بھی خمسہ باقی میں مثل فعل کے پائینگے کیونکہ اس کا فاعل مثل اس ضمیر مستکن کے ہے جو فعل میں فاعل کی طرف راجع ہو اسی طرح یہاں بھی لغت کا فاعل مثل اس ضمیر مستتر کے ہوگا جو اس میں منعوت اور موصوف کی طرف راجع ہو اور فعل جب ضمیر کی طرف مسند ہو تو اس میں تثنیہ کی حالت میں الف تثنیہ اور جمع مذکر عاقل میں واو جمع اور جمع مونث میں نون جمع ملحق ہوتے ہیں اور واحد مونث میں مونث لایا جاتا ہے اور اسی وجہ سے مررت برجل ضارب وبرجلین ضاربین وبرحال ضاربین وبامرة ضاربة وبامرتین ضاربتین وبنسوة ضاربات پڑھتے

ہیں جیسے فعل سین یضرب ویضربان ویضربون وتضرب وتضربان ویضربین پڑھتے ہیں پس قسم ثانی کو اس حکم کے لئے کیونکر خاص
کیا **قلنا المقصود الاصلی فی ھذاالمقام بیان نسبته الوصفین الی الموصوف بالتبعیة وعدمھاولما کان
الوصف الاول یتبعه فی الامور العشرة وکان لاتخرجه مشابھة للفعل فی الخمسة البواقی عن ھذاہ
التبعیة لما عرفت اکتفی فیه بالحکم علیه بالتبعیة بخلاف الوصف الثانی فانه لما حکم علیه بالتبعیة
الاول لم یکتف فیه باحکم بعدم التبعیة فانه غیر مضبوط بل بین ضابطته عدم بتعیة له بکونه کالفعل
بالنسبة الی الظاھر بعده لتبین حاله عند عدم التبعیة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا جواب دیا ہے
جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ مقصود اصلی مصنف کا اس مقام میں موصوف کے وصفین کی متابعت اور عدم متابعت کی نسبت کا بیان کرنا ہے
چونکہ صفت اول اپنے موصوف کے ساتھ میں امور عشرہ مذکورہ بالا میں متابع اور موافق تھی اور فعل کی مشابہت اس کو خمسہ باقی میں اس متابعت اور
موافقت سے خارج نہیں کرسکتی تھی جیسا کہ مررت برجل ضارب بالغ کی امثال کے خمس میں معلوم کرلیا ہے اس لئے یہاں اس پر متابعت کا حکم
لگا کر اکتفاء کیا بخلاف صفت ثانی کے کہ یہاں صرف خمسہ اول میں متابعت کا حکم لگایا ہے اس لئے اسمیں عدم متابعت کے حکم پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ
وفی البواقی کا لفعل کا قول اور بڑھایا کیونکہ یہ عدم متابعت کے حکم پر اکتفاء یہاں مضبوط نہیں ہے اس لئے مصنف نے عدم متابعت کا
قاعدہ اس کے مثل فعل کے ہونے کا بہ نسبت ظاہر کے بیان کیا تا کہ اس کی عدم متابعت کی حالت بھی معلوم ہوسکے **ومن ثم ای ومن اجل
کون الوصف الثانی فی الخمسة البواقی کالفعل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ یہاں کلمہ من اجلیہ ہے
یعنی اس وجہ سے کہ صفت ثانی خمسہ باقی میں مثل فعل کے ہے اس لئے قام رجل قاعد غلمانہ کی ترکیب حسن ہے **حسن قام رجل قاعد
غلمانه کما حسن یقعد غلمانه وحسن ایضاقاعدہ غلمانه لان الفاعل مونث غیر حقیقی کما حسن تقعد
غلمانه** یعنی جس طرح یقعد غلمانه اور قاعدہ غلمانه کی ترکیبیں حسن ہیں اس طرح قام رجل قاعد غلمانه کی ترکیب بھی حسن ہے
کیونکہ یہاں فاعل مونث غیر حقیقی ہے اور مونث غیر حقیقی میں تذکیر فعل اور تانیث دونوں جائز ہیں جیسا کہ سابق میں تشریح کے ساتھ معلوم ہو چکا ہے
**وضعف قام رجل قاعدون غلمانه لانه بمنزلة یقعدون غلمانه والحاق علامتی المثنی والمجموع
فی الفعل المسند الی ظاھر ھما ضعیف** یعنی قائم رجل قاعدون غلمانه کی ترکیب اس لئے ضعیف ہے کہ یہ بمنزلہ
یقعدون غلمانه کے ہے اور معلوم ہے کہ اس فعل میں جو اسم ظاہر کی طرف مسند ہو علامات تثنیہ اور جمع کا ملحق کر دینا ضعیف ہے کیونکہ یہ اذا
اسند الفعل الی الظاھر وحد الفعل ابداً کے قاعدہ کلیہ کے مخالف ہو جاتا ہے **ویجوز من غیر حسن لا ضعف قعود
غلمانه وان کان قعوداً جمعاً ایضاً کقاعدون لانک اذاکسرت الاسم المشابه للفعل خرج لفظاً عن
موازنة الفعل ومناسبة لان الفعل لایکسر فلم یکن قعود غلمانه مثل یقعدون غلمانه الذی اجتمع فیه
فاعلان فی الظاھر** یہاں اوپر کے قاعدہ کلیہ پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ قعود غلمانه کی مثال سے منقوض ہے
کیونکہ یہ اپنے فاعل کی جمعیت کے ساتھ جمع ہے پس مناسب ہے کہ یہ قاعدہ جائز نہ ہو حالانکہ جائز ہے مصنف کافیہ نے خود ہی اس کا جواب اس طرح
دیا کہ یہ مثال بغیر حسن لا ضعف کے جائز ہے اگرچہ فاعل کے ساتھ قعود بھی جمع ہے مثل قاعدوں کے اس کے یہ جواز اس بنا پر ہے کہ جب
اسم مشابہ فعل کو جمع تکسیر کے ساتھ جمع ﴿ کر دیتے ہیں تو وہ فعل کے لفظی موزون اور مناسب سے خارج ہو جاتا ہے کیونکہ فعل جمع تکسیر سے ساتھ جمع

نہیں ہوتا ہے نہیں ہوتا پس قعود غلما نہ مثل یقعدون غلمانہ کے مثل نہیں ہوا جس میں بظاہر دو فاعل جمع معلوم ہوتے ہیں لہٰذا یہ ترکیب جائز ثابت ہوئی **الا ان تخرج الواؤ من الاسمية الى الحرفية او يجعل المظهر بدلاً من المضمر او يجعل الفعل خبراً مقدما على المبتداء** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ فاعلوں کا جمع ہونا ممنوع ہے پس چاہیئے کہ یہ ترکیب ممتنع ہو حالانکہ مصنف نے جواز مع ضعف کا حکم دیا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ مسلم ہے لیکن اس کا جواز بنا بر احتمال وجہ آخر ہے اور وہ یہ کہ ممکن ہے کہ واؤ کو اسمیت سے حرفیت کی طرف خارج کیا جائے اور اس کو حرف وال علی جمعیۃ الفاعل ٹھہرایا جائے یا فاعل ضمیر ہو اور اسم ظاہر کو اس سے بدل قرار دیا جائے یا غلمانہ اسم ظاہر ترکیب میں مبتداء مؤخر ہو اور قعود فعل اس پر خبر مقدم مانی جائے ان وجوہات کے احتمال کی بنا پر یہ ترکیب جائز ٹھہری ہے **و المضمر لا يوصف لان ضمير المتكلم و المخاطب اعرب المعارف وار ضحها فلا حاجة لهما الى التوضيح** یعنی ضمیر موصوف واقع نہیں ہوگی کیونکہ متکلم اور مخاطب کی ضمیریں اعراف للعارف اور اوضح المعارف ہیں پس ان کی توضیح اور تعریف کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس سے تحصیل حاصل لازم آتی ہے اور یہ باطل ہے **و حمل عليها ضمير الغائب و على و صف الموضع الوصف المادح والذم وغيرهما طردً اللباب** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ اس دلیل سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ضمائر وصف موضح کے محتاج نہیں مطلق اوصاف کا عدم احتیاج اس سے معلوم نہیں ہوتا پس چاہیئے کہ اوصاف مادح اور ذم وغیرہما کے محتاج ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر غائب متکلم اور مخاطب کی ضمیروں پر محمول ہے اور اسی طرح وصف مادح اور ذم وغیرہما وصف موضح پر طرداللباب محمول ہیں لہٰذا ضمیر مطلق اوصاف کا محتاج نہیں خواہ وہ اوصاف موضح ہوں یا مادحہ اور ذم وغیرہما ہوں **ولا يوصف به لانه ليس فى الضمر معنىً الوصفية وهو الدلالة على قيام معنىً بالذات لانه يدل على الذات لا على قيام معنىً بها وكانه لم يقع فى بعض النسخ قوله لا يوصف به ولهذا اعتذر الشارح رحمة الله تعالىٰ عليه الرضى وقال ولم يذكر المصنف انه يوصف بالضمير لانه تبين ذالك بقوله** یعنی ضمائر کسی شے کی صفات بھی واقع نہیں ہوتی ہیں کیونکہ ضمائر میں وصفیت کے معنٰی نہیں ہوتے اور وہ معنٰی کے قیام پر بالذات دلالت کرتا ہے کیونکہ ضمائر ذات پر دلالت کرتی ہیں معنٰی کے قیام پر دلالت نہیں کرتی اور گویا ولا یوصف بہ کا قول بعضے نسخوں میں واقع نہیں ہے اسی وجہ سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے عذر کر کے کہا ہے کہ مصنف کا فیہ نے لا یوصف بالضمیر کا قول ذکر نہیں کیا ہے کیونکہ اس حکم کو انہوں نے والموصوف اخص او مساوٍ کے قول میں بیان کیا ہے **و اموصوف اخص او مساوٍ اى الموصوف المعرفة اشد اختصاصاً با التعريف و المعلومية من صفة يعنى اعرف منهات لانه المقصود الاصلى فيجب ان يكون اكمل من الصفة فى التعريف او مساو يا لها لان او لم يكن اكمل منها فلا اقل من ان لا يكون او دن منها و المنقول عن سيبويه و عليه جمهور النحاة ان اعرفها المضمرات ثم الا علام ثم اسماء الاشارة ثم المعرف باللام و المصولات بينهما مساواة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بنابریں قاعدہ مذکورہ بلا حیوان ناطق کی مثال میں حیوان کی توصیف ناطق سے جائز نہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہاں موصوف نہ اخص ہے اور نہ مساوی بلکہ اعم ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ یہاں خصوص اور مساوات سے مراد خصوص اور مساوات تعریف اور معلومیت میں ہے ما صدق

علیہ میں مقصود نہیں اور مثال مذکور میں مساوات ما صدق علیہ میں ہے یعنی موصوف معرفہ میں خصوصیت تعریف اور معلومیت کی صفت سے زیادہ ہوتی ہے کیونکہ موصوف معرفہ صفت سے اعرف ہوتا ہے کیونکہ یہی مقصود اصلی ہوتا ہے پس واجب ہے کہ موصوف صفت سے تعریف میں اکمل ہو یا اس کا مساوی ہو کیونکہ اگر موصوف صفت سے اکمل نہ ہو تو کم از کم اس سے کم بھی نہ ہو بلکہ مساوی ہو اور سیبویہ سے منقول ہے کہ اعرف المعارف مضمرات ہیں پھر اعلام پھر اسمائے اشارات پھر معرفہ باللام اور موصولات کا درجہ ہے اور یہ معلوم ہے کہ درمیان معرفہ باللام اور موصولات کے مساوات ہے۔ اور یہی جمہور نحات کا بھی مذہب ہے **ومن ثم ای ومن اجل ان الموصوف اخص اومساوٍ لم یوصف ذواللام الابمثله ای ذی اللام الأخر اوالموصول فانه ایضاً مماثل الذی اللام لما عرفت بینهما فی المساوات فی التعریف نحو جاء نی الرجل الفاضل او الرجل الذی کان عندک امس او بالمضاف الی مثله ای مثل المعرف باللام بلاواسطة نحو جاء نی الرجل صاحب الفرس اوبواسطة نحو جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس لان تعریف المضاف مساوٍ لتعریف المضاف الیه اوانقص منه علی الخلاف الواقع بین سیبویه وغیره بخلاف سائر المعارف فانها اخص من ذی اللام فلووقع اخص نعتاً لغیر اخص فهو محمول علی البدل عند صاحب هذا المذهب** یعنی اس وجہ سے کہ موصوف میں یہ شرط ہے کہ اخص ہو یا مساوی ذواللام کی صفت ذواللام ہی واقع ہوگی یعنی معرفہ باللام کی صفت معرفہ باللام ہی ہوگی یا موصول کیونکہ موصول بھی معرفہ باللام کا تعریف میں مماثل ہے جیسے جاء نی الرجل الفاضل اور الرجل الذی عندلک آمس کی مثالوں میں ہے یا معرفہ باللام کی صفت وہ مضاف ہوگا جو معرفہ باللام کی طرف مضاف ہو بلاواسطہ جس کی مثال جاء نی الرجل صاحب الفرس ہے یا بواسطہ جس کی مثال جاء نی الرجل صاحب لجام الفرس ہے کیونکہ مضاف کی تعریف مضاف الیہ کی تعریف کے مساوی ہوتی ہے یا اس سے انقص بنا بر اس اختلاف کے جو درمیان سیبویہ اور اس کے غیر کے واقع ہے بخلاف باقی معارف کے کہ وہ معرفہ باللام سے اخص ہوتے ہیں پس اگر اخص غیر اخص کے صفت واقع ہو تو وہ اس مذہب والے کے نزدیک بدل پر محمول ہوگا لفت اخص مصنف کافیہ کے نزدیک بدل پر محمول ہوگی یہاں اس قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا پر ایک اعتراض وارد ہوا جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف نے یہ قاعدہ باندھا ہے کہ موصوف میں شرط یہ ہے کہ اخص ہو یا مساوی پس بنا بریں مناسب ہے کہ اسم اشارہ کی توصیف اسم اشارہ سے جائز ہو کیونکہ یہاں مساوات ہے اور باوجود اس کے نحات نے باب ہذا کی توصیف معرفہ باللام سے لازم ٹھہرائی ہے آگے چل کر مصنف خود اس کا جواب دیتے ہیں **وانما التزم وصف باب هذا ای باب اسم اشارة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ باب ہذا سے مراد باب اسم اشارہ ہے **بذی اللام مثل مررت بهذا الرجل مع ان القیاس یقتضی جواز وصفه بذی اللام والموصول والمضاف الی احدهما للابهام الواقع فی هذ الباب بحسب اصل الوضع المقتضی لبیان الجنس فاذا ارید رفع لا یتصور بمثله لابهامه ولایلیق بالمضاف المکتسب التعریف من المضاف الیه لانه کالاستعارة من المستعیر والسوال عن المحتاج الفقیر فتعین ذواللام لتعینه فی نفسه وحمل الموصول علیه لانه مع صلة مثل ذی اللام مثل مررت بهذا الذی کرم ای یکرم** یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ باب ہذا کی توصیف معرفہ باللام سے نحات نے اس لئے لازمی ٹھہرائی ہے کہ اس باب ہذا میں بحسب اصل وضع ابہام واقع ہے جس کا مقتضی جنس ہے پس اگر اس ابہام کا رفع کرنا مقصود ہو تو بوجہ ابہام ہذا اسم

اسم اشارہ کے ہذا اسم اشارہ آخر سے اس کا رفع کرنا متصور نہیں ہوگا کیونکہ اس ابہام کی رفع کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں اول مضاف سے ثانی اسم اشارہ سے ثالث ذی اللام سے بنابر اول استعارہ مستعیر سے اور سوال محتاج فقیر سے لازم آجائے گا کیونکہ مضاف خود مضاف الیہ سے تعریف حاصل کرتا ہے اور بنابر ثانی غیر کے رفع ابہام متصور نہیں کیونکہ اسم اشارہ فی نفسہ مبہم ہے پس وہ رفع ابہام غیر کیونکر کرسکے گا پس بوجہ ضرورت اور مجبوری کے صرف معرفہ باللام ہی اس رفع ابہام کے لئے متعین ٹھہرا کیونکہ یہ فی نفسہ متعین ہوتا ہے اور موصول اس پر محمول ہے کیونکہ یہ اپنے صلہ سے مل کر تعیین میں مثل معرفہ باللام کے ہے جیسے مررت بھذا الذی کرم الذی یکرم...... میں ہے یعنی مررت بھذا الرجل کی ترکیب میں قیاس کا مقتضی یہ ہے کہ اس کی توصیف کا جواز معرفہ باللام یا موصول یا مضاف الی احدھما سے ہو لیکن بوجہ ابہام کے اس کی توصیف کے لئے معرفہ باللام ہی متعین ہے اور موصول اس پر محمول ہے **ومن ثم ای ومن رجل ان العزام وصف باب هذا بذی اللام الرفع الابهام بیان الجنس ضعف مررت بهذاالابیض لانه لاتبین به جنس المبهم لان الابیض عام لایختص بجنس دون جنس وحسن مررت بهذا لعالم لانه تبین به ان المشار الیه** انسان بل رجل یعنی اس وجہ سے کہ باب ہذا کی توصیف کا التزام ذی اللام سے بنابر رفع ابہام بیان جنس سے ہے اس لئے مررت بھذا الابیض کی ترکیب ضعیف ہے کیونکہ اس سے جنس مبہم کا بیان نہیں ہوسکتا کیونکہ ابیض عام ہے اس کے کسی خاص جنس سے خصوصیت نہیں ہے بخلاف مررت بھذا لعالم کی ترکیب کے کہ یہ حسن ہے کیونکہ اس سے مشار الیہ کا بیان ہوتا ہے کہ وہ انسان بلکہ رجل ہے یعنی عالم کی توصیف سے یہ معلوم ہوا کہ ہذا کا مشار الیہ انسان ہے کیونکہ یہ عالم انسان سے مختص ہے پس جب یہ لفظ ہذا کی صفت واقع ہوا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا مشار الیہ انسان ہے کیونکہ یہ انسان کے سوا کسی اور حیوان کی صفت نہیں ہے پس بوجہ بیان جنس مشار الیہ کے یہ ترکیب حسن ٹھہری۔ **العطف یعنی المعطوف بالحرف** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ العطف کا لفظ ترکیب میں مبتداء اور تابع کا لفظ اس کی خبر واقع ہوئی ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ خبر مبتداء پر محمول ہوتی ہے اور یہاں یہ حمل درست نہیں کیونکہ اس سے ذات کا حمل صرف وصف پر لازم آتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں عطف مصدر سے مراد معطوف بالحرف مراد ہے لہٰذا اب اس تقدیر پر حمل درست ثابت ہوا **تابع مقصود ای قصد نسبته الی شئی او نسبة شئی الیه بالنسبة الواقعة فی الکلام** یعنی معطوف بالحرف وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے ساتھ مقصود بالنسبت ہو یعنی اس کی نسبت کسی شے کی طرف مقصود ہو یا اس کی طرف کسی شے آخر کی نسبت مطلوب ہو لیکن یہ مقصود بالنسبت اس نسبت سے ہو جو کلام میں واقع ہو **فقوله بالنسبة متعلق بالقصد المفهوم من المقصود** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ نسبت کے قول کا تعلق بظاہر مقصود کی لفظ سے معلوم ہوتا ہے حالانکہ اس سے متعلق نہیں ہوسکتا کیونکہ اس صورت میں معطوف بنفسہ مقصود بالنسبت ہوجائیگا حالانکہ ایسا نہیں اس لئے کہ مقصود بالنسبت معطوف کی نسبت ہوتی ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بالنسبۃ کا قول قصد سے متعلق ہے جو مقصود کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے **مع متبوعه ای کما یکون هو مقصوداً تلک النسبة یکون متبوعه ایضاً مقصوداً بها نحو جاء نی زید وعمر وفعمر وتابع لانه معطوف علی زید قصد نسبة المجئی الیه مقصودة کذالک نسبة الی زید الذی هو متبوعه ایضاً مقصودة فقوله مقصود بالنسبة احتراز عن غیر البدل من التوابع لانها غیر مقصودة بل المقصود متبوعاتها وقوله مع متبوعه احتراز عن البدل لانه**

المقصود دون متبوعه یعنی جس طرح معطوف مقصود بالنسبت ہوتا ہے اسی طرح اس کا متبوع مع معطوف علیہ بھی مقصود بالنسبت ہوگا جیسے جاء نی زید وعمرو کی مثال میں عمر تابع ہے کیونکہ وہ زید پر معطوف ہے اور اس کی طرف بھی مجیت کی نسبت کلامی مقصود ہے اور جس طرح عمرو کی طرف مجیت کی نسبت مقصود ہے اسی طرح زید کی طرف بھی مقصود ہے جو اس کا متبوع ہے پس مقصود بالنسبۃ کے قول میں بدل کے علاوہ جملہ توابع سے احتراز کیا کیونکہ وہ مقصود بالنسبت نہیں ہوتے بلکہ مقصود بالنسبت متبوعات ہوتے ہیں اور مع متبوعہ کے قول میں بدل سے احتراز کیا کیونکہ یہ مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا قیل یخرج بقوله مع متبوعه المعطوف بلا وبل ولکن وام واما واو لان المقصود بالنسبت معها احد الامرین من التابع والمتبوع لا کلاهما یہ ایک سوال ہے جو معطوف بالحرف کی تعریف پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تعریف جامع نہیں کیونکہ اس سے معطوف بہ بلا وبل ولیکن واو واما وام خارج ہوا کیونکہ یہاں ان حروف مذکورہ کے ساتھ مقصود بالنسبت احد الامرین ہوتا ہے یعنی تابع یا متبوع دونوں مقصود بالنسبت نہیں ہوتے ہیں اجیب بان المراد یکون المتبوع مقصوداً بالنسبة ان لا یذکر لتوطیه ذکر التابع ویکون التابع مقصوداً بالنسبة ان لا یکون کالفرع علی المتبوع من غیر استقلال به ولا شک ان المعطوف والمعطوف علیه بتلک الحروف سعة مقصود ان بالنسبة معاً بهذا المعنیٰ یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ متبوع کے مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ تابع کے ذکر کے لئے توطیہ اور وسیلہ نہ ہو اور تابع کے مقصود بالنسبت ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے متبوع پر متفرع نہ ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس معنیٰ کی بنا پر حروف سعہ مذکورہ کے معطوف اور معطوف علیہ دونوں مقصود بالنسبت ہیں لہٰذا اب تعریف جامع ہوگی و لما تم الحد بما ذکره جمعاً منعاً ار دفه زیادة التوضیح بقوله اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معطوف کی تعریف عبارت سابق حاصل ہو چکی ہے پس یتوسط کا قول بیکار اور بے ضرورت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اگرچہ معطوف کی تعریف عبارت سابق سے جامعیت اور مانعیت کے اعتبار سے تمام ہوگئی لیکن اس کے بعد و یتوسط کے قول کو صرف زیادت وضاحت کے لئے بڑھا کر ذکر کیا ہے لہٰذا اس کا ذکر بیکار نہیں بلکہ با کار اور ضروری ہے یتوسط بینه ای بین ذالک التابع اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ بینہ کی ضمیر مجرور تابع مذکور کی طرف راجع ہے و بین متبوعه احد الحروف العشرة وسیاتی تفصیلها فی قسم الحروف انشاء الله تعالیٰ یعنی درمیان تابع اور اس کے متبوع کے دس حروف عاطفہ میں سے ایک حرف کا آنا ضروری ہے اور قسم حروف میں انشاء اللہ ان حروف مذکورہ کی تفصیل اور تشریح آئے گی مثل قام زید و عمرو و لم یکتف بقولة تابع یتوسط بینه و بین متبوعه احد الحروف العشرة لان الحروف قد تتوسط بین الصفات مثل جاء نی زید العالم و الشاعر والد بین فالصفة الداخل علیها حرف العطف کا الشاعر والد بیر لها جهتان احد هما کونها صفة لزید تابعة له بتبعیة المعطوف علیه واخر هما کونها معطوفاً علی الصفة المتقدمة لها اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ تعریف سے مقصود جامعیت اور مانعیت ہوتی ہے اور یہ العطف تابع الخ کے قول سے حاصل ہوگئی ہے پس تابع مقصود بالنسبۃ کے قول کی کیا حاجت اور ضرورت ہے اور یتوسط بینه و بین متبوعه الخ کے قول پر اکتفاء کیوں کر نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا ہے کہ تابع یتوسط بینه وبین متبوعه

الخ کے قول پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ اگر اس پر اکتفا کرتے تو تابع کی تعریف دخول غیر سے مانع نہوتی. کیونکہ اس میں صفات داخل ہوتے اس لئے کہ حروف عاطفہ درمیان صفات کے بھی مستعمل ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید العالم و الشاعر والدبیر کی مثال میں ہے کہ اس میں صفات شاعر اور دبیر کے الفاظ ہیں جن کے درمیان واؤ حروف عاطف داخل ہوا ہے مگر یہاں شاعر اور دبیر کے دو اعتبار ہیں ایک یہ زید کی صفت مانی جائے اور باعتبار معطوف علیہ یعنی صفت اول کے اس کا تابع ٹھہرایا جائے دوسرا اعتبار یہ کہ اس کو صفت اول پر معطوف کر کے صفت اول کا تابع مانا جائے یہاں اعتبار اول کی بنا پر تابع کہہ دیا ہے ویصدق علی هذه الصفة من جهة الاولیٰ انها تابعة لانها صفة لزيد يتوسط بينها و بين زيد حروف العطف لان توسط حرف العطف بين شيئين لا يلزم ان يكون العطف الثاني على الاول فلو لم يكن قوله مقصود با النسبة مع متبوعه لدخل هذه الصفة من جهتها الاولیٰ فی حد المعطوف و هی من هذه الجهة ليست معطوفةً فلم يبق مانعاً اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ حرف عاطفہ درمیان صفت اور موصوف کے داخل نہیں ہوتا جب کہ درمیان صفات کے داخل ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اعتبار اول کے بنا پر تابع کی تعریف صفات کی تابعیت پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ اس اعتبار کی بنا پر شاعر اور دبیر کے الفاظ زید کے صفات ہیں کیونکہ درمیان ان الفاظ اور زید کے حرف عاطف واؤ داخل ہوا ہے اور حرف عطف کے توسط درمیان شیئین سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ عطف ثانی اول ہی پر ہو پس اگر مقصودا باالنسبۃ مع متبوعہ کا قول نہ ہوتو اعتبار اول کی بنا پر معطوف کی تعریف میں یہ صفات داخل ہو جائیں اور حالانکہ یہ اس اعتبار مذکور کی بنا پر معطوف نہیں پس تعریف مانع نہ رہی لہذا مقصوداً باالنسبۃ کے قول کا پڑھانا ضروری ہوا وقيل جوز الزمخشری وقوع الواوبين الموصوف والصفة لتاكيد اللصوق فی مواضع عديدة من الكشاف وحكم المصنف فی شرح المفصل فی مباحث الاستثناء ان قوله تعالیٰ ولهامنذرون فی قوله وما اهلكنا من قريعه الاولها منذرون صفة لقرية فلواكتفى بقوله تابع يتوسط لدخل فيه مثل هذاه الصفة ونقل عن المصنف انه قال فی اما لی الكافية ان العاقل فی مثل جاء نی زيد العالم والعاقل تابع يتوسط بينه وبين متبوعه احد الحروف العشرة وليس بعطف علی التحقيق وانما هو باقٍ علی ماكان عليه فی الوصفية وانما حسن دخول العاطف لنوع من الشبه باالمعطوف لما بينهما من التغائر فلو حد العطف كذالک لدخل فيه بعض الصفات مع انه ليس بمعطوف اس میں اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف کے متعدد مقامات میں ذکر کیا ہے کہ واؤ کا وقوع درمیان موصوف اور صفت کے لصوق اور اتصال کے لئے جائز ہے اور مصنف کافیہ نے بھی شرح مفصل میں استثناء کے مباحث میں حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وما اهلكنا من قریہ الخ کے قول ہیں لها منذرون کا قول قریہ کی صفت ہے اگر مصنف معطوف کی تعریف میں تابع یتوسط کے قول پر اکتفاء کرتے تو اس تعریف میں اس قسم کی صفت داخل ہوتی اور مصنف کافیہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کافیہ کی شرح امالی میں لکھا ہے کہ جاء نی زيد العالم والعاقل کی مثال میں عاقل کا لفظ تابع ہے جو اس کے اور اس کے متبوع کے درمیان حروف عشرہ میں ایک حرف کا توسط آیا ہے لیکن یہ حقیقت میں معطوف نہیں بلکہ یہ اپنی اس اصل حالت وصف پر باقی ہے جس پر پیشتر تھا اور یہاں دخول حرف عاطف صرف اس لئے حسن ہے کہ صفت کی معطوف کے ساتھ ایک نوع مشابہت ہے اور وہ تغائر ہے یعنی جس طرح معطوف معطوف علیہ سے مغائر ہوتا ہے اسی طرح صفت اپنے موصوف سے مغائر ہوتی ہے

پس اگر معطوف کی تعریف اسی طرح کی جائے تو اس میں بعض صفات داخل ہو جائینگی حالانکہ یہ معطوف نہیں ہوتی ہیں **وقال بعضهم فيه نظر لان الحروف المتوسط بينها عاطفة لدلالتها فيها على ما تدل عليه في غيرها من الجمع والترتيب وغيرذالک ففي جعلها غيرعاطفة في الصفات وعاطفة في غيرها ارتكاب امر بعيد من غير ضرورة داعية اليه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک سوال پر تنبیہ کرتے ہیں جس کی تشریح یہ ہے کہ حروف متوسطہ عاطفہ درمیان صفت اور موصوف کے عطف کے معنی پر دلالت کرتے ہیں اور وہ جمع اور ترتیب وغیرہ ذالک ہے پس ان کو صفت اور موصوف کے علاوہ میں عاطفہ ٹھہرانا اور صفت اور موصوف میں غیر عاطفہ ٹھہرانا بلا ضرورت داعیہ کے ایک امر بعید کا اختیار کرنا ہے اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے مغائرت بالذات ہوتی ہے اور درمیان صفت اور موصوف کے اتحاد بالذات ہوتا ہے پس کس طرح ایک عین آخر ہوسکتا ہے اس لئے صفت کے علاوہ میں عاطفہ ٹھہرانا اور صفات میں غیر عاطفہ ٹھہرانا ضروری اور لازمی ہوا **واذا عطف على الضمير المرفوع لاالمنصوب والمجرور المتصل بارزا كان اومستترا الاالمنفصل اكد بمنفصل اولاً ثم عطف عليه وذالک لان المتصل المرفوع كالجزء مما اتصل به لفظا من حيث انه متصل لايجوز انفصاله ومعنىً من حيث انه فاعل والفاعل كاالجزء من الفعل فلو عطف عليه بلاتاكيد كان كمالو عطف على بعض حروف الكلمة فاكد اولاً بمنفصل لانه بذالک يظهران ذلک المتصل وان كان كاالجزء منفصل من حيث الحقيقة بدليل جواز افراده مما اتصل به بتاكيده فيحصل له نوع استقلال** یعنی جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف مقصود ہو خواہ وہ ضمیر مرفوع متصل بارز ہو خواہ مستتر تو اول اس کی ضمیر منفصل سے تاکید کرتے ہیں بعدہ اس پر عطف کرتے ہیں بخلاف ضمیر منصوب اور مجرور اور منفصل کے کہ یہاں تاکید کی ضرورت نہیں ہے اور ضمیر منفصل سے تاکید اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ ضمیر مرفوع متصل فعل سے باعتبار لفظ کے بمنزلہ جز کے ہے پس اس حیثیت سے کہ وہ متصل ہے اس کا انفصال جائز نہیں اور باعتبار معنی کے بھی جائز ہے کیونکہ وہ فعل کا فاعل ہے اور فاعل سے بمنزلہ جز کے ہوتا ہے پس اگر اس پر بغیر تاکید منفصل کے عطف کیا جائے تو یہ ایسا ہوگا جیسا کہ کلمہ کے بعضے حروف پر عطف کیا جائے اور یہ درست نہیں پس بوجہ مجبوری اول ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے گی اس کے بعد عطف کیا جائے گا کیونکہ اس تاکید سے یہ ظاہر ہوگا کہ یہ ضمیر منفصل اگرچہ فعل سے بمنزلہ جز کے ہے لیکن حقیقت میں یہ فعل سے منفصل ہے کیونکہ اس کا فعل سے جاد کرکرنا بھی جائز ہے پس اس کو ایک قسم کا استقلال حاصل ہے اس استقلال کی بنا پر اس میں یہ تاکید صورت مذکورہ ضروری ہوئی **ولا يجوز ان يكون العطف هذا التاكيد لان المعطوف في حكم المعطوف عليه فكان يلزم ان يكون هذا المعطوف ايضاً تاكيداً وهو باطل فان كان الضمير منفصلاً نحو ما ضرب الا انت وزيد لم يكن كا الجزء لفظاً و كذا ان كان متصلاً منصوباً نحو ضربتک وزيداً لم يكن كا الجزء معنىً فلا حاجت فيها الى التاكيد بمنفصل** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ کہ جب ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے تو اس تقدیر پر یہ عطف دو حالتوں سے خالی نہ ہوگا موکد پر بنا بر اول محذور مذکور لازم ہو جائے گا اور بنا بر ثانی یہ تاکید ہوگی عطف نہیں ہوگا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ عطف موکد پر ہے اور اس عطف کا تاکید ہونا اس لئے جائز نہیں کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے پس اس سے یہ لازم آئے گا کہ یہ معطوف بھی تاکید ہے حالانکہ یہ درست نہیں ہے پس اگر ضمیر منفصل ہو جیسے ماضرب الاانت وزید کی مثال میں ہے تو اس صورت میں وہ ضمیر باعتبار لفظ کے فعل سے بمنزلہ جز

کے نہیں ہوگی اور اسی طرح اگر وہ ضمیر متصل منصوب ہو جیسے ضربتك وزیدا کی مثال میں ہے تو اس صورت میں وہ ضمیر باعتبار معنی کے کا الجزء نہیں ہوگی پس بنا بر اس ضرورت کے یہاں ضمیر منفصل سے تاکید کی حاجت اور ضرورت نہیں ہے مثل ضربت اناوزید وزید ضرب ہو وغلامہ یعنی ان امثال میں ضربت کی ضمیر متصل کی تاکید انا ضمیر منفصل اور ضرب کی ہو ضمیر مرفوع کی تاکید ہو ضمیر منفصل سے کی ہے جب یہ عطف صحیح ہوا ہے **الاان يقع فصل بين الضمير المرفوع المتصل وبين ماعطف عليه فيجوز تركه اى ترك التاكيد لانه قد طال الكلام بوجود الفصل فحسن الاختصار بترك التاكيد سواء كان الفصل قبل حرف العطف تحو ضربت اليوم وزيد او بعده كقوله تعالى ما اشركنا ولاآباؤنا فان المعطوف هو آباؤنا ولازائدة بعد حرف العطف لتاكيد النفى وانما قال يجوز تركه فانه قد يوكد بالمنفصل مع الفصل كقوله تعالى فكبكبوا فيها هم والغاون وقد لايوكد والامران معساويان هذا واعلم ان مذهب البصريين ان التاكيد بالمنفصل هو الاولى ويجوزون العطف بلاتاكيد ولافصل لاكن على قبح والكوفيون يجوز ونه بلاقبح** البتہ اگر درمیان ضمیر مرفوع متصل کے اور اس کے جو اس پر معطوف ہو فصل واقع ہو تو اس صورت میں تاکید کو چھوڑ دینا بھی جائز ہے کیونکہ فصل کے وجود کی بنا پر کلام میں طوالت ہوتی ہے پس تاکید کو چھوڑ کر اختصار کرنا حسن اور اچھا ہے برابر ہے کہ فصل حرف عطف کے قبل ہو جیسے ضربت الیوم وزید کی مثال میں ہے یا بعد ہو جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور فی الشرح میں ہے کہ اس میں معطوف صرف اباؤنا کا قول ہے اور لا بعد حروف عطف کے صرف نفی کی تاکید کے لئے بڑھایا ہے اور یجوز ترکہ اس لئے کہا کہ کبھی باوجود فصل کے بھی ضمیر منفصل سے تاکید کی جاتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے فکبکبو فیہا ہم والغاون کے قول میں ہے اور کبھی نہیں کی جاتی ہے اور یہ دونوں امر مستوی ہیں اس کو یاد کرنا چاہیئے اور سمجھنا چاہیئے کہ علمائے بصرہ ضمیر متصل کی تاکید کو منفصل سے اولیٰ قرار دیتے ہیں اور عطف کو بلا تاکید اور فصل کے جائز ٹھہراتے ہیں لیکن یہ جواز ان کے نزدیک بنا بر قبح ہے اور علمائے کوفہ اس عطف کو بلا قبح جائز مانتے ہیں **واذاعطف على الضمير المجرور اعيد الخافض حرفاً كان اواسماء لان اتصال الضمير المجرور بجاره اشد من اتصال الفاعل المتصل بالفعل لان الفاعل ان لم يكن ضميراً متصلا جاز انفصاله والمجرور لاينفصل من جاره فكره العطف عليه اذيكون كالعطف على بعض حروف الكلمة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خافض کا عموم بتا کر ضمیر مجرور کے اتصال کی علت اور وجہ بتاتے ہیں کہ جب ضمیر مجرور پر عطف مقصود ہو تو خافض کا اعادہ ضروری اور لازمی ہے خافض عام ہے خواہ حرف ہو خواہ اسم اور خافض کا اعادہ اس لئے ضروری ہے کہ ضمیر مجرور کا اتصال اپنے جار سے فاعل کے اتصال سے جو اپنے فعل سے متصل ہو بڑھا ہوا ہے کیونکہ فاعل اگر ضمیر متصل نہ ہو تو اس صورت میں اس کا انفصال فعل سے جائز ہے بخلاف ضمیر مجرور کے کہ وہ اپنے جار سے کسی حالت میں بھی جدا نہیں ہوتا بنا بریں اس پر عطف مکروہ ہے کیونکہ یہ عطف ایسا ہوگا جیسا کہ کلمہ کے بعضے حروف پر عطف ہو اور یہ باطل ہے لہٰذا خافض (اس کے جر کے ہیں) کا اعادہ ضروری ثابت ہوا **وليس مجرور ضمير منفصل كما يجئ فى المضمرات حتى يوكد به اولا ثم يعطف عليه كما عمل فى المرفوع المتصل** اس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ اول ضمیر منفصل سے تاکید کی جائے اس کے بعد عطف کیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ ضمیر مجرورہ کے لئے کوئی ضمیر منفصل نہیں جیسے عنقریب بحث مضمرات میں اس کی تحقیق آئے گی تاکہ اس سے اول تاکید کی جائے اور پھر اس پر عطف کیا جائے جیسا کہ ضمیر مرفوع متصل میں ہوا ہے **وفى استعارة**

المرفوع له مذلة اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مناسب ہے کہ ضمیر مجرور کے لئے ضمیر مرفوع کا استعارہ کیا جائے اوراس کے بعد اس پر عطف کیا جائے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مرفوع کے استعارہ میں مرفوع کی تذلت ہے کیونکہ اس سے استعارہ اعلیٰ کا ادنیٰ کے لئے لازم آئیگا اور یہ باطل ہے **ولا یکتفی بالفصل لان الفصل لاتاثیرله الافی جوازترک التاکید بالمنفصل للاختصار فحیث لایمکن التاکید بالمنفصل لعدمه لایتصور له اثر فکیف یکتفی به فلذ بقی الاعادة العامل الاول** اس میں بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا جس کی تشریح یہ ہے مناسب ہے کہ فصل پر اکتفاء کر کے عطف کیا جائے اس کا جواب دیا کہ فصل پر اکتفاء اس لئے نہیں کیا کہ فصل بنابر اختصار تاکید کے ترک کے جواز میں موثر ہے اور ضمیر مجرور کی ضمیر منفصل نہیں جس سے اس کی تاکید کی جائے پس جب یہاں منفصل سے تاکید ممکن نہیں ہوئی تو فصل بھی ممکن نہیں ہوئی پس جب منفصل کا یہاں کوئی اثر متصور نہیں تو اس صورت میں فصل پر کیونکر اکتفاء کیا جاسکتا ہے لہٰذا بوجہ مجبوری یہاں عامل اول کا اعادہ ضروری اور لازمی ہوا نحو مررت بک وبزید والمال بینی وبین زید یہ اس ضمیر مجرورہ کی مثالیں ہیں جس پر عطف ہوا اعادہ خافض کے ہوا ہو **فالعطف هو المجرور والعامل مکرر وجره بالاول والثانی کالعدم معنی بدلیل قولهم بینی وبینک اذبین لایضاف الاالی المتعدد** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جب معطوف میں خافض کا اعادہ ضروری ہوا تو اس تقدیر پر عطف مرکب کا مفرد پر لازم آیا اور یہ درست نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف صرف مجروری ہے اور اعادہ خافض بغرض تکریر عامل ہے اور تکریر عامل کی صورت میں **تو اردوعاملین علی معمول واحد** لازم نہیں آتا کیونکہ معطوف کا جر عامل اول سے ہے اور ثانی معنیٰ کالعدم ہے بدلیل بینی وبینک کے قول کے کیونکہ بین کا لفظ صرف متعدد ہی کی طرف مضاف ہوتا ہے اور یہاں متعدد کی طرف مضاف نہیں ہوا ہے اس سے معلوم ہوا کہ ثانی بین کالعدم ہے **وقیل جره بالثانی کما فی الحرف الزائد کفی باللہ** یہ اوپر والے سوال کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ معطوف کا جر عامل ثانی سے ہو جیسے کفی باللہ کی مثال کا باحروف زائد میں سے ہے **وهذا الذی ذکرنا لا عنی للزوم اعادة الجار فی حال السعة والاختیار مذهب البصریین و یجوز عندهم ترکها اضطراراً وا جاز الکوفیون ترک الاعادة فی حال السعة مستعد لین بالاشعار** یعنی یہ جو کچھ ہم نے اوپر ذکر کیا ہے یعنی جار کے اعادہ کا لزوم یہ صرف سعت کلام میں ہے اور بصریوں کا مذہب مختار ہے اور ان کے نزدیک حالت اضطرار میں بھی ترک اعادہ جار جائز ہے اور علماء کوفہ نے حالت سعت کلام میں بھی ترک اعادہ جار کو جائز قرار دیا ہے اور ان کی دلیل اس میں وہ اشعار ہیں جو اس بحث کے مطابق آئے ہیں **فان قیل کیف جار تاکید المرفوع المتصل فی نحو جاء نی کلهم والابدال منه نحو اعجبنی جمالک من غیر شرط تقدم التاکید بالمنفصل و جاز ایضاً تاکید الضمیر المجرور فی نحو مررت بک نفسک و الابدال منه نحو عجبت بک جمالک من غیر اعادة الجار و لم یجز العطف فی الاول الا بعد التاکید بالمنفصل وفی الثانی الا مع اعادة الجار** یہ ایک سوال ہے جو اوپر کے قاعدہ کلیہ پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ جب ضمیر مرفوع متصل پر عطف بلاتاکید منفصل کے جائز نہیں اور ضمیر مجرورہ پر بھی بلا اعادہ خافض کے عطف درست نہیں ہے تو پھر جاءنی کلهم کی ترکیب میں کلهم سے جاءنی کی ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کیونکر جائز ہوئی اور اس سے ابدال جیسے **اعجبنی جمالک** کی

ترکیب میں ہے بغیر شرط تقدم تاکید بالمنفصل کے کیونکر جائز ٹھہرا ہے اور تاکید ضمیر مجرور کی جیسے مررت بك نفسك میں ہے کیوں جائز ہے اور اس سے ابدال بغیر اعادہ جار کے جیسے عجبت بک جمالک میں ہے کیونکر جائز مانا گیا ہے اور حالانکہ عطف اول میں صرف تاکید بالمنفصل کے بعد ہی جائز ہے اور ثانی میں صرف اعادہ جار کے ساتھ درست مانا جاتا ہے **قلنا التاكيد عين المؤكد والبدل فى الاغلب اما كل المتبوع او بعضه او متعلقه والغلط قليل نادرا فهما ليسا باجنبين لمتبوعهما ولا منفصلين عنه لعدم تخلل فاصل بينهما وبين متبوعهما فلاحاجة فى ربطهما الى متبوعهما الى تحصيل مناسبة زائدة بخلاف العطف فان المعطوف يغائر المعطوف عليه ويتخلل بينهما العاطف فلابدفيه من تحصيل مناسبة بينهما بتاكيد المتصل بالمنفصل فى المرفوع وباعادة الجار فى المجرور ليخرج المتصل المرفوع عن صرافة الاتصال ويناسب المعطوف بتاكيده بالمنفصل ويقوى مناسبة المجرور بانضمام الجار اليه كما فى المعطوف عليه** یہ اوپر والے سوال کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ تاکید عین مؤکد ہے اور بدل غالب اور اکثر استعمال میں کل متبوع ہوتا ہے بدل الکل میں یا بعض متبوع ہوتا ہے بدل البعض میں یا متبوع کا متعلق ہوتا ہے بدل الاشتمال میں اور بدل الغلط قلیل اور نادر استعمال ہوتا ہے پس تاکید اور بدل دونوں اپنے متبوعوں سے نہ اجنبی ہیں اور نہ منفصل کیونکہ انکے متبوعوں کے درمیان کسی فاصل کا تخلل نہیں جس سے ان کے متبوعوں کے ساتھ ان کا ربط اور تعلق پیدا ہو اور بموجب اس ربط اور تعلق کے انکے متبوعوں کے درمیان ایک مناسبت زائدہ حاصل ہو بخلاف عطف کے یہاں چونکہ معطوف اپنے معطوف علیہ کے مغائر ہوتا ہے اور ان کے درمیان عاطف کا تخلل ہوتا ہے جس سے ان کے درمیان مناسبت زائدہ حاصل ہوتی ہے اس لئے منفصل سے متصل کی تاکید ضمیر مرفوع میں ضروری ہے اور ضمیر مجرور میں اعادہ جار لازمی ہے تاکہ ضمیر مرفوع متصل صرافۃ اتصال سے خارج ہو اور درمیان معطوف اور معطوف علیہ کے تاکید بالمنفصل سے مناسبت پیدا ہو اور ضمیر مجرور کی مناسبت بوجہ انضمام جار کے قوی ثابت ہو جیسا کہ معطوف علیہ میں ہے **والمعطوف فى حكم المعطوف عليه فيما يجوز له ويمتنع من الاحوال العارضة له نظرا الى ما قبله** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ معطوف کا معطوف علیہ کے حکم میں ہونا مسلم نہیں کیونکہ بسا اوقات معطوف مبنی ہوتا ہے اور معطوف علیہ معرب اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے اور معطوف معرفہ ہوتا ہے اور معطوف علیہ نکرہ اور اس کا عکس بھی ہوتا ہے اور معطوف مفرد ہوتا ہے اور اس کا معطوف علیہ تثنیہ اور جمع اس کا عکس بھی ہوتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظرا الی ماقبلہ کا قول بڑھا کر اس کا جواب دیا کہ معطوف علیہ کے احوال دو قسم کی ہیں اول وہ جو معطوف علیہ کو اپنے ماقبل سے عارض ہوں دوم وہ کہ معطوف علیہ کو **من حيث النفس** عارض ہوں پس معطوف معطوف علیہ کے حکم میں باعتبار ان احوال کے ہوگا جو اس کو ماقبل سے عارض ہوں احوال **عارضه من حيث النفس** میں نہیں ہوگا اور یہاں یہ احوال قسم ثانی کے مقصود ہیں نہ اول کے **بشرط ان لايكون ما يقتضيها منتفيا فى المعطوف** اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ **يا رجل فى الحارث** کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں حارث کا لفظ رجل پر معطوف ہے اور حالانکہ یہ باعتبار تجرید لام کے معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ معطوف معطوف علیہ کے حکم میں باعتبار ان احوال کے ہوگا جو اس کو ماقبل سے عارض ہوں بشرطیکہ جو چیز کہ ان احوال کا معطوف علیہ مقتضی ہو وہ معطوف منفی نہ ہوں اور یہاں انتفاء کا مقتضی موجود ہے اور وہ یہاں تجرید لام کے لئے حروف نداء کا داخل ہوتا ہے جو معطوف میں منفی ہے **والما**

قلنا من الاحوال العارضة له نظرا الی ما قبلة احترازا عن الاحوال العارضة له من حیث نفسه کالاعراب والبناء والتعریف والتنکیر والافراد والتثنیة والجمع فان المعطوف فیهما لیس فی حکم المعطوف علیه اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے نظرا الی ما قبلہ کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اب یہاں اس کے بڑھانے کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے من الاحوال العارضۃ نظراً الی ماقبلہ کا قول اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے ان احوال سے احتراز ہو جائے جو معطوف علیہ کو من حیث النفس عارض ہوں جیسے اعراب اور بناء تعریف وتنکیر افراد اور تثنیہ اور جمع ہیں کہ ان میں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں نہیں ہے **وانما قلنا بشرط ان لایکون مایقتضیها منتفیاً فی المعطوف احتراز عن مثل یا رجل والحارث فان الحارث معطوف علی الرجل ولیس فی حکمه من حیث تجرده عن اللام فان ما یقتضی تجرده عن اللام وهو اجتماع اللام وحرف النداء وهو مفقود فی المعطوف** اوپر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شرط ان لایکون مایتضیها منتفیا فی المعطوف کا قول بڑھا کر ایک سوال مقدر کا جواب دیا تھا جس کی تشریح اوپر مذکور ہو چکی ہے اب یہاں اس کے بڑھانے کی علت اور وجہ بتاتے ہیں کہ ہم نے اس قول مذکور کو اس لئے بڑھایا ہے کہ اس سے یا رجل والحارث کے قول سے احتراز ہو کیونکہ اس میں حارث کا لفظ اگرچہ رجل پر معطوف ہے لیکن یہ باعتبار تجرید لام کے اس کے حکم میں نہیں کیونکہ یہاں تجرد لام مقتضی اجتماع لام اور حرف ندا ہے اور یہ یہاں معطوف میں منتفی اور مفقود ہے **واما نحو رب شاة وسخلتها فتقدیر التنکیر لقصد عدم التعین ای رب شاة وسخلته لها** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ مذکورہ بالا رب شاۃ وسخلتہا کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں سخلتہا کا لفظ شاۃ پر معطوف ہے اور باجود اس کے یہ اس کے حکم میں نہیں کیونکہ رب کا لفظ اپنے مدخول کے نکرہ ہونے کا مقتضی ہے اور یہاں سخلتہا معرفہ بالاضافت ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ سخلتہا بغرض عدم تعین کے موؤل بہ نکرہ ہے جس کی تقدیر رب شاۃ سخلۃ لہا ہے **او محمول علی نکارة الضمیر کربه رجلا علی الشذوذ ای رب شاة وسخلته شاة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دوسرے پیرائے میں دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یا سخلتہا اس مثال میں محمول بہ نکارت ضمیر ہے بنابر شذوذ جیسے ربہ رجلاً میں ہے اس تقدیر پر عبارت کی تقدیر رب شاۃ سخلۃ شاۃ ہوگی **وکذالمعطوف فی حکم المعطوف علیه فی احوال العارضة له باالنظر الی نفسه وغیره ان کان المعطوف مثل المعطوف علیه فلذا وجب بناء المعطوف فی نحو یا زید عمر ولان ضم زید بالنظر الی حرف النداء والی کونه مفرداً معرفة فی نفسه وعمرو مثل زید فی کونه مفرداً معرفة وامتنع بناؤه فی یا زید وعبدالله فان عبدالله لیس مثل زید فان زیداً مفرداً معرفة و عبدالله مضاف** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ مذکورہ بالا زید وعمرو کی مثال سے منقوض ہے کیونکہ اس میں عمرو کا لفظ زید پر معطوف ہے اور باوجود اس کے یہ اس کے حکم میں ہے باعتبار مبنی برضمہ ہونے کے اور بناء احوال ذاتیہ میں سے ہے احوال عارضہ سے نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس طرح احوال عارضہ میں معطوف اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے بہ نظر نفس معطوف علیہ اور اس کے ضمیر کے جبکہ معطوف مثل معطوف علیہ کے ہو پس یہاں معطوف معطوف علیہ کے حکم میں ہے اس طرح کہ یہ دونوں مثال مذکورہ میں مفرد معرفہ واقع ہوئے ہیں پس اسی وجہ سے یا زید وعمرو کی مثال میں معطوف یعنی عمرو کی بناء واجب ہے کیونکہ زید کا ضمہ بہ نظر حرف ندا اور بنظر اس کے مفرد معرفہ

فی نفسہ ہوئیکے ہے اور عمرو مفرد و معرفہ ہونے میں مثل زید کے ہے اور اسی وجہ سے یا زید و عبداللہ کی مثال میں معطوف کا ثانی پر ضمہ ہونا ممتنع ہے کیونکہ یہاں معطوف یعنی عبداللہ مثل زید کے نہیں اس لئے کہ زید مفرد معرفہ ہے اور عبداللہ مضاف ہے و من ثم ای و من اجل ان المعطوف فی حکم المعطوف علیہ فیما یجوز و یمتنع اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ کلمہ من اجلیہ علیہ معنیٰ علت کے ہے یعنی اس وجہ سے کہ معطوف فیما یجوز و یمتنع میں اپنے معطوف علیہ کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے آگے آنے والی ترکیب میں سوائے رفع کے اور کچھ بھی جائز نہیں ہے لم یجز فی ترکیب ما زید بقائم او قائماً ولا ذاهب عمرو الا الرفع فی ذاهب اذ لو نصب او خفض لکان معطوفاً اعلی قائم او قائماً فیکون خبراً عن زید وهو ممتنع لخلوة عن الضمیر الواقع فی المعطوف علیہ العائد الی اسم ما فتعین الرفع علی ان یکون خبرٌ لمقدماً علی المبتداء وهو عمرو ویکون من قبیل عطف الجملة علی الجملة ولا مانع منه ولما کان للقائل ان یقول هذه القاعدة منتقضیة بقولهم الذی یطیر فیغضب زید الذباب فان یطیر فیه ضمیر یعود الی الموصول و یغضب المعطوف علیه لیس فیه ذالک الضمیر فاجاب عنه بقوله اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رفع کی خصوصیت کی دلیل اور وجہ بتاتے ہیں کہ مثال مذکور میں ذاہب کے لفظ کا صرف رفع ہی جائز ہے نصب اور جر جائز نہیں کیونکہ اگر اس کو منصوب یا مجرور پڑھیں تو اس تقدیر پر یہ قائم یا قائما پر معطوف مانا جائے گا پس یہ زید کی خبر ٹھہرے گی اور یہ ممتنع ہے کیونکہ معطوف علیہ میں ضمیر ہے جو راجع ہے کلمہ ما کے اسم کی طرف اور معطوف میں یہ ضمیر راجع نہیں ہے اس لئے یہاں بنا بر تقدم خبریت اس کا رفع ہے مخصوص ہی یعنی ذاہب خبر مقدم اور عمرو ترکیب میں مبتداء مؤخر ہے اور یہ گویا عطف جملہ علی الجملہ ہے اور اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے اب یہاں قاعدہ مذکورہ بالا پر الذی یطیر فیغضب زید الذباب کے قول سے ایک نقض وارد ہوتا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارت میں یہ ہے کہ یطیر کے جملہ میں ضمیر ہے جو موصول کی طرف راجع ہے اور فیغضب کا جملہ اس پر معطوف ہے اور اس میں یہ ضمیر نہیں پس مناسب ہے کہ یہ ترکیب جائز نہو حالانکہ جائز ہے آگے چل کر مصنف کافیہ اس کا جواب دیتے ہیں وانما جاز الذی یطیر فیغضب زیدن الذباب لانها الی الفاء فی هذه الترکیب فاء السببیة ای فاء لها نسبة الی السببیة بان یکون معناه السببیة لا العطف فلا یرد نقضاً علی تلک القاعدة یہ اوپر والے نقض کا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ ترکیب مذکور اس لئے جائز ہے کہ اس میں فیغضب کا فاء سببی ہے یعنی وہ فاء ہے جس کی سببیت کی طرف نسبت ہو اس طرح کہ اس کے معنی سببیت کے ہوں عطف کے نہوں پس اب اس تقدیر پر قاعدہ مذکورہ پر کوئی نقض وارد نہیں ہوگا او یکون معناها السببیة مع العطف لکنها تجعل الحملتین کجملة واحدة فیکتفی بالرابط فی الاولیٰ والمعنیٰ الذی اذا یطیر فیغضب زید الذباب یہ اوپر والے نقض کا دوسرا جواب ہے جس کی تشریح یہ ہے یا اس فاء کے معنی سببیت کے ہیں عطف کے ساتھ لیکن یہ دو جملے بمنزلہ ایک جملہ کے ٹھہرائے جائیں گے اور صرف جملہ اول میں ربط پر اکتفاء کیا جائے گا اور دونوں تقریروں پر کلام کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ شخص جس کو طیران ذباب سے غصہ آتا ہے وہ زید ہے او یفهم منها سببیة الاولیٰ للثانیة فالمعنیٰ الذی یطیر فیغضب زید سببیة الذباب یہ نقض مذکور کا تیسرا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یا یہ فاء محض عطف کے لئے نہیں بلکہ اس سے اول کی سببیت بھی ثانی کے لئے کلام کے مفہوم سے معلوم ہوتی ہے جس کی تقدیر پر کلام کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ چیز جس کے طیران کے سبب سے زید کو غصہ آتا ہے وہ ذباب ہے و یمکن ان یقدر فیه ضمیر ای الذی

يطير فيغضب زيد بطر الله الذباب اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے نقض کا چوتھا جواب دیا ہے جس کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ اس ترکیب مذکور میں ضمیر موصول کی مقدر مانی جائے جس کی تقدیر الذی يطير فيغضب زيد بطير انه الذباب ہوگی **واذا عطف ای اذا وقع العطف بناء على وجود عاملين بان عطف اسمان على معموليهما بعاطف واحد** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ مصنف کافیہ کی یہ عبارت مفید مراد نہیں کیونکہ مراد دو اسموں کا عطف ہے عاملین مختلفین کے معمول پر نفس عاملین پر عطف مقصود نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ مصنف کی عبارت میں مضاف مقدر ہے اور وہ معمول ہے جس کی تقدیر پر معنیٰ یہ ہیں کہ جب دو اسموں کا اپنے معمولوں پر ایک ہی عطف سے عطف کیا جائے تو یہ علماء جمہور کے نزدیک درست نہیں ہے **وقال بعض شارحي اللباب الاظهر عندی ان العطف ههنا محمول على معناه اللغوى اى امالة الاسمين نحو العاملين بان يجعلا معموليهما** اس میں اوپر والے نقض کا دوسرا جواب ہے جو لباب کے بعضے شراح نے دیا ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ یہاں عطف سے مراد عطف بمعنیٰ لغوی ہے یعنی دو اسموں کا امالہ عاملین کی طرف اس طرح کہ ان دونوں اسموں کو عاملین کے معمولین ٹھہرائے جائیں **واكثر الشارحين على ان المعنى على معمولی عاملين وانما قال على معمولى عاملين لاعلىٰ معمولی عامل واحد فانه جائز اتفاقاً نحو ضرب زيد عمر وعمرو خالد أو لا على اكثر من اثنين فانه لاخلاف فی امتناعه** اس میں اوپر والے سوال کا جواب جس کی تشریح یہ ہے کہ اکثر شراح کا خیال ہے کہ یہاں عاملین سے مراد بحکم ذکر اثر مراد موثر کے معمولین ہیں جس کے تقدیر پر معنیٰ کلام کے یہ ہوں گے کہ عاملین مختلفین کے معمولین پر عطف جمہور کے یہاں درست نہیں اور علی معمولی عاملین کہا اور علی معمولی عامل واحد اس لئے نہیں کہا کہ یہ باتفاق نحات جائز ہے جیسے ضرب زيد عمرا أو عمر وخالدا کی مثال میں ہے اور اسی طرح علی اکثر من اثنين نہیں کہا یہ اس لئے کہ یہ باتفاق نحات ممتنع ہے گویا اس عطف کے مجموعہ میں تین صورتیں ہوئیں اول جواز اتفاقی کی دوم امتناع اتفاقی کی سوم اختلافی ہے جس کو مصنف کافیہ نے ذکر کردیا ہے **مختلفين اى غير متحدين بان لايكون الثانی عين الاول** یعنی درآنحالیکہ عاملین غیر متحدہ ہوں اسطرح کہ ثانی عین اول نہ ہو **وذالک لدفع وهم من يتوهم ان مثل ضرب ضرب زيد عمراً وبكراً خالداً من هذا الباب مع انه ليس منه لعدم تعدد العامل فيه اذا الفاعل هو الاولى والثانى تاكيد له وذالک العطف كما وقع فى قولهم ما كل** ﴿بفارسی ہر چیز سیاہ ہر چیز سفید واقع مع خلاصہ کہ شاعر کی شاعر کو طعنہ دوسرے شخص کی اس پر شاعر سے ناراض رہے لازمی صورت انسان نہیں نوری صورت میں کریںگے آگ اگر چہ بس سے حقیر تا ہوں لیکن حتی اور کمال سے بڑا منہ﴾ **سوداء تمرة وبيضا شحمةً وفى قول الشاعر شعرا كل امر اى تحسبين امرأ ونا وتوقد بالليل ناراً فهذا وان كان بحسب الظاهر جائز الكنه لم يجز عند الجمهور بحسب الحقيقة لان الحرف الواحد لايقوى ان يقوم مقام عاملين مختلفين** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یہ بتاتے ہیں کہ مصنف کا قول مختلفین قید احترازی ہے یعنی مصنف کافیہ نے اس قید کو بڑھا کر ایک وہم کا دفعیہ کیا ہے وہم کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ کوئی شخص یہ وہم کرسکتا ہے کہ بظاہر ضرب ضرب زيداً عمراً ديكر خالدا کی امثال اس باب عطف مذکور میں سے معلوم ہوتی ہیں حالانکہ یہ واقع میں اس باب سے نہیں کیونکہ یہاں عامل کا تعدد نہیں اس لئے کہ عامل صرف اول ہی ہے ثانی اس کی تاکید ہے مختلفین کی قید بڑھا کر مصنف کافیہ نے امثال مذکورہ سے احتراز فرمایا کیونکہ امثال مذکورہ میں عامل مختلف نہیں بلکہ

متحد فی العمل ہے اور اس عطف مذکور کی مثال عرب کے قول ما کل سوداء تمرة ولا بیضاء شحمة اور شاعر کے شعر مذکور فی الشرح میں ہے پس یہ عطف اگر چہ بحسب ظاہر جائز معلوم ہوتا ہے لیکن بحسب حقیقت علمائے جمہور کے نزدیک جائز نہیں کیونکہ ایک حرف میں یہ قوت نہیں کہ عاملین مختلفین کے قائم مقام ہوسکے لہٰذا جمہور کے نزدیک یہ عطف درست نہیں ہے **خلافا للفراء فانه يجوز هذا العطف بحسب الحقيقة كما جاز بحسب الصورة ولايؤول الامثلته الواردة عليها ولايقتصر على صورة السماع بل يعمها وغيرها وعدم جواز ذالک العطف مع خلاف الفراء جارٍ في جميع المواد عند الجمهور** یعنی عطف مذکور کے متعلق فراء جمہور کے مخالف ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس طرح یہ عطف بحسب صورت جائز ہے اسی طرح بحسب حقیقت بھی جائز ہے اور جو امثال اس عطف کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کو اپنے معنوں پر محمول کرتے ہیں ان میں نہ تاویل کے قائل اور نہ سماع پر مقصود مانتے ہیں بلکہ عام ٹھہراتے ہیں اور اس عطف کا عدم جواز مع اختلاف فراء کے جمہور کے نزدیک جملہ مواد استعمال میں جاری ہے کسی خاص موضع کی خصوصیت نہیں ہے **الافي نحو في الدار زيد والحجرة عمرو وان في الدار زيداً والحجرة عمراً يعني في صورة تقديم المجرور تاخير المرفوع اوالمنصوب لمجيئه في كلامهم واقتصر الجواز على صورة السماع لان ماخالف القياس تقتصر على مورد السماع** یعنی عطف مذکور عدم جواز جمہور کے نزدیک جمیع مواد میں ہے سوائے في الدار زيد والحجرة عمر اور ان في الدار زيداً والحجرة عمراً کی امثال کے کہ یہ باتفاق جائز ہے یعنی جہاں مجرور مقدم ہو اور مرفوع یا منصوب موخر ہو وہاں یہ عطف مذکور علی الاتفاق جائز ہوگا کیونکہ اس قسم کا عطف کلام عرب میں مستعمل ہوتا ہے اور اس کا جواز کا اقتصار صورت سماع پر اس لئے کیا ہے کہ جو قیاس کے مخالف ہو اس کا مواد سماع ہی پر اختصار کرتے ہیں **خلافا سيبويه فانه لايجوز هذا العطف بحسب الحقيقة في هذا الصورة ايضاً بل يحملها على حذف المضاف وابقاء المضاف اليه على اعرابه نحو تريدون عرض الحيوة الدنيا والله يريد الأخرة بجز الأخرة كما جاء ني في بعض القراة اى عرض الأخرة** یعنی امثال مذکورہ بالا کے عطف کے متعلق سیبویہ اختلاف کرتے ہیں کہ جس طرح یہ عطف بحسب صورت جائز نہیں اسی طرح یہاں مذکورہ صورت میں بحسب حقیقت بھی درست نہیں ہے اور امثال مذکورہ کو حذف مضاف پر محمول کر کے مضاف الیہ کو اس کے اعراب پر معرب مانتے ہیں یعنی امثال مذکور میں تاویل کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کے قول مذکور فی الشرح میں آخرۃ کا لفظ مضاف مقدر کا مضاف الیہ ہے یعنی عرض جیسا کہ بعض قاریوں نے اس لفظ کو بنا بر مضاف مقدر کے مجرور پڑھا ہے اسی طرح امثال مذکورہ کو بھی بتقدیر مضاف موؤل ٹھہراتے ہیں آیہ شریفہ کے معنیٰ یہ ہیں کہ تم دنیا کی زندگی کا سامان چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے آخرت کا سامان چاہتا ہے **التاكيد تابع يقرر امر المتبوع اى حاله وشانه عند السامع يعني يجعل حاله ثابتاً مقرراً عنده في النسبة اى في كونه منسوباً اليه فيثبت عنده ويتحقق ان المنسوب اوالمنسوب اليه في هذاه النسبة هو المتبوع لاغير وذالک مالدفع ضرز الغفلة عن السامع اولدفع ظنه بالمتكلم الغلط وذالک الدفع يكون بتكرير اللفظ نحو ضرب زيد زيد اوضرب ضرب زيد اولدفع ظن السامع به تجوزا اما في المنسوب نحو قولک زيد قتيل قتيل دفعاً لتوهم السامع ان يرد بالقتل الضرب الشديد فيجب حينئذ تكرير اللفظ حتى ليقبني شک في ارادة المعنىٰ الحقيقي اوفي المنسوب اليه فانه ربما النسب الفعل الى الشئى والمراد لنسبة الى بعض متعلقاة كمافي قطع الامير**

اللص ای قطع غلامه فیجب حینئذ تکریر المنسوب الیه لفظاً نحو ضرب زیدا زید ای ضرب هو لامن یقوم مقامه او تکریره معنیٰ نحو ضرب زید نفسه او عینه یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے امر کو ثابت کرے یعنی اپنے متبوع کے حال اور شان کو سامع کے سامنے نسبت میں ثابت اور مقرر کرے اس طرح کہ وہ منسوب ہے یا منسوب الیہ پس اس کا منسوب یا منسوب الیہ ہونا سامع کے سامنے ثابت ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ اس نسبت میں منسوب یا منسوب الیہ صرف متبوع ہی ہے اس کے غیر کوئی دوسری شے نہیں ہے اور مقصود اس تاکید سے سامع کے ذہن سے غفلت کا ضرر دفع کرنا ہوگا یا متکلم کے متعلق جو اس کے غلطی کا ظن اور خیال ہے اس کو رفع کرنا مقصود ہوگا اور یہ دفع مذکور تکریر لفظ سے حاصل ہوگا جیسے ضرب زید زید یا ضرب ضرب زید کی امثال میں ہے اول مثال اسم کی تاکید کی ہے اور دوم فعلی کی تاکید کی ہے اور یا تاکید سے مقصود سامع کے ذہن سے مجازیت کے ظن کا دفع کرنا ہوگا اور ظن مجازیت عام ہے خواہ منسوب میں ہے جیسے زید قتیل قتیل کے قول میں قتیل کے لفظ کو اس لئے مکرر لفظ ذکر کیا ہے کہ شاید سامع قتیل سے مجازاً ضرب شدید کا وہم کرتے پس اس وہم کے رفع کرنے کی بنا پر واجب اور ضروری ہے کہ اس کو لفظ مکرر ذکر کرے تاکہ معنی حقیقی کے مراد لینے میں سامع کو کسی قسم کا شک باقی نہ رہے خواہ یہ ظن مجازیت منسوب الیہ میں ہو کیونکہ بسا اوقات فعل کسی شے کی طرف منسوب ہوتا ہے اور مراد نسبت سے اس کے بعضے متعلقات ہوتے ہیں جیسے قطع الامیر اللص کی مثال میں قطع امیر کی طرف منسوب ہے لیکن مقصود بہ نسبت قطع یہاں امیر کا غلام ہے امیر نہیں پس اس ظن مجازیت کے دفع کرنے کی بنا پر منسوب الیہ کا مکرر ذکر کرنا ضروری اور لازمی ہوا اور یہ تکریر عام ہے خواہ لفظی ہو جیسے ضرب زید زید میں مقصود بہ نسبت ضرب زید ہی ہے کوئی دوسرا شخص جو ضرب میں اس کا قائمقام ہو مقصود نہیں ہے خواہ یہ تکریر معنوی ہو جیسے ضرب زید نفسه او عینه کی مثال میں نفسہ اور عینہ کے الفاظ سے تاکید معنوی ہوئی ہے **او فی الشمول** **ای التاکید ما یقررا مرا المتبوع فی النسبة با التفصیل الذی ذکر ناه اوفی شمول المتبوع افراده رفعا لظن السامع تجوزاً لا فی نفس المنسوب الیه بل فی شموله لافراده فانه کثیراً مانسب الفعل الی جمیع افراد المنسوب الیه مع انه یرید النسبة الی بعضها فیدفع هذا الوهم بینک کل واجمع و اخواته وکلا هما وثلاثتهم و اربعتهم و نحو ها فهذا هو الغرض من جمیع الفاظا التاکید واذا عرفت هذا فنقول اخرج المصنف الصفة و العطف و البدل عن حد التاکید بقوله یقرر امر المتبوع اما البدل والعطف فظاهر خروجهما به واما الصفة فلان وضعهما للدلالة علی معنیً فی متبوعها و افادتها توضیح متبوعها فی بعض المواضع نسبت بالوضع و اما عطف البیان و هو التوضیح متبوعه فهو یقرر امر متبوعه ویحققه لا کو علا فی النسبة و الشمول هذا حاصل ما ذکره المصنف فی شرحه** یہ جملہ او فی النسبة کے جملہ پر عطف ہے یعنی تاکید وہ تابع ہے جو اپنے متبوع کے امر کو نسبت میں ثابت کرے اور نسبت کی تفصیل ہم نے اوپر ذکر کردی ہے ملاحظہ ہو یا متبوع کے شمول اس کے افراد کے لئے ثابت کرے جس سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ذہن سے ظن مجازیت دفع ہو اور یہ ظن نفس منسوب الیہ میں نہیں ہوتا ہے بلکہ متبوع کے افراد کے شمول اس میں بھی ہوتا ہے کیونکہ بسا اوقات بظاہر فعل کی نسبت منسوب الیہ کے جمیع افراد کی طرف ہوتی ہے اور حالانکہ حقیقت میں بعضے افراد کی طرف نسبت فعل مقصود ہوتی ہے پس اس وہم کو کل اور اجمع اور ان کے اخوات کلاهما و ثلاثتهم اور اربعتهم وغیرہا الفاظ تاکید ذکر کرکے دفع کر دیتے ہیں پس تاکید کے جمیع الفاظ سے یہی غرض اور مقصد ہوتا ہے اور جب اس کو معلوم کرلیا تو اب ہم کہتے ہیں کہ مصنف کافیہ کا تابع کا قول بمنزلہ جنس کے ہے یہ کل توابع کو شامل ہے اور

يقرر امر المتبوع الخ کاقول احترازی ہے اس میں صفت اور عطف اور بدل سے احتراز کیا معنٰی ان توابع کو تاکید کی تعریف سے خارج کردیا بدل ۔ ۔ نہ کا خروج تو ظاہر ہے محتاج تشریح نہیں کیونکہ یہ اپنے متبوع کے معنٰی پر دلالت کرنے کے لئے موضوع ہے اور بعضے مرفوضع میں یہ اپنے متبوع کی وضاحت کا بھی فائدہ دیتی ہے لیکن یہ بالوضع نہیں ہے اور عطف بیان اگرچہ اپنی متبوع کی وضاحت کا فائدہ دیتا ہے پس اس تقدیر پر یہ بھی اپنے متبوع کے امر کو ثابت ومقرر کرتا ہے لیکن یہ تحقق اور ثبوت نسبت اور شمول میں مقصود نہیں لہذا یہ بھی تاکید کی تعریف سے خارج ہوا اور یہ اس کا حاصل ہے جس کو مصنف کافیہ نے خود اپنی شرح میں ذکر کیا ہے وهو ای التاکید اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا مقصد یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع تاکید کی طرف راجع ہے یعنی تاکید کی دو قسمیں ہیں اول لفظی دوم معنوی لفظی ای منسوب الی اللفظ لحصوله من تكرير اللفظ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد یہ ہے کہ لفظی کے کلمہ یاء نسبتی ہے یعنی تاکید لفظی وہ ہے جو منسوب الی اللفظ ہو یعنی تکریر لفظ سے حاصل ہو و معنوی ای منسوب الی المعنٰی لحصوله من ملاحظة المعنٰی اس کے بڑھانے سے بھی مقصد یہ ہے کہ یاء نسبتی ہے یعنی تاکید معنوی وہ ہے جو منسوب الی المعنٰی ہو یعنی معنٰی کے ملاحظہ کرنے سے حاصل ہو **فاللفظی منه بتكرير اللفظ الاول** ای بتكرير اللفظ الاول ای مكررا للفظ الاول **و معاوه حقيقةً نحو جاء زيد زيد و حكماً نحو ضربت انت و ضربت انا فان ذالک فی حکم تكرير اللفظ فان كان مخالفاً للاول لفظاً اذا لضرورة داعية الى المخالفة لانه لا يجوز تكريره متصلا** پس تاکید لفظی لفظ اول کا مکرر اور معاد کر دینا ہے خواہ حقیقۃً ہو جیسے جاء نی زید زید میں ہے خواہ حکماً ہو جیسے ضربت انت وضربت انا میں ہے کہ یہاں اگرچہ تکریر لفظی حقیقی نہیں لیکن تکریر لفظی حکمی ہے اگرچہ یہ لفظ میں اول کے مخالف ہے مگر یہ مخالفت بوجہ ضرورت واقع ہوئی کیونکہ اس مخالفت کا داعی یہ ضرورت ہے کہ یہاں یہ انت اور انا کے الفاظ ضمائر منفصل ہیں ان کا ضمائر متصل ٹھہرا کر مکرر کر دینا جائز اور ممنوع ہے بنا بریں ضرورت یہ اپنے متبوع اول سے مخالف آئے ہیں **ويجرى ای التكرير مطلقا لا التكرير الذى هو التاكيد الاصطلاحى** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ ی کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی کی طرف راجع ہے اصطلاحی تاکید کی طرف راجع نہیں ہے اور تاکید اصطلاحی افعال وحروف اور مرکبات میں جاری نہیں ہوتی ہے پس یجری فی الالفاظ کلہا کا قول کیونکر درست ہو سکتا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی لغوی کی طرف راجع ہے اور تاکید لغوی تکریر مطلق ہے تکریر تاکید اصطلاحی مقصود نہیں ہے لیکن یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ اس بنا پر خروج مبحث سے لازم آتا ہے کیونکہ بحث تاکید لفظی اصطلاحی میں ہے تاکید لغوی کا یہاں کوئی ذکر نہیں ہے پس بہتر یہ ہے کہ یہ جواب دیا جائے کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف راجع ہے اور الفاظ کلہا سے مراد اسماء ہیں **فى الا لفاظ كلها اسماء او افعالا ا او حروفا او جملا مركبات تقيدية او غير ذالک** یعنی تاکید کل الفاظ میں جاری ہوتی ہے خواہ وہ الفاظ اسماء ہوں خواہ حرف خواہ افعال خواہ جملے مرکبات تقیدی ہوں خواہ غیر تقیدی سب میں تاکید کا استعمال ممکن ہے **ولا يبعد ارجاع الضمير الى التاكيد اللفظى الاصطلاحى و تخصيص الالفاظ بالاسماء و يكون المقصود من هذا المتعميم وعدم اختصاصه بالفاظ محصورة كا التاكيد المعنوى** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرے جواب صواب کی طرف اشارہ کیا ہے کہ بعید نہیں کہ یجری کی ضمیر مرفوع تاکید لفظی اصطلاحی کی طرف راجع ہو اور الفاظ کی اسماء سے تخصیص کی جائے اور اس تعمیم سے مقصود یہ ہو کہ یہ تاکید لفظی مثل تاکید معنوی کے الفاظ محصورہ سے مختص نہیں ہے بلکہ الفاظ کلہا میں جاری ہوگی اور اسماء سے مراد واجمع اور اکتع اور

ان کے اخوات کی علاوہ اسماء مراد ہونگے کیونکہ ان الفاظ میں تاکید لفظی اصطلاحی جاری نہیں ہوتی ہے **والتاکید للغوی مختصر بالفاظ محصورة ای معدودة معدودة وهی نفسه و عینه وکلا هما وکل واجمع واکتع وابتع وابصع باالصاد المهملة وقیل بالضاد المعجمة قیل لا معنٰی لهذاه الکلمات الثلث فی حال الافراد مثل حَسَنٍ وبَسَنٍ و قیل اکتع مشتق من کتع ویصبعه المهملة من بصع العرق ای سال وبا المعجمة من بضع ای روی وابتع من التبع وهو طول العنق مع شدة مفرذه ویمکن استنباط مناسابات خفیة بین هذه المعنٰی ومعناه التاکیدی با التامل الصادق** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اکتع اورابتع اورابصع کی لغوی اوراشتقاقی تحقیق کرتے ہیں کہ تاکید معنوی چند محصورہ یعنی معدودواور محدودہ الفاظ سے مختص ہے اوروہ نفس وعین وکلاہما واجمع واکتع وابصع کے الفاظ ہیں اورابصع کالفظ صاد بےنقط سے ہے اور ضاد بانقط سے بھی منقول ہے کہا ہوتا ہے کہ اکتع وابتع وابصع کے الفاظ ثلاثہ حالت افراد میں مثل حَسَنٍ بسن کے مہمل بلامعنٰی الفاظ ہیں اور کسی نے کہا ہے کہ اکتع کالفظ قول کتع سے مشتق ہے جس کے معنٰی تام کے ہیں اورابصع بے نقط بُصع العرق سے مشتق ہے جس کے معنٰی جاری ہونے کے ہیں اور معجمہ کے ساتھ بضع سے ہے جس کے معنٰی سیراب شدن کے ہیں اورابتع اتبع سے مشتق ہے جس کے معنٰی طول گردن مع سختی معزز کے ہیں اور معزز کے معنٰی بیخ گردن کے ہیں اور درمیان ان معانی لغوی مذکورہ اور تاکیدی معانی کے تامل صادق سے مناسابات خفیہ کا استنباط ممکن ہے غور کرکے معلوم کرلینا چاہیئے **فالا ولان ای النفس العین یعمان ای یقعان علی الواحد والمثنی والمجموع والمذکر والمؤنث باختلاف صیغتها افراد وتثنیةً وجها واختلاف ضمائر هما العائد الی المتبوع المدکد تقول نفسه فی المذکر الواحد نفسها فی المؤنث الواحدة انفسهما بایراد وصیغت الجمع فی التثنیة المذکر والمؤنث ونقل عن البعض العرب نفسا هما و عینا هما انفسهم فی الجمع المذکر العاقل انفسهن فی جمع مؤنث وغیر العاقل من المذکر** یعنی نفس اورعین کے الفاظ عام ہیں یعنی واحد اور تثنیہ اورجمع اور مذکر اور مؤنث سب میں مستعمل ہوتی ہیں لیکن افرادی اور تثنیہ اور جمع کی حالت میں صیغے اور ضمائر کا اختلاف ضرور ہوگا یعنی وہ ضمائر جو متبوع مؤکد کی طرف راجع ہوں وہ مختلف ہونگے پس واحد مذکر میں نفسہ اورواحدہ مؤنث میں نفسہا اور تثنیہ مذکر اور مؤنث میں انفسہما صیغہ جمع لاکر مستعمل کرینگے اور بعضے عرب سے نفسا ہما اور عینا ہما بصیغہ تثنیہ بھی منقول ہے اور جمع مذکر عاقل انفسہم اور جمع مؤنث اور جمع غیر عاقل مذکر میں انفسہن استعمال کرتے ہیں **و الثانی لما ثانی النفس و العین اولین تغلیبا کا القمرین سمی الثالث ثانیاً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کلا ہما کالفظ ثالث ہے پس مصنف کافیہ نے اس کو ثانی کس اعتبار سے ٹھہرایا ہے شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ نفس اورعین کے الفاظ کو باقاعدہ تغلیب مثل قمرین کے مؤل ٹھہرایا ہے اس لئے اس ثالث کو ثانی مانا ہے اگرچہ واقع میں یہ ثالث ہی ثانی نہیں **المثنٰی کلاهما للمذکر وکلتا هما للمؤنث و الباقی بعد الثلثة المذکورة لغیر المثنٰی مفرداً کان او جمعاً باختلاف الضمیر العائد الی المتبوع الموکد فی کله نحو قرأت الکتاب کله وکلها نحو قرأت الصحیفة کلها وکلهم نحو اشتریت العبید کلهم وکلهن نحو طلقت النساء کلهن وباختلاف الصیغ فی الکلمات البواقی وهی اجمع واکتع وابتع وابصع بالمهملة او المعجمة تقول اجمع فی للمذکر لواحد وجمعا فی المؤنث الوحدة او الجمع بتاویل الجاعة واجمعون فی جمع المذکر وجمع فی جمع**

المؤنث و کلذا اکتع کتعاء اکتعون و کتع ابتع بتاء ابتعون بتع و ابصع بصعاء ابصعون بصع یعنی کلا اما مذکر تثنیہ کے لئے اور کلتا اما تثنیہ مؤنث کے لئے استعمال کرتے ہیں اور باقی الفاظ ثلاثہ مذکورہ کو خواہ مفرد ہوں خواہ جمع اختلاف ضمائر عائدہ الی المتبوع المذکر کے ساتھ استعمال کرتے ہیں اور کلہ پڑھتے ہیں جیسے قرأت الکتاب کلہ کی مثال میں ہے اور کلہا استعمال کراتے ہیں جیسے قرأت الصحیفۃ کلہا میں ہے اور جمع مذکر میں کلہم پڑھتے ہیں جیسے اشتریت البعید کلہم میں ہے اور کلہن پڑھتے ہیں جیسے طلقت النساء کلہن میں ہے اور اس طرح کلمات باقیہ میں بھی اختلاف صیغہ کے ساتھ استعمال کرینگے اور وہ کلمات باقیہ اجمع اور اکتع اور ابتع اور ابصع کے الفاظ ہیں اور ابصع کا لفظ مہملہ اور معجمہ دونوں طرح پڑھ سکتے ہیں مذکر واحد میں اجمع اور مونث واحدہ میں یا جمع بتاویل جماعت میں جمعاء پڑھیں گے اور جمع مذکر میں اجمعون اور جمع مونث میں جمع استعمال کریں گے اور اس طرح اکتع اکتعاء اکتعون اور اکتع اور ابتع بتاء ابتعون بتع اور ابصع اور بصعاء ابصعون بصع کا استعمال بھی سمجھنا چاہئے **ولا یوکد بکل واجمع الاذواجزاء مفرداکان او جمعا اذالکیۃ والاجتماع لایتحققان الافیہ** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد ایک سوال مقدر کا جواب دینا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ جس طرح کل اور اجمع سے ذواجزاء کی تاکید ہوتی ہے اسی طرح ان سے افراد کی بھی تاکید ہوتی ہے پس مناسب تھا کہ ذواجزا او افراد کہتے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ذوالاجزاء سے مراد متعدد ہے اور متعدد عام ہے خواہ اجزا ہوں خواہ افراد کیونکہ کلیت اور اجتماع کے معنی سوائے اس کے اور کہیں متحقق نہیں ہوتے ہیں **ولاحاجۃ الی ذکر الافراد لان الکلی مالم تلاحظہ افرادہ یجتمعۃ ولم یقرا جزاءً لایصح تاکیدہ بکل واجمع ویجب ان تکون تلک الاجزاء بحیث** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اوپر والے سوال کا دوسرا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ ذوالاجزاء کا ذوالافراد پر بھی اطلاق ہوتا ہے پس اس تقدیر پر افراد پر افراد کے ذکر کی حاجت اور ضرورت نہیں کیونکہ کلی کے افراد جب تک مجتمع اور ذواجزاء ملاحظہ نہ کرینگے جب تک اس کی تاکید کل اور اجمع سے صحیح اور درست نہوگی اور یہ بھی ضروری اور لازمی ہے کہ وہ اجزاء اس قسم کے ہوں کہ جن کا افتراق حسا اور حکما درست ہو **یصح افتراق حساً کاجزء القوم او حکماً لاجزاء العبد لیکون فی التاکید بکل واجمع فائدۃ** یعنی جن اجزاء کا افتراق حس میں درست ہو وہ جیسے اجزاء قوم کے ہیں کہ ان میں افتراق حسی ہے اور وہ اجزاء جن کا افتراق حکمی درست ہو وہ جیسے اجزاء غلام کے ہیں کہ اسمیں نصف وربع وثلث وغیرہ اجزاء حکمی ہیں اور یہ افتراق حسی یا حکمی اس لئے ضروری اور لازمی ہے کہ کل اور اجمع سے تاکید میں فائدہ مرتب ہوسکے **مثل اکرمت القوم کلھم واشتریت العبد کلہ فان العبد قد تجزہ فی الاشتراء فیصح تاکیدہ بکل لیفید الشمول بخلاف جاء زید کلہ لعدم صحۃ افتراق اجزائہ لاحسا ولا حکما فی حکم المجی** اس میں ان اجزاء کی مثال ہے جن کا افتراق حس میں یا حکم میں درست ہو عبد میں اجزاء حکمی کا افتراق درست ہے کیونکہ عبد کا تجزیہ اور تقسیم اشتراء میں درست ہے پس کل سے اس کی تاکید درست ہوگی تاکہ شمول کا فائدہ دیکے جیسے اشتریت العبد کلہ میں شمول کا فائدہ دیا ہے بخلاف جاء زید کلہ کے کہ یہ ترکیب درست نہیں کیونکہ اسمیں زید کے اجزاء کا افتراق حکم مجیت میں نہ حسا درست ہے اور نہ حکما اس لئے یہ ترکیب نادرست ٹھہری **وذااکد الضمیر المرفوع المتصل بارذاً کان او مستکنا بالنفس والعین ای اذاارید تاکیدہ بھما اکد اذالک الضمیر اولاً بمنفصل ثم بالنفس والعین مثل ضربت انت نفسک فنفسک تاکید لتار الضمیر بعد تاکیدہ بمنفصل ھو انت اذلولا ذالک لالبس التاکید بالفاعل اذاوقع تاکید اللمتسکن نحو زید اکرمنی ھو نفسہ فلو الم یوکد الضمیر**

للمستکن فی اکرمنی بقوله هو ویقال زید اکرمنی نفسه لا تبس نفسه الذی هو التاکید الفاعل یعنی جب ضمیر مرفوع متصل کی تاکید نفس اور عین کے الفاظ سے کرنا چاہتے ہیں خواہ وہ ضمیر مرفوع متصل بارز ہو خواہ مستتر تو اول اس ضمیر مرفوع کی منفصل سے تاکید کرتے ہیں اس کے بعد نفس اور عین کے الفاظ سے اس کی تاکید کردیتے ہیں جیسے ضربت انت نفسک کی مثال میں نفسک کا لفظ تائے ضمیر مخاطب کی تاکید ہے اور اس کی تاکید اول ضمیر منفصل انت سے کی بعدہ نفسک سے تاکید ٹھہرائی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کریں تو اس صورت میں تاکید کا التباس اس فاعل سے واقع ہو جائے گا جو ضمیر مستکن کی تاکید واقع ہو جیسے زید اکرمنی ہو نفسہ میں ہے پس یہاں اگر اکرمنی کی ضمیر مستکن کی تاکید ہو کے قول سے نہ کریں اور زید اکرمنی نفسہ کہیں تو اس تقدیر پر اس نفس کا اس فاعل سے التباس ہو جائے گا جس کی تاکید نفس کے لفظ سے کی جاتی ہے **ولما وقع الالتباس فی هذاه الصورة اجری بقیة الباب علیها وانما قید الضمیر بالمرفوع لجواز تاکید الضمیر المنصوب والمجروز باالنفس والعین بلا تاکید هما باالمنفصل نحو ضربتک نفسک ومررت بک نفسک لعدم اللبس وقیده به لجواز تاکید المرفوع المنفصل باالنفس والعین بلاتاکیده وبالمنفصل نحو انت نفسک قائم لعدم البس بالفاعل وانما قید بالنفس والعین لجواز تاکید المرفوع المتصل بکل واجمعین بلا تاکید نحو القوم جاء نی کلهم اجمعون لعدم التباس التاکید بالفاعل لان کل و اجمعین یلیان العومل قلیلا بخلاف بالنفس والعین فانهما یلبسا نها کثیراً** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ دلیل مذکور صرف ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید پر دلالت کرتی ہے کیونکہ التباس صرف اسی صورت میں ہے ضمیر مرفوع بارز کی تاکید پر دلالت نہیں کرتی حالانکہ نفس اور عین کے الفاظ سے بھی ضمیر مرفوع کی تاکید ہوتی ہے خواہ وہ مستکن ہو خواہ بارز شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ جب اس صورت مذکورہ میں بوجہ التباس واقع ہونے کے ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید ضروری ٹھہرائی تو باقی باب اس پر جاری کردیا یعنی جب صورت مذکورہ میں التباس کی وجہ سے ضمیر مرفوع مستکن کی تاکید ضروری ہوئی تو ضمیر مرفوع بارز کی تاکید اس پر قیاس کر کے جاری کردیا ہے اور ضمیر کو مرفوع کی قید سے اس لئے مقید کیا کہ ضمیر منصوب اور مجرور کی تاکید نفس وعین سے بلا تاکید بالمنفصل جائز ہے جیسے ضربتك نفسك ومررت بك نفسك میں ہے کیونکہ یہاں التباس نہیں ہے اور متصل کی قید سے اس لئے مقید کردیا ہے کہ ضمیر مرفوع منفصل کی تاکید نفس وعین سے بلا تاکید بالمنفصل درست ہے جیسے انت نفسك قائم میں ہے کیونکہ یہاں فاعل سے التباس نہیں ہوتا اور نفس وعین کے الفاظ سے اس لئے مقید کردیا ہے کہ ضمیر مرفوع متصل کی تاکید کل اور اجمعون کے الفاظ سے بلا تاکید بھی ہوتی ہے جیسے القوم جاء نی کلهم اجمعون میں کیونکہ یہاں بھی فاعل سے التباس تاکید نہیں ہے کیونکہ کل اور اجمعون کے الفاظ عوامل کے تھوڑے سے قریب ہوتے ہیں پس یہ فاعل واقع نہیں ہونگے لہٰذا بوجہ نہ پائے جانے التباس کے یہاں تاکید کی ضرورت اور حاجت نہیں ہے بخلاف نفس اور عین کے الفاظ کے کہ یہ عوامل کے بہت قریب ہوتی ہیں پس اس ان کا فاعل واقع ہونا بھی درست ہوگا اس لئے بوجہ متحقق ہونے التباس کے یہاں تاکید کی اشد ضرورت ہے **واکتع واخواه** یعنی **ابتع وابصع ابتاع بفتح الهمزة علی ما هو المشهور لاجمع یعنی تستعل هذه الکلمات الثلث تبعیة لا باصالته لکونه اول منها علی المقصود وهو الجمیعة فلا یتقدم یعنی اکتع واخواه علیه ای علی اجمع لواجتمعت معه وذکرها ای ذکر اکتع مع اخویه دو نه ای دون ذکر اجمع ضعیف لعدم ظهور دلا لتها علی معنی الجمعیة واللزوم ذکر ما من شانه التبعیة بدون الاصل** یعنی چونکہ اکتع

اور اس کے اخوات یعنی ابتع وابصع اجمع کے تابع ہیں یعنی ان کلمات ثلاثہ کا استعمال بہ تبعیت اجمع کے ہے یہ علیحدہ بالاصل مستعمل نہیں ہوتے کیونکہ اجمع کا لفظ معنٰی مقصودی جمعیت پر اکتع اور اس کے اخوات سے مقدم ہے اس لئے اکتع اور اسکے اخوات اگر اجمع کیساتھ ہوں تو اس صورت میں اجمع پر مقدم نہیں ہوں گے اور اسی وجہ سے اکتع مع اخوات کا ذکر بغیر ذکر اجمع کے ضعیف ہے کیونکہ ان الفاظ مذکورہ کی دلالت جمعیت کے معنٰی پر بدون اجمع کے ظاہر نہیں ہے اور اگر یہ بدون ذکر اجمع کے مذکور ہوں تو اس سے تابع کا ذکر بغیر اصل کے لازم ہوگا اور یہ درست نہیں ہے لہٰذا ان کا ذکر بہ تبعیت اجمع ضروری اور لازمی ٹھہرا اور اتباع کا لفظ بنا بر روایت مشہورہ کے مفتوح الہمزہ ہے مکسور نہیں **البدل تابع مقصود بما نسب الی المتبوع** ای تقصد النسبة الیه بنسبت ما نسب الی المتبوع دونه ای دون المتبوع ای لا تکون النسبة الی المتبوع مقصودة ابتداءً بنسبة فالنسب الیه بل تکون المنسبة الیه توطیةً وتمهیداً النسبة الی التابع سواء کان ما نسب الیه مسنداً او غیره مثل جاء نی زید اخوک وضربت زید اخاک واحتراز بقوله مقصود بما نسب الی المتبوع من النعت والتاکید وعطف البیان لانها لیست مقصوداً بما نسب الیه بل المتبوع مقصود به وبقوله دونه احترز عن العطف بحرف فان المتبوع فیه مقصود بما نسب الیه مع التابع یعنی بدل وہ تابع ہے جو مقصود بالنسبۃ ہو یعنی جس چیز کی متبوع کی طرف نسبت ہوگی اس کی نسبت اسی تابع بدل کی طرف مقصود ہوگی متبوع کی طرف مقصود نہیں ہوگی متبوع کی طرف مقصود نہیں ہوگی یعنی متبوع کی طرف نسبت ابتداء مقصود نہیں ہوگی بلکہ متبوع کی طرف نسبت صرف تابع کی نسبت کے لئے توطیہ اور تمہید ہوگی اور بالنسب الی المتبوع عام ہے خواہ مسند ہو خواہ غیر مسند جیسے جاء نی زید اخوک اور ضربت زید اخاک کی مثال میں ہے اور مقصود بما نسب الی المتبوع کے قول میں نعت وتاکید وعطف بیان سے احتراز کیا کیونکہ یہ اشیاء مقصود بالنسبۃ نہیں ہوتی ہیں بلکہ ان کے متبوعات مقصود بالنسبت ہوا کرتے ہیں اور دونہ کے قول میں عطف بحرف سے احتراز کیا کیونکہ اس میں متبوع اور تابع دونوں مقصود بالنسبت ہوتے ہیں ولا یصدق الحد علی المعطوف ببل لان متبوعه مقصود ابتداء ثم بداء له فاعرض عنه وقصد المعطوف فکلاهما مقصود ان بهذا المعنٰی اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ایک سوال مقدر کا دفعیہ کیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بدل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں معطوف ببل داخل ہوا کیونکہ یہ بھی مقصود بالنسبت ہوتا ہے اس کا متبوع مقصود بالنسبت نہیں ہوتا شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہ تعریف مذکور معطوف ببل پر صادق نہیں کیونکہ اس میں مقصود بالنسبت اول اور ابتداء متبوع ہوتا ہے پھر ثانیاً تابع کیونکہ متکلم متبوع کی نسبت میں غلطی کرتا ہے جب اس کو اپنی غلطی کا احساس اور ظہور ہوتا ہے تو متبوع کی نسبت سے اعراض کر کے تابع یعنی معطوف کو مقصود بالنسبت ٹھہراتا ہے پس بنا بر اس معنٰی دونوں مقصود بالنسبت ہوئے لہٰذا اب اس تقدیر پر تعریف مانع ثابت ہوئی فان قیل هذا لحد لا یناول البدل الذی لعبد الامثل ماقام احد الازید فان زیدا بدل من احد و لیست نسبة والنسبت الیه من عدم القیام مقصودةِ باالنسبة الی زید بل النسبة المقصودةِ بنسبة ما نسب الی زید بنسبة القیام الی زید یہ ایک اعتراض ہے جو بدل کی تعریف پر وارد ہوا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ یہ تعریف اس بدل کو شامل نہیں ہے جو الا کے بعد واقع ہو جیسے ماقام احد الازید میں زید احد سے بدل ہے اور باوجود اس کے یہاں مقصود بہ نسبت عدم قیام کے احد ہی ہے زید کی طرف اس عدم قیام کی نسبت مقصود نہیں بلکہ زید کی طرف یہاں نسبت قیام کی مقصود ہے لہٰذا یہ تعریف جامع ثابت نہیں ہوئی قلنا مانسب الی المتبوع هھنا هو الهیتمام فانه نسب

الیه نفسیًا و نسبته القیام بعینه الی التابع مقصودة لکن اثباتا فیصدق علی زید انه تابع مقصود بنسبة مانسب الی المتبوع فان النسبة الما خوذة فی البدل اعم من ان یکون بطریق الاثبات او النفی یہ اوپر والے اعتراض کا جواب ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ مانسبت الی المتبوع یہاں قیام ہے اور یہاں اسکی نفی یعنی عدم قیام کی نسبت متبوع کی طرف ہوئی ہے اور اس قیام کی نسبت بعینہ تابع کی طرف مقصود ہے لیکن اثباتا پس زید پرانہ تابع مقصود بالنسبت القیام بنسبۃ مانسب الی المتبوع کی تعریف صادق ہوئی کیونکہ وہ نسبت جو بدل کی تعریف میں ماخوذ ہے وہ عام ہے خواہ بطریق اثبات کے ہو خواہ بطریق نفی لہٰذا اب بدل کی تعریف جامع ثابت ہوئی **ویمکن ان یقصد بنسبة الی شئی نفسیًا نسبة الی شئی اٰخر اثباتا ویکون الاول توطیةً للثانی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہاں اجتماع تضاد ثابت ہوا اور یہ باطل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اجتماع ایک ہے حکم میں ممنوع ہے اور یہاں ایک حکم نہیں کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کسی شے کی طرف کسی شے کی نسبت بطریق نفی مقصود ہو اور اسی شے آخر کی طرف بطریق اثبات مقصود ہو اور اول ثانی کے لئے بطور تمہید اور توطیہ کے ہو یہاں بھی قاعدہ جاری ہوا ہے قیام کی نفی کا مقام اور ہے اور قیام کے ثبوت کا محل اور ہی لہٰذا اجتماع تضاد ثابت نہیں ہوا **وهو ای البدل انواع اربعة** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہو کی ضمیر مرفوع بدل کی طرف راجع ہے یعنی بدل کی چار قسمیں ہیں **بدل الکل ای بدل هو کل البدل منه** اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ بدل الکل کی اضافت بیانی اور الف ولام مضاف الیہ کے عوض میں لائی ہیں یعنی اول قسم بدل کی بدل الکل ہے جس کا مدلول بعینہ مبدل منہ کا مدلول ہوتا ہے **وبدل البعض ای بدل هو بعض المبدل منه فالاضافة فیهما مثلها فی خاتم فضة** اس کے بڑھانے کی تشریح اور وجہ اوپر مذکور ہو چکی ہے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے یعنی دوسری قسم بدل کی بدل البعض ہے جس کا مدلول مبدل منہ کا بعض ہوتا ہے پس اضافت بدل الکل اور بدل البعض دونوں میں مثل اس اضافت کے ہے جو خاتم فضۃ میں ہے یعنی اضافت بمعنی من ہے **وبدل الاشتمال ای بدل مسبب غالبًا عن اشتمال احد المبدلین علی الاخرما اشتمال البدل علی المبدل منه نحو سُلِبَ زید ثوبه او بالعکس نحو یسألونک عن الشهر الحرام قتال فیه** یعنی تیسری قسم بدل کی بدل اشتمال ہے یہ بدل غالبًا احد المبدلین کے اشتمال کا سبب ہوتا ہے بہرحال مبدل منہ پر بدل کے اشتمال کی مثال سلب زید ثوبہ ہے اور اس کے عکس یعنی بدل پر مبدل منہ کا اشتمال کی مثال اللہ تعالیٰ کے قول یسئلونك الخ میں ہے کہ اس میں قتال کا لفظ شہر سے بدل ہے پس یہاں مبدل منہ کے اشتمال ہے کیونکہ قتال شہر میں واقع ہوا ہے **وبدل الغلط ای بدل مسبب عن الغلط فالاضافة فی الاخرین من قبیل اضافت المسبب الی السبب لادنی ملابسة** یعنی چوتھی قسم بدل کی بدل الغلط ہے اور یہ بدل غلطی کا سبب ہوا کرتا ہے پس اضافت آخرین یعنی بدل الاشتمال اور بدل الغلط میں اضافت مسبب الی السبب ہے کیونکہ اشتمال اور غلطی اس کے اسباب ہیں اور یہی ادنیٰ مناسبت ہے جس کی وجہ سے یہ اضافت جائز ہوئی ہے **فالاول ای بدل الکل مدلوله مدلول الاول یعنی متحد ان ذاة الا ان یتحد مفهوما هما لیکونا مترادفین نحو جاء نی زید اخوک فزید واخوک وان اختلفا مفهومًا فهما متحد ان ذاتا** پس اول قسم یعنی بدل الکل وہ ہے جس کا مدلول بعینہ مدلول اول کا ہو یعنی بدل الکل میں بدل اور مبدل منہ دونوں متحد بالذات ہوتے ہیں اور متغائر بالمفہوم کیونکہ اگر متحد بالمفہوم بھی مانیں تو اس صورت میں مترادفین ٹھہریں گے اور بدل الکل کی مثال جاء نی زید اخوك ہے یہاں زید اور اخوک کے الفاظ اگرچہ باعتبار مفہوم

کے مختلف ہیں لیکن باعتبار ذات یعنی صداق کے متحد ہیں کیونکہ جو زید کا مصداق ہے وہی بعینہ اخوک کا بھی مصداق ہے **قال الشارح رحمة الله تعالیٰ علیه الرضی و انا الی الأن لم یظهر لی فرق جبلی بین بدل الکل من الکل و بین عطف البیان بل لا ادیٰ عطف البیان الابدل الکل وما قالوا من ان الفرق بینهما ان البدل هو المقصود بالنسبة دون متبوعه بخلاف عطف البیان فانه بیان والبیان فرع المبین فیکون المقصود هو الاول فالجواب لانسلم ان المقصود فی بدل الکل هو الثانی فقط ولا فی سائر الا ابدال الغلط** یہاں بدل الکل کی تعریف کی مانعیت پر شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے ایک سوال قائم کیا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ملا جامی اس طرح کرتے ہیں کہ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رضی نے کہا ہے کہ اس وقت تک مجھ کو درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے کوئی فرق ظاہری معلوم نہیں ہوا بلکہ میرے نزدیک عطف بیان بدل الکل ہی ہے اور وہ جو بعضے نے انکے فرق کے متعلق کہا ہے کہ بدل الکل اور عطف بیان کے درمیان فرق یہ ہے کہ بدل مقصود بالنسبت ہوتا ہے بخلاف عطف بیان کے کہ یہ بیان متبوع ہوتا ہے اور بیان مبین کی فرع ہوتی ہے پس یہاں مقصود بالنسبت اول ہے تو اس ما قالوا کا جواب یہ ہے کہ بدل الکل میں صرف ثانی کا مقصود بالنسبت ہونا مسلم نہیں اور نہ سوائے بدل الغلط کے باقی ابدال میں ثانی کا مقصود بالنسبت ہونا مسلم ہے **وقال بعض المحققین فی جوابه الظاهر انهم لم یریدوا انه لیس مقصودًا اصلیًا والحاصل ان مثل قولک جائنی اخوک زید ان قصدت فیه الاسناد الی الثانی وجئت بالاول قوطیة له مبالغة فی الاسناد فالثانی بدل وحینئذ یکون التوضیح الحاصل به مقصودًا تبعًا و المقصود اصالةً هو الاسناد الیه بعد التوطیه فالفرق ظاهر** اوپر والے سوال کا جواب بعضے محققین نے دیا ہے جس کی تشریح شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس طرح کرتے ہیں کہ درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے فرق حاصل ہے کیونکہ اگر مقصود بالنسبت اوّل ہوا اور ثانی اس کی وضاحت کیلئے لایا ہو تو یہ عطف بیان ہے اور اگر مقصود بالنسبت ثانی ہوا اور اول صرف اس کی توطیہ اور تمہید کے لئے ذکر کیا ہو تو یہ بدل الکل ہے پس اس سے ظاہر ہوا کہ متبوع کا مقصود بالنسبت ہونے سے مراد یہ نہیں کہ بالکل مقصود بالنسبت نہیں ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ مقصود بالنسبت اصلی نہیں حاصل فرق یہ ہے کہ مثلاً جائنی اخوک زید کے قول میں اگر مقصود بالنسبت اول ہوا اور ثانی اس کے توضیح اور تمیم کے لئے ذکر کیا ہو تو اس صورت میں ثانی عطف بیان ہوگا اور اگر مقصود بالنسبت ثانی ہوا اول صرف اس کی توطیہ کے لئے بنا بر مبالغہ کے لایا ہو تو اس تقدیر پر ثانی بدل الکل ٹھہرے گا اور اس وقت ثانی سے جو توضیح حاصل ہوئی ہے وہ مقصود بالتبع ہوگی اور مقصود بالاصل صرف وہی اسناد ہوگا جو توطیہ اور تمہید کے بعد واقع ہوگا پس اس تقدیر پر فرق درمیان بدل الکل اور عطف بیان کے ظاہر ہے محتاج زیادہ تشریح نہیں ہے **والثانی ای بدل البعض جزؤه ای جزء المبدل منه نحو ضرب زیدًا راسه** یعنی بدل کی دوسری قسم یعنی بدل البعض اس کو کہتے ہیں جو مبدل منہ کا جز ہو جیسے ضربت زید ارا سه میں راس زید کا بدل البعض جز ہے **والثالث ای بدل الاشتمال بینه وبین الاول ای المبدل منه ملا بسته** یعنی بدل کی ثالث قسم یعنی بدل الاشتمال اس کو کہتے ہیں جس کے مبدل منہ کے درمیان کوئی مناسبت اور تعلق ہو **بحیث توجب النسبة الی المتبوع النسبة الی الملابس اجما لا نحو اعجبنی زید علمه حیث یعلم ابتداءً انه ان یکون زید معجبًا باعتبار صفاته لا باعتبار ذاته وتتضمن نسبة الاعجاب الی زید لنسبة الی صفة من صفاته اجما لا و کذا فی سلب زید ثوبه بخلاف ضربت زیدًا حماده ضربت زیدًا غلامه لان النسبة الضرب الی زید تامة ولا یلزم فی صحتها اعتبار غیر زید فیکون**

من باب بدل الغلط اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف بدل دخول غیر سے مانع نہیں کیونکہ اس میں بدل الغلط داخل ہوا جیسے ضربت زیدا غلامه اور ضربت زیدا حماره میں ہے کیونکہ یہاں ملابست مالکیت اور مملوکیت درمیان بدل اور مبدل منہ کے موجود ہے اور باوجود اس کے یہ بدل اشتمال نہیں ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ یہاں ملابست سے مراد ملابست ہے جس کے متبوع کی نسبت سے نسبت ملابس یعنی تابع کی اجمالا اور حبعا واجب آتی ہو جیسے اعجبنی زید علم میں اول یہ معلوم ہوا کہ زید باعتبار صفات کے معجب ہے باعتبار ذات کے نہیں اور زید کی طرف اعجاب کی نسبت زید کی صفات کی نسبت کو بھی اجمالا اور حبعا شامل ہے اور اسی طرح سلب زید ثوبہ کو بھی قیاس کرنا چاہیئے بخلاف ضربت زیدا غلامہ اور ضربت زیدا حمارہ کے یہاں زید کی طرف ضرب کی نسبت تامہ ہے اور اس کی صحت سے غیر زید کا اعتبار لازم نہیں آتا پس یہ بدل الغلط کے باب سے ٹھہر **الغیر هما ای تکون تلک الملابسة بغیر کون البدل کل المبدل منه او جزءه فیدخل فیه ما اذا کان المبدل منه جزءا من البدل ویکون ابداله منه بناءً علی هذاه الملابسة نحو نظرت الی القمر فلکه** کہ اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ یہ تعریف بدل اشتمال اپنے افراد کو جامع نہیں کیونکہ اس سے وہ بدل الاشتمال خارج ہوا جو نظرت الی القمر فلکه میں ہے کیونکہ یہاں درمیان بدل اور مبدل منہ کے ملابست کلی و رجزی ہے مالکیت اور مملوکیت کے نہیں اس لئے کہ قمر فلک کا جز ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ بغیر اسما کے قول کے معنی یہ ہیں کہ وہ ملابست بغیر بدل کے کل مبدل منہ یا اسکے جز ہونے کے ہو یعنی بدل کل مبدل منہ نہ ہو اور یہاں ایسا نہیں بلکہ بدل کلی ہے اور مبدل منہ اسکا جزی پس اس تقدیر پر اس تعریف میں وہ بدل بھی داخل ہوا جس میں مبدل منہ بدل کا جز ہوا اور اس کا ابدال اس سے بنا بر اس ملابست کے ہو جیسے نظرت الی القمر فلکه میں ہے لہٰذا اب بدل کی تعریف جامع ثابت ہوئی **والمناقشة بان القمر لیس جزءا من فلکه بل هو مرکوز فیه مناقشة فی المثال** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ قمر کا فلک سے جز ہونا مسلم نہیں بلکہ وہ فلک میں مرکوز ہوتا ہے۔ شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ قمر کے فلک سے جز ہونے کا اعتراض مناقشہ فی المثال ہے اور مناقشہ فی المثال ممنوع ہے کیونکہ مثال ممثل کی وضاحت کے لئے ذکر کرتے ہیں پس اس میں صرف فرضی مثال کافی ہے **ویمکن ان یورد لمثاله مثل رئیت درجة الاسد برجه فانه لامجال لهذاه المناقشة فیه فان البرج عبارة عن مجموع الدرجات** یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ بدل اشتمال کے لئے رئیت درجۃ الاسد برجہ کی مثال وارد کی جائے کیونکہ اس میں مناقشہ مذکور کا کوئی محل اور دخل نہیں کیونکہ برج مجموعہ درجات سے عبارت ہے پس یہاں مبدل منہ بدل کا جز نہیں ہے **وانما لم یجعل هذا البدل قسمًا خامسًا ولم یسم ببدل الکل عن البعض لقلته وندرته بل قیل بعدم وقوعه فی کلام العرب وان هذاه الامثلته موضوعة** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ پس مصنف کافیہ نے اس قسم کو قسم خامس کیوں نہیں ٹھہرایا اور اس کو بدل الکل عن البعض سے کیوں مسمی نہیں کیا شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ چونکہ یہ بدل بہت ہی قلیل اور نادر ہے بلکہ بعضے نے کہا ہے کہ یہ کلام عرب میں واقع ہی نہیں ہے کیونکہ یہ امثال موضوعی ہیں اس لئے اس کو قسم خامس ٹھہرا کر بدل الکل عن البعض سے مسمی نہیں کیا **والرابع ای بدل الغلط ان تقصد ای ان یکون بان تقصدانت الیه.ای الی البدل من غیر اعتبار ملابسة بینهما بعد ان غلطت بغیره ای بغیر البدل وهو البدل منه ویکونان ای البدل والمبدل منه معرفتین نحو ضرب زید**

اخوک ولکوتین نحو جاءنی رجل غلام لک ومختلفین نحو بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ وجاء رجل غلام زید
یعنی قسم رابع بدل غلط ہے اور وہ یہ کہ متکلم کا مقصود بدل ہو بعد غلطی کی طرح اعتبار بالاستقلال مذکورہ کے یعنی مبدل منہ کی نسبت میں اس سے غلطی ہوئی ہو
اس غلطی کے تدارک کے لئے مبدل منہ کو چھوڑ کر بدل کو مقصود بالنسبت ٹھہرائی اور یہ بدل اور مبدل منہ دونوں معرفے ہوں جیسے ضرب زید
اخوک میں ہے خواہ نکرے ہوں جیسے جاء نی رجل غلام لک میں موجود ہے خواہ مختلفین ہوں جیسے بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ اور جاء
غلام زید کی امثال میں ہے واذاکان البدل نکرۃ مبدلۃ من معرفۃ فالنعت ای نعت البدل النکرۃ واجب لئلا
یکون المقصود الفصل من غیر المقصود من کل وجہ فالوالیہ بصفۃ تکون کا الجابر لما فیہ من نقص
النکارۃ یعنی جب کلام میں بدل نکرہ معرفہ مبدل منہ ہی آئے اس صورت میں بدل نکرہ کی نعت ضروری اور لازمی ہے تا کہ مقصود غیر مقصود سے من
کل الوجہ ناقص نہ ہو پس اس میں بدل نکرہ کی صفت ذکر کرتے ہیں کہ نکارت کے نقصان کا جبیرہ ہو مثل بالناصیۃ ناصیۃ کاذبۃ
ویکونان ظاہرین نحو جاء نی زید اخوک مضمرین نحو الزیدون لقیتہم ایاہم مختلفین نحو اخوک
ضربتہ زیدًا او اخوک ضربت زیدًا ایاہ یہ مبدل منہ معرفہ اور بدل نکرہ موصوفہ کی مثال ہے اور بدل اور مبدل منہ دونوں اسمائے
ظاہرہ بھی ہوتے ہیں جیسے جاء نی زید اخوک میں ہے اور ضمائر بھی ہوتے ہیں جیسے الزیدون لقیتہم ایاہم میں موجود ہے اور مختلفین بھی
ہوتے ہیں جیسے اخوک ضربتہ زیدًا یا اخوک ضربت زیدًا ایاہ میں ہے کہ ان امثال میں ایک ضمیر ہے تو دوسرا اسم ظاہر ہے ولا
یبدل ظاہر من مضمر بدل الکل لامن الغائب نحو ضربتہ زیدًا لان المضمر المتکلم
والمخاطب اقوی واخص دلالۃ من الظاہر فلو ابدل الظاہر منہما بدل الکل یلزم ان یکون المقصود
انقص من غیر المقصود مع کون مدلولیہما واحدًا بخلاف بدل البعض والاشتمال والغلط فان المانع
فیہا مفقود اذلیس مدلول الثانی فیہا مدلول الاول فیقال اشتریتک نصفک واشتریتنی نصفی و
اعجبنی علمک واعجبتک علمی وضربتک الحمار وضربتنی الحمار یعنی کوئی اسم ظاہر بطریق بدل الکل ضمیر
سے بدل نہیں آئیگا البتہ ضمیر غائب سے آسکتا ہے جیسے ضربتہ زیدًا میں زیدًا ضربتہ کی ضمیر غائب سے بدل آیا ہے ضمیر متکلم اور مخاطب سے
اس لئے بدل نہیں آسکتا کی ضمیر متکلم اور ضمیر مخاطب دونوں اسم ظاہر سے دلالت میں زیادہ قوی اور اخص ہیں پس اگر ان دونوں ضمیروں سے اسم ظاہر
بطریق بدل الکل بدل آئے تو اس صورت میں مقصود کا غیر مقصود سے انقص ہونا لازم آئیگا۔ باوجود اس کے کہ بدل اور مبدل منہ کے مدلول اور مفہوم
واحد ہوتے ہیں بخلاف بدل البعض اور بدل الاشتمال اور بدل الغلط کے کہ یہاں مانع بدل مفقود ہے کیونکہ یہاں ثانی کا مدلول اول نہیں ہے پس
اشتریتک نصفک واشتریتنی نصفی اور اعجبنی علمک واعجبتک علمی وضربتک الحمار وضربتنی الحمار
پڑھ سکتے ہیں اول مثال بدل البعض کی ہے اور ثانی بدل الاشتمال کی اور ثالث بدل الغلط کی مثال ہے خوب سمجھنا چاہئے عطف البیان تابع
شامل لجمیع التوابع اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا کہ تابع کا لفظ جنس تمام توابع کو شامل ہے غیر صفۃ
احترز بہ عن الصفۃ اس کے بڑھانے سے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ اشارہ کیا غیر صفۃ کا قول احترازی ہے اس جملہ سے صفت سے احتراز
کیا یوضح متبوعہ احترز بہ عن البدل والعطف بالحرف والتاکید اس کے بڑھانے سے بھی شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا
مقصد یہ ہے کہ یوضح متبوعہ کا قول احترازی ہے اس میں بدل اور عطف بالحرف اور تاکید سے احتراز کیا کیونکہ یہ اشارہ مذکورا پنی متبوعات کی

وضاحت کے مفید نہیں یعنی عطف بیان وہ تابع ہے جو اپنی متبوع کی وضاحت کرے بخلاف بدل اور عطف بالحرف اور تاکید کے کہ یہ مفید وضاحت نہیں ہیں **ولا یلزم من ذالک ان یکون عطف البیان او ضح من متبوعه بل ینبغی ان یحصل من اجتماعها ایضاح لم یحصل من احدهما علی الانفراد فیصح ......فان یکون الاول او ضح من الثانی** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال مقدر کا جواب دیا ہے جس کی تشریح یہ ہے کہ بعض نحات نے عطف بیان کا اپنی متبوع سے اوضح ہونا ضروری اور لازمی شرط ٹھہرائی ہے کیونکہ یہ اسم مشترک کے بعد آتا ہے یہ اس کے اوضح ہونے کی دلیل ہے شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کا جواب دیا کہ اس سے عطف بیان کا اوضح ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ تابع اور متبوع دونوں کے اجتماع سے وضاحت حاصل ہو جو ان میں سے ایک کے انفرادی صورت میں حاصل نہ ہو سکے پس یہ درست اور صحیح ہوگا کہ اول ثانی سے اوضح ہو **مثل اقسم باللّٰہ ابو حفص عمر فابو حفص کنیة امیر المؤمنین عمر بن الخطاب وعمر عطف بیان له وقصة انه اتی اعرابی الی عمر بن الخطاب رضی اللّٰہ تعالٰی عنه فقال ان اهلی بعید وانی علی ناقته وبراء عجفاء نقباء واستحمله فظنه کاذبًا فلم یحمله فانطلق الاعرابی فحمل بعیره ثم الستقبل البطحاء وجعل یقول وهو یمشی خلف بعیره شعرا قسم باللّٰه ابو حفص عمر مامسهما من نقب ولا وبر"،"اغفرله اللهم ان کان فجر "،" وعمر مقبل من اعلی الوادی فجعل اذاقال اغفرله اللهم ان کان فجر "،" قال اللهم صدق صدق حتی التقیا فاخذه بیده فقال ضع عن راحلتک فوضع فاذاهی نقباء عجفاء تحمله علی بعیره وذوده وکساه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر کے واقعہ کی تحقیق کرتے ہیں کہ شعر مذکور میں ابو حفص کا لفظ جناب حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے اور عمر اس کا عطف بیان ہے اور اس کا قصہ مختصر یہ ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت فیعدر جب میں ایک اعرابی حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میرا گھر دور ہے اور میری سواری پشت ریش ولاغر وسودہ ہوئی ہے سواری کے قابل نہیں ہے اس سے اس کا مقصد حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے سواری طلب کرنا تھا پس حضرت خلیفۃ المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اس میں کاذب خیال کیا اس لئے اس کو سواری دینے سے انکار فرمایا لہٰذا وہ اعرابی ناامید ہو کر چلا اور اپنے اونٹ کو اپنے آگے چلا دیا پھر ایک جنگل میں پہنچکر اپنے اونٹ کے پیچھے پیادہ چلتے چلتے اس شعر مذکور فی الشرح کو پڑھتا رہا جس کے معنٰی یہ ہیں کہ ابو حفص عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قسم کھائی کہ میری سواری نہ پشت ریش ہے اور نہ لاغر سودہ شدہ اے باری تعالیٰ اگر حضرت خلیفہ نے جھوٹ کہا ہے تو ان کو بخشدے اور اس کا مواخذہ نہ فرمائے وہ اعرابی یہ پڑھ رہا تھا کہ ناگاہ حضرت خلیفۃ المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگل کے اوپر سے تشریف لائے پس اس نے آپ کو دیکھکر اس شعر مذکور کا پڑھنا پھر شروع کیا حضرت خلیفۃ المومنین نے اس کو سن کر فرمایا کہ اے باری تعالیٰ یہ اعرابی صادق ہے یا کاذب اس اثناء میں دونوں کی ملاقات ہوئی پس حضرت خلیفۃ المومنین نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ تو اپنی سواری پر سے اتر آ پس وہ اتر آئے جب اس کی سواری کو دیکھا تو واقعی پشت ریش لاغر نکلی پس حضرت خلیفۃ المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو اپنے اونٹ پر سوار کیا اور زاد راہ اور خلعت عطا فرمائی **وفصله ای فرقه من البدل لفظا ای من حیث الاحکام اللفظیة واقع فی مثل انا ابن التارک البکری بشر "،" فان قوله بشر ان جعل عطف بیان للبکری جاز وان جعل بدلًا منه لم یجز لان البدل فی حکم تکریر العامل فیکون التقدیر انا ابن التارک بشر وهو غیر جائز کما ذکر نا فیما سبق فی الضارب زید** یعنی فرق درمیان عطف بیان اور اول کے باعتبار لفظی احکام کے

اوپر شعر مذکور میں واقع ہے کیونکہ اسمیں بشر کا لفظ اگر بکری کا عطف ٹھہرایا جائے تو یہ جائز ہے اور اگر اس سے بدل ٹھہرایا جائے تو یہ جائز نہیں ہے کیونکہ بدل عامل کی تکریر کے حکم میں ہوتا ہے پس اس صورت میں عبارت کی تقدیر انا ابن التارک بشر ہوگی کہ یہ قطعی نا جائز ہے جیسا کہ سابق الضارب زید کی تشریح میں بمعہ دلائل کے ہم نے ذکر کیا ہے وہاں ملاحظہ ہو **واخره عليه الطير ترقبه وقوعا "،" وعليه الطير ثانی مفعول التارک ان جعلناه بمعنی يصح والا فهو حال وقوله ترقبه حال من الطيران كان فاعلًا لعليه ان كان مبتداء فهو من الضمير المستكن فی عليه ووقوعًا جمع واقع حال من فاعل ترقبه ای واقعةً حوله متزقةً هاق رو حه لان الانسان ما دام به رمق فان الطير لا تقربه** اس میں شارح رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شعر مذکور کے مصرعہ ثانی ظاہر کر کے شعر کی ترکیبی حالت کی تحقیق کرتے ہیں کہ آخری مصرعہ شعر مذکور کا علیہ الطیر ترقبہ وقوعا ہے اور علیہ الطیر کا لفظ ترکیب میں التارک کے مفعول ثانی ہے اگر التارک کو بمعنٰی صیر کے ٹھہرایا جائے اور مفعول اول بکری ہے اور اگر بمعنٰی صیر کے نہ ٹھہرائیں تو اس صورت میں یہ حال مانا جائے گا اور ترقبہ کا قول الطیر سے حال ہوگا اگر اس کو علیہ یعنی شبہ فعل کا فاعل ٹھہرائیں اور اگر الطیر کو مبتداء موخر اور علیہ کو اس کی خبر مقدم مانیں تو اس صورت میں وہ علیہ کی ضمیر مستکن سے حال ٹھہریگا اور وقوعا واقع کی جمع ہے اور ترکیب میں ترقبہ کے فاعل سے حال ہے جس کی تقدیر پر معنٰی یہ ہوں گے اس کے گرداگرد طیور امیدوار ہو کر اس کی روح کے خروج کے انتظار میں رہتے ہیں کیونکہ جب تک انسان میں آخری حصہ روح کا باقی رہتا ہے اس وقت طیور اس کے پاس نہیں جاتے ہیں **واما الفرق المعنوی بينهما فقد تبين فيما سبق والمراد بمثل انا ابن التارک البكری بشر كل ما كان عطف بيان للمعرف باللام الذی اضيف اليه الصفة المعرفة باللام نحو الضارب الرجل زيد** یعنی درمیان عطف بیان اور بدل کی جو معنوی فرق ہے اس کی تشریح ما سبق میں یعنی بدل الکل کی بحث میں بیان ہو چکی ہے ملاحظہ ہو اور انا ابن التارک البکری بشر کی مثل سے مراد ہر وہ مثل ہے جس میں عطف بیان معرفہ باللام ہو جس کی طرف صفت معرفہ باللام کی اضافت واقع ہوئی ہو جیسے الضارب الرجل زید میں ہے **ويمكن ان يراد به ما هو اعم من هذ الباب ای كل ما خالف الحكم ای كان عطف بيان حكم اذا كان بدلا فيتناول صورة النداء ايضًا فانک تقول يا غلام زيدٌ وزيدًا بالتنوين مرفوعًا حملا علی اللفظ و منصوبًا حملًا علی المحل اذا جعلته عطف بيان و يا غلام زيد بالضم اذا جعلته بدلا و المعنیٰ الاول اظهر و الثانی افيد** اور ممکن ہے کہ اس ترکیب مذکور کو اعم مانیں اس طرح کہ اس کو عطف بیان میں شامل ٹھہرائیں اور غیر عطف بیان کو بھی شامل مانیں اس طرح کہ جب عطف بیان واقع ہو تو اس وقت اس کا حکم بدل واقع ہونے کی صورت کی مخالف ہوگا پس اس تقدیر پر یہ نداء کی صورت کو بھی شامل ہوا کیونکہ جب یا غلام زید کی مثال میں زید کے لفظ کو لفظ غلام پر حمل کریں تو مرفوع منون پڑھینگے اور اگر اس کے محل پر حمل کریں تو اس صورت میں منصوب منون پڑھینگے یہ جب کہ زید کے لفظ کو عطف بیان ٹھہرائیں اور غلام کے لفظ سے بدل مانیں تو اس صورت میں مبنی برضمہ پڑھیں گے اور اول معنٰی اظہر اور ثانی معنٰی افید ہیں کیونکہ ثانی معنٰی کی بنا بر صورت ندا کو بھی شمول ہوتا ہے چونکہ ثانی معنٰی کی بنا بر عموم کا فائدہ مرتب ہوتا ہے اور جس میں عموم ہوتا ہے اس میں فائدہ اکثر ہوتا ہے اس لئے ثانی معنٰی افید ثابت ہوئے۔ فقط

فقط

فقیر حقیر سلامت فقیر عرف محمد عبد اللطیف خان چشتی نظامی صابری قادری نقشبندی

مختصر سوانح حضرت علامہ مفتی عبدالطیف مردانی قادری علیہ الرحمۃ

حامدا لولیہ و مصلیا و مسلما علی حبیبہ و علی الہ وصحبہ اجمعین

بے نشانوں کا نشاں مٹتا نہیں   مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

(محدث بریلوی قدس سرہ)

اس جہانِ رنگ و بو میں کچھ ہستیاں ایسی گزری ہیں جن کے کارہائے نمایاں اور افکار تازہ کی بدولت عوام وخواص انہیں خراج تحسین پیش کرنا اپنے لئے باعث تفخر سمجھتے ہیں۔ یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے اس مختصر عرصۂ زیست میں صدیوں پر محیط سرمایہ حاصل کرلیا۔ جن کے انمٹ نقوش قوم کے لئے مشعل راہ کا کام کرتے رہے اور قوم ان کی مرہون منت رہی۔ عشق کو نئی زندگی عطا کردی۔ جنون محبت کو دوام عطا کردیا۔ جہان قلب وروح کو محبت کی وہ سرمدی مستی اور لافانی سرور وخمار بخشا جسے فنا کرنا تو کجا اس کی حدت کا کم ہونا بھی ابد تک ممکن نہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق   ثبت است برجریدہ عالم دوام ما

انہیں ہستیوں میں سے ایک مفسر قرآن، عاشق محبوب الرحمان حضرت علامہ ومولانا مفتی عبداللطیف مردانی قدس سرہ العزیز بھی ہیں۔ ان کی ذات علوم اسلامیہ سے آراستہ اور اصول دعوت وتبلیغ سے پیراستہ تھی۔ ان کی عالمانہ زندگی عوام وخواص کے لئے مقناطیسی کشش رکھتی تھی۔ مخلوق خدا فیوض وبرکات کے حصول کے لئے اس مرد قلندر کے گرد رہتی اور یہ مرد حق اپنی نگاہ فیض رساں سے سب کو مستفیض فرماتے۔

رہ گئی لب تک آکے جب راز کی بات راز میں   حال دل اپنا کہہ گئے اک نگاہ ناز میں

(حضرت کامل شطاری علیہ الرحمہ)

نام:۔ آپ کا اسم گرامی عبداللطیف ہے والد کا نام نور رسید خان ہے۔

ولادت:۔ آپ کی ولادت موضع ملا گجر ریاست دیر میں کرموخیل قبیلہ میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت:۔ زمانہ طفولیت میں ہی آپ موضع ما گجر ریاست دیر سے میرٹھ بھارت (انڈیا) منتقل ہوگئے میرٹھ کے مدرسہ اسلامیہ اندرکوٹ میں قاری ولی محمد سے قرات وتجوید پڑھی اور حافظ کفایت اللہ، مولانا عبدالسلام قندھاری، مولانا احمد علی سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ حفظ قرآن حکیم کا شوق دل میں پیدا ہوا تو خود ہی مختصر مدت میں حفظ قرآن مجید کرلیا۔ اس سے آپ کی غیر معمولی ذہانت وفطانت کا پتہ چلتا ہے۔

تدریس:۔ علوم دینیہ کی تحصیل کے بعد مدرسہ عالیہ جامع مسجد آگرہ میں بحیثیت مدرّس مقرر ہوئے اور عرصہ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیتے رہے اور تشنگان علوم کو سیراب کرتے رہے۔ ۱۹۳۱ء میں سفر حج کے دوران جدہ میں مفتی اعظم آگرہ حضرت مولانا نثار احمد کانپوری کا اچانک انتقال ہوگیا۔ علماء کی نگاہیں آپ کی جانب مرکوز ہوگئیں اور آپ کو مفتی اعظم آگرہ مقرر کیا گیا۔ ایک عرصہ تک آپ اس منصب وعہدہ پر زیب نشین رہ کر شرعی معاملات میں عوام الناس خصوصا اہل آگرہ کی رہنمائی کرتے رہے۔ اسی دوران آپ نے قرآن مجید کے پہلے سپارہ کی فارسی منظوم تفسیر "کاشف المعانی" کے نام سے ضبط قلم فرمائی۔ اور شرح جامی (نحو کی مشہور ومعروف کتاب) کی اردو شرح "لطائف المعانی" کے نام سے صفحۂ قرطاس پر مرقوم فرمائی۔

بیعت و خلافت:۔ قیام آگرہ کے زمانے میں ایک غیبی اشارہ پر آپ گولڑہ شریف شمس الشریعۃ، بدرالطریقۃ، برھان المعرفۃ، عمدۃ المحققین، زبدۃ العارفین، حضرت پیر

مہرعلی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور شرف بیعت حاصل کیا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ پر خصوصی نظر کرم تھی۔ آپ بھی مرشد کریم سے والہانہ محبت کرتے اعراس کے علاوہ سال میں کئی دفعہ مرشد پاک کی بارگاہ میں بصد عشق و نیاز حاضر ہوتے آپ فرماتے ہیں۔ تیسری ملاقات میں مرشد کریم نے خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔

ایں طاقت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

(سعدی شیرازی علیہ الرحمہ)

آپ نحو و صرف کے ماہر، فقیہ، محدث، مفسر، شیخ طریقت ہونے کے ساتھ شاعری کا ذوق بھی رکھتے تھے۔ فدا تخلص استعمال فرماتے۔ عربی، فارسی، اردو میں طبع آزمائی کرتے۔ چند اشعار پیش کیے جاتے ہیں جو آپ نے حضرت پیر مہر علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدح میں تحریر فرمائے ہیں۔

کاشف اسرار وحدت خواجہ مہر علی مظہر شان ولایت قرۃ عین نبی
اے عالم علم الیقین اے کامل عین الیقین اے ہادی دین متین نور جمال احمدی
للہ کرم فرمائیے جلوہ نما ہو جائیے تسکین دل فرمائیے ہو دور ساری بیکلی
طوفان بحر غم میں ہے کشتی ناتواں پہنچو مدد کو ناخدا ازراہ غربا پروری
یہ بھی ہے اس در کا گدا کہتے ہیں جس کو سب فدا حاصل ہو قرب بارگاہ اس میں ہے اس کی بہتری

آبائی وطن واپسی:۔ ۱۹۴۶ء میں آگرہ سے اپنے آبائی وطن ریاست دیر تشریف لائے۔ اور نواب شاہجہاں کی خواہش پر ریاست دیر کے قاضی القضاء مقرر ہوئے۔ دیر میں ۳ سال قیام کے بعد آپ نے ہوتی مردان میں قبرستان ڈانگ بابا کے قریب "مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم" کی بنیاد رکھی۔ اخیر تک مدرسہ اسلامیہ انوار العلوم کے ذریعے دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل رہے۔

حلیہ مبارکہ:۔ آپ کشیدہ قامت، سفید نورانی چہرہ، گھنی سفید داڑھی، عبادت و ریاضت کے آثار چہرہ سے ہویدا، خوش خلق اور ملنسار تھے۔

تصنیفات:۔ (۱) تفسیر کاشف البیان مکمل اردو (۲) تفسیر کاشف المعانی پارہ اول فارسی منظوم (۳) جمال القرآن اردو علم قرات میں (۴) فتاوی شہابیہ فارسی (۵) لطائف المعانی شرح شرح جامی اردو (۶) الشرح المجاز شرح دیوان حافظ شیراز اردو (۷) درمکنون شرح فلک المشحون، پشتو (۸) تحریم حلق و شرب دخان اردو ترجمہ (۹) تحفۃ الواعظین اردو (۱۰) تحفۃ الذاکرین اردو (۱۱) جواب الحدیث بالحدیث عربی (۱۲) مجموعہ وظائف عربی

حالات حاضرہ کے منافقین کی ادبی بددیانتی کا اس سے بڑا ثبوت اور مذہب مہذب اہلسنت والجماعت کی حقانیت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ حضرت کی تصنیف لطائف المعانی کا مرحلہ اشاعت اپنے مکتبہ سے کروا کر اور مصنف کے نام کو عام مصنف کی طرح بغیر مکتبہ فکر ظاہر کیے اس بات کو ثابت کر دیا کہ علمی میدان میں ان کی تہی دامنی کس درجہ کو پہونچی ہوئی ہے۔ الحمد للہ۔

ماخوذ: تجلیات مہر انور
از: علامہ شاہ حسین گردیزی

خادم سادات کرام
محمد بلال رضا معروف قادری

بسم الله الرحمن الرحيم

شرح نزهة النظر

للشيخ وجيه الدين العلوي الگجراتي (٩١١ـــــ٩٩٨هـ)

مـــــع

نخبة الفكر في مصطلح أهل الأثر

و شـــرحــــهـا

نزهة النظر في توضيح نخبة الفكر

للإمام الحافظ أحمد بن علي بن حجر العسقلاني (٧٧٣ـــــ٨٥٢هـ)

حقق شرح الشرح و قدم له و علّق عليه

الشيخ نفيس أحمد المصباحي

أستاذ الجامعة الأشرفية، مبارك فور

توجيه: نخبة الفكر موضوعة في أعلى الصفحة ممتازة مشكولة ⊙ ثم هي مندرجة في الشرح و شرح الشرح، مع التمييز ⊙ بأن وضعنا النخبة بين الهلالين بخط جلي مشكولة ⊙ و وضعنا النزهة خارج الهلالين بخط جلي ⊙ و وضعنا شرح النزهة بخط دقيق.